کلیاتِ ذوق

شیخ محمد ابراہیم ذوق

مرتبہ: ڈاکٹر تنویر احمد علوی

کُلّیاتِ ذوقؔ

کلیاتِ ذوق

(اُردو)

شیخ محمد ابراہیم ذوق

مرتبہ

ڈاکٹر تنویر احمد علوی

پنجاب بُک ڈپو

الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور

1929ء سے فروغ ادب کیلئے کوشاں

پنجاب بکڈپو لاہور

خوبصورت اور معیاری

کتابیں آپ سب کے لئے

تزئین و اہتمام

محمد خالد چودھری

ناشر .... محمد طارق چودھری

اہتمام .... صفوان طارق، حافظ تاسیس احمد

مطبع .... شہزاد پرنٹرز، لاہور

اشاعت .... جنوری 2011ء

قیمت .... -/450 روپے

اسٹاکسٹ: چودھری اکیڈیمی

الفضل مارکیٹ، اُردو بازار لاہور

Ph: 042-37233749



دیوانِ ذوق (طبع اوّل)

مرتبہ ویران، ظہیر، انور کے سرورق کا عکس

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوقؔ
اولاد سے رہے یہی دو پشت چار پشت

فہرست

ف

ق

ک

ل

م

ن

[1] یہ غزل حواشی میں دیکھیے

ی

قصائد

حصّۂ دوم

ابیات، غزلیات و قصائد بہ روایت آزاد ۳۴۷

ردیف الف

غزلیات

(الف) ابیات

ردیف و

ردیف ی

(الف) ابیات

قصائد



دیوانِ ذوق کے ایک نایاب نسخے کا سرورق ۔ یہ دیوان داروغہ کنہیا لال کے زیرِ اہتمام مجلس پریس دِلّی سے ۱۰ ؍ شعبان ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء میں شایع ہوا۔ (دیوان مملوکِ مرتب)

مقدمہ

شیخ محمد ابراہیم ذوق سنہ ۱۲۰۳ھ (۱۷۸۸ء) میں پیدا ہوئے[۱] اور ۲۳ ماہ صفر شب آخر چہار شنبہ سنہ ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۸۵۴ء میں انتقال فرما گئے ان کے والد شیخ محمد رمضان قدیم دہلی کے کابلی دروازے میں رہتے تھے جو اس دور میں اپنی زبان دانی اور زبان سازی کے لیے مشہور تھا مولینا محمد حسین آزاد کی روایت کے مطابق شیخ محمد رمضان کا سلسلۂ ملازمت نواب لطف علی خاں کی سرکار سے وابستہ تھا جو نواب رضی خاں وکیل سلطانی کے بڑے بھائی تھے۔

ذوق کی ابتدائی تعلیم حافظ غلام رسول شوق کے مکتب میں ہوئی جو مکتب داری اور بچوں کو تعلیم دینے کے علاوہ شعر گوئی سے بھی شوق رکھتے تھے اور اس زمانے کے معروف استاد سخن شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ شعر و شاعری کا چرچا شاہجہاں آباد کے گلی کوچوں میں یوں بھی اس وقت عام تھا حالت صباہی میں ذوق کو شعر و سخن سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور مکتب نشینی کے زمانے ہی سے انھوں نے شعر کہنے شروع کر دیے اور حافظ غلام رسول سے اصلاح لینے لگے ذوق تخلص بھی حافظ غلام رسول شوق کے تخلص شوق کی رعایت ہی سے اختیار کیا اس کے بعد مزید تعلیم

[۱] دہلی اردو اخبار، تتمہ متعلقہ ۱۸۔ نومبر سنہ ۱۸۵۴ء ماہ اور تاریخ کا تعین موجودہ معلومات کی روشنی میں بالوثوق سطح پر ممکن نہیں دیوان ذوق مرتبہ مولوی محمد حسین آزاد میں سال پیدائش سنہ ۱۲۰۴ھ (۱۷۸۹ء) لکھا ہے اور ۱۱ ذی الحجہ تاریخ پیدائش درج کی ہے مگر کسی ماخذ کا حوالہ موجود نہیں۔

انھوں نے میاں عبدالرزاق کے مدرسہ میں حاصل کی جو ایک صاحب تدریس بزرگ تھے اور یہیں ان سے اور مولینا محمد باقر سے دوستی ہوئی جو پھر زندگی بھر قائم رہی تحصیل علم کی کوششوں میں مصروف رہنے کے باعث شروع میں شعر وشاعری کی طرف زیادہ توجہ مبذول نہ کرسکے لیکن حصولِ تعلیم کے بعد انھوں نے اپنے ذوقِ شعری کی تربیت اور فنی تکمیل کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی، دہلی اُردو اخبار کا بیان ہے۔

"ایّام صبا سے طرف شعر گوئی کے طبیعت مایل تھی لیکن بہ سبب اشتغال تحصیلِ علوم کے اس طرف کما ینبغی توجہ نہیں کرسکتے تھے۔ جب تحصیل علوم متداولہ سے فارغ ہوئے تو بہمہ تن اس طرف متوجہ ہوکر جو کچھ کمال بہم پہنچایا محتاجِ بیان نہیں[۱]"

میر کاظم حسین بیقرار ان کے بچپن کے دوست اور ہم سبق تھے وہ شاہ نصیر کے شاگرد ہوئے تو اپنے ساتھ ذوق کو بھی ان کے سلسلۂ تلمذ میں داخل کیا اس وقت شاہ نصیر دہلی کے اساتذۂ سخن میں بہت ممتاز تھے یہی امتیاز ذوق کے لیے وجہ کشش بن گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کی رسائی شہزادہ ابوظفر ولی عہد بہادر کے دربار میں ہوئی اس وقت ان کی عمر، دہلی اردو اخبار کی روایت کے مطابق انیس برس تھی جس کے معنی ہیں کہ یہ واقعہ شاہ عالم ثانی کی وفات (۱۲۲۱ھ (۱۸۰۶ء) کے قریبی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔

مرزا ولی عہد بہادر کو شعر وسخن سے بے حد دلچسپی تھی اور ان کے دربار ولی عہدی میں اس وقت کے بہترین شعرا کا اجتماع رہتا تھا۔ ذوق یہ خیال کرتے تھے کہ شعرائے شہر اور اہل قلعہ کے اس خاص اجتماع میں شرکت کے مواقع میسر آئیں تو طبیعت کو خوب بلند پروازی ہو۔ ان کا یہ خیال غلط نہ تھا اس لیے کہ قلعہ سے تعلق کے نسبتاً ابتدائی دور ہی میں قوتِ مشق اور ملکۂ سخن گوئی کے اعتبار سے وہ اپنے ہم چشموں میں فی الجملہ ممتاز خیال کیے جانے لگے جس کا ثبوت تذکرہ صدرالدین کی اس عبارت سے فراہم ہوتا ہے۔

دربدایت حال اشعار خود بہ نظر محمد نصیرالدین متخلص بہ نصیر کہ از مشاہیر شعرائے ریختہ گویان دلی است، می آورد آخر بکثرتِ مشق در ایں فن بجائے رسیدہ است

---

[۱] تتمہ دہلی اردو اخبار سلخ ۱۸ نومبر ۱۸۵۴ء

کہ امروز در قوتِ سخن گوئی در اقران و امثال خود ممتاز ہست و در سلکِ متوسلین مرزا ابوظفر بہادر ولی عہد حضرتِ سلطانی انتظام دارد و در جہت تکمیلِ فنِ شعر وا سایندہ اغلاط قدم در وادی تحصیلِ علوم رسمی گذاشتہ۔" لہ

ذوق کی شاعرانہ شہرت اور مقبولیت میں ان کی قوتِ سخن گوئی اور کثرت مشق کے علاوہ شہزادہ ولی عہد کے دربار سے توسّل کو بھی بڑا دخل ہونا چاہیے اور جب شاہ نصیر کے دہلی سے دکن چلے جانے پر ولی عہد بہادر نے اُن کو اپنا استاد شاعری مقرر کر دیا تو قلعہ اور شہر کے بہت سے نومشق و نوفکر اہلِ سخن اُن کے دائرۂ تلمذ میں داخل ہو گیے اور اس کا سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ برابر آگے بڑھتا رہا۔ دہلی اُردو اخبار کے مذکورہ تتمہ میں اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

"شہر میں اور ارکِ سلطانی میں اکثر صاحبوں کو ان سے افتخار تلمذ تھا بلکہ دیار و امصار سے لوگ آن آن کر شاگرد ہوتے تھے بیسیوں غزلیں اصلاح کے واسطے شعرائے لکھنؤ کی آتی تھیں مشاقی وجودتِ طبعی اور آمدِ مضامین کا یہ حال تھا کہ علاوہ فرمائشاتِ حضور کے کسی شاگرد کی غزل کو واپس نہ کرتے تھے اور اکثر اسی وقت تہذیب و درستی کر دیتے تھے اور باوجود اس کے اپنے لیے بھی ہمیشہ کچھ نہ کچھ کہتے رہتے تھے۔" لہ

"اس سے ذوق کی استادانہ فکر اور شاعرانہ مشاغل کا کچھ اندازہ ہوتا ہے امراؤ مرزا انور کے الفاظ میں:

"بارہا دیدہ شد کہ غزلِ حضور والا درست می نمایند و بہ اصلاح بعضے شاگرداں و حاضرینِ وقت متوجہ ہستند و بگفتن قصیدہ حضرت خداوندِ نعمت ہم توجّہ می دارند۔" تہ

"غرض صبح سے شام تک تربیت طلاب کمال اور حک و اصلاحِ سخن سے خواب و خور کی مہلت نصیب اعدا تھی" مولنا محمد حسین آزاد کی روایت کے مطابق ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔

لہ صدر الدین: ورق ۲۲ لہ تتمہ

تہ دیوان: دیباچہ، ۱۴

کہ اکبر شاہ ثانی کے دربار سے انہیں اپنے ایک معرکۃ الآرا قصیدے پر (جس کے اب صرف تین شعر ہی دستیاب ہیں) "خاقانیِ ہند" کا خطاب مرحمت ہوا جس کی وجہ سے وہ اُردو ادب کی تاریخ میں خاقانیِ ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق کے باعزت نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

بہادر شاہ ظفر نے اپنی تخت نشینی (۱۸۳۷ء) کے موقع پر ان کے قصیدۂ تہنیت (ہیں آج یوں خوشنما نورِ سحر رنگِ شفق) کے صلہ میں ملک الشعرا کے خطاب سے نوازا اس کی وجہ سے بھی معاصرین کی نگاہ میں اُن کی شاعرانہ شخصیت کچھ اور زیادہ واجب الاحترام ہوگئی۔

وہ طبعاً ایک درویش منش اور قناعت پسند انسان تھے اس کے باوجود کہ ان کے استاذ کمالات کی شہرت دور دور پھیل گئی تھی کبھی انھوں نے اپنے ممدوح مرزا ابوظفر بہادر کے دربار کو چھوڑ کر کسی دوسرے دربار کی طرف رخ کرنا پسند نہ کیا اور مغل سلاطین کے علاوہ کسی دوسرے والیِ ریاست کے لیے قصیدہ نہیں لکھا ان کی شاعری بالخصوص ان کے قصیدے قدیم ادبی معیار اور کلاسیکی اقدارِ شعر کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں اسی کے ساتھ وہ دہلی کی اپنی زبان اور شعری اندازِ بیان کے لحاظ سے سند و اعتبار کا درجہ رکھتے ہیں۔

ان کے تلامذہ میں ظفرؔ اور ظہیرؔ دہلوی جیسے دہلی کے نمائندہ شاعر ہی نہیں ہیں داغؔ اور محمد حسین آزاد جیسے نابغے بھی ہیں۔ ذوقؔ نے اپنی زندگی ہی میں ایک ادارہ کی حیثیت حاصل کرلی تھی۔ زبان کو ان کی میزانِ قدر میں سب سے اونچا درجہ حاصل تھا، فکر کے مقابلہ میں وہ فن کو محکِ اعتبار سمجھتے تھے۔ اپنی علمی و فنی معلومات کے لحاظ سے وہ ایک باوقار شخصیت تھے ان کی شاعری بالاخر ایک قابلِ قدر فنی روایت کی امین تھی اور اس روایت کی پہلوداریوں، نزاکتوں اور دل آویزیوں کا عکس آج بھی ان کے آئینۂ فکر و شعر میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ذوقؔ نے اپنی زندگی میں جس تواتر اور توجہ کے ساتھ شعر کہے اس کا کوئی حصہ بھی اپنے سلسلۂ اشعار کے کسی جامع انتخاب اور مجموعۂ سخن کی ترتیب پر صرف نہیں کیا۔ اور دوسروں کی طرف سے اس ضمن میں کسی فرمائش یا مخلصانہ شکوے کے جواب میں کہا تو یہ کہا۔

ذوقؔ کیونکر ہو اپنا دیوان جمع
کہ نہیں خاطرِ پریشاں جمع

یہ کام دوسرے اساتذہ سخن اور اہلِ قلم کی زندگی میں ان کے تلامذہ، احباب اور اعزا میں سے کوئی ایک فرد یا ایک سے زیادہ اشخاص انجام دیتے نظر آتے ہیں لیکن ذوقؔ

کے سلسلے میں ایسا بھی نہیں ہوا بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے "زادہ ہائے فکر" کا ایک بڑا حصہ ہمیشہ ان کی دسترس میں رہا دہلی اردو اخبار کی روایت ہے:

"غزلہائے متفرقہ سالہا سال سے.. تھیلوں مٹکوں میں ہزارہا پڑی ہیں ان کے ڈھونڈنے اور تلاش کرنے کی کہاں فرصت اور کہاں دماغ بسا اوقات جو خواہش کسی غزل کہنہ کی کسی نے کی تو پایا یا تلاش و تجسس کاغذات سے، غزل جدید کہہ دینا آسان سمجھتے تھے بہت جاں کاہی اور تکلیف دہی سے ان کے کسی قلبی دوست کی اکثر اشعار غزل و قصائد جمع بھی ہوئے تو نوبت طبع دیوان کی نہ ہوئی اس امید پر کہ اور زیادہ مجتمع ہو جائیں"[1]

اکثر اشعار غزل و قصائد کے جمع ہونے سے غالباً اس بیاض کی جانب اشارہ تھا جو محمد حسین آزاد کے ذاتی ذخیرہ نوادرات میں اہم مسودات میں موجود ہے۔ اس کے مشتملات پر آئندہ سطور میں گفتگو آئے گی۔

مرزا قادر بخش صابر صاحب گلستان سخن نے ترتیب دیوان نہ ہو سکنے کے ضمن میں لکھا ہے

"زمانۂ ناقدر شناس کس قدر.... نادان پرور دانا کش ہے کہ اس سخن سنج بے عدیل کو گہ حیلہ ہائے دلکش، گہ موانع جاں گزا، گہ سوانح ہوش ربا نے اس قدر فرصت نہ دی کہ ذخائر طبیعت کو بھی زیور اصلاح سے مزین کرے اور بھی گنجینہ و کتاب میں مخزون"[2]

یہ حیلہ ہائے دل کش، موانع جاں گزا اور سوانح ہوش ربا کیا تھے ان کی کوئی تفصیل کثرت تلامذہ اور آخری عمر میں ان کی خرابی صحت کے علاوہ صاحب تذکرہ نے پیش نہیں کی۔ ذوق کے اپنے شاگرد امراؤ مرزا انور نے اس سلسلہ میں "ہجوم اشغال و افکار زماں" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

ہیہات ہیہات ہجوم افکار و اشغال زماں آں قدر فرصت نمی داد کہ مسودات گوہر نظام کہ انبار انبار در بستہ ہا بود و لبالب در خم و سبوچہ و اکثرے در بیاض ..... فراہم و یک جا نمایند و ہمت والا نہمت بہ ترتیب دورۂ کلیات معروف و معطوف فرمایند"[3]

---

[1] تمتہ [2] گلستان ۲۲۳ [3] دیوان دیباچہ: ۱۴

ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ذوق اپنے افکار و اشغال اور نا مساعدت حالات کے باعث جمع آوری و تدوین کلام کی طرف متوجہ نہ ہو سکے اسی کے ساتھ یہ بھی ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ ان کی توجہ سے تلامذہ کی غزلیات کی تدوین ہو گئی (صاحب سیر المحتشم نے لکھا ہے)

"ان کی اصلاح سے سیکڑوں شاگردوں کی غزلیات کی تدوین ہو گئی" [۱]

دہلی اردو اخبار نے اس مسئلہ کے ایک خاص پہلو کی طرف چشم سخن سے یہ اشارہ کیا ہے۔

"ان کی توجہات سے شاگردوں کے دیوان کئی کئی جلد میں مرتب ہو گئے لیکن طرفہ یہ کہ اپنا دیوان اب تک نہیں مرتب کیا اگر کسی نے احباب و تلامذہ میں سے تکلیف جمعیت دیوان دی بھی تو ہنس کر ٹال دیا اور کہا تو یہ کہا حضور والا کا دیوان مقدم ہے اور یہ بھی کہ اور لوگوں کی کارروائی اور دل داری نہ جائے گی" [۲]

یہ عبارت توجہ خصوصی کی مستحق ہے خاص طور پر اس لیے کہ یہ اس بیان کا حصہ ہے جو ذوق کی وفات (۱۶ اکتوبر ۱۸۵۴ء) کے بعد تین دن کے اندر اندر سامنے آیا اور جس کو بہر نوع ایک معتبر معاصر شہادت قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ذوق کے نتائج فکر کا بہت سا حصہ دوسروں کی طرف منتقل ہوتا رہا جن کی کارروائی اور دل داری کا مرحوم کو بہت خیال رہتا تھا ان میں حضور والا کے دیوان کے مقدم ہونے کی بات اور بھی زیادہ اہم ہے۔ امراؤ مرزا انور نے لکھا ہے۔

"چہار دیوان مجلد بادشاہ کہ شمار اشعارش لا تعد و لا تحصی است تمام و کمال درست کردہ و چکیدۂ فکرش تواں گفت" [۳]

غالباً یہی وہ صورت حال ہے جس نے ذوق کے دیوان کی ترتیب و اشاعت کی راہ میں بعض پیچیدگیاں اور دشواریاں پیدا کر دی تھیں ورنہ ان کے کلام کا ایک معتدبہ حصہ ان کے پاس نہ سہی دوسروں کے پاس ضرور کسی نہ کسی مرتب صورت میں موجود تھا۔

مرزا قادر بخش صابر نے لکھا ہے

"اکثر احباب صداقت کیش و تلامذۂ اخلاص اندیش ان کے اشعار گوہر نثار سے بڑی بڑی بیاضیں فراہم رکھتے ہیں ....." [۴]

---

[۱] محتشم: ۴۳۸ [۲] تتمہ [۳] دیوان (دیباچہ): ۱۳ [۴] گلستان: ۲۲۴

اس کے باوجود کلام کا مدوّن و اشاعت پزیر نہ ہونا تعجب کی بات ہے اس کی طرف سے ذوق کی بے توجہی کا سبب ان کی خوئے بے نیازی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس پہلو سے بھی کلیتہً صرف نظر مناسب نہیں کہ ذوق کا کلام وقتاً فوقتاً دوسروں کی بیاضوں اور کلام کے مجموعوں میں شامل ہوتا رہا (اور اس دور شاعری میں یہ کوئی بعید از قیاس بات بھی نہیں)۔ دوبارہ ذوق کے نام سے اس کی اشاعت میں ایک گونہ پیچیدگی اور دشواری ضروری تھی اس ضمن میں حضور والا کا سلسلۂ دواوین بطور خاص اہمیت رکھتا ہے۔

ظفر کے دواوین میں کلام ذوق کا ایک معتدبہ حصہ شامل ہے اس کے حق میں داخلی اور خارجی دونوں طرح کے شواہد موجود ہیں اور اس کا سب سے بڑا ثبوت بخط ذوق بعض ایسے مسودے ہیں جن میں ظفر تخلص سے غزلیں کہی گئی ہیں (ملاحظہ ہو عکس غزل ظفر بہ قلم ذوق) ظفر کے دیوان میں شامل ایک غزل

مزہ چکھایا ہے کوہ کن کو جو عشق آیا ہے امتحاں پر

کے سلسلہ میں مولینا محمد حسین آزاد نے لکھا ہے ــ

"جب بادشاہ کا پہلا دیوان چھپ کر آیا تو مجھے یاد ہے والد مرحوم نے غزل مرقومۃ الذیل کو دیکھ کر مجھ سے کہا تھا یہ غزل بھی بادشاہ کو دیدی والد مرحوم کو پہلے سے ساری یاد تھی"۔[1]

مولینا آزاد کا یہ بیان کہ یہ غزل ذوق کی ہے غلط نہیں ہے۔ بیاض اشعار مرتبہ خوش (۱۲۶۸ھ ۱۸۵۲ء) مخزونہ رضا لائبریری رامپور میں اس غزل کے دو شعر جن میں مطلع بھی شامل ہے ذوق ہی کے نام سے درج ہیں دوسرا شعر ہے۔

اٹھائے سوز غم ہر نمط ہیں ... یہ جنوں کے دعوے کوئی غلط ہیں
کہ مثل قسط گیر خط پہ خط ہیں ... ہنوز باقی ہر استخواں پر

اس دوسرے شعر کو صہبائی نے اپنے رسالہ قواعد صرف و نحو میں دو مرتبہ نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ لکھا ہے۔

"شیخ ابراہیم ذوق سلمہ اللہ تعالےٰ کا شعر"[2]

---

[1] آزاد: ۱۲۳ [2] صہبائی: ۵،

اسباب وجوہ یہ ہوں یا کچھ اور یہ واقعہ ہے کہ مرحوم کا دیوان اُن کی زندگی میں مرتب نہیں ہوا۔

ذوقؔ کے انتقال کے بعد ان کے اکلوتے بیٹے شیخ محمد اسماعیل فوقؔ اور مولینا محمد حسین آزاد جو ذوقؔ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے ترتیب دیوان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"اُن کی وفات کے چند روز بعد میں نے اور خلیفہ اسماعیل مرحوم نے ...... چاہا کہ کلام کو ترتیب دیں۔ متفرق غزلوں کے بستے اور بڑی بڑی پوٹیں تھیں کہ جو کچھ کہتے تھے گویا بڑی احتیاط سے ان میں بھر تے جاتے تھے .... بہت سی متفرق غزلیں بادشاہ کی اور بہتیری غزلیں شاگردوں کی بھی ملی تھیں چنانچہ اوّل اوّل اُن کی اپنی غزلیں اور قصائد انتخاب کر لیے یہ کام کئی مہینے میں ختم ہوا۔ ...... اس خطا کا مجھے اقرار ہے کہ کام کو میں نے جاری کیا مگر یہ اطمینان کیا مجھے کیا معلوم تھا کہ اس طرح یکایک زمانہ کا ورق الٹ جائے گا .... دفعتاً سنہ ۱۸۵۷ء کا غدر ہو گیا کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔ افسوس ہے کہ خلیفہ محمد اسماعیل اُن کے فرزند جسمانی کے ساتھ ان کے فرزندان روحانی (مسودات کلام) بھی دُنیا سے رخصت ہو گئے۔"[۱]

امراؤ مرزا انورؔ نے (جو اُن کے کلام کے پہلے مجموعہ کے مرتبین میں شامل ہیں اسی کے ساتھ اس کے کاتب اور دیباچہ نگار بھی ہیں) اس حادثہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"بگفتن نمی آید کہ مسودات و کاغذھائے انبار در انبار بکدام صرصر بادی چوں کاغذ بادی در پرواز آورد (کذا) وکدام آتش زمانہ کش نیستی آں اوراقِ تصویرا چمن را چوں خس و خاشاک بسوخت۔"[۲]

جس کے یہ معنی ہیں کہ ذوقؔ کا کلام جسے "انبار در انبار" کہا گیا ہے اس رستخیز بے جا میں ضایع ہو گیا اور جو کچھ باقی رہا وہ اس کا بہت تھوڑا سا حصہ تھا جو بعد میں جمع و ترتیب کی منزل سے گذرا۔

جب غدر کا ہنگامۂ ہوش ربا ختم ہوا اور دہلی والے اپنے اجڑے دیار کی طرف واپس آئے تو محمد حسین خاں تحسین مہتمم مطبع مصطفائی کی تحریک پر ذوقؔ کے کلام کی تدوین کی

۱؎ آب حیات: ۴۸۲۔ ۲؎ دیوان (دیباچہ) : ۱۴

ذمہ داری حافظ غلام رسول ویران نے قبول کی جو ذوق کے بہت عزیز شاگردوں میں سے تھے اور ان کے کلام و کمال سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ کلامِ ذوق کی جمع آوری و تدوین میں ظہیر دہلوی اور ان کے چھوٹے بھائی امراؤ مرزا انور نے بھی تعاون کیا جس کا حال تحسین نے "تمت بالخیر" کے عنوان سے تحریر کیا ہے:

"یہ عاجز مدت مدید سے آرزومند تھا کہ کلام فصاحت نظام حضرت استاد .... شیخ محمد ابراہیم المتخلص بہ ذوق کا مطبوع ہو کر باعثِ اشاعت نام استاد مرحوم و فرحت بخش دل مشتاقاں ہو لاکن یہ مطلب حین حیات ان کی میں باعث عوائقات چند در چند وبہ سبب اصلاح دہی غزلیات وغیرہ حضرت ابوظفر شاہ بہ حاصل نہ ہوا صرف مسودات متفرقات موجود تھے وہ بھی ایام غدر میں تلف ہو گئے تھے اس نحیف کو کمال اضطراب ہوا کہ اب آرزو میری کیوں کر حاصل ہوگی اور کون درباب فراہمی طبع دیوان جستجو جاں کاہی کرے گا ناگاہ خوبیٔ قسمت میری سے حافظ غلام رسول صاحب متخلص بہ ویران کہ شاگرد رشید استاد مرحوم کے ہیں اور برسوں تک خدمت .... استاد مرحوم میں باستفادہ واشتغالِ شعر و سخن اوقاتِ عزیز بسر کی ہے، قصبہ پانی پت سے رونق افروز شہر دہلی ہوئے۔ ان سے جو یہ رازِ دل افشا کیا تو حافظ صاحب ممدوح نے فرمایا کہ سر انجام فراہمی اس کا ذمہ میرا ہے کہ ایک عرصہ مدید تک لیل و نہار تا دمِ حیات۔ استاد کی خدمت میں رہتا تھا اور جو شعر زبانِ مبارک سے فرماتے تھے اس کو گوشِ دل سے سن کر مثل نقش کا لحجر کر لیتا تھا کہ اب تک بہت یاد ہے اور کچھ تحریف نہیں ہوئی۔" [1]

جیسا کہ اس سے پیشتر بھی ذکر کیا جا چکا ہے ظہیر دہلوی اور امراؤ مرزا انور نے بھی استعانت کی حیدر بخش نے جو نقاش لاثانی تھے اس کی تزئین کاری کے فرائض انجام دیے طباعت کا اہتمام شیخ محمد ابراہیم لاہوری، و شیخ محمد حسین و محمد عظیم تاجران کتب دہلی کی فرمائش پر مرزا اموں جان کے مطبع احمدی واقع شاہدرہ علاقہ دہلی میں ہوا تصحیح کا کام حافظ غلام رسول کے شاگرد میاں

---

[1] دیوان ذوق مرتبہ ویران: ۱۵۰

محمد بخش اور شیخ حفیظ اللہ نے انجام دیا۔

اس مجموعہ کو کلامِ ذوق کی اولین اشاعت کہا جا سکتا ہے، لیکن یہ کلامِ ذوق کا کوئی مکمل نسخہ نہیں ہے خود مذکورہ بیان میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔

"بعض اشعار کہ بہ مقتضائے بشریت حافظ صاحب کی قوتِ حافظہ میں نہ رہے اور دونو مولفین کو بھی یاد نہ تھے اور نہ کہیں سے دستیاب ہوئے سو بباعث امر ناچاری مندرج دیوان نہیں ہوئے[1]"

امراؤ مرزا انور نے اپنے دیباچہ میں ان امور پر اور زیادہ تفصیل سے روشنی ڈالی ہے[2]۔ اس سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ نسخہ کس اہتمام سے مرتب کیا گیا تاہم جن حالات میں یہ کام انجام پایا ان کی وجہ سے بعض ناگزیر خامیاں بھی اس میں باقی رہ گئیں اور ذوق کا مکمل متن سامنے نہ آسکا۔ تمت کے ذیل میں ناتمام قصاید کے لیے لکھا گیا ہے۔

"ان میں سے اکثر قصائد تمام تھے جو یاد آیا لکھ دیا گیا"

یہی صورت غزلوں کے ساتھ بھی پیش آئی اور بعض جا سلسلہ تحریر ردیف وار کا بھی نہیں رہا اور کبھی دو ایک شعر پہلے اور پھر اس میں کے آگے لکھے ہیں"

اس نسخہ کی اشاعت سنہ ۱۲۷۹ھ ۱۸۶۳ء میں یعنی ذوق کی وفات کے پورے آٹھ سال بعد عمل میں آئی اس کے مشتملات تعداد اشعار مع ردیف مندرجہ ذیل ہیں۔

الف۔ ۲۶۴، ب۔ ۳۶، ت۔ ۳۰، ث۔ ۴، پ۔ ۱، ج، ۱۷، خ۔ ۱۳، د۔ ۱۴، ذ۔ ۱۳، ر۔ ۸۹، س۔ ۲، ص۔ ۷، ع۔ ۱، ق۔ ۱، ک۔ ۱، ل: ۳۰، م۔ ۳۱، ن۔ ۸۶، و۔ ۴۱، ہ ۔ ۷۵، ی۔ ۳۶۴۔ قطعات۔ ۳۵ شعر۔ رباعیات۔ ۱۱۔ اشعار مثنوی۔ ۳۰۔ مدحیات میں شامل اشعار کی تفصیل حسب ذیل ہے:

الف۔ ۱۵۵، ب۔ ۹، ت۔ ۱۷۰، ج۔ ۱۱، خ۔ ۲، د۔ ۱۷۴، س۔ ۳۰، ف۔ ۳۴، ق۔ ۸۳، ک۔ ۲۲، ل۔ ۳۰، ن۔ ۱۳۰، و۔ ۹۵، ی۔ ۱۱۰

مسدس۔ ۹ بند، مخمس۔ ۳ بند، اشعار اشعار سہرا ۱۵، رباعیات۔ ۱۲، اشعار قطعات ۱۶۔

اسی زمانے میں ایک مجموعہ انتخاب دواوین "گلستان سخن" کے نام سے شایع ہوا اس انتخاب کی

---

[1] ملاحظہ ہو دیوان: ۵۹۰، ۱۷ [2] رجوع ہو دیباچہ انور نسخہ دیوان ۱: ۱۹۔ ۱۵

اس لیے بڑی اہمیت ہے کہ اس کے مرتب ظہیر دہلوی ہیں جو نسخہ دیوان کی ترتیب دہی میں بھی شامل رہے نیز اس میں ایسی متعدد غزلیں شامل ہیں جو اس سے پیشتر اور اس کے بعد ذوق کے کسی دوسرے مجموعہ یا انتخاب میں شامل نہیں کی گئیں۔ سرورق کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بجسب فرمائش لالہ جے نرائن، مطبع العلوم، سینٹ اسٹیفنس کالج دہلی میں قاسم علی کے اہتمام میں طبع ہوا۔ مگر اس کی طباعت کے سلسلے میں اموں جان کی طرف سے درج کردہ عبارت خاتمہ سے پتہ چلتا ہے کہ شروع کے تین جز سینٹ اسٹیفنس کالج کے مطبع میں اور بعد کے اجزا مطبع احمدی میں اشاعت پذیر ہوئے اب اس کے جو بھی اسباب رہے ہوں۔ اس کا ہر ورق سہ کالمی ہے اور ترتیب وار ذوق، غالب اور مومن کا کلام اس کے ہر صفحہ پر درج ہے صفحہ ۱۹۲ پر جہاں ذوق کا انتخاب ختم ہوتا ہے وہاں نسبتاً جلی قلم سے ظفر لکھ کر ظفر کے کچھ اشعار ایک توصیفی عبارت کے ساتھ درج ہیں۔ انہیں کے ساتھ شہزادہ جواں بخت کی شادی کتخدائی کے موقع پر کہے ہوئے ظفر، ذوق اور غالب کے سہرے بھی دیے گیے ہیں۔ اس میں ذوق کے مندرجہ ذیل پانچ قصیدے شامل انتخاب کیے گیے ہیں۔

۱۔ شب کو میں اپنے سر بسترِ خوابِ راحت (در تہنیت عید)
۲۔ زہے نشاط اگر کیجئے اسے تحریر (قصیدہ در تہنیت غسل بادشاہ جم جاہ)
۳۔ لایا نیرنگ نئے رنگ سے ہے چرخ محیل (قصیدہ در تہنیتِ عید الفطر....)
۴۔ پایے نہ ایسا ایک بھی دن خوشترِ آسماں (قصیدہ در تہنیتِ شادی مرزا جواں بخت بہادر)
۵۔ ہیں مرے آبلۂ دل کے تماشا گوہر (قصیدہ در تہنیت جشن)

صفحہ ۱۷۵ پر ظہیر دہلوی کا خود اپنا کہا ہوا ایک قصیدہ پیش کیا گیا ہے جس کے ساتھ یہ عبارت آئی ہے۔

"قصیدہ فقیر سراپا تقصیر ظہیر الدین مولف تذکرۂ ہٰذا کہ کمترین از تلمیذان شیخ محمد ابراہیم ذوق در مدح حضور لامع النور"

یہ نسخہ کتابت و طباعت کی فروگذاشتوں کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے اس کی تاریخ اشاعت جیسا کہ عبارتِ اختتام سے معلوم ہوتا ہے بست و ہفتم ماہ صفر ۱۲۶۹ھ ہے نسخہ دیوان کا سال اشاعت بھی یہی ہے ماہ و تاریخ کی اس میں کوئی تشریح نہیں لیکن گمان غالب ہے کہ اس کی ترتیب و تسوید کا کام اس سے پہلے عمل میں آچکا ہوگا بصیرت دیگر اس میں شامل کیا

حصہ کلام ضرور نسخہ دیوان میں موجود ہوتا۔ بعض مقامات پر کتابت اتنی خراب ہے کہ نسخہ کی قرأت مشکل ہے اور بعض حصے کتابت ہی سے رہ گیے ہیں سہو کتابت کے ذیل میں آنے والی غلطیاں بھی ان گنت ہیں۔ تاہم ذوقؔ کے ایک قدیم ماخذ کے اعتبار سے اس نسخہ کی اپنی اہمیت ہے اس میں شامل کلام ذوق کی ردیف وار تفصیل یہ ہے۔

(الف) ۱۹۶، ب ۔ ۲۰، ج ۔ ۱۰، ح ۔ ۱، خ ۔ ۲، د ۔ ۳۰، ر ۔ ۴۳، س ۔ ۲۰، ص ۔ ۹۲، غ ۔ ۱۴، ف ۔ ۶، ق ۔ ۲۱ (اور ایک مصرع) ل ۔ ۱۲، م ۔ ۳۱، ن ۔ ۱۶، و ۔ ۶۸، ہ ۔ ۵۰، ی ۔ ۶۰، ۔ ۴۹۵

مدحیہ اشعار کی تعداد معہ ردیف حسب ذیل ہے۔ ت ۔ ۱۲۹، ر ۔ ۱۶۰، ل ۔ ۶۳، ن ۔ ۶۰، م ۔ ۱، ۱۵ قطعہ ۔ ۱۲، مسدس ۔ ۹ بند۔

نسخہ دیوان کی اشاعت کے بعد بہت جلد ایک سے زیادہ مطبعوں نے اس کی بنیاد پر دیوانِ ذوق کے دوسرے نسخے شائع کر دیے مگر ان میں سے کسی نے نسخۂ مذکور میں کسی قسم کی تبدیلی یا اضافے کی کوشش نہیں کی۔ "نگارستانِ سخن" میں شامل نایاب غزلوں کو ذوقؔ کے مجموعۂ کلام میں شامل کرنا تو کجا ایسے اشعار بھی جنھیں کسی نئی اشاعت کے وقت اصل غزلوں کے ساتھ شامل ہو جانا چاہیے تھا اسی ترتیب سے مندرج ہوئے جو نسخہ دیوان میں بدرجہ مجبوری روا رکھی گئی تھی مزید برآں یہ کہ اس نسخہ میں کتابت کی جو غلطیاں رہ گئی تھیں اور جن کی درستی کے لیے ایک صحت نامہ نسخۂ مذکور کے آخر میں شامل کیا گیا تھا۔ وہ بھی بعد کے کچھ نسخوں میں دہرائی جاتی رہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس نسخہ کا ذکر مناسب ہے جو مطبع محمدی کوچہ چیلان دہلی میں اشاعت پذیر ہوا۔ جس کی وضاحت آخری صفحہ ۱۸۲ پر آئی ہوئی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

"شکر خدا کہ دیوان ذوق در مطبع محمدی، محمد مرزا صاحب واقع دہلی کوچہ چیلاں گذر فیض بازار بماہ مارچ سنہ ۱۸۵۹ء تمام گردید۔"

اس سنہ اشاعت کے اندراج میں اگر سہو کتابت کو دخل نہیں ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ کارپردازان مطبع نے غالباً کسی قانونی گرفت سے بچنے کے لیے سنہ اشاعت غلط درج کر دیا ہے اس لیے کہ ماہ مارچ سنہ ۱۸۵۹ء میں جو سنہ ۱۲۷۵ھ کے قریب ہوتا ہے دہلی کے حالات اس کی اجازت نہیں دے سکتے تھے کہ پہلے ذوقؔ کا کلام جمع کیا جائے اور پھر سنہ ۱۸۵۹ء کے نسبتاً ابتدائی زمانے میں اسے شائع کیا جا سکے اس کا متن تمام تر نسخہ دیوان پر مبنی ہے اور صحت نامہ کی مدد سے اغلاط کتابت کو درست کیا گیا ہے جس کا اندازہ اس قطعہ سے بھی ہوتا ہے جو

ہاں صحت نامہ کے آخیر میں درج ہے اور یہاں بھی اُسے شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

اہلِ سخن جہان میں آئے چلے گئے　　کون اس سرائے فانی میں گھر اپنا کر گیا
سودا کہاں ہے میر کہاں جائے حیف ہے　　باقی تھا ایک ذوق سو وہ بھی گذر گیا

دوسری اہم اشاعت جو نسخہ ویران کے متن پر مبنی ہے محبس پریس سے تعلق رکھتی ہے محبس پریس کا یہ نسخہ اپنے سرورق کے اعتبار سے کافی دیدہ زیب و دل آویز ہے اور نسخہ ویران سے بھی کچھ زیادہ نادر و نایاب۔ اس کا ایک نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتاب خانے میں ہے اور دوسرا نسخہ راقم الحروف کے ذاتی ذخیرہ کتب کی زینت ہے ممکن ہے ایک آدھ نسخہ کہیں اور بھی ہو سرورق پر صرف یہ عبارت آئی ہے۔

ان من البیان السحر۔ دیوان ذوق۔ در محبس پریس دہلی طبع شد۔

غزلیات کا سلسلہ ۸۰ صفحات کا پھیلا ہوا ہے آخیر میں "تمت بالخیر والعافیت" درج ہے اس کے بعد "شروع قصائد" اور اس کے ذیل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر قصائد درج کیے گیے ہیں ان کے نشانات شمار الگ ہیں۔ ۲۲ صفحہ پر یہ سلسلہ تمام ہوتا ہے جس کے ساتھ یہ خاتمۃ الطبع شامل ہے۔

"الحمد للہ والمنۃ کہ دیوان معجز بیان شیخ ابراہیم مرحوم متخلص بہ ذوق در محبس پریس دہلی باہتمام داروغہ کنہیا لعل صاحب بتاریخ دہم شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۰ ہجری رونق انطباع یافتہ پسند خاطر خاص و عام گردید۔"

یہ نسخہ اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ مخزن العلوم غازی آباد میں طبع شدہ دیوان ذوق کا ایک اور نادر نسخہ اہل مطبع کے بیان کے مطابق اسی نسخہ سے نقل کیا گیا ہے یہ نسخہ سنہ ۱۲۸۲ھ میں انطباع کے مراحل سے گذرتا ہے۔ اس اشاعت کے صفحہ ۱۲۷ پر جہاں دیوان غزلیات مع اشعار مثنوی تمام ہوتا ہے یہ سطور سپرد قلم کی گئی ہیں۔

"الحمد للہ والمنۃ کہ نسخہ ہذا المشتہر بہ دیوان ذوق کہ طوطی ہندیعنی شیخ محمد ابراہیم المتخلص بہ ذوق دہلوی کا ہے بتاریخ ۸ صفر المظفر ۱۲۸۳ھ ہجری نبوی مقدس مطابق ۲۱ جولائی ۱۸۶۶ء روز سہ شنبہ کو مطبع مخزن العلوم غازی آباد ضلع میرٹھ میں بہ تصحیح و تنقیح بالاکلام کار پردازان مطبع کے اہتمام سے منطبع ہو کر مذاق بخش اہل سخن ہوا اور نسخہ موصوفہ مطبوعہ محبس پریس سے نقل کیا گیا اطلاعاً منضبط تحریر میں آیا۔"

مخزن العلوم سے اطلاع پانے والی یہ تیسری اشاعت تھی جیسا کہ صفحہ ۱۵۱ پر جہاں قصائد اور اشعار متفرقات قصائد کا سلسلہ تمام ہوتا ہے" تحت ٹ کے ذیل میں درج کردہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے

"الحمد للہ والمنۃ کہ دیوان ذوق بار سوم در مطبع مخزن العلوم غازی آباد باہتمام کنور دوار کا پرشاد بہ قالب طبع در آمد۔"

اس نسخہ میں جو مخزن العلوم کی اشاعت ثالث ہے بعض کتابت کی غلطیاں وہی ہیں جو نسخہ ویران میں موجود ہیں اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ اشاعت نسخہ ویران پر ہی مبنی ہے اس لیے کہ اس کی بعض ایسی فروگذاشتیں جنھیں سہو کتابت کہنا چاہیے نسخہ مجلس پریس میں نہیں ملتیں" اطلاعاً تحریر کیا گیا" والا فقرہ بھی کسی معہود ذہنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ علاوہ بریں بعض ایسے اشارے جو نسخہ مجلس پریس میں نسخہ ویران سے نقل کیے گئے تھے اس میں ترک کر دیے گئے۔ مثلاً نسخہ ویران اور نسخہ مجلس پریس دونوں میں اجل ہی مارا بغل میں مارا کے اندراج سے پیشتر یہ عبارت آئی ہے۔

اشعار غزلیات مرقومہ و غیر مرقومہ کہ بعد ترتیب دیوان دستیاب گردیدہ بہ تحریر آید۔ تتمہ اشعار غزل ناتمام مرقومۂ بالا۔

نسخہ مخزن میں اس عبارت کا صرف خط کشیدہ حصہ ہی نقل ہوا ہے۔ نیز نسخہ زیر نظر میں ذوق کے قطعۂ کہوں اے ذوق کیا حال شب ہجر"۔ کے اختتام پر تمت تمام شد لکھا ہوا ہے جو دونوں نسخوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہے۔ اس نوع کی تبدیلیاں ارادتاً معلوم ہوتی ہیں مخزن العلوم غازی آباد کے اس نسخہ کا سرورق یہ ہے۔

"اِن اللہ جمیل و یحب الجمال: دیوان ذوق، در مطبع مخزن العلوم غازی آباد طبع شد۔"

نسخہ ویران کے متن پر مبنی بعض قدیم اشاعتوں میں سے چند یہ ہیں۔

دیوان ذوق طبع کانپور ۱۸۷۱ء (الحمد للہ کہ نسخہ کلیات ذوق از حسن کار گذاری مولوی سید محمد اسماعیل صاحب مہتمم مطبع گرامی جناب منشی نول کشور صاحب .... واقع کانپور بہ ماہ جنوری ۱۸۷۱ء بہ کتابت محمد تقی طبع گردید) کانپور ہی سے نول کشور نے اس کا ایک اور ایڈیشن ۱۸۷۴ء اور اس کے بعد ۱۸۸۹ء میں شائع کیا اس اثنا میں ممکن ہے ایک دو اشاعتیں اور بھی سامنے

آچکی ہوں۔ اس کے بعد تو مختلف مطابع سے یکے بعد دیگرے بہت سے ایڈیشن سامنے آتے رہے۔

نسخہ ویران اور نگارستان سخن کی اشاعت کے بعد کلام ذوق کا ایک نیا اور نسبتاً زیادہ مکمل مجموعہ دیوان ذوق مرتبہ آزاد کی صورت میں سامنے آیا۔ ذوق کی وفات کے بعد مولینا آزاد، شیخ محمد اسماعیل کے ساتھ مل کر (جیسا کہ اس سے پہلے لکھا جاچکا ہے) ذوق کا کلام مرتب کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے کہ اچانک غدر ہوگیا جس نے دہلی کے زمین و آسمان کو درہم برہم کردیا۔ مولینا کے والد مولوی محمد باقر شہید کردیے گیے اور مولینا خود دہلی سے نکل جانے پر مجبور ہوئے اس وقت ذوق کا جو کلام مولینا کے پاس تھا انھوں نے اسے متاع عزیز کی طرح سینہ سے لگایا اور ۲۲ افراد خاندان کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔

"ان کی غزلوں کے جنگ پر نظر پڑی یہی خیال آیا کہ محمد حسین اگر خدا نے کرم کیا اور زندگی باقی ہے تو سب کچھ ہوجائے گا مگر استاد کہاں سے پیدا ہوں گے .... یہ ہیں تو وہ مر کر بھی زندہ ہیں یہ گئیں تو نام بھی نہ رہے گا وہی جنگ اٹھا بغل میں مارا بھرے سجائے گھر کو چھوڑا ۲۲ نیم جانوں کے ساتھ گھر سے بلکہ شہر سے نکلا"۔[1]

نسخہ ویران چھپ کر سامنے آیا تو مولینا کو اس کی تنگ دامانی دیکھ کر افسوس ہوا۔ درد مندی کا دل خون ہوگیا اور عبرت کی آنکھوں سے لہو ٹپکا اور بے اختیار یہ فقرے مولینا کی زبان پر آئے جو آب حیات میں محفوظ ہیں۔

"جس شخص نے دنیا کی لذتیں عمر کے مختلف موسم اور موسموں کی بہاریں.... دل کی خوشیاں طبیعت کی امنگیں سب چھوڑیں اور ایک شعر کو لیا تباہ کار زمانے کے ہاتھوں اس کی عمر بھر کی کمائی نے یہ سرمایہ دیا اور جس نے ادنے ادنے شاگردوں کو صاحب دیوان کردیا اس کو یہ دیوان نصیب ہوا"۔[2]

اس وقت تک کثرت کلام کو نخونہ کمال کا معیار تصور کیا جاتا تھا اور پھر یہ بات اپنی جگہ پر تھی کہ ذوق کے آثار شعری کا بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا تھا۔ اس میں کچھ چیزیں مولینا کے

---

[1] آب حیات: ۴۶۴ [2] آب حیات: ۴۶۴

کے پاس تھیں جس کا ذکر انھوں نے اس موقعہ پر بھی کیا۔

"میرے پاس بعض قصیدے ہیں اکثر غزلیں ہیں داخل دیوان ہو جائیں گی یا نا تمام غزلیں پوری ہو جائیں گی مگر تصنیف کے دریا میں پیاس بھر پانی بھی نہیں چنانچہ یہ تذکرہ چھپ لے تو اس پر توجہ کروں" لہ

اس سے دوسری باتوں کے ساتھ یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ مولینا آب حیات کی تالیف کے بعد دیوان ذوق کی ترتیب کی طرف توجہ کرنا چاہتے تھے اور اس مسئلہ سے انہیں غیر معمولی سطح پر جذباتی تعلق تھا۔ بایں ہمہ آب حیات کی ترتیب سے فارغ ہو جانے کے باوصف وہ اس کام کی انجام دہی کی طرف کافی دنوں تک توجہ فرما نہ ہو سکے۔ میجر سید حسن بلگرامی کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"میں نے سخن دانِ فارس کو نظر ثانی کر کے رکھ دیا ہے چاہا کہ اب دربار اکبری کو سنبھالوں مگر مروت اور حمیت نے اجازت نہ دی کیونکہ استاد مرحوم شیخ ابراہیم ذوق کی بہت سی غزلیں اور قصیدے بے ترتیب پڑے ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ ان کا ترتیب دینے والا میرے سوا دنیا میں کوئی نہیں اگر میں ان کے ساتھ بے پروائی کروں گا تو یہ ان کی محنت کا نتیجہ جو دریا میں سے قطرہ رہ گیا ہے بے موت مر جائے گا اور اس سے زیادہ افسوس کا مقام کیا ہو گا ان کے حال پر افسوس نہیں یہ میری غیرت اور حمیت پر افسوس ہے۔

چنانچہ اس لیے اب آگے سنبھالا ہے اور اس میں یہ ارادہ ہے کہ جس قصیدے غزل یا شعر کے موقع پر کوئی تقریب کوئی معاملہ یا کوئی معرکہ خاص پیش آیا وہ بھی نقل کر دیا جائے، کیونکہ ہر وقت کا حاضر باش تھا اور والد مرحوم اور وہ عالم طفولیت میں ساتھ رہے آپ اس کے لطف کو تصور فرمائیں آج تک کسی شاعر کا دیوان ایسا مرتب نہ ہوا ہوگا خدا انجام کو پہنچائے" (آزاد بکم ستمبر ۱۸۸۸ء)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کام کی انجام دہی سے مولینا کو گہری دلچسپی تھی اور وہ اسے کس قدر شوق و شغف کے ساتھ اور کتنے دلچسپ انداز میں پورا کرنا چاہتے تھے۔

اس والہانہ محبت کے ساتھ ترتیب دیوان کی طرف متوجہ ہوئے تو بڑی ذہنی کاوش

لہ آب حیات: ۵۴۴ کہ یہ خط آغا محمد باقر کی ذاتی ذخیرہ نوادرات میں محفوظ ہے۔

اور کاوش کے ساتھ اس کام کو انجام دیا اور ایک مدت تک دیدہ ریزی کے بعد جو دیوان ذوق مرتب کیا اس میں بعض قصیدے اور اکثر غزلیں داخل ہوئیں اور بہت سی ناتمام غزلیں پوری ہوئیں۔ ان کے ترتیب دادہ دیوان کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے۔

• یہ عالم معنی کی روحیں ہیں کہ الفاظ کی دنیا میں اتر نا تھیں۔ ذوق و شوق کے وعدے تھے کہ دلوں کو آگاہ کریں گے استاد مرحوم یہ حسرت ساتھ لے گئے والد نیرے شہید آرزو ہوئے میں بڈھا ہو گیا اب خطر ہے کہ امانت رہے اور آزاد کو مسافر خانے سے کوچ کا حکم آجائے۔

تحریر حالات میں بعض باتوں کے لکھنے کو لوگ فضول سمجھیں گے مگر کیا کروں جی یہی چاہتا ہے کہ کوئی حرف اس گراں بہا داستان کا نہ چھوڑوں شاید اس سبب سے کہ اپنے پیارے اور پیار کرنے والے بزرگ کی ہر بات پیاری ہوتی ہے لیکن نہیں اس شعر کے پتلے کا ایک رونگٹا بھی بیکار نہ تھا... [1]

اس طرح مولنا محمد حسین آزاد کی اس سعی مشکور کی بدولت ذوق کے کلام و کمال اور ان کے سوانح و سیرت کے بارے میں اردو ادبیات کے خزانے میں ایک گراں قدر اضافہ ہوا۔ اور اشعار و ابیات ذوق کا ایک قابل لحاظ حصہ جو دوسروں کی دسترس سے باہر تھا وہ شامل دیوان ہوا اس کا ذکر کرتے ہوئے مولنا نے لکھا ہے۔

پھٹے پرانے مسودے لڑکپن سے بڑھاپے تک کی یادگار ہیں والد مرحوم کے ہاتھ کی بیاض تحریریں بہت کچھ میری قسمت کے نوشتے ہیں کہ حاضر و غائب تھا اور جمع کرتا تھا۔ کٹے پھٹے اشعار کا پڑھنا مٹے حرفوں کا اُجالنا اس زمانے کے حالات کو سمیٹنا حالتوں کا تصور باندھنا بھولے بسرے الفاظ و مطالب کو سوچ سوچ کر نکالنا میرا کام نہ تھا خدا کی مدد اور پاک روحوں کی برکت شامل حال تھی میں حاضر اور غائب ناظر تھا راتیں صبح ہو گئیں اور دن اندھیرے ہو گئے جب یہ مہم سرانجام ہوئی۔ [2]

اس بیان کا پہلا حصہ مولنا کے پاس موجود قلمی وسائل سے تعلق رکھتا ہے جس پر گفتگو آئندہ صفحات میں آئے گی، دوسرا حصہ ان دشواریوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو انہیں کلام ذوق

---

[1] دیوان ذوق مرتبہ آزاد: ۱ [2] دیوان ذوق مرتبہ آزاد: ۲

کی ترتیب کے سلسلہ میں پیش آئیں پھٹے پرانے مسودوں کو پڑھنے، مٹے حرفوں کو اُجالنے اس زمانے کے خیالات کو سمیٹنے حالتوں کا تصور باندھنے اور بھولے بسرے مطالب کو سوچ سوچ کر نکالنے میں مولینا کو جس دل سوزی و جگر کاوی سے کام لینا پڑا وہ قابل ستائش ہے مگر اس کی وجہ سے ذوق کے متن کی بازیافت کے سلسلہ میں بعض الجھنیں بھی پیدا ہو گئیں اور دیوان ذوق مرتبہ آزاد کی صحت پر اشتباہ ظاہر کیا گیا داغ مرحوم نے جو ذوق کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، شکوہ آمیز انداز میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

"جو قصائد استاد کے نئے دیوان میں چھپے ہیں وہ ایک شخص کے پاس یہاں بھی ہیں آزاد نے بطور خود بعض جگہ بہت تصرف کیا ہے"۔[1]

حیات ذوق کے مصنف احمد حسین لاہوری نے جو مولینا آزاد کے شاگردوں میں تھے اس ضمن میں ایک روایت بھی نقل کی ہے۔

"دیوان غزلیات ذوق سنہ ۱۲۷۹ھ ۶۳-۱۸۶۲ء میں چھپ کر شایع ہوا انتخاب حال ہی میں مولینا آزاد نے دیوان ذوق چھپوایا ہے۔ مولینا آزاد کے ایڈیشن کی نسبت ایک صاحب کہنے لگے کہ اس میں انھوں نے بہت سی غزلیں اپنی ملادی ہیں چنانچہ وہ کہتے تھے کہ میں اس کتاب خانے میں جو اکبری دروازہ کے باہر تھا جایا کرتا تھا اور دیکھا کرتا تھا کہ مولوی صاحب اشعار گھڑ کر ناتمام غزلوں میں شامل کر دیتے تھے"۔[2]

دوسروں کے ایسے شکوک پر اظہار ناخوشی کرتے ہوئے مولینا نے ایک بار کو دو نورشت گھر کو خط لکھا:

"میں نے اس دیوان کو ترتیب دینے میں بڑی محنت کی ہے دس برس تک دن رات آنکھوں کا تیل ٹپکایا ہے الزام یہ ہے کہ میں خود غزلیں کہہ کر استاد کے نام سے شایع کرتا ہوں اگر ایسا ہوتا تو خود اپنے نام سے شایع کرتا"۔[3]

مولینا کی زندگی میں جن اضافات پر شکوک و شبہات کا اظہار کیا گیا اور جن کی تحقیقت سے مولینا نے قطعی طور پر انکار کیا ان کے بارے میں، موجودہ دور کے بعض محققین نے جن میں حافظ

---

[1] نگار جنوری سنہ ۱۹۵۰: ۲۰ [2] حیات ذوق: ۴ [3] محمد حسین آزاد از جہاں بانو نقوی: ۱۳۹

خود شیرانی کا علم سرفہرست ہے، کچھ ایسے ثبوت و شواہد بھی فراہم کیے جن سے ان اضافوں کی حقیقت بہت کچھ واضح ہو جاتی ہے۔ پروفیسر شیرانی مرحوم نے مولینا کے اپنے کاغذات سے دیوان ذوق مرتبہ آزاد میں شامل بعض اضافی غزلوں کے ایسے مسودے بہم پہنچائے جو مولینا کی اپنی فکر فرمائیوں کے مرہون منت نظر آتے ہیں۔

ان مسودوں پر ایک فاضلانہ مقالہ سپرد قلم کر کے مرحوم نے رسالہ ہندوستانی بابت ماہ جنوری سن ۱۹۴۶ء و ماہ جنوری و اپریل ۱۹۴۸ء میں شائع کرایا اور اسی میں ظاہر کیا کہ ان کے پاس بقلم آزاد ایسے مسودے موجود ہیں جن میں مندرجہ ذیل ۱۴ غزلوں کی روایتیں تیار کی گئی ہیں۔

(۱) غارت گر کے جھگڑے ہیں (۲) سینہ لالہ زار مجھے (۳) کیا یاد رہے (۴) بھلا یاد رہے۔ (۵) تدبیر میں کیا ہے (۶) پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے (۷) تیر پہلو سے (۸) جلا کرے گئی۔ (۹) وصف جبیں بے ختم پڑے (۱۰) رو برو نکلا کرے (۱۱) یار نظر آتا ہے (۱۲) اے گلبدن مجھے (۱۳) دل بر جانی مانگے (۱۴) داغ کہن نہیں دیتے۔ ان مسودوں میں سے بعض کے چربے پیش کرتے ہوئے شیرانی مرحوم نے لکھا ہے۔

"یہ کاغذات یقیناً نقلیں نہیں ہیں بلکہ مسودے ہیں جن میں جگہ جگہ مصرعوں کو کاٹا چھانٹا گیا ہے۔۔۔ اندرونی شہادت سے پایا جاتا ہے کہ سنہ ۱۸۸۰ء ۱۸۹۰ء کے مابین کسی وقت تیار ہوئے ہیں ان مسودوں کا وہی انداز ہے جو ایک شاعر اپنی غزل تیار کرتے وقت اختیار کرتا ہے۔

اس شہادت کی رو سے جس کی تردید میں نہیں جانتا کہ کیوں کر کی جائے گی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ استاد ذوق کا یہ مبینہ کلام ذوق سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا بلکہ اس کی تصنیف کی ذمہ داری مولینا پر عاید ہوتی ہے"[۱]

ان سب غزلوں سے متعلق پروفیسر شیرانی مرحوم کے اس خیال کی تردید شاید ممکن نہ ہو سکے لیکن غزل ۱۱ سے متعلق یہ عرض کرنے کی گنجائش ہے کہ اس کا مسودہ بقلم ذوق بھی جنبوز وجود ہے اور اس میں تقریباً یہ تمام غزل جسے مولینا آزاد کی فرمائیوں سے منسوب کیا گیا ہے اور بجنسہ

---

[۱] ملاحظہ ہو ہندوستانی (دیوان ذوق میں مولینا محمد حسین کے اضافے).

حالت میں مل جاتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ مسودہ ذوق میں اشعار کی تعداد ۱۵ اور آزاد کے یہاں اٹھارہ ہے دونوں کی روایتوں میں بعض اختلافات بھی موجود ہیں لہ

ایسی صورت میں اس کا بھی امکان ہے کہ بعض دوسری غزلوں کے مسودے بھی مولانا کے پاس موجود ہوں اور مولانا نے ان کو تصنیف کرنے کے بجائے کم و بیش اضافہ و اصلاحات کے ساتھ پیش کیا ہو جس کی مثالیں دیوان ذوق مرتبہ آزاد میں بکثرت ملتی ہیں ان غزلوں کے علاوہ شیرانی مرحوم نے اس حصہ کلام کے متعلق بھی شبہات کا اظہار کیا ہے جسے مولینا آزاد نے ذوق کے بچپن کے کلام کے عنوان سے پیش کیا ہے اور جس میں مذکورہ بالا غزلوں میں سے غزل (۱)، (۲)، (۳)، (۹)، (۱۱)، (۱۳) شامل ہیں۔ شیرانی مرحوم نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل غزلوں کو مولینا آزاد کی وضاحتوں کی روشنی میں چن لیا ہے۔

(۱) تار رگ جاں میرا (۲) کسر نے وقیصر زیر پا (۳) سارا زمانہ ہوگیا (۴) اشکوں کو کلنے دیکھا (۵) دل گیر دل میرا (۶) نہیں لانا اچھا (۷) تو ہو گھر سے جدا (۸) دونوں ہم دونوں جدا (۹) دل نے جب سے خیال کیا (۱۰) سنگ دل پیدا ہوا (۱۱) تو با فراغ پا (۱۲) حسن میں برتر پیدا (۱۳) گردوں نہ ٹھہرے گا (۱۴) کیا کام کر لوں گل (۱۵) غارت گر کے جھگڑے ہیں (۱۶) تپش کا صلہ ہو کہ جزو قلق ہو (۱۷) زلف سرکش ہو (۱۸) کدھر کو دیکھتے ہو (۱۹) رکاوٹ سے منہ بناتے ہو (۲۰) تصویر دکھا دوں (۲۱) بنتا آب حیات ہو (۲۲) خطر خسار سے (۲۳) وہ دن کرے (۲۴) ہوا گر کر تو کہے (۲۵) کب جائے جائے ہے (۲۶) آیا جو تو ٹوٹ گیے (۲۷) وسعت ہوس ٹوٹ گیے (۲۸) سینہ لالہ زار مجھے (۲۹) کیا یاد ہے (۳۰) جبیں ہے صنم پرے (۳۱) جب یار نظر آتا ہے (۳۲) دل بر جائی مانگے۔ اور ان پر تحقیقی نظر ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

"اس فہرست کی اکثر غزلیں حافظ ویران کے ایڈیشن میں نہیں ملتیں ...... صرف گیارہ غزلوں کے ایک ایک دو دو یا زیادہ شعر ملتے ہیں سوائے غزل ۲۲ جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ حافظ ویران ذوق کی خدمت میں حاضر باشی کے باوجود اس قدر ناواقف شخص ہیں ...... یہ بچپن کا کلام سوائے بعض غزلوں کے ان مخصوص رنگوں میں نہیں ہے جس رنگ میں ان کا باقی کلام ہے

لہ کلیات ذوق مرتبہ راقم الحروف: ۵۱۔ ۴۸

لہٰذا اس حصۂ کلام پر جس کے راوی تنہا مولینا آزاد ہیں شبہ کی گنجائش نکل آتی ہے۔[1]

اس روایت پر جس کے راوی تنہا مولینا محمد حسین آزاد ہیں بعض وجوہ سے شبہ کرنے کی گنجائش ضرور نکل آتی ہے لیکن یہ پورا مسئلہ مزید چھان بین اور فیصلہ دہی میں ضروری احتیاط کا تقاضہ کرتا ہے۔ حافظ ویران کے نسخہ میں کسی حصۂ کلام کے درج ہونے کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اُسے ذوق کا کلام ہی نہ مانا جائے ویران اور ان کے ساتھی ذوق کے تمام کلام سے اگر واقف بھی رہے ہوں تو وہ سب کا سب اُن کی دسترس میں نہیں تھا ظہیر دہلوی کے مرتبہ نگارستان سخن میں شامل غزلیں اس کے ثبوت کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں (جبکہ ظہیر دہلوی نسخہ ویران کی ترتیب میں بھی شریک ہیں) ذوق کے متعدد قلمی ماخذ ایسے ہیں جن میں شامل کلام حافظ ویران کی دسترس میں نہیں تھا۔ خود مولینا محمد حسین آزاد کے پاس ذوق کے کلام کا ایک قابل لحاظ حصۂ ذوق کے اپنے مسودات اور اوریجنل تحریروں کی صورت میں موجود تھا یہ ذخیرہ ہنوز خاندان آزاد میں محفوظ چلا آتا ہے ممکن ہے مولینا کے پاس اس سے بھی کچھ زیادہ موجود ہو اس وقت جو مسودے ذوق کے اپنے قلم سے موجود ہیں ان میں اُردو کی غزلوں اور قصیدوں کے علاوہ فارسی زبان میں کچھ کچھ اشعار غزل و قصیدہ بھی ملتے ہیں۔ اور اکثر کے مسودوں کے ساتھ وہ مبارک الفاظ و اعداد بھی برکت کے لیے لکھے ہوئے ہیں جنہیں ذوق مرحوم اپنی نگارشات کا تمہ عنوان بناتے تھے۔

ذوق کے ان مسودوں کے مشتملات حسب ذیل ہیں۔

یا علی مدد عدا ..... تو کیا پتھر تھے) ۲ شعر ایک مصرعہ

عدا ..... تو نگر تھے تو کیا پتھر تھے) ۴ شعر دو مصرعے

عدا ..... خیالِ چشم فسوں ساز تھا رہا) ۴ شعر

یا علی مدد کو ۱۲۳ ..... اک رات بہا آنسو گرم) ۲۲ شعر ایک مصرعہ

ہو اللہ اکبر ۶ ..... دل تنگ نکالوں) ۸ شعر، شعر دوم کا پہلا مصرعہ ناتمام ہے

یا علی مدد ۱۶ ..... (در سے اوپر ہیں) شعر ۹ ایک مصرعہ دو طرح سے لکھا ہوا ہے

ہو اللہ اکبر ۸ ..... کیا خاک تم سر ہوا) ۱۴ شعر آخیر کے دو شعروں کی روشنائی بدلی ہوئی ہے)

عدد ۱ ..... زر کو دیکھتے ہیں) ۹ شعر

---

[1] ملاحظہ ہو ہندوستانی: (دیوان ذوق میں مولینا محمد حسین آزاد کے اضافے)

ھواللہ اکبر ع ۹ ا د .... ایماں نہ دیں رہا محفوظ) ۹ شعر

ع ۱۰ ا د .... زخم نے تیغ زن نہیں دیتے) ۱۵ شعر

یا علی مدد ع ۱۱ ا .... لب پہ وہ لائے تو ہی) ۱۰ شعر ایک مصرع

ع ۱۲ ا . مضطرب احوال ہے) : ۲۵ شعر باقی اشعار کی قرارت ممکن نہیں۔

ع ۱۳ ا ... وادوں کی تیلیاں) ۳۶ شعر ایک مصرعہ۔ غزل اور قصیدے

کے اشعار ایک ہی مسودہ میں موجود ہیں اس زمین میں ذوقؔ اور شاہ نصیر

کے مابین معرکہ سخن ہوا تھا۔[1]

ع ۱۴ ا اس قدر کو کیوں کر کہئے نہالِ چمن کی شاخ : ۳۹ شعر غزل اور قصیدے کے

اشعار ایک ہی مسودے میں موجود ہیں۔

مولٰینا آزاد نے اسے غزلیات کے ذیل میں درج کیا ہے اور اس کے ماخذ سے متعلق

لکھا ہے

"اس زمانے کا ایک مسودہ میرے ہاتھ آگیا معلوم ہوتا ہے اس پر نظرِ ثانی

نہیں ہوئی خیر یادگار تو ہے"[2]

یا علی مدد ع ۱۵ ا ... رخ ولعب اس قدر لذیذ) ۹ شعر دو مصرعے۔ یہ غزل ذوقؔ نے معروفؔ

کے نام سے لکھی ہے۔

" ع ۱۶ ا ... آنکھ کا یوں ڈورا اڑ جائے) ۶ شعر ایک مصرعہ یہ غزل ظفرؔ کے نام سے

لکھی گئی ہے۔

---

[1] اس کی تفصیل مولٰینا آزاد کے علاوہ صاحب گلستانِ سخن مرزا قادر بخش صابرؔ نے بھی پیش کی ہے اور ذوقؔ کے قصیدے کی بہت تعریف کی ہے مولٰینا آزاد نے اپنے مرتبہ دیوان میں ۲۰ شعروں پر مشتمل ایک غزل پیش کرتے ہوئے لکھا ہے استاد کی سب غزلیں اس زمین میں نہ ملیں پہلے مشاعرے کی غزل بہت خوب تھی دو مسودے ساتھ آگئے ہیں ایک پر کچھ شعر قصیدے کے بھی ہیں مگر سب پڑھے نہیں جاتے غزل کے شعر لکھتا ہوں مولٰینا آزاد کی پیش کردہ غزل کے ۱۳ شعر با اختلاف نسخ اس مسودہ میں مل جاتے ہیں[2] کلیات ذوقؔ۔ مرتبہ راقم الحروف : ۹۱

یا علی مدد ۱۷ع (... شغل عشق بازی ہے)، ۱ شعر

۱۸ع (... جنسِ محبت سے کم نہیں)، ۲۷ شعر

ہواللہ اکبر ۱۹ع (... پیدا اثر ہو جائے گا) ۴ شعر

۲۰ع (... وہ چمن میں کمال ہے)، ۲۵ شعر

۲۱ع (... تو شرف کی سوگند)، ۵ شعر (اشعار قصیدہ ناتمام)

۲۲ع (جو ہیں وفا کے بندے)، ۱ شعر

۲۳ع (... کھا کر زمین دیکھئے)، ۱ شعر

۲۴ع (... یہ اغماض کیا ہے)، ایک شعر

۲۵ع (... فسوں کے اثر سے کھیلے)، ایک شعر

۲۶ع (... عاشق کا خط سنائے)، ایک شعر

۲۷ع (... شانِ خط بے جدا)، ایک شعر

۲۸ع (... سوزِ جگر کو دیکھتے ہیں)، ۵ شعر

ان کے ماسوا ذوق کے مسودوں میں ان کے فارسی اشعار اور غزلیں ملتی ہیں ان کی نشان دہی ان کے فارسی کلام کے تحت آئی ہے[1]

مولانا محمد حسین آزاد کے پاس کلامِ ذوق پر مشتمل ایک بڑی تقطیع کی قلمی بیاض موجود تھی جو اب بھی نبیرۂ آزاد آغا محمد باقر کی ملکیت ہے۔ اس میں ایک بڑی تعداد ان غزلوں کی ہے جو ذوق، مولینا محمد باقر نیز ذوق کے ایک ہم شاگرد (مولوی دلدار علی مذاق) کی لکھی ہوئی ہیں۔ بعض غزلوں کے مسودے ذوق نے اسی بیاض کے اوراق پر تیار کیے ہیں۔ ذوق کے اپنے قلم سے نقل کردہ غزلوں میں اصلاحیں بھی انہیں کے قلم سے ہیں۔ مولوی دلدار علی مذاق کے ہاتھ سے لکھی ہوئی غزلوں کے ساتھ "میاں ذوق سلمہٗ" لکھا ہوا ملتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ یہ غزلیں ذوق کی زندگی ہی میں ان صفحات پر نقل ہوئی ہیں۔ غالباً یہ وہی بیاض ہے جس کے بارے میں دہلی اردو اخبار نے لکھا تھا۔

"بہت جان کا ہی اور تکلیف رہی ہے۔ ان کے کسی دوست کی آخر اشعار غزل و قصیدہ جمع بھی ہوئے تو نوبت طبع دیوان کی نہ ہوئی اس امید پر کہ اور جمع ہو جاویں۔[2] بیاض کے خالی صفحات بھی اسی امید پر پڑے کے پڑے رہے گئے۔ کچھ غزلیں ایسی بھی ہیں جو انتخاب فرمانے کے وقت اس بیاض کے صفحات کو سامنے رکھا گیا۔

---

[1] رجوع، کلیاتِ ذوق، مرتبہ تنویر احمد علوی، ص [2] تتمہ دہلی اردو اخبار

وہ غزلیں جن کا تمغہ عنوان ۱۵۲ (رہوا اصلی) لکھا ہوا ملتا ہے مولینا محمد باقر کے قلم سے ہیں۔ مولینا آزاد کی
یہ عبارت بجگانِ غالب انہیں تسویدات سے تعلق رکھتی ہے۔

"والد مرحوم کے ہاتھ کی بہت سی تحریریں ہیں بہت کچھ میری قسمت کے نوشتے
ہیں کہ حاضر و غائب لکھتا اور جمع کرتا تھا۔"[1]

اس بیاض میں ذوق کی اپنی تحریر کے ساتھ شامل غزلیں مع تعداد اشعار حسب ذیل ہیں
(۱) کس کا نہیں آتا۔ ۹ شعر (۲) پائمال کے گیا۔ ۷ شعر (۳) قریب ہو کیا چکا تھا۔ ۱۲ شعر (۴)
تاسف نہیں کرتا ۷ شعر (۵) یا علی مدد جیسی آن بہہ گیا۔ ۹ شعر (۶) حیا نے رکھا۔ ۱۳ شعر (۷)
مینا سے نل ہوا ۳ شعر (۸) آشنائی کا جھوٹا ۱۰ شعر (۹) یا علی مدد، ستم اٹھا نہیں سکتا ۹ شعر (۱۰)
دشمنِ ایمان کا۔ ۱۱ شعر (۱۱) تنگ فریاد۔ ۱۲ شعر (۱۲)...... بیاں دردِ جدائی کرتا۔ ۹ شعر (۱۳)
یہ گلو میرا۔ ۱۱ شعر (۱۴) امرد دلیر کا۔ ۹ شعر (۱۵) ہستی ناپائیدار کا ۱۳ شعر (۱۶) جنگ جو نکلا۔ ۹ شعر
زمانہ شباب کا۔ ۸ شعر "یا علی مدد" (۱۸) حسن میں برتر پیدا۔ ۱۲ شعر (۱۹) پیکاں نکل آیا۔ ۹ شعر
(۲۰) جاں بلب آیا۔ ۱۳ شعر (۲۱) کوچے کی دیواروں کا۔ ۱۵ شعر (۲۲) دل ہی کو حاصل ہوتا۔
۱۲ شعر (۲۳) زخم سیدوں میں مل گیا۔ ۷ شعر (۲۴) گل جاؤں گا۔ ۱۴ شعر (۲۵) اے گردوں نہ
ٹھہرے گا۔ ۷ شعر (۲۶) رخ پر نور کا۔ ۲ شعر (۲۷) بیدرد ہو گیا۔ ۸ شعر (۲۸) بغل میں مارا۔ ۱۴
شعر "ہو اللہ اکبر" (۲۹) نگاہِ یار کا۔ ۶ شعر (۳۰) "وبہ نستعین" (۳۰) صحن چمن کی شاخ۔
۲۱ شعر (۳۱) جلا کر تعویذ۔ ۵ شعر (۳۲) عاشقِ بیدم کے پاس۔ ۱۱ شعر (۳۳) چاہی بہتراض۔
۸ شعر (۳۴) کام کر لوں گل۔ ۷ شعر "ہو اللہ اکبر" (۳۵) سخن اضطراب میں۔ ۲ شعر (۳۶) شباب
کی باتیں۔ ۱۱ شعر (۳۷) گلِ عشرت نہیں ۵ شعر "وبہ نستعین" (۳۸) مرے غم خانے میں۔ ۱۰
شعر (۳۹) جو ہر کو توڑ دوں۔ ۱۱ شعر (۴۰) چشمِ صنم کو ۱۱ شعر ایک مصرعہ (۴۱) نہ چھیڑ تو۔ ۱۰ شعر
(۴۲) زلف سرکش ہو ۱۳ شعر "ہو اللہ اکبر" (۴۳) مزدِ قلق ہو۔ ۹ شعر "وبہ نستعین" (۴۴) ضد نہ
دلاوے اس کو ۸ شعر (۴۵) گھڑیال کی صدا سمجھو ۱۳ شعر "ہو اللہ اکبر" (۴۶) دل پر محن کے
ساتھ۔ ۲۰ شعر "یا علی مدد" (۴۷) کس کس آبداری سے ۱۲ شعر "وبہ نستعین" (۴۸) بیاں کبھو کرتے
۸ شعر (۴۹) شراب تو دے۔ ۱۰ شعر "ہو اللہ اکبر" (۵۰) سوزِ ندامت سے ۱۲ شعر (۵۱) خطِ مشکیں

---

[1] دیوانِ ذوق مرتبہ آزاد ۲۸۰

پ ہے ۹ شعر۔ (۵۲) جی کو گھبراتے ہوئے۔ ۴ شعر (ہوا علی)۔ (۵۳) ہوں دولت والے ۱۸ شعر۔ (۵۴) شکایتوں سے مجھے ۱۰ شعر (وبہ نستعین) (۵۵) خاکساروں کے لگے گندار (۵۶) ایک خس کے بوجھ سے ۱۱ شعر (ہوا لباقی)۔ (۵۷) بت سے لگا چکے ۱۶ شعر۔ (۵۸) لاف گزاف سے ۱۳ شعر (۵۹) کچھ کے قاتل نے کشتنی ہے ۱۱ شعر۔

کچھ اور غزلیں بھی ایسی ہیں جنہیں خط کی مماثلت کے باعث ذوق کے قلم سے نسبت دی جاسکتی ہے اس بیاض کے ساتھ دہلی اردو اخبار کے کچھ ایسے آف پرنٹ بھی ہیں جن میں ذوق کے قصیدے موجود ہیں (ممکن ہے یہ ذوق کو بھیجے گئے ہوں) یہ قصیدے حسب ذیل ہیں۔ (۱) زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر۔ ۱۰۰ شعر (۲) ہے وہ مے دارو ئے جاں نافع اعضا و حواس ۴۷ شعر۔ (۳) ناتا ئیر نگ نے رنگ سے ہے چرخ تحمیل۔ ۷ شعر (۴) پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوش ترا آسماں۔ ۹۱ شعر۔ مولانا محمد حسین آزاد نے اپنے مرتبہ دیوان کی ترتیب کے موقع پر اس بیاض کو سامنے رکھا اس کے داخلی شواہد خود اس بیاض کے صفحات میں موجود ہیں۔

اس تمام بحث و گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ مولنا محمد حسین آزاد کے مرتبہ متن میں شامل ہر ایک روایت کو خود مولانا آزاد کی وضع کردہ اور تشکیل دادہ روایت نہیں کہا جاسکتا۔ مولانا نے اہم ماخذ سے بھی کام لیا ہے اور ان حضرات سے بھی خط و کتابت کی ہے جن سے وہ مشورے اور معاونت کی توقع رکھتے تھے۔ مولانا آزاد کے نام، حافظ ویران کے ایک خط سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔

> نامۂ سامی نے آتشِ اشتیاق کو مشتعل کر دیا فی الحقیقت میں اور آپ استاد کی روحِ پاک کے کیونکہ سرخرو ہوں گے یہ زندگی چند روزہ ہے مناسب ہے کہ جو کلام استاد کا فراہم ہوا ہے طبع ہو جائے[1]

ایسی صورت میں مولنا آزاد کے ترتیب دادہ متن میں وضعی اور غیر وضعی روایتوں کی بہ احتیاط چھان بین اور بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

ذوق نے اپنے کلام میں جگہ جگہ خود بھی اصلاح کی ہے اور ہر زندہ مصنف یہ کرتا اور کرتا رہتا ہے اس کے امکان سے کلیتاً صرف نظر ممکن نہیں مگر ایسی بعض تبدیلیوں کا حال سوائے آزاد

---

[1] یہ خط آغا محمد باقر کے ذاتی ذخیرہ نوادرات میں موجود ہے۔

کے علم میں ہو۔ یہ ایک مدت تک مولیناکو اپنے استاد کی خدمت میں حاضر رہنے کا موقع ملا انہیں اپنے استاد کا بہت سا کلام زبانی یاد تھا۔ منشی دھرم نرائن نے اپنے ایک خط میں جس پر تاریخ تحریر ہتم ماہ نومبر سنہ ۱۹۰۳ء درج ہے یہ لکھا ہے۔

"جب میں دہلی میں تھا تو میں نے کبھی آپ کو فکر سخن کرتے نہیں دیکھا مگر استاد کا کلام اکثر آپ کی زبان پر رہتا تھا"[1]

حافظ ویران نے بھی اپنے استاد کے کلام کا ایک معتدبہ حصہ اپنے حافظہ کی بنیاد پر مدون کر لیا تھا اس حق سے مولانا آزاد کو بھی محروم نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم مولانا کے یہاں کلام ذوق میں اصلاح دہی اور اضافہ کاری کی جو کوشش ملتی ہے وہ کہیں کہیں اس قدر واضح اور غیر مشتبہ ہے کہ اس کی توجیہہ بسا اوقات بہت مشکل نظر آتی ہے۔ خاص طور پر ذوق کے ایسے مسودوں میں جو بالکل صاف واضح اور روشن خط میں مولانا کے پاس موجود اور محفوظ تھے۔ اس کی ایک بہت نمایاں مثال سید عاشق نہال چشتی کی خدمت میں پیش کیا جانے والا وہ قصیدہ ہے جو ذوق کی اپنی تحریر میں مولینا کے پاس موجود تھا۔ اور اس کے خاتمہ پر ذوق نے یہ لکھا تھا۔

"نوشتہ بدست خویش مصنف عقیدت کیش صداقت اندیش یعنی سراپا شوق شیخ ابراہیم ذوق برائے نذر جناب فیض مآب گلشن فضل و کمال حضرت سید عاشق نہال چشتی بتاریخ چہاردہم جمادی الاول روز پنجشنبہ سنہ ۲۴ اکبر شاہی مطابق سنہ ۱۲۴۵ھ قدسی در قلعہ شاہجہاں آباد گر قبول افتد زہے عز و شرف"[2]

یہ قصیدہ ۲۵ اشعار پر مشتمل ہے اور اس میں ۳۶ مصرعے ایسے ہیں جن میں مولینا آزاد کے قلم اور اودی روشنائی سے تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اسی طرح ذوق کے ایک اور مسودہ میں جس کی زمین سخن ہے سہ شمع نازاں نہ ہو کہ رات بھی آنسو گرم۔ مولینا کے اپنے قلم اور اودی روشنائی سے بہت سی تبدیلیاں ملتی ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر مولینا کو اس کی ضرورت کیا تھی کہ وہ اپنے استاد کے نام سے خود فکر سخن کریں یا اپنے استاد کے کلام میں اضافہ کریں میرے خیال سے ان اضافوں اور اصلاحوں کی کئی وجہیں ہیں سب سے پہلی وجہ تو وہ جوش ارادت و خلوص ہے جس کی وجہ

---

[1] یہ خط آغا محمد باقر کے ذخیرۂ نوادرات کی زینت ہے

[2] یہ قصیدہ . . . .

سے بعض مریدوں نے اپنی تصانیف اپنے مرشدوں کے نام منسوب کر دیں یا بعض استادوں نے اپنی شعری تخلیقات اپنے تلامذہ کو بخش دیں جس کی گوناگوں مثالیں ہماری ادبی تاریخ میں بھی موجود ہیں ایک اور نفسیاتی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مولینا کے خیال سے جو کلام باقی رہا وہ دریا میں قطرے سے بھی کم ہے جس سے ان کے استاد کی سخنور انہ حیثیت پر حرف آتا ہے ایک خاص وجہ استاد کی شاعری کے قدیمانہ رنگ پر اعتراضات کو قرار دیا جا سکتا ہے جو مولینا آزاد کی زندگی ہی میں سامنے آنے لگے تھے۔ محاورے کے انداز استعمال پر بھی بعض لوگ معترض تھے متروکات کی تعداد بھی معاصرین کے مقابلہ میں ان کے یہاں کچھ زیادہ تھی اس کا اندازہ اس خط سے بھی ہوتا ہے جو حافظ ویران نے مولینا محمد حسین آزاد کو لکھا ہے اور جس میں اس طرح کے اعتراضات پر اپنے رد عمل کا اظہار کیا ہے۔

"علو جان کی کیفیت یہ ہے ایک شخص نثار علی شاہی مطبع میں بادشاہی دیوانوں کی کاپی لکھتا تھا۔ اس کا رشتہ دار ہے، اس کے باپ کا نام علی جان ہے امام بخش صہبائی سے کچھ فارسی پڑھی ہے مرزا سے شاید اصلاح ہو اس کو محاورہ سے کیا تعلق گو مدرس ہو کر مولوی اور ولی بن جائے استاد پر اعتراض کرتا ہے منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہیں ہے۔"[۱]

اسی کے ساتھ مولینا نے جس زمانہ (۸۹-۱۸۸۸ء) کے درمیان دیوان ذوق کی تدوین کا کام انجام دیا وہ اختلال ذہنی کا شکار ہو چکے تھے جس کا ثبوت رجسٹرار یونی ورسٹی کی اس رپورٹ سے فراہم ہوتا ہے جو مولینا کی جانب سے پنشن پانے کی درخواست کے ساتھ پیش کی گئی تھی۔ اس رپورٹ میں مولینا کی تصانیف کا بھی ذکر موجود ہے ساتھ ہی ان تصانیف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو زیر تصنیف ہیں اس میں دیوان ذوق کا کوئی ذکر نہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ یہ تالیف تشکیل پذیری کی منزل میں تھی۔ مولینا نے کلام ذوق کی بعض گم شدہ کڑیوں کی بازیافت اور سلسلے ہائے خیال کی گرہ بندیوں کی کوشش اسی دور میں کی جب اختلال ذہنی کا آغاز ہو چکا تھا جس کا کچھ انداز اس سے بھی ہوتا ہے کہ مولینا نے بعض روایتوں کو پہلے نقل کیا اور بعد میں اچھیاں لگا کر ان میں تبدیلیاں کیں اور انہیں پہلے سے مختلف کر دیا۔[۲]

---

[۱] یہ خط آغا محمد باقر کے ذخیرہ نوادرات میں محفوظ ہے [۲] تحریرات متعلقہ ذخیرہ آغا محمد باقر

ان اضافوں کے علاوہ جن کی متنوع صورتیں دیوان ذوق مرتبہ آزاد میں ملتی ہیں بعض دوسرے استادوں کے اشعار اور مطلع بھی نسخۂ آزاد اور نسخہ ویران میں شامل ہیں۔ مثال کے طور پر یہ شعر۔

آئینۂ فلک میں جو عکس چراغ دل — خورشید ہو نمود ہوا بلبلے داغ دل[1]

ذوق کا نہیں انشا کا ہے۔

آخر گل اپنی خاک در میکدہ ہوئی — پہنچے وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر ہوا

بیاض قلمی میں یہ شعر ۱۵۲ کے عدد کے ساتھ لکھا ہوا ملتا ہے یہ دراصل مرزا جہاں دار کا ہے اور ذوق کے یہاں اس کی موجودگی تسامح کی حیثیت رکھتی ہے۔

سرو عاشق ہو گیا اس غیرت شمشاد کا — غل مچایا قمریوں نے بھی مبارکباد کا

شیخ امام بخش ناسخ کا مطلع ہے ناسخ کا ایک اور مطلع بھی بیاض قلمی میں موجود ہے۔

پھر بہار آئی کف ہر شاخ پر پیمانہ ہے — ہر روش پر جلوہ باد حباستانہ ہے

صاحب خم خانۂ جاوید نے منشی محمد علی تشنہ کے حوالہ سے ایک سے زیادہ شاعروں کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے مطلعے ذوق کے دیوان مرتبہ ویران میں شامل ہو گئے[2] الحاق یا غلط انتساب کی گوناگوں مثالیں شعر و ادب کی تاریخ میں کوئی انوکھا حادثہ نہیں لیکن ذوق کے دیوان کے سلسلہ میں ان کی اہمیت اس لیے اور بھی زیادہ ہے کہ ذوق کا کوئی مجموعہ کلام ان کی زندگی میں مرتب نہیں ہوا نسخہ ویران اگرچہ اپنے درجۂ استناد کے لحاظ سے بہت اہم ہے لیکن یہ ان کے کلام کے نسبتاً ایک بہت تھوڑے حصہ پر مشتمل ہے نگارستان سخن بعض نئی روایتوں کے باوصف ایک انتخاب ہے دیوان ذوق مرتبہ آزاد ان دونوں روایتوں کے مقابلہ میں زیادہ مکمل ہے لیکن اس میں مولینا کی طرف سے تبدیلیوں اضافوں اور اصلاحوں کی جو صورتیں داخل متن ہو گئیں ان کی وجہ سے اس نسخہ کی استنادی حیثیت مشکوک قرار پائی۔ یہ صورت حال کلام ذوق کے ماخذ کی از سر نو چھان بین اور ترتیب و تدوین کا تقاضہ کرتی ہے مستند ماخذ اور قلمی بیاضوں کی مدد سے اس میں ایک معتدبہ اضافہ بھی ممکن ہے اور مطبوعہ کلام کے ایک قابل

---

[1] ملاحظہ ہو منتخبہ ۲۰۱

[2] ملاحظہ ہو کلیات ذوق حصہ اول: مرتبہ راقم الحروف: ۱۰۴ - ۱۰۰

لہٰذا حصہ کی تصحیح و تصدیق بھی ان وسائل کی مدد سے کی جاسکتی ہے۔

کلام ذوق کے سلسلہ میں وہ قلمی ماخذ اساسی اہمیت رکھتے ہیں جن تک رسائی آج ممکن ہے اس کے ساتھ مطبوعہ ماخذ میں وہ تذکرے غیر معمولی طور پر اہم ہیں۔ جو ذوق کی زندگی میں مرتب ہوئے اسی کے ذیل میں ذوق کے زمانہ حیات میں شائع شدہ حصہ کلام بھی رکھا جاسکتا ہے تیسرے درجہ پر وہ مطبوعہ کلام آتا ہے جسے فی الجملہ مستند قرار دیا جاسکتا ہے مثال کے طور پر دیوان ذوق نسخہ ویران اور نگارستان سخن۔

قلمی ماخذ میں ذوق کے مسودات، اور مولانا آزاد کے پاس موجود بیاض قلمی کا ذکر اس سے پہلے کیا جاچکا ہے دیگر قلمی ماخذ کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

• دیوان ذوق و ظفر مشتمل و ناتمام معہ قصائد محمد ابراہیم ذوق دہلوی"

یہ بیاض منشی رگھوناتھ سنگھ بابر دہلوی کے ذاتی ذخیرہ کتب سے تعلق رکھتی ہے۔ جو ان کے خاندانی بزرگوں سے ان کو منتقل ہوا تھا۔ آج کل یہ ہارڈنگ لائبریری دہلی کے خزینہ کتب کی زینت ہے۔ اس میں شامل کلام ذوق کے وسیلہ سے نہ صرف یہ کہ مطبوعہ کلام کے ایک معتد بہ حصہ کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ اس میں بعض ایسے قصاید و اشعار بھی ملتے ہیں جو کسی اور قلمی یا مطبوعہ ماخذ میں موجود نہیں۔ اس میں شامل کلام ذوق کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

غزلیات: (الف) ۱۲۰ شعر، (م) ۳۲ شعر، (ن) ۴۴ شعر (و) ۲۹ شعر (ہ) ۳۹ شعر (ی) ۱۰ شعر۔

مدحیات: (الف) ۴۴ شعر (ت) ۱۹ شعر (ر) ۷ شعر (س) ۷ شعر (ل) ۵ شعر، سہرا ۱۵ شعر، مخمس ۷ بند، مخمس ۲/۵، ۷ بند۔ مسدس ۹ بند اس مجموعہ میں ظفر کا بھی ایک طویل انتخاب شامل ہے جس کے ایک ترکیب بند میں مختلف اساتذہ کے مطلع آئے ہیں ان میں ذوق کے نام سے یہ مطلع بھی ملتا ہے

داغ سینے میں رہے دل میں سدا درد رہا
اشک آنکھوں میں رہے لب پہ دم سرد رہا

یہ مطلع کہیں اور نہیں ملتا۔ اس بیاض کا کیٹلاگ نمبر ۲۹۶ ہے۔

بیاض شعرا۔ (۱۴۸۸) اس سے متعلق کیٹلاگ میں یہ عبارت ملتی ہے۔

"مجموعہ غزلیات وقطعات مخطوطہ در عہد بہادر شاہ ظفر" اس میں صاحب بیاض نے ذوق کے نام کے ساتھ "استادیم" "دلکنا" اور "سلمہٗ" لکھا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ مرتب بیاض ذوق کا شاگرد ہے اور اس نے ذوق کلام کا یہ انتخاب ان کی زندگی میں شاملِ بیاض کیا ہے۔ اس کے مندرجات سے گمان ہوتا ہے کہ یہ محمد ہادی حسین فخر کی بیاض ہے اسی کے ساتھ ذوق کے کلام کے انتخاب کے ساتھ بعض ایسے کلمات یا اشارے ملتے ہیں جن کی روشنی میں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان اشعار کا ماخذ ذوق کی اپنی تحریریں ہیں اس میں شامل کلام ذوق کی تفصیل یہ ہے۔

الف ۱۵ شعر، ب ۴ شعر، ج ۱ شعر، ح ۵ شعر، خ ۱ شعر، س ۱ شعر، ض ۳ شعر، ق ۱ شعر، ک ۱ شعر، م ۶ شعر، ن ۲۲ شعر، و ۱ شعر، ہ ۲ شعر، ی ۴۴ شعر۔ آخر میں ہندی اُردو اشعار کی ترکیب دہی کے ساتھ ایک ایسی گیت نما نظم بھی ملتی ہے جسے انتخاب ذوق میں ایک نیا اضافہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ مگر ذوق سے اس کا انتساب شبہ سے خالی نہیں۔

بیاض اشعار بخطِ میر عوض علی ۱۲۶۸ھ رضا لائبریری رامپور کی اس مخزونہ بیاض میں ذوق کا انتخاب بایں عنوان ملتا ہے: انتخاب اشعار میاں ذوق: اس میں بعض غزلوں کے خاتمہ پر م م لکھا ہے جو تمت کی علامت ہے یہی علامت "گلدستہ نازنیاں" کے انتخاب کے آخر میں بھی آتی ہے اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ دونوں کا ماخذ ایک ہے۔ آخیر میں مخمس ذوق کے عنوان سے ایک نظم نما شعری تخلیق بھی شامل ہے جو غلط طور پر ذوق سے منسوب کی گئی ہے تعداد اشعار معہ ردیف یہ ہے۔

الف ۳۰ شعر، ب ۲۱ شعر، د ۱۴ شعر، س ۱ شعر، ن ۲۰ شعر، و ۵ شعر، ہ ۱ شعر، ی ۳ شعر، مسدس دعائیہ ۹ بند۔

قصیدۂ ذوق کے نام سے رضا لائبریری میں ایک اور بیاض بھی ملتی ہے اس میں ذوق کا معروف قصیدہ "شب کو میں اپنے سرِ بستر خواب راحت" نقل کیا گیا ہے تعداد اشعار ۱۴۹ ہے جس میں دو شعروں کے کچھ اجزا ہی نقل ہوئے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اس کا آغاز ہوتا ہے: تمام شد قصیدہ شیخ محمد ابراہیم ذوق در مدح بہادر شاہ بہ تہنیت جشن عید:

ایک اور بیاض (نمبر ۰، ۷، ۱۲ ا) سفینۂ جواہر کے نام سے اس لائبریری میں موجود ہے۔ مرتب کا نام غلام حسین رامپوری ہے اور سالِ تحریر ۱۲۹۵ھ دیا گیا ہے۔ ذوق کے ۱۰ اشعار انتخاب میں آئے ہیں۔ الف ۶ شعر، ر ۱ شعر، ن ۱ شعر، و ۲ شعر، ی ۶ شعر۔

معدن الاشعار (۱۱) یہ بیاض پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے شیرانی کلیکشن میں محفوظ ہے۔ ذوق کا انتخاب اگرچہ مختصر ہے لیکن اس میں بعض ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن سے دوسرے تلامذہ کا دامن خالی ہے۔ بیاض نگار کا نام سورج رام رازداں ہے۔ اس نے دیوان دینا ناتھ کی جو ایک تاریخ درج کی ہے اس سے ۱۲۹۱ کے اعداد مستفاد ہوتے ہیں جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ صاحب تاریخ ذوق کا ہم عہد ہے۔ اس نے ذوق کے اشعار کے ساتھ "میاں ذوق استاد حضور والا" لکھا ہے۔ میاں کا لفظ ذوق کے نام کے ساتھ ان کی معاصر تحریروں میں ملتا ہے۔ مختلف ردیفوں کے تحت آنے والے اشعار کی تعداد درج ذیل ہے۔ الف ۱۲ شعر، ف ۱۵ اشعر، قصیدہ ن ۱۴ اشعر، ی ۴ شعر۔

کشکول (۱۲) اس نام سے ایک بیاض انجمن ترقی اردو ہند کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس میں ایک مقام پر تاریخ تحریر ۲۵ ماہ رمضان المبارک ۱۲۹۱ء پنجشنبہ درج ہے۔ ایک دوسرے موقعہ پر ۶۔ جمادی الثانی ۱۲۹۶ء روز شنبہ تحریر ہے۔ اس کے ساتھ مرتب کا نام بایں الفاظ درج ہے "شاہ بہار الدین عفی عنہ" بہت ممکن ہے یہ شاہ بہاء الدین بشیر نبیرۂ شاہ نصیر دہلوی ہوں۔ یہ بیاض ذوق کی زندگی میں مرتب نہیں ہوئی لیکن اس میں ذوق کے معرکہ ہائے سخن کا ذکر معاصرانہ چشمکوں کے ساتھ آیا ہے۔ مندرج اشعار میں دو شعر نئے ہیں:

شعر ذوق:

چھت ترے دالان کی نازک، بہت ہے نازنیں
کیا لگائیں اس میں ہیں پائے مگس کی تیلیاں[1]

---

[1] ذوق کے اس شعر پر گھنشیام رائے عاصی نے اعتراضاً جو قطعہ کہا تھا وہ بھی اس بیاض میں نقل کیا گیا ہے:

ذوق اتنا شعر گوئی کا عبث کس واسطے
قافیے میں گر نہ تھیں حضرت کے لب کی تیلیاں
آپ ہی منصف ہوں اے صاحب ذرا بہرِ خدا
یا کہ چلمن ہو او پائے مگس کی تیلیاں
شیخ صاحب یہ تو چلمن ہو کہ جس کے واسطے
باندھیے گر ہو سکے تارِ نفس کی تیلیاں

دوسرا شعر یہ ہے: کام خنجر کا کیا کرتی ہیں خس کی تیلیاں
چوری کی ہوتی ہیں واقع میں مگس کی تیلیاں

اس شعر کے جواب میں عاصی کا یہ شعر نقل کیا گیا ہے۔

پھر کے قندیل سخن کو منڈھ لیا تو کیا ہوا
ہیں دیکھا اس ڈھانچ میں اگلے برس کی تیلیاں

نرگس کے پھول بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر
ہے یہ اشارہ بھیج دے آنکھیں نکال کر

اس شعر کے ذیل میں اصلاح منیر کے عنوان سے یہ شعر درج ہے:

بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر
ایما یہ ہے کہ بھیج دے آنکھیں نکال کر

بیاض اردو (۶۱۶) یہ بیاض آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ مخطوطات سے متعلق ہے مخمسات کے عنوان سے اس میں ظفر کا ایک طویل مخمس دیا گیا ہے جس میں ذوق کی غزل (جو دل قمار خانے میں بت سے لگا چکے) کے ۱۳ شعر تضمین کیے گئے ہیں۔ "تضمین متفرقات" کے عنوان سے ایک اور بیاض بھی اس لائبریری کے قلمی ذخیرہ میں موجود ہے اس میں ردیف الف ۲ شعر ردیف د ا شعر اور ردیف ی کے تحت ا شعر درج ہے۔ ایک اور بیاض (۲۳۹) مخزونہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری کے پشتہ پر ذوق کا یہ شعر لکھا ہوا ملتا ہے۔

میں گراں بارِ محبت مرا خون بھی ہے گراں
جی دھڑکتا ہے تری نازکی گردن سے[1]

کلامِ ذوق کے ماخذ میں سب سے زیادہ اہمیت ان تذکروں کی ہے جو ذوق کی زندگی میں ترتیب دیے گئے اور ان میں ذوق کا ترجمہ شامل کیا گیا۔ ان میں بعض تذکرے اسی زمانے میں شائع ہوئے اور بعض کی اشاعت بعد میں آئی۔ ان تذکروں میں ذوق کی جو متفرق غزلیں

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ۱۱۸ تا ۱۳۳۔ کلیات ذوق مرتبہ راقم الحروف

یا اشعار شامل کیے گئے ہیں ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں ایک کے بعد دوسرے تذکرے میں شریک کیا جاتا رہا اس سے ان اشعار کی مقبولیت کا بھی پتہ چلتا ہے اور یہ کہ تذکرہ نگاری کی انجمن میں پہلے ہی سے چراغ جلا ہے۔

مجموعۂ نغز: عالباً سب سے پہلا تذکرہ ہے جس میں ذوق کا ترجمہ شامل کیا گیا ہے یہ تذکرہ سنہ ۱۲۲۱ھ (۱۸۰۶ء) میں مکمل ہوا اس کا ضمیمہ بھی جس میں ذوق کے ترجمہ کو جگہ دی گئی ہے اسی زمانے سے تعلق رکھتا ہے اس میں ذوق کا تعارف ایک نو مشق کی حیثیت سے کرایا گیا ہے اور یہ دو شعر منسوب بدوست کر کے پیش کیے گئے ہیں۔

مت درے اٹھا ہر خدا اپنے تو اے بت ۔۔۔ بیٹھا مجھے اب رہنے دے دربان سمجھ کر
ٹک دیکھ اتو چشم حقیقت سے اس کو ذوق ۔۔۔ ہر طرف جلوہ گر ہے اسی کا ظہور حسن

تذکرہ عیار الشعراء میں بھی یہی دو شعر شامل انتخاب ہوئے ہیں لیکن اس کے ایک دوسرے قلمی نسخہ میں جس کا عکس ڈاکٹر مختار الدین احمد کے پاس ہے ان دو شعروں کے علاوہ گیارہ اور شعر بھی ہیں جو ذوق کے ترجمہ کے ذیل میں آئے ہیں۔ اور مذکورہ اشعار میں سے دوسرے شعر کے مصرع ثانی میں "ہر طرف" کے بجائے "ہر سمت" لکھا گیا ہے۔ کل اشعار اس طرح ہیں۔ الف ۶ شعر، ر ۲ شعر، ن ۲ شعر، ی ۳ شعر۔

تذکرہ صدر الدین: یہ مختصر سا تذکرہ ہے جس میں انشا کا ترجمہ ان کے عالم دیوانگی (۱۲۳۲–۱۲۳۷ھ ۱۸۱۸ — ۱۸۲۲) داخل کیا گیا ہے اس کا زمانہ تصنیف بھی ممکن ہے یہی ہو۔ ذوق کے صرف چھ شعر انتخاب میں آئے ہیں۔ ن ۱ شعر، ی ۵ شعر۔

تذکرہ عمدۂ منتخبہ: اس تذکرہ کی ابتدائی روایت سنہ ۱۲۱۶ھ (۱۸۰۱ء) میں مکمل ہوئی لیکن مصنف بہت زمانے بعد تک اس میں اضافہ کرتا رہا بعض تراجم میں ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۹ء) تک اضافہ کے داخلی شواہد موجود ہیں ذوق کا ترجمہ ابتدا اس وقت داخل کیا گیا ہوگا جب وہ حافظ غلام رسول شوق کے شاگرد تھے لیکن بعد میں اس ابتدائی روایت کو بدلے بغیر اضافات عمل میں آئے۔ انتخاب اشعار کی صورت یہ ہے:

الف ۲ شعر، ر ۲ شعر، س ۱ شعر، ص ۱ شعر، ف ۱ شعر، ن ۹ شعر، و ۵ شعر، ہ ۵ شعر، ی ۳۴ شعر۔

---

[1] ملاحظہ ہو عیار الشعرا۔ نسخہ انجمن ترجمہ ذوق

٭گلشن بے خار" یہ تذکرہ ۱۲۵۰-۱۲۴۸ھ (۳۵-۱۸۳۳ء) کے مابین مرتب ہوا اس کے مرتب نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ ذوق کے کلام وکمال سے بہ خوبی واقف معلوم ہوتے ہیں۔ اس تذکرہ کے ایک قلمی نسخے میں جس کی تاریخ کتابت دوم شہر شوال ۱۲۵۴ھ درج ہے، ان کے ترجمے کے ذیل میں یہ اشعار ملتے ہیں۔

الف ۱۰ شعر، ا ج ۱ شعر، ر ۱ شعر، ی ۱ شعر، ن ۶ شعر، و ۳ شعر، ۱۵ شعر ی، آخر یہ تذکرہ جب دوبارہ دہلی اردو اخبار پریس سے سنہ ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) میں شائع ہوا اس میں ان اشعار کا اضافہ عمل میں آیا جن کے ساتھ یہ عبارت حاشیہ پر درج کی گئی۔

یہاں تک اشعار تذکرہ سابق سے نقل کیے ہیں اور باقی مہتمم مطبع نے بہت کوشش سے بہم پہنچا کر لکھے ہیں" یہ اضافہ کردہ اشعار حسب ذیل ہیں:

الف ۲۸ شعر، ب ۴ شعر، ج ۱ شعر، ح ۴ شعر، خ ۱ شعر، س ۱ شعر، ص ۱ شعر، ق ۱ شعر، م ۶ شعر، ن ۱۹ شعر، و ۱۴ شعر۔

٭گلشن ہمیشہ بہار" یہ تذکرہ گلشن بے خار کے جواب میں ترتیب دیا گیا ہے سال ترتیب ۱۲۵۷ھ اور سال اشاعت ۱۲۷۰ھ اس اعتبار سے یہ بھی ذوق کا ایک ایک معاصر تذکرہ ہے مولف کا نام نصراللہ خویشگی ہے ذوق کے ترجمہ کے ساتھ دیے گئے اشعار کی تعداد یہ ہے: الف ۲ شعر، س ۱ شعر، ن ۱ شعر، و ۱ شعر، ی ۵ شعر۔

٭تذکرہ ابن امین اللہ طوفان": مرتبہ قاضی عبدالودود

یہ تذکرہ ۱۲۵۴ھ میں مرتب ہوا۔ اس میں رشیشہ جہاں ٹوٹا زمین میں ۴ شعر نقل ہوئے ہیں۔

٭گلدستہ نازنیاں": یہ ایک انتخاب دواوین ہے جس کا زمانہ تالیف ۱۲۶۰ (۱۸۴۵ء) ہے جو اگلے سال شب سوئم ماہ رجب المرجب سنہ ۱۲۶۱ھ میں اشاعت پزیر ہوا ترجمہ اشعار حسب ذیل ہے۔ الف ۲۳ شعر، ب ۲۱ شعر، ر ۴ شعر، س ۱ شعر، ل ۱۲ شعر، م ۱۴ شعر، ن ۳۲ شعر، و ۴۴ شعر، ی ۱۱۲ شعر۔

عمدہ منتخبہ اور گلشن بے خار طبع دوم کے بعد یہ تیسرا طویل انتخاب ہے جو ذوق کی زندگی میں اشاعت پذیر ہوا۔

طبقات شعرائے ہند: یہ گارسیں دتاسی کی تاریخ ادبیات ہندوی و ہندوستانی کا ترجمہ مع اضافات

ہے۔ جو مولوی کریم الدین نے مسٹر فیلن کے ساتھ مل کر کیا۔ سنہ ۱۸۴۸ء مطابق سنہ ۱۲۶۴ھ میں اس کی اشاعت عمل میں آئی۔ ذوق کے اشعار کی تعداد ردیف وار حسب ذیل ہے۔

الف ۵ شعر، و ۸ شعر، ی ۲۸ شعر۔

• سراپا سخن: ذوق کا ایک معاصر تذکرہ ہے۔ نسخہ طوطیاں بند ہے یہ (۱۲۶۹) تاریخ زمانہ ترتیب ہے اس میں الف ردیف کے تحت صرف دو شعر انتخاب آئے ہیں۔

• گلستان سخن: یہ تذکرہ ذوق کی وفات کے کچھ ہی دنوں بعد مگر اسی سال میں شایع ہوا اس کے مؤلف مرزا قادر بخش صابر سلاطین زادگان میں سے تھے ذوق کے کلام و کمال سے غیر معمولی دلچسپی رکھتے تھے نیز اس کی ترتیب میں مولوی امام بخش صہبائی کا بھی بڑا ہاتھ رہا ہے جو ذوق کے معاصرین میں سے ہیں اشعار کی تعداد یہ ہے۔

الف ۱۰ شعر، ح ۱ شعر، ر ۱ شعر، س ۱ شعر، ن ۸ شعر، و ۱۲ شعر، ہ ۲ شعر، ی ۲۵ شعر

• گلستان بے خزاں: مؤلفہ حکیم قطب الدین باطن سنہ ۱۲۶۶ھ ۵۱-۱۸۵۰ء میں مرتب ہوا ذوق کے معاصر تذکروں میں ہے۔ سال اشاعت ۱۲۹۱ھ ہے اشعار کی تعداد ردیف وار یہ ہے الف ۱۲، ر ۱، ن ۱، و ۲، ی ۱۰۔

• آثار الصنادید: بعض دوسری نوعیت کی کتابوں میں بھی ذوق کی زندگی میں اُن کے اشعار شامل ہوئے ان میں آثار الصنادید بطور خاص اہم ہے سرسید کی اس معروف تصنیف میں ایک باب تذکرۂ اہل دہلی سے متعلق بھی ہے شعرائے دہلی کے ذیل میں ذوق کا ترجمہ بھی آیا ہے اور غالباً گلشن بے خار نسخہ قلمی کو سامنے رکھ کر ان کے اشعار کا انتخاب دیا گیا ہے چنانچہ ایک آدھ شعر کو چھوڑ کر باقی تمام شعر اسی ترتیب کے ساتھ مصنف نے اپنے یہاں شامل کر لیے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

الف ۹ شعر، ح ۱ شعر، ر ۱ شعر، س ۱ شعر، ن ۹ شعر، و ۳ شعر، ہ ۱ شعر، ی ۱۶ شعر

پہلی بار یہ کتاب جیسا کہ اس کے سرورق کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے بست و ہفتم ستمبر ۱۸۴۷ء (۱۲۶۳) مطبع سید الاخبار میں اشاعت پذیر ہوئی۔

• چمن بے نظیر: یہ ایک سلسلۂ انتخاب ہے جس میں الگ الگ بہت سے معروف اور غیر معروف اہل سخن کے اشعار اور پسندیدہ غزلیں جمع کی گئی ہیں یہ انتخاب سنہ ۱۲۶۴ھ میں مکمل ہوا مؤلف

کا نام محمد ابراہیم بن شہاب الدین موہبی ہے راقم الحروف کے پاس ۱۲۷۹ھ کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے (ھذا۔ چمنستانِ بے نظیر ۱۲۷۹ھ) اس میں ص ۸/۲۴۲ پر ذوق کی غزل سر پر قضا دیکھنا زبرِ تیغ اپنا ...... الخ پر نواب الٰہی بخش خاں معروف کا مخمس اور ...... "بہانہ کوئی ہم سے یہ کچھ جائے" پر (صفحہ ۲۵۲ میں) درج کا مخمس ملتا ہے اشعار کی تعداد حسب ذیل ہے۔

الف ۹ ۴ شعر، ب ۱۴ شعر، ر ۶ شعر، ل ۱۲ شعر، م ۱۴ شعر، ن ۱۹ شعر، ی ۴ شعر۔

"سیر المتشتم" یہ ایک سفرنامہ ہے جس میں دہلی کے اہل کمال کا بھی تذکرہ ہے ان کے ذیل میں ذوق کا ذکر بھی آیا ہے یہ کتاب مطبع سرکار گلشن آثار جاورا سے ۱۲۶۶ھ میں اشاعت پذیر ہوئی اشعار کی تعداد حسب ذیل ہے الف ۴ شعر، د ۶ شعر، ی ۸ شعر۔

ذوق کے ماخذ میں ان کے زمانہ حیات میں نکلنے والے اخبارات کی بھی بہت اہمیت ہے خاص طور پر دہلی اردو اخبار کی جس کے مالک و مدیر مولوی محمد باقر ذوق کے قریب ترین دوستوں میں تھے اور ان کے کلام کی حفاظت کے ساتھ اس کی اشاعت سے بھی دلچسپی رکھتے تھے اس اخبار کے جو فائل یا مختلف پرچے بعض لائبریریوں میں محفوظ ہیں ان میں ذوق کے اشعار اور خاص طور پر ان کے قصائد کا ایک قابل لحاظ حصہ مل جاتا ہے کبھی کبھی اشعار و ابیات کے ساتھ مصنف کی تعریف اور تعارف بھی شامل ہوتا ہے جس سے ان اشعار کی تحریر کے زمانہ اور شان نزول پر روشنی پڑتی ہے چونکہ ذوق کے قصائد یا ان سے متعلق اشعار اس عہد کے تذکروں اور بیاضوں میں نسبتاً کم ملتے ہیں اس وجہ سے دہلی اردو اخبار اور اس میں مطبوعہ قصائد کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے بالخصوص اس لیے کہ یہ قصیدے ذوق کی زندگی میں شائع ہوئے ہیں۔ دہلی اردو اخبار کے مختلف شماروں میں ذوق کا جو کلام ملتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے۔

غزل مزے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے ۸ شعر

(دہلی اردو اخبار مورخہ ۱۴ نومبر سنہ ۱۸۴۱ء)

غ کرے وحشت بیان چشم سخن گو اس کو کہتے ہیں ۶ شعر

(دہلی اردو اخبار مورخہ ۳۱ اگست سنہ ۱۸۵۱ء)

ق پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسمان ۹۱ شعر

(تمہ دہلی اردو اخبار مورخہ ۲۵ اپریل سنہ ۱۸۵۲ء)

ق۔ ساون میں دیا پھر مہ شوال دکھائی ۵۲ شعر

(دہلی اردو اخبار مورخہ ۲ اگست سنہ ۱۸۵۲ء)

قطعۂ تہنیت۔ مبارک آپ کو ہو خلعت ولی عہدی

(دہلی اردو اخبار مورخہ ۲۴ ستمبر سنہ ۱۸۵۲)

سہرا۔ خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا

(دہلی اردو اخبار مورخہ ۲۸ مارچ سنہ ۱۸۵۲ء)

ق۔ شب کو میں اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت ۱۰ شعر

(دہلی اردو اخبار مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۸۵۴)

ق۔ ہے وہ مے دارو ے جاں نافع اعضا و حواس ۴ شعر

(یہ ورق پرنٹ پر ہے جو تاریخ تحریر سے محروم ہے)

ق۔ لاتا ہے نیرنگ نئے رنگ کے ہے چرخ محیل ۴۸ شعر

(تمہ دہلی اردو اخبار مورخہ ستمبر سنہ کٹ گیا ہے)

ق۔ نہ ہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر ۱۰۰ شعر

(تمہ دہلی اردو اخبار مورخہ ۴ دسمبر ۱۸۵۳)

فارسی زبان میں ذوق کا ایک قطعہ تہنیت جو دہلی کے ایک انگریز ج جان پاٹن کو دہلی کے شہریوں کی طرف سے نذر لیے جانے والے سپاس نامے کے سلسلہ میں کاسکیٹ پر کندہ کرا کے پیش کیا گیا تھا وہ بھی اسی اخبار کے ذریعہ سامنے آیا تھا یہ تقریب ۲ مارچ سنہ ۱۸۴۵ء کو ہوئی تھی۔ ذوق کے انتقال پر دہلی اردو اخبار نے جو تمہ بسلسلۂ تعزیت شائع کیا تھا اس میں ذوق کے کچھ شعر اور مصرعے بھی ضمناً پیش کیے گئے تھے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے۔ الخ

تری عمر دو روزہ غافل اک تپلی ہے دو کل کی الخ

ذوق اس بحر فنا میں کشتیِ عمرِ رواں الخ

کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق

نیز ذوق کے اس آخری شعر کو

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا　　　کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

واقعۂ وفات پر گفتگو میں پیش کیا تھا۔

بعض دوسرے اخبارات و رسائل میں بھی ذوق کا کلام کبھی کبھی شایع ہوتا تھا۔ اس کی تفصیل کے لیے مقدمۂ کلیات ذوق مرتبہ راقم الحروف کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

نسخۂ دیران، نگارستان سخن وغیرہ پر گفتگو اس سے پیشتر آچکی ہے۔

ذوق کے تمام حصۂ کلام کو اس کے ماخذ کے اعتبار سے مندرجہ ذیل شقوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔

الف: مسودات ذوق، (ب) بیاض قلمی مولوی محمد باقر (ج) دیگر قلمی ماخذ (د) مطبوعہ دلی اردو اخبار و دیگر ہم عہد اخبارات (ہ) مختلف تذکرے اور بیاضیں۔ (و) نسخۂ دیران و نگارستان سخن۔ (ز) دیوان ذوق مرتبہ آزاد۔

دیوان ذوق حصہ اول میں راقم الحروف نے اس حصہ روایت کو شامل متن کیا ہے جس کی تصدیق مولانا آزاد کے علاوہ دوسرے کسی ذریعے سے قابل وثوق سطح پر ہو جاتی ہے۔ حصہ دوم میں اشعار، غزلیات و قصائد بروایت آزاد شامل ہیں۔ قصاید کے سلسلے میں مولانا آزاد کی روایت کو فی الجملہ قابل اعتبار تصور کیا جانا چاہیے۔ مولانا کو قصیدہ گوئی کا ذوق نہیں تھا اور سید عاشق جمال چشتی کی تعریف میں کہی گئی نظم قصیدہ طور کے علاوہ دیگر قصائد میں مولانا کے قلم سے تصرفات کی نمایاں مثالیں بھی نہیں ملتیں، اگرچہ اس سے پیشتر اشارہ کردہ روایت کے مطابق داغ کے نقطۂ نظر سے بعض قصیدوں میں وہ اختلاف موجود ہے جسے تصرف کہا جا سکتا ہے لیکن مولانا آزاد کے قلمی ماخذ سے اس کے شواہد فراہم نہیں کیے جا سکے۔

ذوق کے یہاں قدیم املا کی بھی بعض صورتیں موجود ہیں مثلاً اوس اون، تجھے مجھے، وغیرہ اسی کے ساتھ وہ لفظوں کو ملا کر بھی لکھتے ہیں یہاں اور وہاں کی ملفوظی صورت ان کے یہاں "یاں" اور "واں" ہے۔ موجودہ متن میں قدیم املائی صورتوں کو جدید املا میں بدل دیا گیا ہے۔

شروع میں غزلیات کو شامل کیا گیا ہے اس کے بعد قصائد کو جگہ دی گئی ہے۔

اصول ترتیب متن کے مطابق قدیم تر روایت کو مرجح قرار دیا گیا ہے۔
حواشی میں ماخذ کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ مخففات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

آب۔ تذکرہ آب حیات: محمد حسین آزاد۔ مخزونہ رضا لائبریری رامپور
آزاد۔ دیوان ذوق: مرتبہ محمد حسین آزاد۔ طبع اول مملوکہ راقم الحروف
اخبار۔ دہلی اردو اخبار۔ مخزونہ نیشنل آرکائیوز دہلی و ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد
بلاغت۔ حدائق البلاغت۔ مصنفہ امام بخش صہبائی (مملوکہ راقم الحروف)
بہارستان۔ بہارستان اشعار۔ بہ قلم محمد امداد علی خاں (مملوکہ صولت لائبریری رامپور)
بیاض۔ بیاض قلمی۔ ذوق، مولوی محمد باقر و آزاد وغیرہ (مملوکہ آغا محمد باقر لاہور)
بے خار۔ گلشن بے خار طبع دوم، مصنفہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ (مخزونہ لاہور یونیورسٹی لائبریری)
بے خزاں۔ گلستان بے خزاں، مصنفہ قطب الدین باطن (مملوکہ ڈاکٹر خلیق انجم دہلی)
بے نظیر۔ چمن بے نظیر مرتبہ شہاب الدین موسیٰ (مملوکہ راقم الحروف)
تتمہ۔ تتمہ دہلی اردو اخبار بروفات ذوق (مخزونہ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد)
ذکا۔ تذکرہ عیار الشعرا مصنفہ خوب چند ذکا (مخزونہ انجمن ترقی اردو۔ دہلی)
سخن۔ تذکرہ سراپا سخن مصنفہ محمد محسن علی (مملوکہ راقم الحروف)
سفینہ۔ بیاض سفینۂ جواہر مرتبہ غلام حسین رامپوری (مخزونہ رضا لائبریری رامپور)
شیفتہ۔ تذکرہ گلشن بے خار قلمی۔ (پنجاب سینٹرل پبلک لائبریری لاہور)
صدر الدین۔ تذکرہ شعرا مولفہ صدر الدین (فوٹو اسٹیٹ۔ مملوکہ مختار الدین احمد علی گڑھ
صنادید۔ آثار الصنادید مصنفہ سر سید احمد خاں علی گڑھ طبع اول (مخزونہ دہلی یونیورسٹی دہلی
طبقات۔ طبقات شعرائے ہند۔ مولفہ مولوی کریم الدین و فیلن (مخزونہ صولت لائبریری رامپور
عوض۔ بیاض اشعار مرتبہ میر عوض علی (مخزونہ رضا لائبریری رامپور)
عیار۔ عیار الشعرا۔ مولفہ خوب چند ذکا (فوٹو اسٹیٹ مملوکہ مالک رام دہلی)
فخر۔ بیاض اشعار۔ مرتبہ ہادی حسن فخر (مخزونہ رضا لائبریری رامپور)
قصیدہ۔ بیاض قصیدہ شیخ ابراہیم ذوق (مخزونہ رضا لائبریری رامپور)
کشکول۔ بیاض اشعار مرتبہ شاہ بہاء الدین (مخزونہ انجمن ترقی اردو۔ دہلی)

گلستان: "گلستان سخن"۔ مولفہ مرزا قادر بخش صابر (مملوکہ مولوی امداد صابری دہلی)

متفرقات۔ بیاض بہ ضمن متفرقات (مخزونہ رضا لائبریری رامپور)

محتشم: "سیر المحتشم"۔ مصنف۔ محتشم الدولہ نواب عبدالغفور آف جاورہ (مخزونہ رضا لائبریری رامپور)

معدن۔ "بیاض معدن الاشعار"، مرتبہ سورج رام رازداں، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)

منتجبہ۔ "تذکرہ عمدہ منتخبہ"۔ مولفہ اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور مع مقدمہ خواجہ احمد فاروقی دہلی

نازنیاں۔ گلدستہ نازنیاں۔ مولفہ مولوی کریم الدین (مملوکہ رشید حسن خان دہلی)

نغز۔ مجموعہ نغز۔ مولفہ حکیم قدرت اللہ قاسم۔ مرتبہ حافظ محمود شیرانی۔

نگارستان سخن۔ مرتبہ ظہیر دہلوی۔ (مملوکہ مالک رام۔ دہلی)

ویران۔ دیوان ذوق۔ مرتبہ حافظ ویران وظہیر وانور دہلوی (مملوکہ راقم الحروف)

ہاجر۔ بیاض ہاجر۔ مشتمل بہ کلام ذوق وظفر (مخزونہ بارڈنگ لائبریری دہلی)

ہمیشہ بہار: تذکرہ گلشن ہمیشہ بہار۔ مصنف نصر اللہ خویشگی۔ طبع اول (مخزونہ رضا لائبریری رامپور)

(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فہرست کتابیات)

(تنویر احمد علوی)

ردیف الف

۱

ہوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقم میرا — الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا
صراطِ عشق پر از بسکہ ہے ثابت قدم میرا — دمِ شمشیرِ قاتل پر بھی خوں جاتا ہے جم میرا
ہوا یہ سینہ یکسر خار زارِ دشتِ غم میرا — کہ آیا پا بہ خوں آغشتہ ہو کر لب پہ دم میرا
وہ ہوں میں گیسوئے موجِ محیطِ اعظمِ وحشت — کہ ہے گھیرے ہوئے روئے زمیں کو پیچ و خم میرا
نشانِ نو بے رواجی گرد کھائے زور رٹ جائے — جھپک سے دیدۂ صراف کی نقشِ درم میرا
وہ ہوں میں ماندہ نوردِ شوق میرے ساتھ جاتا ہے — برنگِ سایۂ مرغِ ہوا نقشِ قدم میرا

نہ ہو بے وقر ترکِ سجدۂ ابلیس سے آدم
عدو کی سرکشی سے ذوق کب رتبہ ہو کم میرا

۲

جیتا نظر اپنا ہمیں اصلا نہیں آتا — گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا
مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا — پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا
دیتا دلِ مضطر کو تری کچھ تو نشانی — پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہیں آتا
آئے تو کہاں جائے نہ تا جی سے کوئی جائے — جب تک اسے غصہ نہیں آتا نہیں آتا
کیا جانے اسے وہم ہے کیا میری طرف سے — جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا
آتا ہے دم آنکھوں میں دمِ حسرتِ دیدار — پر لب پہ کبھی حرفِ تمنا نہیں آتا
کس دم نہیں ہوتا ہے قلق ہجر میں مجھ کو — کس وقت مرا منہ کو کلیجا نہیں آتا

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آتا بھی ہے دم یا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور یہ پھر اس پہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمہارا نہیں آتا

غافل ہے بہارِ چمنِ عمر جوانی
کر سیر کہ موسم یہ دوبارا نہیں آتا

دنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام میں اس کے
آجاتے ہیں لیکن کوئی دانا نہیں آتا

مرنے کا مزہ وہ ہے ترے کوچے میں قاتل
جاتا ہے وہاں کوئی تو جیتا نہیں آتا

بے جا ہے دلا اس کے نہ آنے کی شکایت
کیا کیجے گا فرمائیے اچھا نہیں آتا

میں جاتا جہاں ہے ہوں تو آتا نہیں یاں تک
کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہیں آتا

ساتھ اس کے ہیں ہم سائے کے مانند ولیکن
اس پر بھی جدا ہیں کہ پٹنا نہیں آتا

جاتی رہے زلفوں کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم میں
جو جاتا ہے یاں سے وہ دوبارا نہیں آتا

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

۳

([illegible])

ہو تو عاشق سوچ کر اس دشمنِ ایمان کا
دل نہ کر جلدی کہ جلدی کام ہے شیطان کا

جھوٹ ہی جانوں کلام اس رہزنِ ایمان کا
پہن کر جامہ بھی وہ آئے اگر قرآن کا

تو ہماری زندگی، پر زندگی کی کیا امید
تو ہماری جان لیکن کیا بھروسہ جان کا

جو دلِ پُر درد و غم سے نکلا نالہ عشق میں
ایک پُتلا تھا سراپا حسرت و ارمان کا

جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتے ہیں انسان بھی
پر فرشتوں سے نہ ہو جو کام ہے انسان کا

اے اجل تکلیف مت کر کیا کرے گی آن کر
ہو چکا پہلے ہی میں کشتہ کسی کی آن کا

نفسِ بے مقدور کو قدرت ہو گر تھوڑی سی بھی
دیکھ پھر سامان اس فرعونِ بے سامان کا

ہو سکے آلودہ دامن پاک دامن کس طرح
اے زلیخا چھوڑ دامن یوسفِ کنعان کا

یہ تپِ غم کی ہے شدت اس ترے بیمار کو
یوم راحت بھی ہے اس کے حق میں دن بحران کا

بن گیا جوشِ محبت سے ہمارے سینے میں
ماہی دریائے خوں جوہر ترے پیکان کا

دیکھنا اے ذوق پھر ہوں گے وہی لاکھوں کے خون
پھر جمایا اس نے مسی لب پہ لاکھا پان کا

(۱۸۱)

لکھیے اُسے خط میں کہ ستم اُٹھ نہیں سکتا
پُر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اُٹھ نہیں سکتا

آتی ہے صدائے جرسِ ناقۂ لیلیٰ
صد حیف کہ مجنوں کا قدم اُٹھ نہیں سکتا

جوں دانۂ روئیدہ تہِ سنگ ہمارا
سر زیرِ گراں بارِ الم اُٹھ نہیں سکتا

بیمار ترا صورتِ تصویرِ نہالی
کیا اُٹھیے سرِ بسترِ غم اُٹھ نہیں سکتا

جو داغِ معاصی ہے مرے دامنِ تر میں
جوں حرفِ سرِ کاغذِ نم اُٹھ نہیں سکتا

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں
سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

پردہ درِ کعبہ سے اٹھانا تو ہے آساں
پر پردۂ رخسارِ صنم اُٹھ نہیں سکتا

کیوں اتنا گراں بار ہے جو رختِ سفر بھی
اے راہ روِ ملکِ عدم اُٹھ نہیں سکتا

دُنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق
کچھ فائدہ بے دستِ کرم اُٹھ نہیں سکتا

۵

(۱۸۲)

ہر اک سے ہے قول آشنائی کا جھوٹا
وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا

نگارا ترے ہاتھ میں بدنما ہے
نگیں خاتمِ دل رُبائی کا جھوٹا

مزے موت کے خنجرِ گر پلائے
وہ پانی مریضِ جدائی کا جھوٹا

مجھے نعمتِ خُلد سے بھی ہے بہتر
ترے در پہ ٹکڑا گدائی کا جھوٹا

رسائی ہوئی جب کہ دامن تک اس کے
ہوا ہاتھ اپنا رسائی کا جھوٹا

نہ کیوں تیرے دانتوں سے جھوٹا ہو موتی
کہ دعویٰ کیا تھا صفائی کا جھوٹا

دہن ڈال اے خار آبلے میں کہ ہوگا
یہ ساغر ہے کس برہنہ پائی کا جھوٹا

بتاتا ہے مہر و محبت میں تجھ کو
یہ شیوہ ترا بے وفائی کا جھوٹا

خدا جانے ہے ذوق سچا کہ جھوٹا
نہیں ہے مگر آشنائی کا جھوٹا

ابھی ذوق آیا ہے تو میکدے سے
یہ دعویٰ نہ کر پارسائی کا جھوٹا

(باقی سد)

محفل میں شورِ قلقلِ مینائے مُل ہوا
لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا

جن کی نظر چڑھا ترا رُخسارِ آتشیں
اُن کا چراغِ گور، نہ تا حشر گُل ہوا

بندہ نوازیاں تو یہ دیکھو کہ آدمی
جزوِ ضعیف، محرمِ اسرارِ کُل ہوا

دریائے غم سے میرے گذرنے کے واسطے
تیغِ خمیدہ یار کی، لوہے کا پُل ہوا

پروانہ بھی تھا گرمِ طپش، پر کھلا نہ راز
بُلبل کی تنگ حوصلگی تھی کہ غُل ہوا

آئی تہی دروں کی نہ ہرگز سمجھ میں بات
آوازہ گو بلند، مثالِ دُہل ہوا

اس بن رہا چمن میں بھی میں ذوقؔ دل خراش
ناخن سے تیز تر، مجھے ہر برگِ گُل ہوا

۷

میں ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا
تم وقت پہ آ پہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا

کیا گرمِ طپش ہو کے تڑپتا ترے آگے
میں سرد، تہِ خنجرِ کیں، ہو ہی چکا تھا

اب جان پہ آفت ہے جو آئے ہو دوبارہ
اک بار تو غارتِ دل و دیں ہو ہی چکا تھا

سینہ جو کیا چاک تو واں کچھ بھی نہ پایا
کیا جل کے جگر خاک کہیں ہو ہی چکا تھا

برہم کیا اس شوخ کو کیوں چھیڑ کے پھر زلف
اے دل وہ ابھی چیں بہ جبیں ہو ہی چکا تھا

کیا ہوتا جو سمجھاتے اسے جا کے مرے دوست
دشمن کا سخن، ذہن نشیں ہو ہی چکا تھا

ہوتا جو نہ پیوندِ زمیں، تیری گلی میں
آسودہ یہ دل، زیرِ زمیں ہو ہی چکا تھا

آنے سے مرے بگڑ گئے آپ وگرنہ
جانے کا ارادہ تو کہیں ہو ہی چکا تھا

بے بدرقہ مرگ، توقف رہا ورنہ
عزمِ سفرِ جانِ حزیں ہو ہی چکا تھا

جو خط میں لکھا اس نے وہ اس لکھنے سے پہلے
مکتوبِ سرِ لوحِ جبیں، ہو ہی چکا تھا

کیا دیکھتے ہم، یوسفِ کنعاں کو کہ اپنا
منظورِ نظر ایک حسیں، ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہ ہوتا
حکمِ ازلی ذوقؔ یونہیں ہو ہی چکا تھا

حذر ہے خون سے اِس پائمال کے کیسا
چلا ہے دیکھو وہ دامن سنبھال کے کیسا

بغل سے لے گئے دل کو نکال کر وہ صریح
جو مانگا تو کہا آنکھیں نکال کے کیسا؟

ہماری نعش پہ ہنگامہ کیوں ہے اے قاتل
اُٹھا ہے فتنۂ یہ بعد انفصال کے کیسا

نہیں ہے جوگی اگر چشم یار، گرد اس کے
ہجوم کرتے ہیں مژگاں کے بال کے کیسا؟

نمود خال کی، دیکھو تو زیرِ ابروئے یار
ستارہ نکلا ہے، نیچے ہلال کے کیسا

شبِ فراق میں اس مہ جبیں کے، انجم چرخ
ڈراتے ہیں مجھے آنکھیں نکال کے کیسا

ہزاروں دم ہیں اُسے یاد تو نے دیکھا ذوق
گیا وہ غیر کے گھر تجھ کو ٹال کے کیسا

۹

شکر پردے ہی میں اس بت کو حیا نے رکھا (ذیل صد)
ورنہ ایمان گیا ہی تھا، خدا نے رکھا

آنکھیں دیدار طلب گور سے آئیں نہ نکل
دستۂ نرگس کا نہیں میرے سرہانے رکھا

رہا پامال رہِ عشق کی تُربت کا نشان
اُس پہ تعویذ جو نقش کفِ پا نے رکھا

پئے ناواقفِ رہ، پہلے ہے رہبر موجود
گور سے آگے قدم دیکھ عصا نے رکھا

تلخ کامی کا رہا بعدِ فنا بھی یہ اثر
اُستخواں کو مرے منہ پر نہ ہُما نے رکھا

ناتواں ہیں نہ تنِ زار مرا دیکھ سکا
خوب دھوکے میں اُسے تارِ قبا نے رکھا

آشیاں ڈھونڈا چمن میں جو قفس سے جاکر
ایک تنکا بھی نہ تھا، بادِ صبا نے رکھا

شربتِ مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر
حیف محروم اُسے آبِ بقا نے رکھا

دل یہ دیوانہ نہ تھا میرا تو پھر کیوں اس کو
پابہ زنجیر تری زلفِ دوتا نے رکھا

کیا تماشا ہے کہ دیوانہ بنا کر اپنا
نام مجنوں مرا اُس ہوش رُبا نے رکھا

نہ رکھے خوبی و زشتی سے غرض آئنہ وار
گھر میں مہمان جسے اہلِ صفا نے رکھا

نہ گیا مر کے بھی، اس مُصحفِ رخسار کا شوق
کر رہا گور پہ قرآن سرہانے رکھا

بے نشاں پہلے فنا سے ہو جو ہو تجھ کو بقا
ورنہ ہے کس کا نشاں ذوق فنا نے رکھا

(دیا مل سعد)

نالہ ہے ان سے بیانِ دردِ جدائی کرتا　　کام قاصد کا ہے یہ تیرِ ہوائی کرتا
دیکھتا اُس بُتِ مغرور کا گر جاہ و جلال　　کبھی فرعون نہ دعوائی خدائی کرتا
پنجۂ شانہ کو دیتا ہے فلک کب ناخن　　جانتا ہے کہ یہ ہے عقدہ کشائی کرتا
بیٹھ رہیے، تو قفس ہے عجب آرام کی جا　　پر ہے بے چین ہمیں شوقِ رہائی کرتا
خاک آئینہ سے ہے نامِ سکندر روشن　　روشنی دیکھتا، گر دل کی صفائی کرتا
بند آنکھیں کیے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے　　ہے ترا نقشِ قدم چشم نمائی کرتا
سوزِ دل کون بجھائے کہ نہیں چشم میں اشک　　پر ہے کچھ خونِ جگر کارروائی کرتا
نہیں، گوشِ شنوا باغِ جہاں میں غافل　　ورنہ ہر برگ ہے یاں نغمہ سرائی کرتا

ذوق اس پائے نگاریں کا جو ہے وصف نگار
اشکِ خونیں سے ہے کاغذ کو حنائی کرتا

۱۱

(دیا مل سعد)

لبوں پر جاں عبث ہے منتظر، وہ شوخ کب آیا　　اگر چہلم کو بھی آیا تو ہم جانیں گے اب آیا
خلافِ وعدہ سے تیرے میں کل تو جاں بلب آیا　　نہ آیا آج بھی گر تو تو ہے ظالم غضب آیا (کذا)
عجب حیرت میں ہوں جب سے نظر وہ خالِ لب آیا　　کہ منہ تیرا عدم ہے اور عدم میں نکتہ کب آیا
چمن میں کہتے ہیں پھر موسمِ عیش و طرب آیا　　بہاریں خوب لوٹیں گے اگر وہ غنچہ لب آیا
نوید اے تشنہ کامی بارے آبِ خنجرِ قاتل　　گلو تک میرے اور زخمِ گلو کے تابہ لب آیا
تاملِ کیجیو ذوقِ طپیدن دیکھیے کیا ہو　　کہ اب تک ذبح کرنے کا نہیں قاتل کو ڈھب آیا
ترے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی نیم جانوں کے　　مگر رونا کبھی چپکے سے بعد از نیم شب آیا
وہ مستِ ناز ہے کہ مجھ سے میرے شیشۂ دل کو　　ہوا خوش اس قدر گویا کہ ہاتھ اُس کے طلب آیا
لگائی زلف کو انگشت شانے نے پکارا دل　　یہ گستاخی، بھلا رہ تو سہی او بے ادب آیا
برنگِ غنچہ خوں میں دل نہ بسے کیا اس گلستاں میں　　(بھر آیا منہ میں خوں) اگر یک تبسم زیرِ لب آیا
نوشتہ سے نہ ہوا اک حرف بھی ہرگز نہ بیش و کم　　لکھا تھا جو کہ پیشانی میں وہ ہی پیش سب آیا

وہ آئیں یا نہ آئیں، میں تو نہیں رنجیدہ دل ہرگز
مگر یہ رنج ہے کیوں رنج ان کو بے سبب آیا

میں اپنے ذوق کے قرباں کہ مستی میں محبت کی
بلایا کس نے اس کو، جب وہ آیا بے طلب آیا

۱۲

(داخل مسودہ)

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا
کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہ گاروں کا

محتسب دشمنِ جاں گرچہ ہے مے خواروں کا
دیجیے اک جام تو ہے یار ابھی یاروں کا

جل بے اے آتشِ غم سینے میں مثلِ منقل
کثرتِ داغ سے، انبار ہے انگاروں کا

آرزو ہے کہ جو خورشیدِ قیامت ہو گرم
سایہ اس گشتۂ ابرو پہ ہو تلواروں کا

ہائے وہ عاشقِ جاں باز کہ اک مدت تک
ہدفِ تیر رہا، تجھ سے کماں داروں کا

کیا تعجب ہے اپس مرگ بھی جو رہے تو وہ
دل میں پیکانوں کا اور سینے میں خاروں کا

تیری بینی و دو ابرو کو وہ دیکھے جس نے
نہ علم دیکھا محرم میں، ہو تلواروں کا

آشنا تو شورِ فغاں ہو کہ چمن میں بلبل!
خرمنِ گل کی جگہ ڈھیر ہو انگاروں کا

چرخ پر بیٹھ رہا جان بچا کر عیسیٰ
ہو سکا جب نہ مداوا ترے بیماروں کا

کیوں نہ ہر تار میں سو دل ہوں گرفتار کہ زلف
جیل خانہ ہے محبت کے گرفتاروں کا

ہوں نہ کیوں حلقِ بریدہ کی ہمارے خوں ہار
گر تماشا تجھے منظور ہو فواروں کا

تیر تیکھے ہیں کماں دار مرے تشنۂ خوں
منہ کھلا رہتا ہے اس واسطے سوفاروں کا

کیوں نہ دیں بوسۂ لعلِ نمکیں پر جاں ہم
جاں نثاری ہے، روا کام وفاداروں کا

ذوق پیچیدہ کہاں زلف ہے اس کا فرکی
ہے مگر نامۂ اعمال سیہ کاروں کا

بے سیاہی نہ چلا کام قلم کا اے ذوق
رو سیاہی سر و ساماں ہے سیہ کاروں کا

۱۳

(داخل مسودہ)

اس طپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا
کاش میں عشق میں سر تا بہ قدم، دل ہوتا

آسماں صدمۂ محبت کے جو قابل ہوتا
تو کسی سوختہ کا آبلۂ دل ہوتا

چھوٹتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی بسمل شوق
دامنِ برق اگر دامنِ قاتل ہوتا

چھپتی پیشانی اگر تیری نہ ہوتی زنجیر
نالہ دیوانہ تھا جو پابہ سلاسل ہوتا

کرتا بیمارِ محبت کا مسیحا جو علاج
اتنا دِق ہوتا کہ جینا اسے مشکل ہوتا

ذبح ہونے کا مزا جانتا گر صیدِ حرم
آپ گردن پہ چھری پھیر کے بسمل ہوتا

گر سیہ بخت ہی ہونا تھا نصیبوں میں مرے
زُلف ہوتا ترے رخسار پہ یا تِل ہوتا

آتا کیوں مصر میں کنعاں سے نکل کر یوسف
جذبۂ عشقِ زلیخا جو نہ کامل ہوتا

موت نے کر دیا لاچار وگرنہ انساں
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

دل گرفتوں کی اگر خاک چمن میں ہوتی
تو جہاں غنچہ ہے گلشن میں وہاں دل ہوتا

آپ آئینۂ ہستی میں ہے تو اپنا حریف
ورنہ یاں کون تھا جو تیرے مقابل ہوتا

سینۂ چرخ میں ہر اختر اگر دل ہے تو کیا
ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

بے تری عقدہ کشائی تو ید اللہ کے ہاتھ
ذوقؔ وا کیوں نہ ترا عقدۂ مشکل ہوتا

۱۴

اس سے تو اور آگ وہ بے درد ہو گیا
اب آہِ آتشیں سے بھی دل سرد ہو گیا

سینے میں بلہوس کے بھی پھولا تھا آبلہ
نشتر کا نام سنتے ہی منہ زرد ہو گیا

سو بار مر کے عشق میں جاں باختہ ترا
مرنے کو پھر کھڑا روشِ مرد ہو گیا

ہے اصل ایک ریشہ وہی نخلِ قدس کا
لیکن کہیں وہ خار کہیں ورد ہو گیا

مجنوں بھی دشت گرد تھا مانندِ گردباد
پر ہم نے خاک اڑائی تو وہ گرد ہو گیا

اس صیدِ تیر خوردہ کو تو نے کیا نہ ذبح
آخر تڑپ تڑپ کے یونہیں سرد ہو گیا

واں رخ شگفتگی سے گلِ ورد بن گیا
یاں غم سے روئے زرد زرِ زرد ہو گیا

پیرِ مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس کو ذوقؔ
نامرد مرد، مردِ جواں مرد ہو گیا

۱۵

ہنگامہ گرم ہستیِ ناپائیدار کا
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

میں جو شہید ہوں لبِ خنداں یار کا
کیا کیا چراغ ہنستا ہے میرے مزار کا

ہمرازِ دل نہ یار سے پوشیدہ یار کا
پردہ نہ درمیاں ہو جو دل کے غبار کا

اس روئے تابناک پہ ہر قطرۂ عرق
گویا کہ اک ستارہ ہے صبحِ بہار کا

ہے عین وصل میں بھی مری چشم سوے در
لپکا جو پڑ گیا ہے مجھے انتظار کا

پہنچے گا تیرے پاس کبوتر سے پیشتر
مکتوبِ شوق اُڑ کے ترے بیقرار کا

ہو پاک دامنوں کو خلش گر سے کیا خطر
کھٹکا نہیں نگاہ کو مژگاں کے خار کا

بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیرِ خاک بھی
ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

دیکھ اپنے دُرِّ گوش کو عارض سے متصل
دیکھا نہ ہو ستارہ جو صبحِ بہار کا

پوچھے ہے کیا حلاوتِ لختابہ سرشک
شربت ہے باغِ خلدِ بریں کے انار کا

ہے دل کی داو گھات میں مژگاں سے چشمِ یار
ہے شوق اس کو ٹٹی کی اوجھل شکار کا

قاصد لکھوں لفافۂ خط کو غبار سے
تا جانے وہ یہ خط ہے کسی خاکسار کا

اے ذوق اگر ہے ہوش تو دنیا سے دور بھاگ
اس مے کدے میں کام نہیں ہوشیار کا

۱۶ (۱۵۲)

نشۂ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

عشق کے ڈھب پہ نہ کوئی بجز انسان چڑھا
اس کے قابو پہ چڑھا تو بھی نادان چڑھا

چڑھ گیا جب کہ زمیں توسنِ وحشت اپنا
دیں گے افلاک پہ ہم خاکِ بیابان چڑھا

اشک آئے نہیں مژگاں پہ کہ یاروں نے ابھی
پانی سوئے نیزہ دیا باندھ کے طوفان چڑھا

یہ ہے قسمت کا لکھا اس نے پڑھا خط سو بار
دھیان پر میرا نہ مضموں کسی عنوان چڑھا

سنگِ سرمہ سے تری تیغِ نگہ کو ظالم
گردشِ چشم نے کیا دی ہے غضب سان چڑھا

کر کے برباد مرا ملت و دیں اور سوا
باد کے گھوڑے پہ وہ دشمنِ ایمان چڑھا

میں نے جب دیکھا نہ تو تو اس ابرو کا خیال
لے کے خنجر مری چھاتی پہ وہیں آن چڑھا

مصحفِ رخ پہ ترے رنگِ سنہرا تیرا
واہ کیا خوب ہے سونا سرِ قرآن چڑھا

تازے تان کے ابرو کو نگا تیرِ نگاہ
چلّا جلد اپنی کماں پر ترے قربان چڑھا

کشتۂ دستِ حنائی ہوں مرے مرقد پر
پھول دو ہاتھ سے تو اپنے مری جان چڑھا

نگہِ یار کو دے سونپ متاعِ دل و جاں
چور تھا پر وہ نظر اپنی نگہبان چڑھا

جب لڑی آنکھ تری کوئی مرے دل کے سوا
فوجِ مژگاں کے نہ منہ پر سرِ میدان چڑھا

حضرتِ عشق کی درگاہ میں اگر اے ذوق
دل و دیں دیتے ہیں سب گبر و مسلمان چڑھا

بچے ہے خنجرِ قاتل سے، یہ گلو میرا (داخلِ عدد) | کمی، جو مجھ سے کرے، تو پیے لہو میرا
نہ پہنچا گردنِ جاناں تک اور ٹوٹ کے ہائے | پڑا گلے میں مرے، دستِ آرزو میرا
بلائے سامنے کیوں کر مجھے وہ پردہ نشیں | جو ذکر آنے نہ دے، اپنے رو برو میرا
سدا اما انگبِ تسبیح خواں کو آئے رشک | سنیں، جو میکدے میں، شورِ ہاؤ ہو میرا
نہیں، بلا سے کوئی یار عشق میں، اے دل | کہ غم گسار ہوں میں تیرا اور تو میرا
فلک، سیاہ جو ہے اب تلک، مگر اس پر | پڑا تھا سایۂ بختِ سیہ کبھو میرا
مثالِ آئنہ، چشمِ پُر آب سے، میری | گرا نہ اشک، کیا پاسِ آبرو میرا
نہ آئی، اے نگہِ یار تجھ کو کچھ غیرت، | کہ آگے تیغِ اجل کے، ہو سر فرو میرا
عجب نہیں ہے، مری سوزشِ محبت سے | کہ تارِ شمع ہو ہر ایک تارِ مو میرا
کروں، میں کیا کہ گریبانِ صبح کے مانند | نہیں ہے، چاکِ جگر قابلِ رفو میرا

ہمیشہ میں ہوں، اسی داؤ گھات میں، اے ذوق
کہ رام ہو، وہ غزالِ پلنگ خو میرا

۱۸

یاں تک عدوئے زمانہ ہے، مردِ دلیر کا (داخلِ عدد) | چھلے ہیں منہ شکار کیے پر بھی شیر کا
جس کے سبب لڑائی ہو وہ آدمی نہیں | کانٹا ہے گھر میں سیہہ یا گُلِ کنیر کا
مجنوں کی روح، دشت میں، مانندِ گردباد | کرتی طواف تھی ترے عاشق کے ڈھیر کا
اس کے طریق ملنے کے ہیں سیکڑوں مگر | کوئی ہے سیدھی رہ کوئی رستہ ہے پھیر کا
دم آچکا ہے آنکھوں میں، تیرا ہے انتظار | بے دید جلد آ کہ نہیں وقت، دیر کا
چھوڑا نہ ایک دانۂ اختر، سحر تلک | گردوں کو لگ گیا جو مزہ شبِ تھنگیر کا
اس بام تک پہنچ کے گرا ہی تھا رات میں | ہوتا اگر ذرا نہ سہارا منڈیر کا
ہوتے زبانِ حال سے ہیں، لفظ وہ ادا | جن میں نہ اختلاف زبر کا نہ زیر کا

زیبا ہے، ذوق خرقۂ درویش مرد کو
نامرد کے لیے نہیں، بُرقع یہ شیر کا

طلسمِ طُرفہ ترا آنسو نے میرے، مردُماں، باندھا
کہ ہے ایک اک گرہ میں، حاصلِ صد بحر و کاں باندھا

ترے جُوڑے کے کھلنے نے مرا دل دلستاں، باندھا
عجب تقدیر نے عُقدہ یہاں کھولا وہاں باندھا

یہ بہتاں، کس نے اظہارِ محبت کا، وہاں باندھا
کہ میرے مُنہ کو، بعد از مرگ تو نے بدگماں، باندھا

ہوئی تشبیہِ نعش اس ناتواں کی جبکہ پاؤں میں
نگاہِ مور کے رشتہ کو، جائے ریسماں، باندھا

کہاں، دل بھاگ کر جائے کہ تیرے نخلِ قامت سے
عجب اک گرو نامۂ خط نے، اے سروِ رواں، باندھا

کیا مجنوں، مجھے آشفتگیِ زُلف نے کس کی
کہ میرے سر پہ، مُرغِ شانہ سر نے آشیاں باندھا

ترا ہنسنا جو یاد آیا، برنگِ قہقہِ صہبا
تو میں نے تار اک رونے کا، لے ہچکیاں، باندھا

تڑپ کر، دامنِ زیں کو، نہ آلودہ کرے خوں سے
سرِ فتراک سے کیوں تو نے صیدِ نیم جاں، باندھا

نہ جھاڑا غیر کو ہرگز کہ ہو کر جھاڑ لپٹا تھا
مجھی پر گالیوں کا جھاڑ تو نے، بدزباں، باندھا

وہ ہوں ناکام، سمجھا نامرادی جو مُراد اپنی
مرے مرقد پہ، چلّہ، اس نے آکر دوستاں باندھا

اُڑا دے گا، دھوئیں اک آن میں اس چرخِ گرداں کے
اگر جنگِ دھوئیں نے، دل کے زیرِ آسماں، باندھا

فلک، وارستہ پھرنے دے ہے، کوئی پُرخروشوں کو
گیا ہے، آخرش زنجیر سے پیلِ دماں، باندھا

بلا ہوں مضطرب میں بھی کہ مجھ سے برق نے دب کر
حصار اک گرد اپنے شعلۂ جوالہ ساں باندھا

مرا دل آگے ہی سینے میں اک پھوڑا سا پکتا ہے
خیالِ خطِ سبزِ یار نے اک برگِ پاں باندھا

تپِ سوزِ محبت کے لیے، چارہ نہیں، قمری
یہ گنڈا نیں گوں گردن پہ کیوں اے تفتہ جاں باندھا

دلِ مجروح پر میرے، نہ سمجھو داغ حسرت کا
پرِ طاؤس اس زخمی نے بہرِ دوستاں باندھا

سمجھ کر موجِ دریائے فنا کو خنجرِ برّاں
کفن، مثلِ حباب، اے ذوقِ سر کہ ہم نے یاں باندھا

٢٠

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا
مستعد جب وہ ہوا ہائے تو خنجر نہ ہوا

جل کے میں خاک ہوا تو بھی رہا دل مضطر
یہ وہ سیماب ہے جو کشتہ ہوا پر نہ ہوا

بے چراغ اس کو نہ رکھ، داغِ الم سے، اے عشق
خانۂ دل کوئی ویرانہ ہوا گھر نہ ہوا

کب صبا آئی ترے کوچے سے اے یار کہ میں
جوں حبابِ لبِ جو جامے سے باہر نہ ہوا

خونِ رگ ہائے گلو لاشۂ بے سر سے مرے
آ کے اک جوش میں فوارہ سے ہمسر نہ ہوا

عشق یہ معجزہ کیسا ہے کہ اس کشتے کے
موئے سر حلق سے پیدا ہوئے اور سر نہ ہوا

ذوق بیمارِ محبت ہے خدا خیر کرے
کہ یہ آزار بھی ہوا جس کو وہ جاں بر نہ ہوا

٢١

وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا
پر میرا جگر دیکھ کہ میں اُف نہیں کرتا

کیا قہر ہے، وقفہ ہے ابھی آنے میں اس کے
اور دم مرا جانے میں توقف نہیں کرتا

کچھ اور گماں، دل میں، نہ گزرے ترے کافر
دم اس لیے میں سورۂ یوسف نہیں کرتا

پڑھتا نہیں خطِ غیر مرا واں کسی عنواں
جب تک کہ وہ مضموں میں تصرف نہیں کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے
دنیا کے زر و مال پہ میں تف نہیں کرتا

تا دل نہ کرے صاف مئے صاف سے صوفی
کچھ سود و صفا علمِ تصوف نہیں کرتا

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام میں ہے وہ جو تکلف نہیں کرتا

۴۲

بعدِ مردن بھی خیالِ چشمِ فتاں ہی رہا
سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالاں ہی رہا

میں ہمیشہ عاشقِ پیچیدہ مویاں ہی رہا
خاک پر رو دیدہ میری عشق پیچاں ہی رہا

لیتے قندی بے کام غیر میں وہ لعل لب
پر مرے حق میں تو سنگِ زیرِ دنداں ہی رہا

بندھ سکا ہم سے نہ مضموں اس دہانِ تنگ کا
ہاتھ اپنا فکر میں زیرِ زنخداں ہی رہا

جاہلِ متکبر نہ آئے راہ پر عجز سے بھی
جہل سے بوجہل اپنے نامسلماں ہی رہا

پاؤں کب نکلا رکابِ حلقۂ زنجیر سے
توسنِ وحشت ہمارا گرمِ جولاں ہی رہا

کب لباسِ دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

جلوہ اے قاتل اگر تیرا نہیں حیرت فزا
دیدۂ بسمل نے کیا دیکھا جو حیراں ہی رہا

حلقۂ گیسو میں دیکھی کس کے رخسارے کی تاب
شب مہِ ہالہ نشیں سر در گریباں ہی رہا

مدتوں دل اور پیکاں دونوں سینے میں رہے
آخرش دل بہہ گیا خوں ہو کے پیکاں ہی رہا

سب کو دیکھا اس سے اور اس کو نہ دیکھا جوں نگاہ
وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

آ کے زلفیں دل میں بستی تھیں اور اب آنکھیں تری
ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستاں ہی رہا

مجھ میں اس میں ربط ہے گویا برنگِ بو و گل
وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

دین و ایماں ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت میں
اب نہ کچھ دیں ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا

۴۳

(الحاقی)

نالہ اس شور سے کیوں میرا دُہائی دیتا
اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا

دیکھ، چھوٹوں کو ہے، اللہ بڑائی دیتا
آسماں آنکھ کے تِل میں، ہے دکھائی دیتا

لاکھ دیتا فلک، آزار گوارا تھے مگر
ایک تیرا نہ مجھے، دردِ جدائی، دیتا

دے دعا وادیٔ پُرخارِ جنوں کو ہر گام
داد، یہ تیری، ہے، اے آبلہ پائی، دیتا

روشِ اشک گرا دیں گے نظر سے اک دن
ہے اِن آنکھوں سے یہی مجھ کو دکھائی دیتا

منہ سے بس کرتے کبھی یہ نہ خدا کے بندے
گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

پنجۂ مہر کو بھی خونِ شفق میں ہر روز
غوطے کیا کیا ہے ترا دستِ حنائی، دیتا

کون گھر آئنے کے آتا اگر وہ گھر میں
خاکساری سے، نہ جاروبِ صفائی، دیتا

میں ہوں وہ صید کہ پھر دام میں پھنسا جا کر
گر قفس سے، مجھے صیاد، رہائی دیتا

خُوگرِ ناز ہوں کس کا کہ مجھے ساغرِ مے
بوسۂ لب نہیں، ہے چشم نمائی، دیتا

دیکھ، گر دیکھنا ہے ذوقؔ کہ وہ پردہ نشیں
دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

۴۴

نالہ جب دل سے چلا، سینے میں پھوڑا اٹکا
چلتی گاڑی میں دیا عشق نے روڑا اٹکا

جلد آ وعدۂ دیدار پہ اے وعدہ خلاف
کب تک انکار پہ دم آنکھوں میں تھوڑا اٹکا

توسنِ عمرِ رواں، ہر نفس اُڑتا ہی رہا
کہیں میدانِ فنا میں، نہ یہ گھوڑا اٹکا

بھاگا مجنوں مری وحشت سے بگولے کی طرح
سامنے میرے ذرا بھی نہ بھگوڑا اٹکا

تھی رکاوٹ دمِ کشتن بھی جو دل میں اے ذوقؔ
ہاتھ تلوار کا جو یار نے چھوڑا، اٹکا

۴۵

دریائے اشکِ چشم سے جس آن بہہ گیا
(نامکمل) سن لیجیو کہ عرش کا ایوان بہہ گیا

بل بے گدازِ عشق کہ خوں ہو کے دل کے ساتھ
سینے سے تیرے تیر کا پیکان بہہ گیا

زاہد، شراب پینے سے کافر ہوا، میں کیوں
کیا ڈیڑھ چُلّو پانی میں ایمان بہہ گیا

ہے موجِ بحرِ عشق وہ طوفاں کہ الحفیظ
بے چارہ مشتِ خاک تھا انسان بہہ گیا
دریائے اشک سے دمِ تحریرِ حالِ دل
کشتی کی طرح میرا قلمدان بہہ گیا
یہ روئے پھوٹ پھوٹ کے پانی کے آبلے
نالہ سا ایک سوئے بیابان بہہ گیا
تھا تو بہا میں بیش پر اس لب کے سامنے
سب مول تیرا لعلِ بدخشان بہہ گیا
کشتی سوارِ عمر ہوں بحرِ فنا میں ذوق
جس دم بہا کے لے گیا طوفان بہہ گیا
تھا ذوق پہلے دہلی میں پنجاب کا سا حسن
پر اب وہ پانی کہتے ہیں ملتان بہہ گیا

۲۶

گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا
گر بعد فقر پھر سگِ دنیا ہوا فقیر
کم بخت پاک ہو کے پلیدوں میں مل گیا
آخر کو فیضِ بیعتِ دستِ سبو سے آج
پیرِ مغاں کے میں بھی مریدوں میں مل گیا
اس شکل سے ہوا وہ طلب گارِ دیدِ یار
صاف آئنے کا نقش ندیدوں میں مل گیا
دکھلا کے چاکِ سینہ فلک کہکشاں سے رات
اس ماہ وش کے سینہ دریدوں میں مل گیا
کیا جانے تیغِ عشق کی لذت کو بوالہوس
گو جوں ملخ وہ حلق بریدوں میں مل گیا
حبِ حسین ذوق وہ شے ہے کہ جس سے حر
تھا گرچہ اشقیا میں سعیدوں میں مل گیا

۲۷

ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا
خوب طوطی بولتا ہے ان دنوں صیاد کا
روزِ مرگِ عاشقِ ناشاد ہے شادی کا دن
ہے بجائے شورِ ماتم غل مبارک باد کا
آنچ سے تلوار کی ڈرتا نہیں یہ سخت جاں
گختہ کرنا سخت ہی مشکل ہے اس فولاد کا
کچھ گدازِ عشق میں بھی تھا اثر تو دیکھئے
کوہ کے چشموں سے بہتا جوں رواں فرہاد کا
سر ز موجِ آب جیسے پائے سرو زنجیر ہے
کیسی آزادی کریں یاں یہ حال ہے آزاد کا
آب داری ہے تری تلوار میں کیا ہو گیا
آب زہرہ سخت جانی سے مری فولاد کا

ہو سبق آموزِ شوخی گر پری کو چشمِ شوخ
کام لے موجِ نگہ سے سیلیِ اُستاد کا

سوزشِ غم سے ہزاروں داغ جل جل کر پڑے
ہو گیا میرا کفن جامۂ نگر فصّاد کا

یاد کرتا ہے مجھی کو پہلے وقتِ قتلِ عام
کیوں نہ میں کشتہ ہوں اے قاتل تری ایجاد کا

ہوں میں چکّر میں لگی جس دن سے دُنیا کی ہوا
حال ہے میرا بعینہ آسیائے باد کا

لگتے ہی شمشیر کے جو سر ہمارا اُڑ گیا
لے اُڑے گا شوقِ پابوسی مگر جلاد کا

گرچہ ہے استاد شیطاں نفس شاگردِ رشید
پر یہ شاگردِ رشید اُستاد ہے اُستاد کا

ذوقؔ حیراں ہے بہت فکرِ کشادِ کار میں
یا علی مُشکل کُشا یہ وقت ہے امداد کا

۴۸

میں کہاں سنگِ درِ یار سے ٹل جاؤں گا
کیا وہ پتھر ہے پھسلنا کہ پھسل جاؤں گا

نالہ کہتا ہے کہ تا چرخِ زحل جاؤں گا
بلکہ میں توڑ کے اس کو بھی نکل جاؤں گا

سر کے بل جاؤں گا یا پاؤں کے بل جاؤں گا
جاؤں گا کوچۂ دلدار میں کل جاؤں گا

مدرسے میں بھی اگر جاؤں گا تو جائے کتاب
شیشۂ بادہ لیے زیرِ بغل جاؤں گا

کوچۂ یار میں جاؤں گا تو مثلِ خورشید
پاسِ آداب سے میں سر ہی کے بل جاؤں گا

میں وہ مشتاقِ شہادت ہوں کہ سر دینے کو
پائے کوباں تہِ شمشیرِ اجل جاؤں گا

دل کہے ہے کہ مجھے روزنِ سینہ سے نکال
ورنہ خوں ہو کے میں آنکھوں سے نکل جاؤں گا

گر پڑا آگ میں پروانہ دمِ گرمیِ شوق
سمجھا اتنا بھی نہ کم بخت کہ جل جاؤں گا

ہوں سو ہوں کس سے کہوں کیا کہوں یہ تو معلوم
کہ بدل دے گا کوئی اور میں ٹل جاؤں گا

آنکھ سے اشک صفت مجھ کو گرا کر نہ سنبھال
میں نہیں وہ کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤں گا

سرد مہروں سے فلک ڈال نہ پالا کہ بن آگ
نخلِ سرما زدہ کی طرح سے جل جاؤں گا

قیس و فرہاد کو بتلاؤں گا کچھ عشق کی راہ
اب کے میں گر طرفِ دشت و جبل جاؤں گا

جنبشِ برگ صفت باغِ جہاں میں اے ذوقؔ
کچھ نہ ہاتھ آئے گا تو ہاتھ تو مل جاؤں گا

اسے ہم نے بہت ڈھونڈا نہ پایا — اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا
جس انساں کو سگِ دنیا نہ پایا — فرشتہ اُس کا ہم پایا نہ پایا
مقدر ہی پہ گر سود و زیاں ہے — تو ہم نے کچھ یہاں کھویا نہ پایا
وہ از خود رفتہ ہوں جس کو خودی نے — خیال میں اگر ڈھونڈھا نہ پایا
رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ کژدم — کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا
احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے — نکل جاتے مگر رستا نہ پایا
جہاں دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا — کبھی ہم نے تجھے تنہا نہ پایا
تہِ خنجر ترے بسمل نے ہے ہے — ذرا قابو تڑپنے کا نہ پایا
مزارِ کشتۂ خونیں کفن پر — سوائے لالۂ صحرا نہ پایا
سراغِ عمرِ رفتہ ہو تو کیوں کر — کہیں جس کا نشاں پایا نہ پایا
لحد میں بھی ترے مضطر نے آرام — خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا
رہِ گم گشتگی میں ہم نے اپنا — غبارِ راہ بھی عنقا نہ پایا
کہے کیا ہائے زخمِ دل ہمارا — دہن پایا لبِ گویا نہ پایا
وہ بولے دیکھ کر تصویرِ یوسف — سُنا جیسا اسے ویسا نہ پایا
سوائے درد دردِ بیکسی میں — کوئی ہمدرد دوا دردا نہ پایا
نہ مارا تو نے پورا ہاتھ قاتل — ستم میں بھی تجھے پورا نہ پایا
چراغِ داغ لے کر دل میں ڈھونڈا — نشاں پر صبر و طاقت کا نہ پایا
سوا اس کے خطِ مشکیں کے کوئی — مجرب نسخۂ سودا نہ پایا
مرے طالع کی وہ گردش ہے جس سے — فلک نے بھی قرار اصلا نہ پایا
کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم — غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا

نظیر اس کا کہاں عالم میں اے ذوق
کوئی ایسا نہ پائے گا نہ پایا

۳۰
(۱۵۲)

پان طبیب دے ہے تو ہیں کیا بجھا ہوا
ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

کہتے تھے آفتابِ قیامت جسے تو وہ
نکلا چراغِ داغِ دل اپنا بجھا ہوا

چشمِ غضب سے نیم نگہ میرے واسطے
اک تیر ہے زہر میں گویا بجھا ہوا

پھر آہِ سرد دل میں ہوئی میرے شعلہ زن
لو پھر بھڑک اٹھا یہ فتیلا بجھا ہوا

پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے
پر تھا مرے نصیب سے توڑا بجھا ہوا

جل کر اگر بجھے بھی دلِ سوختہ مرا
تو پھر جلے گا جیسے کہ کوئلا بجھا ہوا

ہم آپ جل بجھے مگر اس دل کی آگ کو
سینے میں ہم نے ذوقؔ نہ پایا بجھا ہوا

۳۱

پہنچا آبِ تیغِ قاتل تا بہ سر اچھا ہوا
لے دلِ مجروح لے تو غسل کر اچھا ہوا

ایک دن بالکل نہ میں لے چارہ گر اچھا ہوا
داغ ادھر تازہ ہوا گر زخم ادھر اچھا ہوا

آبِ خنجر کی ترے، ہو جو زیادہ آبرو
آج مدت میں ہمارا حلق تر اچھا ہوا

آ رہے گا دشت میں لیلیٰ ترے ناقے کے کام
ہو گیا مجنوں جو کانٹا سوکھ کر اچھا ہوا

روز کہتا تھا مزا مجھ کو چکھا دے عشق کا
بھر دیا لون اس نے دل کو چیر کر اچھا ہوا

سن کے مجنوں نے مرے شورِ جنوں کو یہ کہا
واقعی مجھ سے بھی یہ شوریدہ سر اچھا ہوا

بندھ گیا اس مو کمر کا جب کہ مضمونِ کمر
ہو گئی معنی میں یاں وقت شعر پر اچھا ہوا

مجھ کو صدقہ کر اگر ہے بد مزا تیرا مزاج
یہ ادھر صدقہ کیا تو نے ادھر اچھا ہوا

ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا
زخم پر قسمت سے میری کارگر اچھا ہوا

کھنچ گیا میری طرف سے اور اس دلبر کا دل
واہ وا جذبِ محبت کا اثر اچھا ہوا

قتل کرتا ہے ترا بسمل سے یہ کہتا کہ لو
اب تو دامن بھی ہوا لوہو سے تر اچھا ہوا

نامہ بر جاتا ہے جا جلدی چلی جانِ حزیں
دیر مت کر ساتھ تیرے ہم سفر اچھا ہوا

آئینہ خانہ میں عالم کے سمجھ لے یہ مثال
تا تجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا

۱؎ ظ۔ اضافہ

ہے بُرا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو بُرا
تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

ذوقؔ کے مرنے کی سن کر پہلے تو کچھ رک گئے
پھر کہا تو یہ کہا مُنہ پھیر کر اچھا ہوا

۳۲

غضب ہے آہ سینے میں بھڑکنا آتشِ غم کا
کہ جائے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنم کا

جہاں میں عرصۂ عشرت سے سوادہ چند ماتم کا
کہ ہووے عید کا اک دن تو عشرہ ہو محرم کا

ترے عاشق کو یوں ہے خوشگوار آبِ دمِ خنجر
مسلماں کو لگے جس طرح شیریں آبِ زمزم کا

برنگِ طوقِ قمری کوئی نکلے ہے نکالے سے
کمندِ گردنِ دل ہے جو حلقہ زلفِ پُرخم کا

ترے رخسار کا پرتو پڑے گر عارضِ گل پر
کرے چشمک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا

سئے جاتے ہیں کس سے زخم اس تیغِ تبسم کے
کہ یاں کھلتا ہے بخیہ سوزنِ عیسیِٔ مریم کا

دلیرانِ محبت کو خلش سے اس کی مژگاں کی
ہوا گنجِ لحد بھی پُرسناں جوں چاہ رستم کا

خراشِ سینہ میں اک رہ گیا ہے ٹوٹ کر ناخن
غلط ہے جو سمجھتے ہیں کہ یہ پھاہا ہے مرہم کا

اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکساروں سے
تعجب کیا کہ ابلیسِ لعیں دشمن ہے آدم کا

خط اس کا وصل کی دولت کا جو پیغام لائے قاصد
لگا قسمت سے نسخہ ہاتھ یہ اکسیرِ اعظم کا

شہید اے ذوقؔ سینے میں ہوئی ہیں حسرتیں لاکھوں
مری جو آہ ہے گویا وہ ہے اک نخلِ ماتم کا

۳۳

نیمچہ یار نے جس وقت بغل میں مارا
جو چڑھا منہ اسے میدانِ اجل میں مارا

مال جب اس نے بہت رد و بدل میں مارا
ہم نے دل اپنا اٹھا اپنی بغل میں مارا

اُس لب و چشم سے ہے زندگی و موت اپنی
کہ کبھی پل میں جلایا کبھی پل میں مارا

کھینچ کر عشقِ ستم پیشہ نے شمشیرِ جفا
پہلے اک ہاتھ مجھی پر تھا ازل میں مارا

چرخِ بدبیں کی کبھی آنکھ نہ پھوٹی سو بار
تیر نالے نے مرے چشمِ زحل میں مارا

اجل آئی نہ شبِ ہجر میں اور ہم کو فلک
بے اجل تو نے تمنائے اجل میں مارا

عشق کے ہاتھ سے نے قیس نہ فرہاد بچا
اس کو گردشت میں تو اس کو جبل میں مارا

دل کو اس کاکل پیچاں سے نہ بل کرنا تھا
یہ سیہ بخت گیا اپنے ہی بل میں مارا

کون فریاد سنے زلف میں دل کی تو نے
ہے مسلماں کو کافر کے عمل میں مارا

عرس کی شب بھی مری گور پہ دو پھول نہ لائے
پتھر اک گنبد تربت کے کنول میں مارا

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا
کہیں یہ جائے نہ اس جنگ و جدل میں مارا

ہم نے جانا تھا جبھی عشق نے مارا اس کو
تیشہ فرہاد نے جس وقت جبل میں مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

۳۴

اتارا تن سے سر تو نے تو اس شامت کے مارے[۱۵۴] کا
ارے احسان مانوں سر سے میں تنکا اتارے کا

ستارے دیکھ کر موتی تمہارے گوشوارے کا
کہیں ہم کو ملا یہ نور صدقہ اس ستارے کا

مرے طالع میں ہے کیا کام اے گردوں ستارے کا
چمک جاتا ہے کام آتش دل کے شرارے کا

جسے کہتے ہیں بحر عشق اس کے دو کنارے ہیں
ازل نام اس کنارے کا ابد نام اس کنارے کا

مری منزل میں تو ماہ سریع السیر ہے جاناں
رکھے ہے حکم گھر میں دشمنوں کے قطب تارے کا

نفس ہے جادۂ عمر رواں جس طرح سے گذرے
یہاں پوچھے ہے اے گمراہ کیا رستہ گذارے کا

ڈھلکتا دانۂ تسبیح کے مانند ہے منکا
کہ جب ٹھیرا سفر دنیا سے کیا کام استخارے کا

سر راہ فنا میں ہوں مہیائے سفر لیکن
بجز اشک مژگاں منتظر ہوں اک اشارے کا

خریدار اس کی رحمت جنسِ عصیاں کی ہے رحمت سے
چھڑک کر بیچتا ہوں نفع پر سودا خسارے کا

ملے اکسیر گر اس کشتۂ خوں ماسے میں نہ لوں ہرگز
مرے مذہب میں خوں کرنا ہے کشتہ کرنا پارے کا

نہ پکڑیں دامنِ ایاس گرداب بلا میں ہم
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

ترا ہر موئے مژگاں دل کو انگشتِ اشارت ہے
سمجھنے والا مجھ سا چاہیے پر اس اشارے کا

شگفتہ حول دل ہوں چاندنی کے پھول کیا مجھ کو
دکھا دو خندۂ دنداں نما اُس ماہ پارے کا

نقطِ تارِ نفس کا ذوقِ خطِ جادہ کافی ہے
پئے عمرِ رواں کیا چاہیے رستہ گذارے کا

۲۵

شوقِ نظارہ ہے جب سے اس رخِ پُرنور کا
ہے مرا مرغِ نظر پروانہ شمعِ طور کا

گر لکھوں مضمون اپنے نالۂ پرشور کا
لوں حریرِ خامہ سے میں کام بانگِ صور کا

اے صنم کیا پوچھتا ہے حال اس مہجور کا
دل نہ اٹکائے کہیں اللہ بے مقدور کا

تلف جاتا ہے سرودِ نالۂ پرشور کا
خونِ دل پینا ہے یہ کھانا مجھے سینے کا

وادیِ ظلمت میں اپنی دخل ہے کب نور کا
بھر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغِ دور کا

تیرے کوچے میں تنِ لاغر ترے رنجور کا
اک غبارِ ناتواں ہے کاروانِ مور کا

نزع میں بھی دھیان تھا اُس نرگسِ مخمور کا
مجھ کو شربت میں مزا آیا مئے انگور کا

باندھوں میں مضموں جو اپنی شور بختی کا کوئی
ہو زمینِ شعر میں عالم زمینِ شور کا

میں ہوں وہ نخچیر جس کو دیکھتا ہے وقتِ ذبح
دیدۂ حسرت سے حلقہ جوہرِ ساطور کا

تیرے قامت سے جو مجھ پر پا قیامت سرو پر
کام لے منقار سے فریادِ قمری صور کا

اس نزاکت پہ نظر کرنا کہ وہ رشکِ پری
بال بھی باندھے جو مکھڑے پر تو زلفِ حور کا

دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے ستِ ناز — جیسے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا
تفتہ دل وہ ہوں کہ میرے داغِ سوزاں کو لگے — گرمیِ مرہم سے اڑ جائے اثر کافور کا
گر ترے فریادیوں کے نالۂ پیچیدہ کو — لب پہ رکھ کر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا
حق تو یوں ہے یہ انانیت عجب غماز ہے — قہقہہ پہنچایا زبانِ دار پر منصور کا
عشق کے مکتب میں جو فرہاد سے تیز ذہن — تیغ دن جائے اگر تعویذ میری گور کا
زخم میرا ہے وہ ایذا دوست خوں رونے لگے — منہ سے گر جراح کے سن پائے نام انگور کا
جھانکتے تھے وہ ہمیں جس روزنِ دیوار سے — وائے قسمت ہو اسی روزن میں گھر زنبور کا
دفن ہے جس جا کشتہ سرد مہری کا تری — جنگلِ تر ہوتا ہے پیدا واں شجر کافور کا
تو ہو بعد از مرگ بھی گر اے محبت دستگیر — استخواں سے ہو مری دستہ تری ساطور کا
عشق نے ڈالی تھی جب تعمیرِ محبت کی بنا — لکھ دیا تھا کوہ کن بھی نام اک مزدور کا
گل ہے وحشت اب تلک بھی شاخِ آہو کی طرح — پیچ کھاتا ہے دھواں میرے چراغِ گور کا
دیکھیے زہرابِ پیکانِ محبت کا اثر — چشمِ افعی بن گیا روزن ہر اک ناسور کا
کھینچے مانی اس پری کی کیوں کر تصویرِ یک — جمع جب تک ہو نہ رنگِ شیخ منہ سے حور کا

ذوقؔ راہِ عشق وہ کوچہ ہے جس کی خاک میں
ہے دُرِ تاجِ سلیماں بیضہ مور کا

۳۶

[illegible]

تجھ کو یوسف سے کیا حسن میں بہتر پیدا — گر کیا اس کو پیمبر، تجھے کافر پیدا
ہے جہاں کشتۂ مژگاں کا تمہارے مدفن — عوضِ سبزہ ہو واں خاک سے نشتر پیدا
عاجزی سے رہے آئے نہ ہوا میں کمزور — موت ہے چیونٹی کی ہوں اس کے اگر پر پیدا
قصدِ پرواز کرے کیوں نہ مرا طائرِ روح — تیرے خنجر سے جو پہلو میں ہوں شہپر پیدا
خط ترا شعلۂ رخسار پہ ہے معجزِ حسن — ورنہ ہو سبزہ بھلا آگ پہ کیونکر پیدا
خاکِ دل سوختہ یک مشت ہو گر صرفِ چمن — ہوویں غنچے کی جگہ باغ میں اخگر پیدا
رخِ روشن پہ عیاں ہیں جو عرق کے قطرے — کیا تماشا ہے کہ دن کو ہوے اختر پیدا
درفشاں وقتِ سخن ہیں لبِ رنگیں تیرے — ہوتے گویا ہیں یہاں لعل سے گوہر پیدا

اشکِ گرم ایک بھی دریا میں جو ٹپکے میرا — جائے ماہی ہو تہِ آب سمندر پیدا
آسماں سخت مزاجوں کو ہنر دیتا ہے — دیکھ لو ہوتے ہیں فولاد میں جوہر پیدا
سر کٹانے میں مزا وہ ہے کہ جی چاہتا ہے — خوں کے قطروں کی جگہ سیکڑوں ہوں سر پیدا

بے مکیں ہوتی نہیں زیبِ مکاں کی اے ذوق
خانۂ دل ہے تو کر لو رُخِ دلبر پیدا

۴۷

بام پر یوں پستی میں بالاتر ہمارا ہو گیا — جس طرح پانی کنوئیں کی تہہ میں تارا ہو گیا
میرے گریہ سے جو پانی سنگِ خارا ہو گیا — کوہ کے چشموں کا ہر آنسو شرارا ہو گیا
ذکرِ دُنیا نفسِ مُردہ کو ہوا آبِ حیات — مر کے یہ سیماب پھر زندہ دوبارا ہو گیا
دانت یوں چمکے ہنسی میں رات اُس بانکے کے — میں نے جانا ماہِ تاباں پارہ پارہ ہو گیا
دل پہ زخموں کی ترقی سے ہوئی اک اور بہار — آگے تھا صد برگ اب یہ گُل ہزارا ہو گیا
ہر حبابِ بحر کی کھل جائے گی تارا سی آنکھ — عکس افگن گر رخِ روشن تمہارا ہو گیا
شیخ نے افطاریوں کے تر نوالے کھا لیے — ہاں مگر روزے کی خشکی سو چھوہارا ہو گیا
ہے مقامِ زندگی زیرِ دمِ شمشیرِ مرگ — ہو گیا جس طرح کوئی دم گزارا ہو گیا
ظلمتِ عصیاں سے میری بن گیا شب روزِ حشر — آفتاب اک نیزے پر دُمدار تارا ہو گیا
ایک دم بھی ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار — پر امیدِ وصل میں برسوں گوارا ہو گیا
رشک سے اُس زلف کے کیا مشک ہی کا جگر جلا — بلکہ جل کر سوختہ عنبر بھی سارا ہو گیا
دی شہادت نشتے کی سُرخی سے چشمِ یار نے — لو ہمارا خونِ پنہاں آشکارا ہو گیا

ذوق اُس بحرِ جہاں میں کشتیِ عمرِ رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہو گیا

۳۸

(بحواشی اول حق)

نام منظور ہے توفیق کے اسباب بنا — پل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

یہ مرا مرہم زخم دل بے تاب بنا — آب سے نشتر سر تیز کے تیزاب بنا

نہ بجھی اشک کے دریا سے مری آتش دل — جب تلک شعلۂ جوالہ نہ گرداب بنا

چشم مخمور کا ہوں کس کی میں کشتہ یارب — کہ مری خاک سے بھی جام مے ناب بنا

ہائے پچھتاتا ہوں کیوں اس کو کیا میں بے تاب — کہ جو اس طرح سے اب پھرتا ہوں بے تاب بنا

دل بے تاب کو ہم سینے میں ٹھہرا نہ سکے — شعلہ خود دیکھتے ہی تجھ کو وہ سیماب بنا

سرمۂ چشم عزیزاں نہ بنا تو ناداں — کیا بنا خاک غبار دل احباب بنا

خال عارض ترا ہندو ہے بلا سے کافر — تیرہ بختوں کے پئے ذبح تو قصاب بنا

ہے اسی دن سے مئے عیش میں ایک تلخی مرگ — آہ جس دن سے فلک کاسۂ زہراب بنا

تو اگر آپ کو دیکھے تو مری آنکھ سے دیکھ — اپنا آئینہ مرا دیدۂ پر آب بنا

آہ کے ساتھ جو نکلا شرر آتش دل — چرخ پر جا کے وہ خورشید جہاں تاب بنا

اپنے جلسے میں جلاتے ہیں مجھے میرے حبیب — میں ہوا اک شمع پئے مجلس احباب بنا

تیرہ روزی نے مری مہر جہاں تاب کا نور — دیا جس وقت آڑا کر مگس شب تاب بنا

آیت سجدہ پڑھ حق میں مرے ہر جوہر تیغ — ہے خم تیغ فقط کیا خم محراب بنا

جب کیا عشق کے دریا نے تلاطم اے ذوق — تو کہیں موج بنی اور کہیں گرداب بنا

۳۹

(بحواشی اول حق)

جو نہ رنگ رنج و ماتم کا یہاں نمود ہوتا — تو زمین زرد ہوتی نہ فلک کبود ہوتا

کسی رنج کش کو دیتا تو کچھ اس کو سود ہوتا — دل سخت کاش کافر حجر الیہود ہوتا

تری بزم میں تو جلتا جو تجھے بھی بو پہنچتی — جو یونہی تھا دل کو جلنا تو بلا سے عود ہوتا

تجھے خاک ہوتا ظاہر جو سلگنا اپنے دل کا — تو شرار سنگ تربت میں بھی اپنے دود ہوتا

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی — کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا

جو ہیں سرگشتہ ان کو تو ہے سر کا دینا مشکل
کہ وہ سرِ کف نہ ہوتا جو نہ دستِ جود ہوتا

لبِ نازک اس کا کیوں کر کبھو بارِ حرف اٹھائے
کہ جو صدمۂ تبسم سے بھی ہے کبود ہوتا

جو نہ ہو امیدِ واشد نہ ہو دل گرفتہ غنچہ
کہ قبول تنگ رہنا نہیں بے کشود ہوتا

یہ حیاتِ چند روزہ جو نہ سدِ راہ ہوتی
تو پھر ایک عرصہ گاہِ عدم و وجود ہوتا

وہ ہیں کیا جو زر بکف ہیں یہ ہمیشہ سر بکف ہیں
ترے جاں نثار کا سا نہیں دستِ جود ہوتا

ترے در کی جبہ سائی اگر اشک اپنے کرتے
سرِ قطرہ قطرہ پر اک اثرِ سجود ہوتا

کوئی زہر نوش مجھ سا نہیں پہنچا ذوقؔ ورنہ
شجرِ زقوم دوزخ میں بھی خشک دود ہوتا

۳۰

کسی بے کس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو اس کو گر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

خطا تو دل کی تھی قابل بہت سی مار کھانے کی
تری زلفوں نے مشکیں باندھ کر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے
الٰہی اس نے دل کو تاک کر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثلِ قلقلِ مینا
کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا

مرے آنسو ہمیشہ ہیں برنگِ لعل غرقِ خوں
جو غوطہ آب میں تو نے گہر مارا تو کیا مارا

جگر دل دونوں پہلو میں ہیں زخمی اس نے کیا جانے
اِدھر مارا تو کیا مارا۔ اُدھر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دلِ سنگینِ خسرو پر بھی ضرب اے کوہ کن پہنچی
اگر تیشہ سرِ کہسار پر مارا تو کیا مارا

دلِ بدخواہ میں تھا مارنا یا چشمِ بدبیں میں
فلک پر ذوقؔ تیرِ آہ گر مارا تو کیا مارا

۴۱

آنکھیں مری تلووں سے وہ مل جائے تو اچھا
ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر
جو دل کہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا

بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

ہو تجھ سے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے
لینے کو خبر اُس کی اجل جائے تو اچھا

کھینچے دلِ انساں کو نہ وہ زُلفِ سیہ فام
اژدر کوئی گر اس کو نگل جائے تو اچھا

تاثیرِ محبت عجب اک حُب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا

دل گر کے نظر سے تری اُٹھنے کا نہیں پھر
یہ گرنے سے پہلے ہی سنبھل جائے تو اچھا

فرقت میں تری تارِ نفس سینے میں میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

اے گریہ نہ رکھ میرے تنِ خشک کو غرقاب
لکڑی کی طرح پانی میں گل جائے تو اچھا

ہاں کچھ تو ہو حاصل ثمرِ نخلِ محبت
یہ سینہ پھپھولوں سے جو پھل جائے تو اچھا

وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر
اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا

ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کروں شام
اور چاہوں کہ گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہوں کل کی طرح سے
گر آج کا دن بھی یوں ہی ٹل جائے تو اچھا

القصہ نہیں چاہتا میں جائے وہ یاں سے
دل اُس کا یہیں گرچہ بہل جائے تو اچھا

ہے قطع رہِ عشق میں اے ذوق ادب شرط
جوں شمع تو اب سر ہی کے بل جائے تو اچھا

۴۲

نہ کرتا ضبط میں نالہ تو پھر ایسا دھواں ہوتا
کہ نیچے آسماں کے اور پیدا آسماں ہوتا

کہے ہے مرغِ دل اے کاش میں زاغِ کماں ہوتا
کہ تا شاخِ کماں پر اُس کی میرا آشیاں ہوتا

ابھی کیا سرد قاتل یہ شہیدِ تفتہ جاں ہوتا
کوئی دم شمعِ مُردہ میں بھی گر باقی دھواں ہوتا

نہ ہوتی دل میں کاوش گر کسی کی نوکِ مژگاں کی
تو کیوں حق میں مرے ہر موئے تن مثلِ سناں ہوتا

عزاداری میں ہے کس کی یہ چرخِ ماتمی جامہ
کہ جیبِ چاک کی صورت بخطِ کہکشاں ہوتا

بگولا گر نہ ہوتا وادیِ وحشت میں اے مجنوں
تو گنبد ہم سے سرگشتوں کی تربت پر کہاں ہوتا

جو روتا کھول کر دل تنگنائے دہر میں عاشق
تو جوئے کہکشاں میں بھی فلک کے خوں رواں ہوتا

نہ رکھتا گر نہ رکھتا منہ پہ یہ دانا مریضِ غم
مگر تیرا میسر بوسۂ خالِ دہاں ہوتا

ترے خونیں جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبزہ
تو مژگاں کی طرح اس کو بھی پیہم خوں رواں ہوتا

رکاوٹ دل کی اس کافر کے وقتِ ذبح ظاہر ہو
کہ خنجر میری گردن پر ہے رگ رگ کر رواں ہوتا

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسماں ہوتا

٤٣

نیمچہ جو مول وہ بانکا جواں لینے لگا
موت کے جی میں مزے یہ نیم جاں لینے لگا

تیر چشمک میں لیا اس نے پئے جانِ عدو
رشک میرے دل میں کیا کیا چٹکیاں لینے لگا

جس نے کی اس مے کدے میں بیعتِ دستِ سبو
وہ قدم تیرے بس اے پیرِ مغاں لینے لگا

نام میرا سن کے مجنوں کو جنبھائی آ گئی
بیدِ مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

مجھ کو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جوں روزِ حشر
مجھ سے یہ کس دن کے بدلے آسماں لینے لگا

ہے جو غنچوں کا چٹکنا انگلیوں کی سی چٹک
یہ بلائیں کس کی باغ اے باغباں لینے لگا

لے کے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے بہار
اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہاں لینے لگا

تیز جو کرنے لگا عاشق پر تیغِ نگاہ
چشم کی گردش سے وہ کارِ فساں لینے لگا

حسن سے ہے تا دلِ آہن بھی گرمِ اختلاط
شمع کی گل گیر جو منہ میں زباں لینے لگا

موت اس کو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور
یوں ترا بیمارِ غم جو ہچکیاں لینے لگا

رات کو اے ذوق اس کی نوکِ مژگاں کا خیال
تن پہ ہر موئے مرے کارِ سناں لینے لگا

۴۴

(ہو اللہ اکبر)

سُرمہ ہے سفّاک شُہرہ ہے نگاہِ یار کا
سچ کہا ہے باڑہ کاٹے نام ہو تلوار کا

کوچۂ زُلفِ بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں
پوچھتے کیا ہو ٹھکانا اس خدائی خوار کا

گر دکھاؤں جوش اپنے نالہ ہائے زار کا
کام لوں ہر تارِ مُو سے تارِ موسیقار کا

دیتا ہے کعبہ کو آرائش یہ جامے کی طرح
زاہد و سایہ مرے بُت خانے کی دیوار کا

سوز میرے مرثیے کا ہے جو فریادِ سپند
میں شہیدِ ناز ہوں کس آتشیں رُخسار کا

استخواں اس سوختہ جاں کے نہ کھانا زینہار
اے ہُما یہ رزق ہے مُرغانِ آتش خوار کا

۴۵

ہر گام پر رکھے ہے وہ یہ ہوشِ نقشِ پا
ہو خاکِ عاشقاں نہ ہم آغوشِ نقشِ پا

اُفتادگاں کو بے سر و ساماں نہ جانیو
دامانِ خاک ہوتا ہے رُوپوشِ نقشِ پا

اعجازِ پا سے تیرے عجب کیا کہ راہ میں
بول اُٹھے مُنہ سے ہر لبِ خاموشِ نقشِ پا

اس رہ گزر میں کس کو ہوئی فُرصتِ مقام
بیٹھے ہے نقشِ پا بہ سرِ دوشِ نقشِ پا

جسمِ نزارِ خاک نشینانِ کوئے عشق
یوں ہے زمیں پہ جیسے تن و توشِ نقشِ پا

فیضِ برہنہ پائی مجنوں سے دشت میں
ہر آبلہ بنے ہے دُرِ گوشِ نقشِ پا

پابوس در کنار کہ اپنی تو خاک بھی
پہنچی نہ ذوق اُس کے بہ آغوشِ نقشِ پا

۴۶

(یا علی مدد)

ترے ہاتھوں کوئی آوارا اے گردوں نہ ٹھیرے گا
ولیکن تو بھی گر چاہے کہ میں ٹھہروں نہ ٹھیرے گا

سوارِ ناقہ گر رہ میں سرِ ہاموں نہ ٹھیرے گا
اگر سو کوس ہوگا نجد میں مجنوں نہ ٹھیرے گا

وہ دولت کر طلب جس سے کہ دل ہو جائے مستغنی
اگر ہاتھ آئے گا گنجینۂ قاروں نہ ٹھیرے گا

گرا ہوں چشمِ ساقی سے کفِ تصویر پر میری
بنائیں گے اگر جامِ مے گل گوں نہ ٹھیرے گا

کوئی دم ٹھیرنے دو اس کو بالیں پر مرے یارو
ابھی سے کیا کہوں حالِ دلِ محزوں نہ ٹھیرے گا

بتاتے ہو علاجِ اشک جو اُس خال کا بوسہ
طبیبو آبِ نزلہ ہے کہ بے افیوں نہ ٹھیرے گا

یہی ہے دل کی بے تابی تو بعد از مرگ اے قاتل
نہ ٹھہرا ہے زمیں پر عاشقِ محزوں نہ ٹھیرے گا

۴۷

طلبِ حق میں اگر بادیہ پیما ہوتا
میرا ہر آبلۂ پا یدِ بیضا ہوتا

آنکھ اُٹھا اپنے جو بیمار کو دیکھا ہوتا
تجھ پہ قرباں میں اے رشکِ مسیحا ہوتا

خاک ہو جاتا اگر راہِ خدا میں بخدا
تو نہ سرِ سنگِ درِ دیر و کلیسا ہوتا

قدرتِ حق سے عجب کیا جو رہ کا غبا
رونقِ افسرِ اسکندر و دارا ہوتا

دیکھ سکتا جو تجلیِ رخِ جاناں کو
لن ترانی کا سزاوار نہ موسیٰ ہوتا

رنجِ دوریِ صنم اور جو ہوتا چندے
مسکنِ نالۂ دل عرشِ معلّیٰ ہوتا

دیکھتا چاہِ ذقن کو جو تہِ سبزۂ خاک
خضر کو چشمۂ ظلمات کا دھوکا ہوتا

آستاں بوسیِ سلطاں سے نہ کرتے پرہیز
ہم کو گر حوصلۂ ثروتِ دنیا ہوتا

شبِ فرقت میں جلا کرنے سے ہر شب اے صنم
کاش مر جاتا میں اک روز تو اچھا ہوتا

ذوق کہتا جو تو اور اس میں غزل تو قائل
دلِ عالم نہ بجوشش گوئی سودا ہوتا

۴۸

جلوۂ یار لبِ بام جو دیکھا ہوتا
طور پر جا کے نہ سائل کبھی موسیٰ ہوتا

لوگ کہتے ہیں ترے لب میں ہے اعجازِ مسیح
امتحاناً مرے لاشے پہ تو بولا ہوتا

چھوڑتا تا بہ قیامت نہ ترے دامن کو
دسترس مجھ کو اگر مثلِ زلیخا ہوتا

نالۂ غم زدگاں سنتا جو اے اہلِ حرم
شرمگیں نالۂ ناقوسِ کلیسا ہوتا

طاقتِ پائے جنوں کم نہ اگر ہو جاتی
ہاتھ ٹوٹا مرا اور دامنِ صحرا ہوتا

خشمِ فرہاد پہ خسرو کو نہ آتا ہرگز
کاش مٹی کے عوض شیریں کو بھیجا ہوتا

قدرِ عریانی نہ پھر کوئی بھی کرتا اے ذوق
...... حریر و خز و دیبا ہوتا

۴۹

کس بتِ شعلہ رو سے آج وعدۂ ہم کنار تھا
برق صفت جو دل مرا سینے میں بیقرار تھا

گرمِ نظارہ رات دن جب کہ تھے اس پری کے ہم
اپنا یہ ہر مسامِ تن دیدۂ انتظار تھا

کس کی ہیں برقِ حسن کا نزع میں منتظر رہا
دل کو نہ بعدِ مرگ بھی چین تہِ مزار تھا

خلدِ بریں کہیں اگر اس کو تو ہے یہی بجا
قطعِ زمینِ کوئے یار رشکِ لالہ زار تھا

موجِ صبا کی طرح سے تیری گلی میں چرخ زن
کس کے شہیدِ ناز کی خاک کا یہ غبار تھا

چین ملا نہ گور میں مارِ گزیدہ ساں اسے
اے دلِ زار جو کوئی کشتۂ زلفِ یار تھا

میری طرح کب اور کو دوری ہو گل رخاں سے یوں
باغِ جہاں میں لالہ ساں سینہ داغدار تھا!

دشتِ جنوں میں بعدِ قیس پھرتا ہے کون یوں کہیں
میرے ہی آبلوں کا خون رونقِ نوکِ خار تھا

ذوق امیدِ مغفرت حشر میں کیوں کہ ہو کوئی
صفحۂ دہر پر نہیں تجھ سا سیاہ کار تھا

۵۰

ساتھ آہ کے دل بھی مع پیکاں نکل آیا
تھا کام تو مشکل مگر آساں نکل آیا

تھا کوچۂ قاتل میں شہادت کا دفینہ
کھودا تھا کنواں گنجِ شہیداں نکل آیا

شب ہم نے تہیہ جو کیا توبہ کا ساقی
مغرب سے سحر مہرِ درخشاں نکل آیا

عصمت بھی ہے کیا شے کہ الگ یوسفِ کنعاں
دریائے متعفن سے عزیزاں نکل آیا

تنگ آکے جو قالب میں سے دم نکلے تو جانوں
زنداں سے کوئی قیدیِ زنداں نکل آیا

ہاتھ آئے نہ قسمت کے سوا گوہرِ مقصود
دریا سے تہی پنجۂ مرجاں نکل آیا

ساتھ آہ کے اس طرح سے اک شعلہ سا چمکا
میں نے تو یہ جانا دلِ سوزاں نکل آیا

جوں مارِ سیہ نکلے ہے پونگی کی صدا پر
یوں دل کا دھواں آہ سے پیچاں نکل آیا

دل رکھ کے کہیں ذوق کا ہم بھول گئے تھے
گم تھا وہ کئی دن سے مگر ہاں نکل آیا

۵۱

(۱۵۲)

آدم دوبارہ سوئے بہشتِ بریں گیا
دیکھو جہاں خراب ہوا پھر وہیں گیا

دنیا گئی کہ عشق میں ایماں و دیں گیا
وہ ٹل گیا تو جھاڑ گیا کچھ بھی نہیں گیا

خورشید وار چرخ پہ چمکا کوئی تو کیا
آخر کو پھر جو دیکھا تو زیرِ زمیں گیا

دیکھا کہیں نہ اُس کو جو دیکھا تو اپنے پاس
میں دُور دُور جوں نگہِ دوربیں گیا

۵۲

پھر خیالِ ہجرِ جاناں گردِ دل رہنے لگا
جوں چراغِ صبح پھر جی مُضمحل رہنے لگا

اس قدر چمکا ہے تیرا حُسن اے خورشید رو
دیکھ ماہِ چاردہ جس کو خجل رہنے لگا

آب دے سے لے گریہ میرے سینۂ سوزاں میں پھر
شعلۂ نارِ محبت مُشتعل رہنے لگا

دیکھ کر اس کو چراغِ طور بھی گل ہو گیا
یوسفِ مصری بھی کچھ ہے منفعل رہنے لگا

یاد میں اُس قامتِ رعنا کے روتا ہوں زبس
سروساں باغِ جہاں میں پا بہ گِل رہنے لگا

نبضِ بیمارِ محبت کی ترے دیکھ لے مسیح
پھر خیالِ چارہ سازاں سے بسمل رہنے لگا

مردمکِ دیدہ کی میرے کیوں نہ ہو جائے سفید
دھیان میں ہر دم ترے عارض کا تِل رہنے لگا

کوئی بھی تدبیر جب دیکھی نہیں چلتی ہے تب
میں رقیبِ روسیہ سے ذوقؔ مل رہنے لگا

۵۳

رشکِ خورشید ہے سیبِ ذقنِ سرخ ترا
معدنِ لعل و گہر ہے دہنِ سرخ ترا

رنگِ رُخ کیوں کہ نہ مرغانِ گلستاں کا اُڑے
غیرتِ عارضِ گُل ہے بدنِ سرخ ترا

خوں کا دریا مری آنکھوں سے بہا جاتا ہے
جب سے دیکھا ہے پری پیرہنِ سرخ ترا

منفعل ہو شفقِ صبح جسے دیکھ لے ذوقؔ
دامنِ گور میں تھا وہ کفنِ سرخ ترا

۵۴

یہ جس کے ناوکِ مژگاں کا دل نشانہ ہوا
وہ رفتہ رفتہ صنم آفتِ زمانہ ہوا

پس از فنا بھی میں ثابت قدم رہا صد شکر
گلی سے اس کی نہ (یہ) میرا خوں روانہ ہوا

رہے ہے خلقِ خدا جس کے آگے سربسجود
وہ رشکِ کعبہ ترا سنگِ آستانہ ہوا

ہدف نہ مرغِ چمن ہی ہوا نگہ کا تری
نہ مرغِ سدرہ نشیں تک نشانہ ہوا

زیادہ اُن سے بھی جاں باز ہو گئے ہیں صنم
جہاں میں وامق و مجنوں کا کیا فسانہ ہوا

چمن میں آتشِ گُل نے جلا دیا اس کو
مرا خزاں سے نہ برباد آشیانہ ہوا

صدا جو نکلے ہے پُر درد استخواں سے مرے
دلِ ستم زدہ کیا مائلِ فسانہ ہوا

ذرا تو شیشۂ مے ہاتھ سے یہاں رکھ دو
حرم بھی شیخ جی صاحب (؟) شراب خانہ ہوا

اسی زمیں میں غزل ایک اور بھی لکھ ذوقؔ
کہ اس میں تیرا ہر اک شعر عاشقانہ ہوا

۵۵

نہ میں ہی دیکھ کے چشمِ پری دوانہ ہوا
ذبیحِ ابروے خوں ریز اک زمانہ ہوا

وہ ہم سے پردے ہی میں اب تلک رہا افسوس
اور اپنا قافلۂ عمر بھی روانہ ہوا

جلا دیا وہیں پھر برقِ آہ نے اُس کو
خیالِ دل جو کبھی سوئے آشیانہ ہوا

ولا بیانِ نزاکت میں کیا کروں اس کا
کہ جس کو سایۂ کاکل سے دردِ شانہ ہوا

نہ پوچھ مجھ سے زلیخا کی طرح اے یوسف
جمالِ یار کا شیدا میں غائبانہ ہوا

غمِ فراق نے تیرے مجھے ہلاک کیا
فقط یہ کہنے کو ہے موت کا بہانہ ہوا

جو خواب میں بھی کبھی رکھا اس نے پا آکر
ہمارے کلبۂ احزاں میں شادیانہ ہوا

طبیب اور مرض غیرِ عشق سمجھا ہے
پئے شفا جو مرا بندِ آب و دانہ ہوا

وفورِ بادہ پرستی ہوا یہ عالم میں
کہ قصرِ ذوق بھی آخر شراب خانہ ہوا

۵۶

پہلو سے جب ہوا وہ بتِ نازنیں جدا
ہونٹوں سے ہو گیا نفسِ واپسیں جُدا

یعقوبؑ کی طرح مری چشمِ پُر آب سے
تا زندگی ہوا نہ سرِ آستیں جُدا

رہتا ہوں جستجو میں تری اے پری مُدام
مانندِ گرد باد زروے زمیں جُدا

قائم ہے رو سیاہی انساں تو حشر تک
گو صفحۂ جہاں سے ہو مثلِ نگیں جُدا

محرومِ دید سے نہ رہیں تا کہ دل جلے
اک دم تو کر نقابِ رُخِ آتشیں جُدا

ہوں گا نہ چپ صفت سے ترے قد کی مثلِ شمع
سر تن سے جب تلک مرا ہوگا نہیں جُدا

کیا ہو امیدِ زندگیِ کُشتۂ ادا
کرتی ہے بند بند تری تیغِ کیں جُدا

پھر شیخ کس لیے مجھے کہتا ہے بُت پرست
اے ذوق گر نہیں ہے رہِ کُفر و دیں جُدا

۵۷

مرے سینے سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا
دہانِ زخم سے خوں ہو کے حرفِ آرزو نکلا

مرا گھر تیری منزل گاہ ہو ایسے کہاں طالع
خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہ رُو نکلا

پھرا اگر آسماں تو شوق میں تیرے ہے سرگرداں
اگر خورشید نکلا تیرا گرمِ جستجو نکلا

مئے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسماں سے ہم
وہ تھا لبریز غم اس خم کدے سے جو سبو نکلا

ترے آتے ہی آتے کام آخر ہو گیا میرا
رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے رُوبرو نکلا

کہیں تجھ کو نہ پایا گرچہ ہم نے اک جہاں ڈھونڈا
پھر آخر دل ہی میں دیکھا بغل ہی میں سے تو نکلا

خجل اپنے گناہوں سے ہوں میں یاں تک کہ جب رویا
تو جو آنسو مری آنکھوں سے نکلا سُرخرو نکلا

گھسے سب ناخنِ تدبیر اور ٹوٹی سرِ سوزن
مگر تھا دل میں جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا

اسے عیار پایا یار سمجھے ذوق ہم جس کو
جسے یاں دوست اپنا ہم نے جانا وہ عدو نکلا

۵۸

جنّت ہے زندگی میں زمانہ شباب کا — پیری ہے پہلے مرگ سے ہونا عذاب کا
جس میں ہو فیض کب ہو وہ مُوزِ عتاب کا — جلتا نہیں ہے برق سے دامن سحاب کا
جنبش میں بالِ طوطیِ بسمل سے کم نہیں — سبزہ مزارِ عاشقِ پُر اضطراب کا
صد پارہ دل ہے گنجفۂ عشق و ہر ورق — رکھتا ہے تیرے نقش سے حکم آفتاب کا
ہے دل جلوں کے واسطے یہ نار بر تو خوب — اُڑنا مگر محال ہے مُرغِ کباب کا
ٹپکے اگر عرق گُلِ رخسارِ یار سے — دریا میں ہر حباب ہو شیشہ گلاب کا
دریا میں تیری تابِ رُخِ تابناک سے — کیا کیا چمک رہا ہے ستارہ حباب کا

ہوتا ہے دل جلوں سے کہیں ذوقؔ ضبطِ آہ
موجِ دُخاں سے ضبط نہ ہو پیچ و تاب کا

۵۹

بزمِ بُتاں میں پاؤں مرا جب دخیل تھا — باقی چراغِ صبح صفت دم قلیل تھا
واں طائرِ خیال اُڑے تھا مرا جہاں — پرواز عاجزی میں پرِ جبرئیل تھا
رکھتا تھا اس کی آنکھ میں، میں شکلِ سُرمہ جا — کہنے کو گو کہ چشمِ جہاں میں ذلیل تھا
تھا چشمۂ حیاتِ زلیخا بھی مصر میں — موسیٰ ہی کے لیے نہ فقط رودِ نیل تھا
فارغ رہا مواخذۂ حشر سے وہی — اُس بُت کی جو کہ تیغِ ادا کا قتیل تھا

دیکھا یہ ہم نے کوچۂ خوبانِ دہر میں
خونِ شہیدِ خنجرِ مژگاں سبیل تھا

۶۰

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہو رقیب جدا — ہے اپنا اپنا مقدر جدا، نصیب جدا
تری گلی سے نکلتے ہی اپنا دم نکلا — رہے ہے کیوں کہ گلستاں سے عندلیب جدا
دکھا دے جلوہ جو مسجد میں وہ بُتِ کافر — تو چیخ اُٹھے مؤذن جدا، خطیب جدا

جدا نہ دردِ جدائی ہو، گر مرے اعضا   حروفِ درد کی صورت ہوں اے طبیب جدا
ہے اور علم و ادب مکتبِ محبت میں   کہ ہے وہاں کا معلم جدا ادیب جدا
ہجومِ اشک کے ہمراہ کیوں نہ ہو نالہ   کہ فوج سے نہیں ہوتا کبھی نقیب جدا
فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک   الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا
کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے مگر   نہ کر سکا مرے دل سے غمِ حبیب جدا
کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق
کہ ہونے والے ہیں ہم سب سے عنقریب جدا

۶۱

([illegible])

نعرۂ بلبل میں گر پیدا اثر ہو جائے گا   خندۂ گل خندۂ زخمِ جگر ہو جائے گا
کشتیِ بحرِ شہادت ہے ترے بسمل کو تیغ   ایک دم بھر میں ادھر سے یہ اُدھر ہو جائے گا
ہم نے جانا تھا کہ قاصد جلد لائے گا خبر   کیا خبر تھی جا کے واں وہ بے خبر ہو جائے گا
شکل تو دیکھوں مُصوّر کھینچے گا تصویرِ یار
آپ ہی تصویر اُس کو دیکھ کر ہو جائے گا۔

۶۲

کوئی اس بزم میں مونس ہے نہ دمساز اپنا   کس پہ ہم اے غمِ تنہائی کریں ناز اپنا
جی اُٹھے مُردۂ صد سالہ ابھی اے عیسیٰ   یار دکھلائے کہیں آ کے جو اعجاز اپنا
استخوانوں سے مری نالۂ جاں کاہ سُنے   گر سمجھتا ہے تنِ زار کوئی ساز اپنا
کیا کریں حوصلۂ تیز پری وہ نہ رہا   ہم صفیرانِ چمن عالمِ پرواز اپنا
خلق پامالِ ادا کیوں نہ ہر اک گام پہ ہو   پا اُٹھاتا ہے زمیں سے وہ بہ صد ناز اپنا
ہم نے بھولے سے کیا راز عیاں اُس پہ دلا   ہو گیا دشمنِ جاں وہ بتِ طنّاز اپنا
شمع ساں بزمِ سخن یوں تو ہے اوروں سے بھی گرم
ذوق پر سب سے نرالا ہے یہ انداز اپنا

۶۳

نشانی کچھ دکھائی دے تو بتلاؤں یہاں ٹوٹا نظر آیا نہ اپنے اشک کا شیشہ جہاں ٹوٹا
بنے اس عشق کے بازار میں کیوں کر بھلا سودا خریداری کو اُس کی اب تو یہ سارا جہاں ٹوٹا
نہ کر بے رحمی اتنی بھی دلِ محزوں پر اے ظالم نہیں ملتا کسی کا دل کسی سے پھر جہاں ٹوٹا
خدا حافظ ترا اے ذوق اب کچھ بن نہیں آتا
دلِ محزوں کے اوپر ہائے غم کا آسماں ٹوٹا

۶۴

کیا کیا نہ لطف تیرے ستم کا اُٹھا لیا ہم نے بھی لطفِ زندگی اچھا اُٹھا لیا
یوں لائے واں سے ہم دلِ صد پارہ ڈھونڈ کر دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا
....
دونوں جہان سے دستِ تمنا اُٹھا لیا

۶۵

کروں درد آشنا کیوں کر دلِ احباب اپنا سا بلا سے جیسا میں ہوں ڈھونڈ لوں بیتاب اپنا سا
ملک سجدہ کریں آدم کو کیا بندہ نوازی ہے دیا بندے کو اپنے اس نے خود آداب اپنا سا

۶۶

جب نیم جاں ہوں کوچۂ قاتل میں لوٹتا قاتل ہے لوٹنے پہ مرے، دل میں لوٹتا
غیروں سے دیکھ دیکھ تری گرم جوشیاں میں آگ پر ہوں رشک سے محفل میں لوٹتا
کعبے کا قصد اور ترے در پہ جبر سے میں اے صنم ہوں پہلی ہی منزل میں لوٹتا
دل کا سا ہوتا گر دُرِ غلطاں کو اضطراب پھرتا تمام دامنِ ساحل میں لوٹتا
سودائیوں کے دل پہ تری یادِ زلف میں اک سانپ سا ہے قیدِ سلاسل میں لوٹتا
کس کس مزے سے لوٹتے ہیں میکدے میں مست ہے ایک کے جو ایک مقابل میں لوٹتا

لیلیٰ کے شوقِ وصل میں مجنوں کو دیکھنا — کیا کیا ہے راہِ ناقۂ محمل میں لوٹتا

دی لب نے تیرے غنچے کو کیا قسمِ مسکرات — ہنس ہنس کے ہے جو پائے حنا دل میں لوٹتا

بے آبِ تیغ، ماہیِ بے آب کی طرح
اے ذوقؔ دل ہے سینۂ بسمل میں لوٹتا

ابیات

۱

آنا تو خفا آنا جانا تو رُلا جانا
آنا ہے تو کیا آنا جانا ہے تو کیا جانا
کیا طبع میں جودت ہے چٹ دل کی اُڑا جانا
ہونٹوں کا یہاں ہلنا واں بات کا پا جانا

۲

کیا کہیں اُس سے جو ہے ہم سے زیادہ جانتا
وہ ارادہ ہے ہمارا بے ارادہ جانتا
کیوں تکبّر بولتا یہ بندہ محکومِ القضا
گر بڑا بول اپنا قاضی کا پیادہ جانتا

۳

ہم برہنہ پا جنوں اور گرم پتھر زیرِ پا
دوپہر ہے سایہ بھی بیٹھا ہے دب کر زیرِ پا
نخلِ گُل مہندی نہ بو نصفِ سبو میں اے نگار
تو کھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیرِ پا

۴

دشتِ وفا نہ راہِ کُشادہ سمجھ کے جا
یاں اژدہا ہے ہر خطِ جادہ سمجھ کے جا
اب اُس کی دشمنی ....
تو دشمن اُس کو اور زیادہ سمجھ کے جا

۵

چاندنی نے شب تجھ بن روپ یہ دکھایا تھا
مجھ کو ماہتابی پر دھوپ میں بٹھایا تھا

۶

کیوں کہہ کے مکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

۷

ہوئے انسان سب سوزِ محبت کے لیے پیدا
فرشتہ ہوتے گر ہوتے عبادت کے لیے پیدا

۸

جزرہ پیکاں کا ہے ٹکڑا کہ سری کا ٹکڑا
ٹکڑا ہے چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا

۹

بل بے گریہ گِل زمیں ہو کر قدم گڑنے لگا
اور قدم اکھڑا تو کیا دیکھا بھنور پڑنے لگا

۱۰

ضبطِ گریہ نے تماشہ طُرفہ تر دکھلا دیا
چشم کے کُوزے میں دریا بند کر دکھلا دیا

۱۱

پیامِ وصل تب اُس گلعذار کا پہنچا
نفس جب ہونٹوں پہ مجھ خاکسار کا پہنچا

۱۲

کاسۂ چرخ رہے کیوں نہ زمیں پر اُلٹا
ہم نے یہ جام، دوا عشق کی پی کر اُلٹا

۱۳

لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگاں کا
نشاں سُوفار کا معلوم ہوتا ہے نہ پیکاں کا

۱۴

ہاتھ آ کر دلِ وحشی جو کوئی چھوٹ گیا
ہوسِ صید سے صیّاد کا جی چھوٹ گیا

۱۵

دل کہاں جس پر گماں ہو غُنچۂ تصویر کا
ہے کوئی سینے میں خوں آلودہ پیکاں تیر کا

۱۶

چشم و نگہ کو تیری بدنام کیوں کرے گا
مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ بے مرے گا

۱۷

مسجد میں اس نے ہم کو آنکھیں دکھا کے مارا
کافر کی دیکھو شوخی گھر میں خدا کے مارا

۱۸

عہدِ پیری نے بھلایا دوڑ چلنا کودنا
ہائے طفلی کھیلنا کھانا اچھلنا کودنا

۱۹

بعدِ فراق ایسا دن کوئی نہ وصل کا ہوا
وہ کہیں تم کو کیا ہوا ہم کہیں تم کو کیا ہوا

۲۰

وہ دیکھیں کس طرح ہے دردِ فرقت دیکھ کر جیتا
کہ جو عاشق ترا ہو تیری صورت دیکھ کر جیتا

۲۱

نشۂ پندار سے ابلیس رہ گم کردہ تھا
ورنہ آدم میں دھرا کیا تھا وہی در پردہ تھا

۲۲

بعدِ قافِ عشق تھا جو درسِ مکتب خانہ تھا
کافِ کُن کے ماسبق کیا جانے کیا تھا کیا نہ تھا

۲۳

داغ سینے میں رہے، دل میں سدا درد رہا
اشک آنکھوں میں رہے لب پہ دمِ سرد رہا

۲۴

جب قیامت قد ترا اے رشکِ گلشن بن گیا
اخترِ صبحِ قیامت خالِ گردن بن گیا

۲۵

یا رب یہ اس زمانے کے لوگوں کو کیا ہوا
جس کا بُرا ہو ان کو یہ کہنا بھلا ہوا

۲۶

ذوق ہے ترکِ وطن میں صاف نقصِ آبرو
بجتا پھرتا ہے گہر ہو کر سمندر سے جدا

۲۷

تو بھی فرو ہوئی نہ ترش روئی شیخ کی
ہرچند سوکھ سوکھ کے اچور ہوگیا

۲۸

کچھ دردِ نہاں دل کا عیاں ہو نہیں سکتا
گونگے کا سا ہے خواب بیاں ہو نہیں سکتا

ردیف ب

٦٧

پی بھی جا ذوق نہ کر پیش و پسِ جامِ شراب — لب پہ توبہ ترے دل میں ہوسِ جامِ شراب
لب تک اس کے جو ہوئی دسترسِ جامِ شراب — بن گیا خالِ لب اُس کا مگسِ جامِ شراب
دل مرا جامِ شراب ہوسِ جامِ شراب — اور ہے خالِ سویدا مگسِ جامِ شراب
پہنچے اُس ہاتھ میں وقتِ ہوسِ جامِ شراب — ساغرِ دل کو جو ہو دسترسِ جامِ شراب
جھکا مستی میں وہ صاحب ہوسِ جامِ شراب — عکسِ خال اپنا جو سمجھا مگسِ جامِ شراب
بازگشت اپنی ہے یوں جانبِ قسّامِ ازل — جیسے ساقی کی طرف بازپسِ جامِ شراب
جوشِ مستی ہے عجب قافلہ جس میں کہ نہیں — بے شکست ایک صدائے جرسِ جامِ شراب
محتسب شعلۂ آواز سے جل جاؤں گا — گرچہ ٹوٹا دلِ آتش نفسِ جامِ شراب
رات مے خانے میں ساقی جو نشے میں بہکا — خسِ شیشہ کو لگا کھینچنے خسِ جامِ شراب
مرغِ دل نرگسِ میگوں کی ہے مژگاں میں اسیر — تازہ مضموں ہے جو باندھوں قفسِ جامِ شراب
دل شکستہ ہوں وہ میں ٹوٹ کے ہو سو ٹکڑے — نام لکھ دے جو کوئی میرا پسِ جامِ شراب
دخترِ رز، میری نظر میں ہے شعاعِ خورشید — ہے سرِ گنبدِ مینا کلسِ جامِ شراب
ساقی اس دور میں کب آنکھ چرا سکتا ہے — رات بھر گشت کرے ہے عسسِ جامِ شراب
نوش دارو سے بھی بہتر ہے دمِ رنجِ خمار — ساقیا شربتِ فریاد رسِ جامِ شراب
بے خبر قافلۂ عیش گزر جاتا ہے — بے زباں ہے جو دہانِ جرسِ جامِ شراب
ابلقِ چشمِ سیہ مست کو تیرے دیکھا — ورنہ اب تک تو سنا تھا فرسِ جامِ شراب
سمجھے مے خانے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز — سرِ جمشید پہ آ کر مگسِ جامِ شراب
نخلِ مینا سے خدا جانے کہ ساقی کس کو — پہلے دیوے ثمرِ پیش رسِ جامِ شراب
بادۂ صاف میں آیا ہے کہاں سے تنکا — تکۂ مژگاں ترا میکش ہے خسِ جامِ شراب
مجھ کو اس بوسۂ دنداں نے پس از بوسِ لب — دیے نُقلِ نمکیں چند پسِ جامِ شراب
دستِ بدمست سے کی ٹوٹ کے فریاد بہت — نہ ہوا کوئی بھی فریاد رسِ جامِ شراب
ذوق جلدی مے گلرنگ سے بھر ساغرِ گل — لبِ نازک کو ہے اُس کے ہوسِ جامِ شراب

۶۸

کرے ہے شرع کا پاس نمک مُدام شراب
حرام ہے نہیں لیکن نمک حرام شراب

یہ ایسا ماہِ مُبارک یہ ایسا کارِ سعید
شروع دیکھ کے کیجے مہِ صیام شراب

عوض ہے نشۂ دنیا کا ذوقِ عقبیٰ پر
دوام بکتی ہے اس مے کدے میں وام شراب

۶۹

برسوں ہو ہجر، وصل ہو گر ایک دم نصیب
کم ہوگا مجھ سا کوئی محبت میں کم نصیب

گر میری خاک کو ہوں تمہارے قدم نصیب
کھایا کریں نصیب کی میرے قسم نصیب

ماہی ہو یا ہو ماہ وہ ہو ایک یا ہزار
بے داغ ہو نہ دستِ فلک سے درم نصیب

بہتر ہے لاکھ لُطف و کرم سے ترے ستم
اپنے زہے نصیب کہ ہوں یہ ستم نصیب

ایماں ہے تیرا شوقِ لقا جس کو یہ نہ ہو
دیدار اُس سے خدا کا نہ ہو اسے صنم نصیب

غافل جو دم کی آمد و شد سے نہ ہووے تو
ہر دم ہے تجھ کو سیرِ وجود و عدم نصیب

ہے خوش نصیب عشق میں اے بلہوس وہی
جس کو کہ غم پہ غم ہو الم پر الم نصیب

سو بار جوں قلم ہو زباں شمع کی قلم
اک حرف ہو نہ مثلِ زبانِ قلم نصیب

مجنوں سیاہ خیمۂ لیلیٰ کے گرد پھر
اے خوش نصیب تجھ کو یہ طوفِ حرم نصیب

دے جس کو اپنے ہاتھ سے تو ایک جام مے
ساقی دیے خدا نے اُسے مثلِ جم نصیب

جاتے ہیں کوئے یار کو اس میں جو ہو سو ہو
اے ذوق آزماتے ہیں آج اپنے ہم نصیب

۷۰

دل عبادت سے چُرانا اور جنت کی طلب
کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

حشر تک دل میں رہی اس سرو قامت کی طلب
یہ طلب اپنی تھی یا رب کس قیامت کی طلب

دل سُلگ جائے نہ جب تک اور بھڑک اٹھے نہ جاں
کم نہ ہو قلیاں کشِ سوزِ محبت کی طلب

دور رہ اور دیر مت رہ سامنے مثلِ ہلال
شہر میں تجھ کو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

جو حلاوت زندگی کی چاہتا ہے چرخ سے
کاسۂ زہراب سے کرتا ہو شربت کی طلب

واسطے نظارۂ قاتل کے فرصت چاہیے
اور یاں فرصت کہاں جو کیجیے فرصت کی طلب

ہو مبارک خضر کو سرچشمۂ آبِ بقا
ہے ہمیں آبِ دمِ تیغِ شہادت کی طلب

ہو کے دل غمزے کا بسمل ناز پر دیتا ہے دم
کرتا ہے آفت طلب آفت پہ آفت کی طلب

بڑھ گئی ہے عشق میں حرص اس قدر اپنی کہ ہو
غم پہ غم کی آرزو حسرت پہ حسرت کی طلب

بطنِ مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف کے
یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہو راحت کی طلب

گر گلستانِ جہاں میں تنگ ہے تو غنچہ وار
کر کشادِ دل سے اپنے ذوقؔ وسعت کی طلب

مطلع

اس بتِ نامہرباں کو ہے پسند اتنا رقیب
وِردِ اسمائے الٰہی میں بھی ہے تو یا رقیب

ردیف ت

اے

([illegible])

معلوم جو ہوتا ہمیں انجامِ محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

ہیں داغِ محبت درم و دامِ محبت
مژدہ تجھے اے خواہشِ انعامِ محبت

نے زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو
ہیں بادہ کشِ عشق و مے آشامِ محبت

ہر روز اڑا دیتا ہے وہ کر کے تصدق
دو چار اسیرِ قفسِ دامِ محبت

مانندِ کباب آگ پہ کرتے ہیں ہمیشہ
دل سوز ترے بسترِ آرامِ محبت

ایماں کو گرو رکھ کے اگر کفر کو لے مول
کافر نہ ہو گرویدۂ اسلامِ محبت

کاسے میں فلک کے رہے اک بوند نہ زہراب
دھر کھینچے اگر تشنہ لبِ جامِ محبت

خاکسترِ پروانہ دکھا دوں میں اڑا کر
پوچھے کوئی مجھ سے اگر انجامِ محبت

کی جس نے ذرا رسمِ محبت اسے بولا
پیغامِ قضا ہے ترا پیغامِ محبت

شوقِ حرمِ کوچۂ قاتل میں کفن کو
ہم جانتے ہیں جامۂ احرامِ محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کناں نعش پہ میری
سونپا کسے تو نے مجھے ناکامِ محبت

معراج سمجھ ذوقؔ تو قاتل کی سناں کو
چڑھ سر کے بل اس زینے پہ تا بامِ محبت

(بہ اصلاح جی)

بتوں نے دی لگا جو سرِ خار زار پُشت
پُشت اب ہجومِ خار سے ہے پُشتِ خار پُشت

حوروں کے گر ہو پنجۂ مژگاں سے خار پُشت
کھجلائے وہ پری نہ کبھی زینہار پُشت

ماہی سے تا بہ ماہ ہیں دستِ فلک سے داغ
واں داغدار سینہ ہے یاں داغدار پُشت

بارِ زمانہ پُشت پہ لے گر شتر کی طرح
سیدھی نہ کی فلک نے کبھی ایک بار پُشت

پیدا فلک سے ایک نہ ہو تجھ سا ماہ وش
نہ پُشت تک تو کیا کرے تا نو ہزار پُشت

سینہ سپر جو منہ پہ ہیں تیغِ نگاہ کے
دکھلاتے وہ کبھی نہیں آئینہ وار پُشت

ہو جائے ہے زیادہ گراں بارِ گناہ
پیری میں کیوں خمیدہ نہ ہو زیرِ بار پُشت

ڈر ہے یہی کہ ایسا نہ ہو بعدِ مرگ بھی
لگنے نہ دے زمیں سے دلِ بے قرار پُشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوقؔ
اولاد سے رہے یہی دو پُشت چار پُشت

ردیف ج

۷۳

ہے وہ آزارِ محبت سے دلِ زار کو رنج
جس سے خود رنج کو آزار ہے آزار کو رنج

دیدۂ آبلۂ پا کا یہی رونا ہے
کہ نہ پہنچا ہو کہیں مجھ سے کسی خار کو رنج

جا بہ جا کوہ کے چشموں سے رواں ہیں آنسو
ہے جو ناکامیِ فرہاد کا کہسار کو رنج

کبھی کرتی ہے قدم رنجہ جو گلشن میں صبا
اور ہوتا ہے سوا مرغِ گرفتار کو رنج

شربتِ خضر بھی دے ہے روشِ تلخیِ مرگ
تیری اس زہر بھری آنکھ کے بیمار کو رنج

راحت و رنج زمانے میں ہیں دونوں لیکن
یاں اگر ایک کو راحت ہے تو ہے چار کو رنج

ہوش کو رنج کے لے دارو ئے بے ہوشی کو
ذوقؔ بے ہوش کو آرام ہے ہشیار کو رنج

مطلع

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

مرتا ہوں انتظار میں کوئی بشر تو بھیج
خط بھیج یا نہ بھیج زبانی خبر تو بھیج

ردیف چ

۷۴

اس پری کو تو نے حیف اے دلِ بیتاب کھینچ — اور لیوے آدمی کو چاہ میں سیماب کھینچ
یوں گلوے تشنہ میں وہ آبِ خنجر ہو فرو — جیسے تفسیدہ زمیں لے ایک دم میں آب کھینچ
عاشقِ رسوا کو کیا خط میں تکلف چاہیے — چار حرف اک پرچے پر دو یوں ہی بے القاب کھینچ
وہ مثل ہے ناؤ یہ کس نے ڈبوئی خضر نے
لے گیا خطِ ذقن دل کو سوے گرداب کھینچ

مصرع

دو تین ٹکڑے سر کے ہوئے سل کے چار پانچ

ردیف ح

۷۵

فرقت کی رات جی چکے ہم تا زمانِ صبح — ہو گی اذانِ گور ہماری اذانِ صبح
پُر نور ہے ترا رُخِ سیمیں بسانِ صبح — آنکھیں ہیں یا تیری مستِ صبوحی کشانِ صبح
اب بت کدے میں شام کو ناقوس پھونکیے — مسجد میں مدتوں رہے تسبیح خوانِ صبح
ریشِ سفیدِ شیخ میں ہے ظلمتِ فریب — اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمانِ صبح
تارِ شعاعِ مہر بھی رنگِ شفق میں روز — ماتم میں ہے مرے مژۂ خوں چکانِ صبح
جیسے یہ دانت رت میں مجھ پر کہ گھس گئے — انجم کے جھنڈ دانت تھے زیبِ دہانِ صبح
گم کردہ رہ ازل سے بھٹکتے ہیں رات دن — یہ میرے نالۂ شب و آہ و فغانِ صبح
یوں پہنچے اس کی زلف میں عارض سے جانِ دل — منزل پہ پہنچیں رات کو جوں رہروانِ صبح
یہ غل کیا کہ وصل کی شب چونک اٹھے وہ ذوق
قابل ہیں ذبح کرنے کے یہ طائرانِ صبح

۷۶

ٹھیری ہے اُن کے آنے کی یاں کل پہ جا صلاح
اے جانِ بر لب آمدہ ہے تیری کیا صلاح

منظورِ چشمِ یار ہے سب عینِ مصلحت
پوچھے بلاکشوں کی کسی نے بلا صلاح

سیدھے ہی جائیں کعبے کو بیت الصنم سے ہم
گر پھیر دے نہ وہ صنمِ کج ادا صلاح

کیا خاک میری جان کے درپے وہ ہو سکے
غمزے سے تیرے پوچھے نہ جب تک قضا صلاح

اس بد معاملہ سے ترا کیا معاملہ
کس بد صلاح نے تجھے دی یہ دلا صلاح

رہتا ہے اپنا عشق میں یوں دل سے مشورہ
جس طرح آشنا سے کرے آشنا صلاح

زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتوں سے تو
دیتا ہے ایسی کوئی بھی مردِ خدا صلاح

کرتی خراب اسی کو ہے تیری نگاہِ مست
جس کو کہ دیکھتی ہے نکوکار و با صلاح

یارب ہو دل کی خیر کہ کچھ کر رہے ہیں آج
چشم و نگاہ مشورہ، ناز و ادا صلاح

منظور گر ہے قتل مرا غیر سے نہ پوچھ
ہے تو صلاحِ نیک میں کیا پوچھنا صلاح

قلابے آسمان و زمیں کے نہ تو ملا
اس پُر جفا سے ملنے کی ناصح بتا صلاح

یہ ہے مرا رفیق ہے یہ ہی مرا شفیق
لوں کس سے واں کے جانے کی دل کے سوا صلاح

اس چشمِ مست کے ہیں خراباتیوں میں ہم
تقویٰ کجا و زہد کجا و کجا صلاح

اے ذوقؔ جا نہ ہوش و خرد کی صلاح پہ
دے عشق جو صلاح وہی ہے بجا صلاح

ردیف د

۷۷

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینے میں ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

کیا رو کا اپنے گریے کو ہم نے کہ لگ گئی
پھر وہ ہی آنسوؤں کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کوئی گھڑی اگر وہ ملایم ہوئے تو کیا
کہہ بیٹھیں گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد

اس لعل لب کے ہم نے لیے بوسے اس قدر
سب اُڑ گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف، سینے سے ہر آہ بے اثر
لب تک جو پہنچی بھی تو چڑھی دو گھڑی کے بعد

کل اُس سے ہم نے ترکِ ملاقات کی تو کیا | پھر اُس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد
تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے | ساری وہ شیخی ان کی جھڑی دو گھڑی کے بعد
کہتا رہا کچھ اس سے عدو دو گھڑی تلک | غمّاز نے پھر اور جڑی دو گھڑی کے بعد
پروانہ گردِ شمع کے شب دو گھڑی رہا | پھر دیکھی اس کی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد
تو دو گھڑی کا وعدہ نہ کر دیکھ جلد آ | آنے میں ہوگی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد
گو دو گھڑی تک اس نے نہ دیکھا اِدھر تو کیا | آخر ہمیں سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوقؔ کس طرح
پھر تو نہ ٹھیرے پاؤں گھڑی دو گھڑی کے بعد

مطلع

جھومر کا نظر سر پہ ترے اب تو پڑا چاند
تھا وعدہ چڑھے چاند کا لا بوسہ چڑھا چاند

بیت

ہے آئنہ خانہ بھی گذرگاہِ بد و نیک
دیکھا نہ کبھی ہم نے درِ اہلِ صفا بند

ردیف ذ

۲۸

ہولِ دل کا مجھے دو یار نہ لا کر تعویذ | اس کا خط لاؤ کہ رکھوں میں بنا کر تعویذ
جب کہ کرتے ہیں تری چشم کے وحشی کا علاج | لکھتے ہیں پوست کا آہو کے بنا کر تعویذ
اُس نے تعویذ نشانی جو دیا تھا مجھ کو | لے گیا کوئی مُوکل وہ اڑا کر تعویذ
اب تلک جوش میں ہے خونِ شہیدِ غمِ عشق | دیکھ لو تم سرِ مرقد سے اٹھا کر تعویذ

(جلتوائی نہ پڑی) یار میں اور غیروں میں
سیکڑوں خاک کیے ہم نے جلا کر تعویذ

۷۹

مژدۂ قتل ہے اس عہد شکن کا کاغذ
ہے مری روح کو آزادیِ تن کا کاغذ

گور میں پیش ہو جب دفترِ تن کا کاغذ
ہو سیاہی کو سفیدیِ کفن کا کاغذ

لکھیں اُس چشم کے وحشی کے لیے گر تعویذ
اہلِ تکسیر کریں پوستِ ہرن کا کاغذ

ورقِ چرخ ہو گو نسخۂ آشوب نہ ہو
سُرمۂ چشمِ بتِ سیم بدن کا کاغذ

بن گیا عکس سے اُس شوخِ گلستاں رُخ کے
صفحۂ آئینہ تصویرِ حُسن کا کاغذ

کیا کرے منزلِ گیتی کا کوئی دعویِ ملک
نام پر کس کے ہے اِس قصرِ کہن کا کاغذ

مُہر وہ کرتا ہے کاغذ پہ مجھے آئے ہے رشک
ہائے یوں چوسے لُعاب اُس کے دہن کا کاغذ

رُقعہ شادیِ شہادت کا ہو خوں سے رنگیں
ایسی شادی کو ہو ایسی ہی پھبن کا کاغذ

ظاہر آیا نہ کتابوں سے ہو ڈر دوزخ سے
کرنہ آتش میں لباس اپنے بدن کا کاغذ

یوں اسیرانِ قفس تک کوئی پہنچا گلِ برگ
جیسے غربت میں شفیقانِ وطن کا کاغذ

سینہ صافوں کو زمانہ کے ہر ہاتھوں سے شکست
ہے صفائی سے سزاوارِ شکن کا کاغذ

جعل سازی پہ زمانے کی گواہی دے ہے
مُہری و سادہ مہِ چرخِ کہن کا کاغذ

ذوقؔ دل سوختہ دیواں لکھے اپنا کیا خاک
متحمل نہیں گرمیِ سخن کا کاغذ

۸۰

ہے تیرا بوسۂ لبِ رخ اس قدر لذیذ
(زیاعلی عد) جس کے مزے کے آگے نہ ہو گل شکر لذیذ

ان شکریں لبوں سے غمِ عشق ناصحا
کھاتا جہاں میں کون نہ ہوتا اگر لذیذ

وہ نخلِ باغِ دہر میں ہوں میں کہ جس میں آہ
نے سایہ ہے نہ پھول نہ بو نے ثمر لذیذ

میرا دلِ برشتہ تری یادِ زلف میں
شامی کباب وار ہے کیسا سراسر لذیذ

پوچھے دہانِ زخمِ جگر سے کوئی مرے
کیسا خدنگِ یار ہے جوں نیشکر لذیذ

لذت کہاں کباب میں جز مائے......
ہو کیوں (نہ) اشکِ شور پہ لختِ جگر لذیذ

دورِ نشاط و عیش پہ ہنگامِ مے کشی
کیا چاہیے گزک تجھے اے سیم بر لذیذ

.... لذت سے عشق کی
ہیں استخوانِ عاشقِ خستہ جگر لذیذ

جو صلا آب و دار لبِ یار میں ہے لطف
(معروف) اس قدر نہیں خرمائے تر لذیذ

ردیف ر

۸۱

۱۵۲

تنگ نہیں حرف دل نشیں تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہوکر
نکل کر آیا جو راہ آنکھوں کے دل میں بیٹھا خدنگ ہوکر

پھر آیا لو وہ نگار خونیں ادھر کو سرگرم جنگ ہوکر
کہ جس کے ہاتھوں سے اڑ گئے سر ہزاروں مہندی کا رنگ ہوکر

وہ چشم مخمور یک نظر سے چبھوئے لاکھوں جو نیشتر سے
تو ہو رواں ہر رگِ جگر سے لہو مئے لالہ رنگ ہوکر

صفائے دل کی یہی ہے صورت کہ دل میں آنے نہ دے کدورت
کہ بیٹھ جائے گا بالضرورت اس آئینے میں یہ زنگ ہوکر

جو رنگِ الفت سے آشنا ہیں وہ گو بُرے بھی ہیں خوشنما ہیں
کہ رنگ ہی سے گراں بہا ہیں عقیق و یاقوت سنگ ہوکر

جو بیچیں حسنِ بتاں کو ایماں انہیں رہ کفر و دیں ہو یکساں
پہنچتے کعبے ہیں وہ مسلماں ہمیشہ چین و فرنگ ہوکر

ہوئے جو یک رنگ ان کو زیبا نہیں جہاں میں رعونت اصلا
کہ پایا گل نے بے نام رعنا تو اس چمن میں دو رنگ ہوکر

غزال رم دیدہ بن گیا ہے جو خواب آنکھوں میں تو بجا ہے
کہ پھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے پلنگ تجھ بن پلنگ ہوکر

حلاوت شرم و پاسداری جہاں میں ہو ذوقِ رنج خواری
مزے سے گذری اگر گزاری کسی نے بے نام و ننگ ہوکر

۸۲

خوب روئے آج ہم سنسان ہاموں دیکھ کر
یاد آیا ہم کو مجنوں بید مجنوں دیکھ کر

اڑ گئے اک آن میں جادوے بابل کے دھوئیں
سرمہ آلودہ تری چشم پرافسوں دیکھ کر

جو ہے نالا اپنا وہ اک مصرعِ برجستہ ہے
ہم جو نالاں ہیں کسی کا قدِ موزوں دیکھ کر

سچ کہا ہے آگے کالے کے نہیں جلتا چراغ
چھپ گیا مہ رخ پہ تیرے زلفِ شبگوں دیکھ کر

دیکھا مہتاب پہ غیروں میں جو اس وش کو رات
آہ کی اک دل سے ہم نے سوئے گردوں دیکھ کر

قتل کو کس کے چڑھائی تیغ تو نے سان پر
اُترے ہیں آنکھوں میں زخموں کی ترخوں دیکھ کر

آگئیں تم کو لگانی انگلیوں پر فندقیں
نوکِ مژگاں پر مری اشکِ جگرگوں دیکھ کر

جل بے میرے ساغرِ سرشارِ وحشت کا نشہ
چھپ گیا خم میں مری صورت فلاطوں دیکھ کر

لے گیا دل کون میرا ذوق کس کا نام لوں
سامنے آجائے تو شاید بتا دوں دیکھ کر

۸۳

(ہو العلی)

کہا پتنگ نے یوں دارِ شمع پر چڑھ کر
عجب مزا ہے جو مریے کسی کے سر چڑھ کر

مرے خیال پہ وہ چشم فتنہ گر چڑھ کر
یہ خانہ جنگ ہو آتی ہے لڑنے گھر چڑھ کر

دکھا نہ جوش و خروش اتنا زور پر چڑھ کر
گئے جہاں میں دریا بہت اتر چڑھ کر

ستم گروں کی کشاکش میں آبرو ہو سوا
کہ ہوتی سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھ کر

الٰہی خیر ہو مانندِ شعلۂ سرکش
پھر آیا باد کے گھوڑے پہ وہ ادھر چڑھ کر

ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبیِ زر
اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھ کر

جو مارے نفس کو اور کرلے اپنے غصے کو زیر
بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر

کہیں فلک پہ نہ چڑھ جائے چاند جھومر کا
کہ دور آپ کو کھینچے ہے تیرے سر چڑھ کر

ترا مکاں تو کیا لامکاں میں کود پڑیں
امیدِ وصل میں ہم بامِ عرش پر چڑھ کر

ہماری خاک پہ برپا ہے ذوق فتنۂ حشر
سمندِ ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھ کر

۸۴

جاں بنوا یوں ہوئی اس خال کا بوسہ لے کر
جیسے اُڑ جائے دہن میں کوئی گُنکا لے کر

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر
چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لے کر

مجھ سا مشتاق جمال ایک نہ پاؤ گے کہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغِ رُخِ زیبا لے کر

تیرے پُرزے نہ کیے خط کی طرح اے قاصد
شکر کر چھوڑ دیا اس نے نوشتہ لے کر

رہ گیا اپنا سا مُنہ لے کے وہ اے آئنہ رو
تیری تصویر کو یوسف نے جو دیکھا لے کر

جب یہ دیکھا نہ ملا مجھ میں کہیں میرا پتا
پھر گیا نامہ بر یار خط اُلٹا لے کر

ذبح کرنے کو مرے پوچھتے کیا ہو تدبیر
تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لے کر

میرے قدموں ہی میں رہ جائیں گے، جائیں گے کہاں
دشت میں میرے قدم آبلۂ پا لے کر

کھینچتی روزِ قیامت سے بھی ہے آپ کو دور
تیری زُلفوں کی بلائیں شبِ یلدا لے کر

شرطِ ہمت نہیں مُجرم ہو گرفتارِ عذاب
تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑے گا بدلا لے کر

واں سے یاں آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے
یاں سے تو جائیں گے ہم لاکھ تمنا لے کر

۸۵

کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ہجراں چھوڑ کر
چل بسا وہ آج سب ہستی کا ساماں چھوڑ کر

طفلِ اشک ایسا گرا دامانِ مژگاں چھوڑ کر
پھر نہ اُٹھا کوچۂ چاکِ گریباں چھوڑ کر

کیوں کہ نکلے تیر اس کا، دل میں پیکاں چھوڑ کر
جائے بیٹھے کو کہاں یہ مرغِ پرّاں چھوڑ کر

جس نے ہو لذت اٹھائی زخمِ تیغِ عشق کی
کب وہ مرہم دان کو ڈھونڈے نمک داں چھوڑ کر

صید دل کو کیوں کہ چھوڑے جب کہ دکھلاوے نہ تو
مچھلیاں دستِ حنائی میں مری جاں چھوڑ کر

سرد مہری سے کسی کی آگے ہی جی سرد ہے
یاں سے ہٹ جا دھوپ لے ابرِ خراماں چھوڑ کر

دیکھیے کیا ہو کہ ہے اب جان کے پیچھے پڑی
دل کو لے کافری زُلفِ پریشاں چھوڑ کر

اے دل اس کے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل
ورنہ پچھتائے گا تو یہ ساتھ ناداں چھوڑ کر

کیوں نہ رم کر جائیں آہو ایسے وحشی سے ترے
شیر بھاگیں جس کے نالوں سے نیستاں چھوڑ کر

سرخیِ پاں دیکھ لے زاہد جو دنداں پر ترے
اُٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیحِ مرجاں چھوڑ کر

پیش خیمے کے نکلا گردباد دور رو
ہے جو سرگرمِ سفر تن کو مری جاں چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت ماہِ دو ہفتہ کی طرح
دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر

ساغرِ دل ہیچتا آیا ہوں کھومت ہاتھ سے
چوکتا ہے کیوں یہ جنسِ دست گرداں چھوڑ کر

کام یہ تیرا ہی تھا رحمت ہو لے ابرِ کرم
ورنہ جائے داغِ عصیاں میرا داماں چھوڑ کر

پڑھ غزل اے ذوق کوئی گرم سی اب تو نہ جا
جانبِ مضمونِ طرزِ گفتۂ جاناں چھوڑ کر

۸۶

جب چلا وہ مجھ کو بسمل خوں میں غلطاں چھوڑ کر
کیا ہی پچھتاتا تھا میں قاتل کا داماں چھوڑ کر

میں وہ مجنوں ہوں جو نکلوں کنجِ زنداں چھوڑ کر
سیبِ جنت تک نہ کھاؤں سنگِ طفلاں چھوڑ کر

ہووے میرا ہی لہو مالی جو لب اُس شوخ کے
کھینچے تو شنگرف سے خونِ شہیداں چھوڑ کر

میں ہوں وہ گمنام جب دفتر میں نام آیا مرا
رہ گیا بس منشیِ قدرت جگہ واں چھوڑ کر

سایۂ سروِ چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
سانپ سا پانی میں اے سروِ خراماں چھوڑ کر

ہو گیا طفلی ہی سے دل میں ترازو تیرِ عشق
بھاگے ہیں مکتب سے ہم اوراقِ میزاں چھوڑ کر

اہلِ جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک
لعل کیوں اس رنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کر

شوق ہے اس کو بھی طرزِ نالۂ عشاق سے
دم بدم چھیڑے ہے منہ کو دود قلیاں چھوڑ کر

دل تو لگتے ہی لگے گا حوریانِ عدن سے
باغِ ہستی سے چلا ہوں ہائے پریاں چھوڑ کر

گھر کے بھی واقف نہیں اُس کے کہ جس کے واسطے
بیٹھے ہیں گھر بار ہم سب خانہ ویراں چھوڑ کر

وصل میں گر ہووے مجھ کو رویتِ ماہِ رجب
روئے جاناں ہی کو دیکھوں میں تو قرآں چھوڑ کر

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن
کون جائے ذوقؔ پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

۸۷

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دُور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دُور اور شکستہ پر

کیا ڈھونڈے دشتِ گمشدگی میں مجھے کہ ہے
عنقا مرے سُراغ سے دُور اور شکستہ پر

کرتا ہے دل کا قصد کماں دار تیرا تیر
پر ہے نشانِ داغ سے دُور اور شکستہ پر

اس مرغِ ناتواں پہ ہے حسرت جو رہ گیا
مرغانِ کوہ و راغ سے دُور اور شکستہ پر

ساقی بطِ شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی
خُم سے الگ ایاغ سے دُور اور شکستہ پر

خود اُڑ کے پہنچے نامہ جو ہو مرغِ نامہ بر
اُس شوخِ خوش دماغ سے دُور اور شکستہ پر

اے ذوقؔ میرے طائرِ دل کو کہاں فراغ
کوسوں ہے وہ فراغ سے دُور اور شکستہ پر

ابیات

۱

مزا چکھایا ہے کوہ کن کو جو عشق آیا ہے امتحاں پر
کہ لایا تو جوئے شیر لیکن چھٹی کا دودھ آگیا زباں پر
اٹھائے سوز غم ہر نمط ہیں یہ خوں کے دعوے کوئی غلط ہیں
کہ شکل قط گیر خط پہ خط ہیں ہنوز باقی ہر استخواں پر

۲

وہ کہے کون ہے قرباں مری اس چتون پر
میں کہوں میں تو کہے میں کے چھری گردن پر
تیرے دندان مسی زیب کی دیکھی جو بہار
اوس سی پڑ گئی گلشن میں گل سوسن پر

۳

اے دل وہ سر غمزۂ پنہاں عیاں نہ کر
آنکھوں سے دیکھ اور زباں سے بیاں نہ کر
آہوں میں دود دل جو نکالوں تو وہ کہے
اے تفتہ جاں ہوا ہو یہاں سے دھواں نہ کر

۴

رو کش بال ہما ہیں ان ہوا گیروں کے پر
مل گئے جن طائروں کو ہر ترے تیروں کے پر
ان کو بے پر عرش اعظم پر اڑاتے ہیں مرید
کیا غضب لائیں (کذا) خدا جانے جو ہوں پیروں کے پیر

۵

نامۂ شوق کو مرے باندھا جو تو نے بال پر
کیوں ارے مرغِ نامہ بر تجھ کو ہوئے وبال پر
مصحفِ روئے یار میں دیکھا ہے مو جو خال پر
لکھتے ہیں قل ہو اللہ ہم ایک چنے کی دال پر

مطلعے

(۱)

بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر
ایما یہ ہے کہ بھیج دے آنکھیں نکال کر

(۲)

شرحِ بختِ برگشتہ گر کروں رقم پھر کر
تیرِ بازگشتی ہو ہاتھ میں قلم پھر کر

(۳)

بعدِ مردن آچکے رونے کو سن کر گور دور
جیتے جی ہی کہتے ہو صورت تری درگور دور

(۴)

کان پر تو نے دھرا گلشن سے جب گل توڑ کر
میں بھی حاضر ہوں کہا غنچے نے یہ منہ پھوڑ کر

شعر

مت در سے اُٹھا بہرِ خدا اپنے تو اے بت
بیٹھا مجھے اب رہنے دے دربان سمجھ کر

ردیف س

۸۸

(ہو اللہ اکبر)

کون سا ہمدم ہے تیرے عاشقِ بے دم کے پاس
غم ہے اس کے پاس پیارے اور وہ ہے غم کے پاس

یاں کسے پروا کہ ہو جامِ جہاں بیں جم کے پاس
کاسۂ زانو ہے تیرے عاشقِ پُر غم کے پاس

خط کہاں آغاز ہے پشتِ لبِ دل دار پر
خضر ہے ملنے کو آیا عیسیٰ مریم کے پاس

مردمک سے اشکِ خوں باہم نہیں ہے ہیں بھرے
پارۂ یاقوتِ احمر دانۂ نیلم کے پاس

روح اس ماتم زدہ کی بعد مُردن جوں پتنگ
آئے گی اُڑ کر چراغِ خانۂ ماتم کے پاس

کس کی قسمت ہے کہ زخمِ تیغِ قاتل ہو نصیب
جائیں گے مرہم نہیں جائیں گے پر مرہم کے پاس

ہاتھ گر آجائے اپنے سپھر تو کیا گل کھائیے
یہ جو چھلا آپ کی انگلی میں ہے خاتم کے پاس

زُلف سے بے وجہ خطِ سبز ہم پہلو نہیں
لکھے ہے کب عشقِ پیچاں سنبلِ پُرخم کے پاس

واہ رے پیکِ اجل دیکھے ترے مکر و فریب
کھینچ کر سُہراب کو یوں لائے تو رُستم کے پاس

ہے وہ اپنی چشمِ دریا بارِ مردم فیض بخش
بہرِ دریوزہ . . . . نم کے پاس

کر کے بحر و قافیہ تبدیل لکھ اور اک غزل
(ایک دم کو بیٹھ جا اے ذوقؔ میرے غم کے پاس (کذا)

٨٩

تیر و کماں ہیں اس بُتِ ناوک فگن کے پاس
آہ و قدِ خمیدہ ہے اس خستہ تن کے پاس

دم ضعف سے اُلٹتا ہے آ کر دہن کے پاس
پھر جائے ہے پہنچ کے مسافر وطن کے پاس

یہ موجِ خوں رواں نہیں شاید ہے رو رہا
تیشہ سر اپنا رکھ کے سرِ کوہ کن کے پاس

اس آرزو میں خاک ہوا ہوں کہ بن کے جام
پہنچوں کبھی لبِ بُتِ پیماں شکن کے پاس

اُس نے جھجک کے خوف سے بوسے کے، کان کو
جلدی ہٹا لیا مرے لا کر دہن کے پاس

انگشتِ شمع کیوں نہ اُٹھے بہرِ فاتحہ
ہاں ڈھیر ہے پتنگ کا پاے لگن کے پاس

اُٹھے گا تا بہ حشر مری گور سے دُھواں
چاکِ جگر میں دیکھنا چاکِ کفن کے پاس

میں نے کہا کہ تو ہی دے بوسہ کہ ڈر سے میں
لا سکتا مُنہ نہیں ترے چاہِ ذقن کے پاس

کہنے لگا کہ جاتا ہے پیاسا کنوئیں کے پاس
یا جاتا ہے کنواں کہیں تشنہ دہن کے پاس

اے ذوقؔ صدقے جایئے پیکِ خیال کے
کیا دم میں لے گیا ہے بُتِ سیم تن کے پاس

مطلع

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو اُن کے پاس
بدگماں وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

چمن سے بُعد نہیں جیسے سینؔ قافؔ قفس
قفس میں بند ہیں ہم مثل فائے نافِ قفس

ردیف ص

۹۰

(ہوالمعنی لاعن)

سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام میں خاص
کہ جہاں عام ہے ہوتا ہے تو ہاں عام میں خاص

عشق کا جوش ہے جب تک کہ جوانی کے ہیں دن
یہ مرض کرتا ہے شدت انھیں ایام میں خاص

شیخ صاحب کے ہیں نزدیک وہ خاصانِ خدا
خدمتی اُن کے جو ہیں زمرۂ خُدّام میں خاص

ساغرِ دل کی تو واقف نہیں کیفیت سے
دیکھ عکسِ رخِ ساقی ہے اسی جام میں خاص

خضر باتیں ہیں کہ ہے چشمۂ حیواں جاں بخش
ہے یہ خاصیت اسی کے لبِ دشنام میں خاص

کام عاشق کا نہیں کوئی بجُز ناکامی
کیا دیا تو نے لگا! اُس کو اسی کام میں خاص

ذوقؔ اسمائے الٰہی ہیں سب "اسم اعظم"
اس کے ہر نام میں عظمت ہے نہ اک نام میں خاص

ردیف ض

۹۱

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض
ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

نام فریاد سے ہوتے ہیں جگر کے ٹکڑے
ہوتا ہے حق میں مرے مطلعِ آہی مقراض

بحر و بر میں نہیں کس کو ہوسِ قطع و برید
ناخنِ شیر ہے خنجر دمِ ماہی مقراض

کیا زباں چلتی ہے اُس بزم میں بدگویوں کی
اُن کے مُنہ میں یہ زباں ہے کہ الٰہی مقراض

گل کترتی ہیں ہزاروں تری آنکھیں کافر
ہے عجب طرح کی اک تیز نگاہی مقراض

محضرِ خون مرا تو نے کتر کر پھینکا
دے گی اس ظلم کی محشر میں گواہی مقراض

پاس کیا قطعِ تعلق میں کہ یکساں ہے تجھے
قطع میں کسوتِ درویشی و شاہی مقراض

رشتۂ عمر کیا قطع سراسر اے ذوقؔ
کھو سکی شمع کے دل کی نہ سیاہی مقراض

ردیف ظ

۹۲

نہ اس سے امن میں ایماں نہ دیں رہا محفوظ
تری نگاہ سے کافر رکھے خدا محفوظ

ہمارے نالوں سے خورشید کو کہاں ہے قرار
چراغ آندھی میں کس طرح رہ سکا محفوظ

ہمیشہ خالِ رخِ آتشیں کرے ہے سپند
کہ چشمِ بد سے ہے روئے نکو ترا محفوظ

کہاں دماغ رکھیں فکرِ چارہ سازی کا دل
کہ داغ لالہ کا مرہم سے ہے سدا محفوظ

نہ کہیے کیوں کہ خموشی کہ قفلِ درِ گنجِ دہاں
درِ سخن نہ ہو ضائع رہے سدا محفوظ

ترا ہے نامہ مرے حفظِ جان کا تعویذ
رکھوں ہوں میں بھی جسے جان سے سوا محفوظ

کہے ہیں جس کو صبا ہے وہ ایک بادی چور
چمن میں یہ زرِ گل رہوے تا کجا محفوظ

عزیز ہے ترا پیکان یاں تلک مجھ کو
رکھوں ہوں دل میں جسے جان سے سوا محفوظ

اُلجھتے پاک نفس کب ہیں ناکسوں کے ساتھ
خلش سے خار کی ہے دامنِ صبا محفوظ

ردیف ع

۹۲ (الف)

ذوق کیوں کر ہو اپنا دیواں جمع
کہ نہیں خاطرِ پریشاں جمع

ردیف غ

۹۳

داغِ دل سمجھا کیے ہم اپنا رشکِ بیضۂ باغ
آنکھ اٹھا ہرگز کبھی دیکھا نہ گلچیں نے سوے باغ

حلقِ تفسیدہ مرا اے نغمہ سنجانِ چمن
کام لے شمشیر کا از موجِ آبِ جوے باغ

باعثِ افزونیِ داغِ جنوں ہے لالہ رو
اپنے پہلو کو سمجھتا ہوں میں ہم پہلوے باغ

نرگسِ چشمِ صنم کا ہووے گشتہ جو کوئی
دفن اس کو کیجیو اے ہم نشینو سوے باغ

جب کبھی سیرِ چمن کی اے صنم تیرے بغیر
بوے دودِ شمع میں سمجھا کیا خوشبوے باغ

اے جنوں دل وادۂ زلفِ پری رویاں ہیں جو
شاخِ سنبل کو سدا سمجھیں ہیں وہ گیسوے باغ

ہوتا میں سرسبز کیوں کر گلشنِ ہستی میں ذوق
داغِ دل دیتا رہا مجھ کو تو وہ گل روے باغ

۹۴

بولتا کیوں ہم سے ہے اے دشمنِ جانی دروغ
دوستوں سے فائدہ کیا ہے قسم کھانی دروغ

گر مسلمانی ہے ثابت کفر بھی ہے شیخ جی
بھومبت زنّارِ تسبیحِ سُلیمانی دروغ

صنعتِ بہزاد کس گنتی میں ہے تصویرِ یار
دیکھ کر ہو جائے اے دل دعویِ مانی دروغ

راست بازانِ محبت سے تو کر ایفاے عہد
دم بدم بولے ہے مجھ سے کیوں تو اے جانی دروغ

دل میں رکھیو یاد اے لوح و قلم لکھنا نہیں
کاتبِ قدرت ہمارا خطِ پیشانی دروغ

گر یہی ہے بُت پرستی روز و شب اے شیخ جی
تو ہمارا ہو گا دعواے مسلمانی دروغ

راست کہتا ہوں میں یہ بزمِ سخن میں ہمدمو
ذوق کے ہے سامنے لافِ غزل خوانی دروغ

ردیف ف

۹۵

ہمدم وہ مجھ سے خوب نہیں خوب رو ہے صاف
کینہ ہے اس کے دل میں کبھو اور کبھو ہے صاف
ہے جی میں تیرے رنگِ کدورت بھرا ہوا
آئینہ وار ہم سے نہیں یار تو ہے صاف
اچھا کیا نہ سوزنِ مژگانِ یار نے
ظاہر ہمارے زخمِ جگر کا رفو ہے صاف
ہر دم کلام قیس تھا یہ دشتِ نجد میں
مجھ سے زیادہ تر تو سبک یار تو ہے صاف (کذا)
ہر بات میں ہے خدا واسطے غبار
اس بت کی میرے ساتھ نہیں گفتگو ہے صاف
شاید کہ قتلِ ذوق کا دل میں ارادہ ہے
پھر آج کل جو تیغ بُتِ جنگ جو ہے صاف

مطلع

ہے دمِ ذبح بھی یاں دیدۂ یار اور طرف
بیکے یارب کہیں خنجر کی نہ دھار اور طرف

ردیف ق

۹۶

پھر خواب میں آتی ہے نظر صورتِ معشوق
پھر رنج ہمیں دینے لگی صحبتِ معشوق
ایام جوانی کا تو کیا کیجے بیاں حال
پیری میں بھی زائل نہ ہوئی رغبتِ معشوق
آشوبِ قیامت نہ ہو اس کوچے میں کیونکر
ہے فتنۂ دوراں وہ قد و قامتِ معشوق

افراطِ الم سے تو عجب ہے نہیں اپنے رکنا
جاں تن سے اگر نکلے دمِ رخصتِ معشوق

....
تا زندگی جس کو نہ رہی حسرتِ معشوق

تیر چڑھ سے صید کیا طائرِ جاں کو
قرباں ہوں دلا دیکھ کے میں صورتِ معشوق

زر سے ہے سروکار حسینوں کو جہاں میں
بھرتا ہے عبث ذوق دمِ الفتِ معشوق

۹۷

شمع ساں آہ نہیں میری شرربارِ فراق
سرد مہری سے تری گرم ہے بازارِ فراق

سیرِ صحرا کی ہوس کیوں نہ کرے پائے جنوں
دل میں اس گُل کا کھٹکتا ہے مرے خارِ فراق

جلد لے تیغِ اجل آ، کہ اک مدت سے
سرِ شوریدہ اٹھا سکتا نہیں بارِ فراق

آنکھ کے آگے ہی روپوش ہوا مہرِ وصال
نظر آتی ہے دلا جب سے شبِ تارِ فراق

ہوسِ سیرِ چمن مجھ کو نہیں اے گُل چیں
روبرو آنکھ کے ہے سبزۂ گلزارِ فراق

پھر نظر آنے لگے خوابِ پریشاں صد شکر
ایک مدت سے مرا دل ہے طلبگارِ فراق

تیری ہی آرزو ہے وصل میں اے غرفہ نشیں
ہجراں میں ہے چین تہِ سایۂ دیوارِ فراق

کس کی آنکھوں کا تصور ہے اسے اے دلِ زار
گُلِ نرگس جو گلستاں میں ہے بیمارِ فراق

لکھ غزل قافیہ تبدیل کر اس میں اے ذوق
یار کے دل کو جو خوش آتے ہیں اشعارِ فراق

۹۸

لوگ کس طرح نہ جانیں مجھے نخچیرِ فراق
دل مرا رہتا ہے ہر دم ہدفِ تیرِ فراق

بیڑیاں تارِ کفن سے ہیں پس از مردن بھی
زندگی بھر رہی گر پاؤں میں زنجیرِ فراق

آخر آخر لگا کھنچنے انا لیلیٰ مجنوں
نظر آئی یہ عجب مجھ کو تو تاثیرِ فراق

کس طرح جی بچے جلاد فلک تو شب و روز
حلق پر پھیرے ہے مجھ کشتہ کے شمشیرِ فراق

وصلِ جاناں کی ہوا چھوئے جس کے باعث
کوئی ایسی نظر آتی نہیں تدبیرِ فراق

زندگی خضر کی آخر ہوئی سنتے سنتے
ختم تس پر بھی نہ اپنی ہوئی تقریرِ فراق

حد ہے حوصلۂ نامہ بری قاصد کو
ذوق دیکھے جو کبھی میری وہ تحریرِ فراق

مطلع

پھر کر اِدھر اُدھر بھی نہ اپنا گیا قلق
لفظِ قلق کی طرح سے وہ ہی رہا قلق

ردیف ک

۹۹

(۱۵۲)

جو کھل کر اُن کا جوڑا بال آئیں سر سے پاؤں تک
بلائیں آ کے لیں سو سو بلائیں سر سے پاؤں تک

ہم ان کی چال سے پہچان لیں گے اُن کو بُرقع میں
ہزار اپنے کو وہ ہم سے چھپائیں سر سے پاؤں تک

یہ جتنے سرو ہیں سب اس کے قدِ پر زہر کھاتے ہیں
چمن میں سبز کیوں کر ہو نہ جائیں سر سے پاؤں تک

مرا دل ایک دوں میں خوش ادا کی کس ادا کو میں
کہ ہیں واں تو ادائیں ہی ادائیں سر سے پاؤں تک

سراپا شوق جائیں سر کے بل ہم جن کے جلسے میں
بمثالِ شمع وہ ہم کو جلائیں سر سے پاؤں تک

نہ ہوں بے پردہ تو بھی وہ کھڑے جو ہو کے شوخی سے
چھبن چلمن میں وہ پردہ دکھائیں سر سے پاؤں تک

بنایا اس لیے اس خاک کے پتلے کو تھا انساں
کہ اس کو درد کا پتلا بنائیں سر سے پاؤں تک

سراپا پاک ہیں دھوئے جنھوں نے ہاتھ دنیا سے
نہیں حاجت کہ وہ پانی بہائیں سر سے پاؤں تک

مزا اتنا ہی ذوق افزوں ہو جتنے زخم افزوں ہوں
نہ کیوں ہم زخمِ تیغِ عشق کھائیں سر سے پاؤں تک

مطلعے

صفحۂ دہر پہ یک دل نہ ہوا ایک سے ایک
دل کے دو حرف ہیں سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

پھر تو آئے خیر سے ہم جا کے اُس مغرور تک
پر دھڑکتا ہی رہا اپنا کلیجہ دُور تک

ردیف ل

۱۰۰

پھنسا ہے حلقۂ گیسوئے تابدار میں دل
ہوا ہے جا کے نوالہ دہانِ مار میں دل

شرارِ سنگ کی مانند اڑے گا سنگِ مزار
رہا اگر یونہیں گرمِ طپش مزار میں دل

اگر نہ جبر کروں اختیار اے ناصح
تو کیا کروں کہ نہیں میرے اختیار میں دل

خدا بچائے مجھے اس بغل کے دشمن سے
کہ میرا دشمنِ جاں ہے مرے کنار میں دل

برنگِ شعلہ دمِ اضطراب سینے سے
نکل نہ جائے کہیں آہِ شعلہ بار میں دل

ہمیشہ روزنِ سینہ سے کیوں ہے چشم براہ
اگر نہیں کسی مہ وش کے انتظار میں دل

برنگِ بیضۂ نو روز توڑے دل اس نے
ہزاروں ایک ہمارا ہے کس قطار میں دل

برنگِ غنچۂ تصویر و غنچۂ پیکاں
نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار میں دل

نہ ہوتیں خلد میں حوریں تو رہتا خلد میں کون
لگے ہے صحبتِ خوبانِ گل عذار میں دل

ترا سنگار بھی ہے وہ بلا کہ جائے گہر
پروئے زلفِ مسلسل کے تار تار میں دل

فلک کے رنگ سے ظاہر ہیں ماتمی آثار
خوش اپنا کیوں کہ ہو اس نیلگوں حصار میں دل

بغیر یار نہ چھوڑے گی دل کو کافرِ زلف
کہو یہ اس سے کہ جائے نہ ماریار میں دل

یہ جسمِ زار ہے یا میرے پیرہن میں تار
گرہ ہے تار میں یا ہے جسمِ زار میں دل

ہزار دشمنِ جاں گو کہ ہے ایک دوست مرا
جو پوچھو کون ہے سو میں کہوں ہزار میں دل

بغل میں جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے
نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار میں دل

اُٹھا تو لائے مجھے میرے ہم نشیں لے ذوقؔ
رہے گا میرے عوض میرا کوئے یار میں دل

۱۰۱

ازل سے یوں دلِ عاشق ہے نور کی قندیل
کہ جیسے عرشِ خدائے غفور کی قندیل

سمجھ وہ دُرِّ بنا گوش نور کی قندیل
خجل ہے اخترِ صبحِ نشور کی قندیل

ہمارے کعبۂ دل میں ہمیشہ روشن ہے
کسی کے باب کمالِ ظہور کی قندیل

جہاں ہے خانۂ عشرت جبھی ہوا سکا فروغ
کہ اس میں لٹکے سرِ پُر غرور کی قندیل

رہے ہے جوں قمرِ منخسف سدا بے نور
سیاہ بختوں کی بالینِ گور کی قندیل

پڑے جو عکس ترا جام میں تو ہو روشن
حبابِ بادہ تجلّی سے طور کی قندیل

عیاں ہو یوں مرے روز سیہ میں اخترِ دل
کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل

سوائے دل کے ہو نارنجِ باغِ خلد سے بھی
کبھی پسند نہ اُس رشکِ حور کی قندیل

اُڑے جو آہ کے ہمرہ نکل کے پارۂ دل
ہوئے ہوا میں وہ صورتِ طیور کی قندیل

وہ تیر ہیں یہ مرے نالۂ قیامت زا
کہ ان کے رکھنے کو لازم ہو صُور کی قندیل

نسیم کیا ہے کہ روضے میں گفتہ جانوں کے
نہ گل ہو بادِ سے آوازِ صُور کی قندیل

سمجھتا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوقؔ
یہ روشن آپ نے کیوں پیشِ کور کی قندیل

۱۰۲

دیوانہ ہوں تیرا مجھے کیا کام کروں گل
از زیبائش سر کو ہے مرے داغِ جنوں گل

سو ٹکڑے ہیں اپڑی کے برنگِ گلِ صد برگ
کیا دشت نوردی میں کترتا ہے جنوں گل

اُس گل میں نہ پایا اثرِ بوئے محبت
سو بار سنگھائے آسے پڑھ پڑھ کے فسوں گل

ہے روشنیِ خانۂ دل سوزِ محبت
کافر تو بتا شمعِ حرم کیوں کہ کروں گل

پیکان تو دل دوز ہے سوفار ہے باہر
اس تیر سے ہے دل میں دروں غنچہ بروں گل

ردیف م

۱۰۳

پابند جوں دخاں ہیں پریشانیوں میں ہم / یارب ہیں کس کی زلف کے زندانیوں میں ہم

مالوفِ زلف ہیں کہ جو خطِ شکستہ میں / لکھتے الف خطوں کی ہیں پیشانیوں میں ہم

زنجیر میں بھی نالۂ زنجیر کی طرح / جوشِ جنوں سے رہتے ہیں جولانیوں میں ہم

پائی نہ تیغِ عشق سے ہم نے کہیں پناہ / قربِ حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم

دوزخ بھی جائے نعرۂ ہل من مزید بھول / لائیں جو آہ کو شررافشانیوں میں ہم

آتی ہے کان ملنے کی کیا کیا ہوس ہمیں / دیکھے ہیں جب گہر تری چودانیوں میں ہم

پاکوبیوں کو مژدہ ہو زنداں کو ہو نوید / پھر ہیں جنوں کی سلسلہ جنبانیوں میں ہم

اس خالِ رخ پہ جمع ہوئے قطرۂ عرق / ہندو اسیر دیکھے ہیں تورانیوں میں ہم

نم بھی نہیں جگر پہ رہی، اس قدر رہے / سرگرم سوزِ عشق کی مہمانیوں میں ہم

مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا / جوں خطِ سرنوشت ہیں پیشانیوں میں ہم

ہیں آگئے میں صورتِ تصویرِ آئینہ / آئینہ رو کے سامنے حیرانیوں میں ہم

سمجھیں عزیز سورۂ یوسف سے بھی سوا / رکھ دیں تری شبیہ جو کنعانیوں میں ہم

کیا جانیں ہم زمانے کو حادث ہے یا قدیم / کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہیں فانیوں میں ہم

کیوں جی کے ہجر میں ہوئے شرمندہ یار سے / اب مر رہے ہیں اس کی پشیمانیوں میں ہم

پوشیدہ ان نگاہوں سے سرخوش ہیں رات دن / شرب الیہود، کرتے ہیں نصرانیوں میں ہم

سینے کا چاک سینے کی فرصت کہاں کہ ہیں / مصروف زخمِ دل کی نمکسرانیوں میں ہم

بیمِ کدورتِ دلِ صبا دگر نہ ہو / کیا کیا اڑائیں خاک پرافشانیوں میں ہم

دکھلائیں روزِ حشر کو بین السطور سے / اپنے سیاہ نامے کی طولانیوں میں ہم

جا سکتے ضعف سے نہیں کوچے میں اس کے ذوق / بہہ جائیں کاش گریے کی طغیانیوں میں ہم

۱۰۴

شمع نازاں نہ ہو اک رات بہا آنسو گرم
برسوں یاں چشم سے ٹپکا کیا ہے لوہو گرم

کیا کروں ہے پئے سیرِ موسمِ گُل ہر سو گرم
دم تو لینے دے جنوں مجھ کو نہ کر پھر تو گرم

لطفِ بوسہ نہ رہا ہم پہ ہوا جب تو گرم
شربتِ قند دیا کر کے یہ آتش خو گرم

ٹھیر اے قیس نہ جا دھوپ میں اتنا تو گرم
پاؤں کے تلوے ہیں اب تک ترے جوں بالو گرم

دلِ عاشق کے جلانے کا ہے سارا ساماں
تاب و رُخ تیری بھبوکا ہے، بلا ہے تو گرم

فاختہ سوزِ محبت سے ہوئی جل کر خاک
کھینچے ہے دل سے یہ اب تک نفس کو کو گرم

نیشتر جس کے پہ خوں گشتۂ فولاد ہو خاک
نکلے ہے گرمیِ سودا سے مری لوہو گرم

کٹ سکا صیدِ محبت کا نہ قاتل سے گلا
اس نے پتھر پہ یہ رگڑا کہ ہوا چاقو گرم

آبلے سینۂ دریا میں ہوں سب جل کے حباب
چشمِ دل تفتہ سے ٹپکے اگر اک آنسو گرم

چشم بد دور سدا چشم تری شوخی سے
کیوں نہ سرگرم ہو رکھتا ہے مزاج آہو گرم

سرد مہری سے رکھا تو نے کبھی دل کو خنک
گرم جوشی سے کیا گاہ محبت دل جو گرم

دیکھ کیا واقعہ ہے لاش ترے کشتے کی
ایک جانب ہے جو ہے سرد تو ہے یک سو گرم

دستِ خورشید کی رعشے سے سپر جائے چھوٹ
کھینچ کر تیغ کو جب ہو وہ ہلال ابرو گرم

ذوق اتنا بھی تپِ غم میں مُخنک دل رہنا
عاشقانہ کوئی اک اور غزل پڑھ تو گرم

۱۰۵

جل بے اے آتشِ غم دل کو کرے یہ تو گرم
کرّہ میں پشتِ سمک تک ہو تپہ پہلو گرم

تن تپِ عشق سے ہو یوں ہی گر آتش خو گر
جیسے [illegible]ن کی طرح ہوں گے بدن پر مو گرم

جوش زن خوں ہے جگر میں مرے تو کیا جانے
اسی باعث سے (کذا) نکلتا ہے مرا لوہو گرم

مہ وش اب بے ترے حسنِ جہاں تاب کی تاب
رُخ سے گرم آئنہ ہو آئنے سے زانو گرم

کیا کہوں نامۂ جاں سوز کی اپنے تاثیر
جل گیا بس یہ کبوتر کا ہوا بازو گرم

مشعل افروزِ جنوں کون ہو مجنوں کے لیے
گر نہ ہو گرمیِ وحشت سے دلِ آہو گرم

سرِ مجروح کو ٹھکرا کے گیا وہ اور میں
چونکا اس وقت کہ جب منہ پہ بہا لہو گرم

جو گرفتار ہو سودے میں تری زلفوں کے
وہ خنک دل بنے گر گُلِ انگشتِ بریدہ ہو گرم

کون سا سوختہ جاں صبح سے ہے گرم فغاں
کہ ہوا آئے ہے کوچے سے ترے گُل رو گرم

اے صبا مجھ سے پرے جا کہیں ٹھنڈی ٹھنڈی
سر میں سودا کو مرے کرتی ہے گُل کی بو گرم

آتشِ رشک سے اس زلفِ معنبر کے نسیم
مشک بھی نافۂ آہو میں ہے جوں لہو گرم

آتشِ گُل سے پس از مرگ بہ رنگِ شعلہ
خاکِ عاشق سے نکلتا ہے گُلِ خود رو گرم

ہم تو سنتے تھے سدا گُل ہو وضعِ بارد
ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش ابرو گرم

ردیف ن

۱۰۶

ہے چشم تیری مستِ قدح گیرِ باغِ حُسن
عارض پہ خط ہے طوطیِ تصویرِ باغِ حُسن

تفریح دے ہے دل کو تماشائے گُل رُخاں
تاثیرِ باغِ خلد ہے تاثیرِ باغِ حُسن

تحریرِ سرمہ ہے تری چشمِ نیم باز
اے غیرتِ چمن در زنجیرِ باغِ حُسن

ہو کس طرح نہ تخم فشاں خالِ سرمہ سے
مشاطۂ باغباں ہے پہ تدبیرِ باغِ حُسن

تبخالہ لب پہ گرمیِ بوسہ سے ہے کہاں
ہے غنچہ لب پہ غنچۂ دل گیرِ باغِ حُسن

رشکِ بہار طاق دو ابرو کا تیرے عکس
دریائے آئینہ میں ہے تعمیرِ باغِ حُسن

تو گرمیِ نگاہ سے اے ذوق دیکھ لے
اس نازنیں کا جلوۂ تکثیرِ باغِ حُسن

۱۰۷

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں
ہوں اس طرح جہاں میں کہ گویا نہیں ہوں میں

اس در پہ شوقِ سجدہ سے فرشِ زمیں ہوں میں
مانندِ سایہ سر سے قدم تک جبیں ہوں میں

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں
میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

ہوں طائرِ خیال نہ پر ہیں نہ میرے بال
پر اُڑ کے جا پہنچتا کہیں سے کہیں ہوں میں

تارا سا ہوں کنوئیں کی ہیں تہہ پر مثالِ آب
گو نام آسماں پہ ہے زیرِ زمیں ہوں میں

دیتا ہے پیچ کیوں مجھے اس درجہ اے فلک
نے چینِ زلف نے شکنِ آستیں ہوں میں

۱۰۸

گر ترا نور نہیں چشم میں کیا ہے اس میں
کہنا "فیہ نظر" عینِ خطا ہے اس میں

دل کو کیا دیکھے گا تو چیر کے کیا ہے اس میں
اب تو قطرہ بھی نہیں خوں کا رہا ہے اس میں

اُس جفا کیش کے نامے کو کہوں کیا قاصد
جو کہ قسمت کا لکھا تھا وہ لکھا ہے اس میں

رشکِ انداز ہے چاہِ ذقنِ یار میں زُلف
نہیں معلوم کہ دل کس کا گرا ہے اس میں

عشق کی تلخیِ حسرت کے جو لے لے کے مزے
بے مزہ رہتے ہیں ہم، کچھ تو مزا ہے اس میں

۱۴۲

تو نگیں توڑ نہ دل کا کہ بڑی کاوش سے
اِسم کو میں نے ترے کندہ کیا ہے اس میں

کبھی کرتا ہوں فغاں اور کبھی ضبطِ فغاں
نہیں معلوم وہ خوش اس میں ہے یا ہے اس میں

خضر ساقی ہو تو میں جام نہ لوں گر جاؤں
کہ نہیں جام میں مے آبِ بقا ہے اس میں

دے چکے عشق میں جاں وامق و قیس و فرہاد
اور ابھی دیکھیے کس کس کی قضا ہے اس میں

شیشۂ سبز فلک سے نہ طلب کر مے عیش
مے کہاں اس میں ہے زہراب بھرا ہے اس میں

جا پڑا پاؤں پہ قاتل کے تڑپ کر کُشتہ
سرد ہونے پہ بھی گرمیِ وفا ہے اس میں

کیا بگولے کی طرح خاک کا پُتلا انساں
اُڑتا پھرتا ہے بھری جب سے ہوا ہے اس میں

۱۰۹

وقتِ پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

پھر مجھے لے چلا اُدھر دیکھو
دلِ خانہ خراب کی باتیں

واعظا چھوڑ ذکرِ نعمتِ خلد
کہ شراب و کباب کی باتیں

مہ جبیں یاد ہیں کہ بھول گئے
وہ شبِ ماہتاب کی باتیں

حرف آیا جو آبرو پہ مری
ہیں یہ چشمِ پُرآب کی باتیں

سنتے ہیں اُس کو چھیڑ چھیڑ کے ہم
کس مزے سے عتاب کی باتیں

جام مے مُنہ سے تو لگا اپنے
چھوڑ شرم و حجاب کی باتیں

مجھ کو رسوا کریں گی خوب اے دل — یہ تری اضطراب کی باتیں
جاؤ ہوتا ہے اور بھی خفقان — سن کے ناصح جناب کی باتیں
قصۂ زلفِ یار دل کے لیے — ہیں عجب پیچ و تاب کی باتیں

ذکر کیا جوشِ عشق میں اے ذوقؔ
ہم سے ہوں صبر و تاب کی باتیں

۱۱۰
(مسودہ اول)

ہلتا دو وہ فریق حسد کے عدو سے ہیں — اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں
مُردار ہیں وہ طائرِ سدرہ ہما کیوں ہوں — تیرِ نگاہِ یار کی جو دور زد سے ہیں
وہ مست ہوں کہ رکھتے قدح کشِ تمنا — بنیاد بے کدہ مری خشتِ لحد سے ہیں
جتنے مزے ہیں یاں روشِ نشۂ شراب — ہو جاتے بے مزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں
خورشید وار دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ — روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہیں
جاں دادگانِ عشق سے پوچھو رہِ فنا — اس میں جنابِ خضر ابھی نابلد سے ہیں
چشم ثمر سرو سے اُن کو جو بے وقوف — رکھتے اُمید دوستی اس سرو قد سے ہیں
دشنام دو کہ بوسہ یہ مرضی ہے آپ کی — رکھتے فقیر کام نہیں رد و کد سے ہیں
بر میں تو خنک دلوں کے ہو گر خرقۂ فقیر — سمجھو کہ کرتے برف کی پوشش نمد سے ہیں
وہ ایک دم کہ جس میں میسر ہو وصلِ یار — بہتر سمجھتے ہم اسے عمرِ ابد سے ہیں
محفوظ ہیں جو رکھتے درِ عز و قدر پر — ابجد کا قفل تا عددِ قاب ذبد سے ہیں
جا ان لباسیوں کے نہ ظاہر لباس پر — عاری جبائے ہوش و قبائے خرد سے ہیں
ہرچند ناتواں ہیں مگر رکھتے دل قوی — ہم عشق کی کمک سے جنوں کی مدد سے ہیں

دل کے ورق پہ ثبت ہیں صد مہر داغِ عشق
ہم کرتے ذوقؔ عشق کا دعویٰ سند سے ہیں

۱۱۱

(ہوالعلی)

اس گلستانِ جہاں میں کیا گُلِ عشرت نہیں — سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں

علم جس کا عشق اور جس کا عمل وحشت نہیں — وہ فلاطوں ہے تو اپنے قابلِ صحبت نہیں

بسملِ تیغِ محبت کا لبِ بر زخمِ دل — آہ کرتا شورِ واویلا و واحسرت نہیں

کہتے ہیں مر جائیں گر چھُٹ جائیں غم کے ہاتھ کو — پر ترے غم سے ہمیں مرنے کی بھی فرصت نہیں

نزع میں پانی چوائے تو جو اپنے ہاتھ سے — مرگ کی تلخی سے شیریں تر کوئی شربت نہیں

ایک دل اور اس پہ اتنے بارِ غم اللہ رے دل — اور اس طاقت پہ ایسا کوئی بے طاقت نہیں

ایک حسرت تو برستی ہے کبھی برسی کے دن — ورنہ روتا ابر بھی اپنے سرِ تُربت نہیں

خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہو زمیں — پر ہمارے واسطے یاں منزلِ راحت نہیں

دل وہ کیا جس کو نہیں تیری تمنائے وصال — چشم وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت نہیں

کھا کے زخمِ تیغِ قاتل جو بجا لاوے نہ شکر — کوئی بھی اس سے زیادہ کافرِ نعمت نہیں

خاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے ہم کو قرار — ایک ساعت مثلِ ریگِ شیشۂ ساعت نہیں

میری وحشت پاؤں پھیلائے تو پھر دونوں جہاں — ہوں اگر یک عرصۂ میداں تو کچھ وسعت نہیں

ہے نوشتے میں ترے بیمار کے صحت کہاں — جس کے نسخے میں دوا کے لفظ کو صحت نہیں

خانۂ ہستی کا اپنے صحن ہے دشتِ عدم — روز کر لیجے چہل قدمی مگر رخصت نہیں

ذوقؔ اس صورت کدے میں ہیں ہزاروں صورتیں
کوئی صورت اپنے صورت گر کی بے صورت نہیں

۱۱۲

بلائیں آنکھوں سے ان کی مُدام لیتے ہیں — ہم اپنے ہاتھوں کا مژگاں سے کام لیتے ہیں

ہم اُن کی زُلف سے سودا جو وام لیتے ہیں — تو اصل و سود وہ سب دام دام لیتے ہیں

شبِ وصال کے روزِ فراق میں کیا کیا — نصیب مجھ سے مرے انتقام لیتے ہیں

قمر ہی داغِ غُلامی فقط نہیں رکھتا — وہ مول ایسے ہزاروں غلام لیتے ہیں

ہم اُن کے زور کے قائل ہیں جو ہیں شہ زور — جو عشق میں دلِ مُضطر کو تھام لیتے ہیں

قتیلِ ناز بتانے نہیں تجھے قاتل — جب اُن سے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہیں
ترے اسیر جو صیاد کرتے ہیں فریاد — تو پھر وہ دم ہی نہیں زیرِ دام لیتے ہیں
جھکائے ہے سرِ تسلیم ماہِ نو پر وہ — غرورِ حسن سے کس کا سلام لیتے ہیں
ترے خرام کے پیرو ہیں جتنے فتنے ہیں — قدم سب اُن کے وقتِ خرام لیتے ہیں

ہمارے ہاتھ سے اے ذوق وقتِ مے نوشی
ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہیں

۱۱۳

گذرتی عمر ہے یوں دورِ آسمانی میں — کہ جیسے جائے کوئی کشتیِ دُخانی میں
رکاؤ خوب نہیں طبع کی روانی میں — کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی میں
نہیں خضاب سے مطلب مگر یہ موئے سفید — سیاہ پوش ہوئے ماتمِ جوانی میں
کہانیاں ہیں حکایاتِ خضر و آبِ بقا — بقا کا ذکر ہی کیا اس جہانِ فانی میں
وفورِ گریہ اگر سر بہ اوج ہو اپنا — فلک بہ رنگِ گلِ نیلوفر ہو پانی میں
لگاتے تہمتِ گریہ ہیں دل جلوں کو ترے — یہ لوگ وہ ہیں لگاتے ہیں آگ پانی میں
وہ اپنے گھر کو سدھارے اور اُن کی کھوج میں ہم — پھرے بھٹکتے ہوئے کوئے بدگمانی میں
کہوں میں اپنی کہانی تو وہ یہ کہتے ہیں — بغیر جھوٹ نہیں اور کچھ کہانی میں
مُنجّموں سے کہو دیکھیں تیغ ابروئے یار — کہ جوہر ایسے کہاں تیغِ اصفہانی میں
ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ فنا میں بقا — حباب وار ہوں میں آبِ زندگانی میں
مزا ہے تیغِ محبت کے زخم کھانے کا — کرے جو ہروزنہ قاتل نمک فشانی میں
نہیں جو ضعف سے دم دل سے یہ کہے ہے کہ آہ — کہ بس نہ دے مجھے تکلیف ناتوانی میں
نگاہ کس کی چڑھا دل کہ خوف سے دن رات — گذرتی ہے مجھے دل کی نگاہ بانی میں

بجز نثار علی شاہ کون جانے ذوق
تری زباں کا مزہ تیری شعر خوانی میں

۱۱۴
(ہوالعلی)

گہر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہیں
بشر کے ہیں جو مبصر بشر کو دیکھتے ہیں

نہ خوب وزشت نہ عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں
یہ چیز کیا ہے بشر ہم بشر کو دیکھتے ہیں

وہ دیکھیں بزم میں پہلے کدھر کو دیکھتے ہیں
محبت آج ترے ہم اثر کو دیکھتے ہیں

وہ اپنی جنبشِ تیغِ نظر کو دیکھتے ہیں
ہم ان کو دیکھتے ہیں اور جگر کو دیکھتے ہیں

جب اپنے گریہ و سوزِ جگر کو دیکھتے ہیں
سلگتے آگ میں ہم خشک و تر کو دیکھتے ہیں

رفیق جب مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں
تو چارہ گر انھیں وہ چارہ گر کو دیکھتے ہیں

نہ طمطراق کو نے کروفر کو دیکھتے ہیں
ہم آدمی کے صفات و سیر کو دیکھتے ہیں

جو رات خواب میں اس فتنہ گر کو دیکھتے ہیں
نہ پوچھو ہم جو قیامت سحر کو دیکھتے ہیں

وہ روز ہم کو گذرتا ہے جیسے عید کا دن
کبھی جو شکل تمہاری سحر کو دیکھتے ہیں

جہاں کے آئنوں سے دل کا آئنہ ہے جدا
اس آئینے میں ہم آئنہ گر کو دیکھتے ہیں

بنا کے آئنہ دیکھے ہے پہلے آئنہ گر
ہنرور اپنے ہی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں

۱۱۵

(دو بہ نسبتعین)

دودِ دل سے ہے یہ تاریکی مرے غم خانے میں
شمع ہے اک سوزنِ گم گشتہ اس کاشانے میں

میں ہوں وہ خشتِ کُہن مدت سے اس ویرانے میں
برسوں مسجد میں رہا برسوں رہا مے خانے میں

میں وہ کیفی ہوں کہ پانی ہو تو بن جائے شراب
جوشِ کیفیت ہے میری خاک کے پیمانے میں

برقِ خرمن سوز دانائی ہے نا فہمی تری
ورنہ کیا کیا لہلہاتے کھیت ہیں بروانے میں

کس نزاکت سے ہے دیکھو اتحادِ حسن و عشق
زلف واں شانے نے کھینچی درد ہے یاں شانے میں

وحشت و ناآشنائی مستی و بیگانگی
یا تری آنکھوں میں دیکھی یا ترے دیوانے میں

عشق کو نشو و نما منظور ہے کب ورنہ سبز
تخمِ اشکِ شمع ہو خاکسترِ پروانہ میں

ہوش کا دعویٰ ہے بے ہوشوں کو زیرِ آسماں
خم نشیں مثلِ فلاطوں سب ہیں اس خم خانے میں

پتھروں میں ٹھوکریں کھاتا ہے ناحق سیلِ آب
پوچھو کیا لے جائے گا آکر مرے غم خانے میں

ایک پتھر پوجنے کو شیخ جی کعبے گئے
ذوقِ ہر بت قابلِ بوسہ ہے اس بت خانے میں

۱۱۶

(۱۵۲)

کرے وحشت بیاں چشمِ سخن گو اس کو کہتے ہیں
یہ سچ کہتے ہیں سر چڑھ بولے جادو اس کو کہتے ہیں

سوالِ بوسہ کو ٹالا جوابِ چینِ ابرو سے
براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو اس کو کہتے ہیں

جگر اور دل کا جتنا حوصلہ تھا تُل گیا سارا
نگہ کے تیر کا ہونا ترازو اس کو کہتے ہیں

عدو ہے نیش زن ہر دم ہے میرے درپئے ایذا
یہ موذی زہر کی ہے گانٹھ بچھو اس کو کہتے ہیں

گوارا تلخیِ مے کیوں نہ ہو ہم خستہ جانوں کو
یہ دارو تلخ ہی بہتر ہے دارو اس کو کہتے ہیں

گرہ کھولی ذرا اس نے جو اپنی زلفِ مشکیں کی
معطر ہو گیا آفاق خوشبو اس کو کہتے ہیں

جو پوچھے عقل یہ مجھ سے بتا کیا نام ہے تیرا
کہوں دیوانۂ چشمِ پری رو اس کو کہتے ہیں

کھنچی شیریں نہ دل سے کوہ کن نے کوہ کو کاٹا
محبت یہ نہیں ہے زورِ بازو اس کو کہتے ہیں

اجل سو بار آئی پر نہ آیا جب تلک قاتل
نہ پایا دم نکلنے زور تک قابو اس کو کہتے ہیں

۱۱۷
(دو تسمین)

ہے جی میں اپنے غمزہ جوہر کر توڑ دوں — آئینۂ خیال مکدر کو توڑ دوں
دنیا سے ہیں اگر دل مضطر کو توڑ دوں — سارے طلسم وہم مکدر کو توڑ دوں
میں کاٹ دوں پہاڑ کو پتھر کو توڑ دوں — پر کیوں کہ غیر سے بت کافر کو توڑ دوں
ہر موج بحر عشق کو یہ بل ہے بل بے زور — کہتی ہے دست و پائے شناور کو توڑ دوں
احسان ناخدا کا اٹھائے مری بلا — کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں
اے آشنا نہ پوچھ گراں باری گناہ — کشتی میں ہوں تو بوجھ سے لنگر کو توڑ دوں
نازک خیالیاں مری توڑیں عدو کا دل — میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں
دشت جنوں میں، میں جو اٹھاؤں ذرا قدم — پائے رفیق و ہمت رہبر کو توڑ دوں
ساقی لڑائیوں سے تری چاہتا ہے جی — باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دوں
کیا دشمنی ہے اہل کرم سے کہے ہے چرخ — یاں تک جھکاؤں شاخ ثمور کو توڑ دوں

پھر اس مژہ کو یاد کرے دل تو دل میں ذوق
نشتر چبھو کے میں سر نشتر کو توڑ دوں

۱۱۸

ہیں دہن غنچوں کے وا کیا جانے کیا کہنے کو ہیں — شاید اس کو دیکھ کر صلِ علیٰ کہنے کو ہیں
وصف چشم و وصف لب اس یار کا کہنے کو ہیں — آج ہم درس اشارات و شفا کہنے کو ہیں
آج ان سے مدعی کچھ مدعا کہنے کو ہیں — پر نہیں معلوم کیا کہویں گے کیا کہنے کو ہیں
جو ..... وہ قد قامت سدا کہنے کو ہیں (کذا) — اور عاشق وصف قد قامت ترا کہنے کو ہیں
پوچھ آ قاتل سے تو وہ کب کرے گا ہم کو قتل — آج ہم تاریخ مرگ آپ لے قضا کہنے کو ہیں
میں ترے ہاتھوں کے قرباں واہ کیا مارا ہے تیر — سب دہان زخم منہ سے مرحبا کہنے کو ہیں

وہ جنازے پر مرے کس وقت آئے دیکھنا
جب کہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہیں

۱۱۹

ہاں تامّل دمِ ناوک فگنی خوب نہیں
ابھی چھاتی مری تیروں سے چھنی خوب نہیں

تشنۂ دشتِ محبت کے لیے اس لب کے
کوئی دنیا میں عقیقِ یمنی خوب نہیں

گُل پریشاں ہوا جنس کے چمن میں آخر
دیکھا اے غنچے یہاں خندہ زنی خوب نہیں

خوبیاں یوں تو ہیں اس عالمِ تصویر میں سب
اک مگر ناز سے یہ کم سخنی خوب نہیں

اُٹھے ہی جائے گا اس دل سے دھواں آٹھ پہر
جب تلک جلنے کا یہ سوختنی خوب نہیں

چشم کہتی ہے تری جنبشِ مژگاں سو کر دیکھ
سر پہ بیمار کے یہ سینہ زنی خوب نہیں

بات تو خوب بنائی تھی وہاں ہم نے مگر
تھی جو بگڑی ہوئی تقدیر بنی خوب نہیں

تابِ دنداں نہ دکھا بزم میں تو ہنس ہنس کر
کوئی کھا جائے جو ہیرے کی کنی خوب نہیں

خلشِ خار کا کھٹکا ہے بغل میں موجود
دیکھ گُل دعویٰ نازک بدنی خوب نہیں

یہ نہیں شیشہ ہے کسی میخوار کا دل
محتسب دیکھ نہ کر دل شکنی خوب نہیں

کون آتش نفس اے ذوق چمن سے گذرا
آج جو سرد نسیم چمنی خوب نہیں

۱۲۰

بے یار روزِ عید شبِ غم سے کم نہیں
جامِ شراب دیدۂ پُرنم سے کم نہیں

دیتا ہے دورِ چرخ کسے فرصتِ نشاط
بے غم کے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

اس زلفِ فتنہ زا کے لیے اے مسیح دم
کچھ دستِ شانہ پنجۂ مریم سے کم نہیں

زیبا ہے روئے زرد پہ کیا اشکِ لالہ گوں
اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

سرعت ہے نبض کی رگِ سنگِ مزار میں
دل کی تپش کچھ اب بھی تپِ غم سے کم نہیں

وحشی کو تری چشم کے مژگانِ ہر غزال
صحرا میں تیشہ ناخنِ ضیغم سے کم نہیں

ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش
درہم کی شکل صورتِ دَرہم سے کم نہیں

ساقی ملے ہزار فلاطوں ہیں خاک میں
جو خُم تہی ہے قالبِ آدم سے کم نہیں

اُس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا
لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہیں

شورابۂ سرشک سے دھوتا ہوں زخمِ دل — تیزاب میرے حق میں یہ مرہم سے کم نہیں
ہاتھوں سے تیرے پارۂ الماس و زخمِ دل — مجھ کو تو جلوۂ گل و شبنم سے کم نہیں
سمجھوں غنیمت اس دمِ خنجر کو کیوں نہ میں — اس بے کسی میں یہ مجھے ہمدم سے کم نہیں

اے ذوق کس کو چشمِ حقارت سے دیکھیے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

۱۲۱

گئیں یاروں سے وہ اگلی ملاقاتوں کی سب رسمیں
پڑا جس دن سے دل بس میں ترے اور دل کے ہم بس میں
کبھی ملنا کبھی رہنا الگ مانندِ مژگاں کے
تماشا کج سرشتوں کا ہے کچھ اخلاص کے بس میں
توقع کیا ہو جینے کی ترے بیمارِ ہجراں کے
نہ جنبش نبض میں جس کی نہ گرمی جس کے ملمس میں
دکھائے چیرہ دستی آہ بالا دست گر اپنی
تو مارے ہاتھ دامانِ قیامت چرخِ اطلس میں
جو ہے گوشہ نشیں تیرے خیالِ بستِ ابرو میں
وہ ہے بیت الصنم میں بھی تو ہے بیت المقدس میں
کرے لب آشنا حرفِ شکایت سے کہاں یہ دم
ترے مجروحِ بے دم ہیں ترے مفتونِ بے کس ہیں
ہوائے کوئے جاناں لے اڑے اس کو تعجب کیا
تنِ لاغر میں ہے جاں اس طرح جس طرح بو خس میں
مجھے ہو کس طرح قول و قسم کا اعتبار ان کے
ہزاروں دے چکے وہ قول لاکھوں کھا چکے قسمیں
ہوئے سب جمع مضموں ذوق دیوانِ دو عالم کے
حواسِ خمسہ ہیں .... مخمس میں

۱۲۲

مے ملا کر ساقیانِ سامری فن آب میں
کرتے ہیں جادو سے اپنے آگ روشن آب میں

زُلفِ اَفعی وش کو دھووے گروہِ پُرفن آب میں
ہووے جائے موج پیدا مارِ رہزن آب میں

چشمۂ آئینہ میں کب تر ہوا پاے نگاہ
اس طرح جاتے ہیں دیکھا پاک دامن آب میں

پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کوئی مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

صحبتِ صافی دلاں سے ہوں مکدر تیرہ دل
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آہن آب میں

اب بھی گریے سے نہیں فرصت مجھے فوارہ وار
گو کہ میں ڈوبا ہوا ہوں تا بہ گردن آب میں

طاسِ قلیاں میں رکھا ہے اس نے ابرِ مُردہ کو
ڈوب مر رو رو کے تو اے ابرِ بہمن آب میں

دیکھنا آبی دوپٹہ اُس کے منہ پر وقتِ خواب
برجِ آبی میں ہے مہ یا مہرِ روشن آب میں

میں ہوں وہ تفسیدہ دل کر جائے یک دریا کو جذب
گر پڑے گر ذرہ میری خاکِ مدفن آب میں

یوں رہا میں زندگی بھر تشنۂ دیدارِ یار
جیسے مُستسقی کا ہو دم تا بہ گردن آب میں

سایۂ سروِ چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
اژدھا بن بن کے شب لے رشکِ گلشن آب میں

وعدہ ہے آنے کا اُس کے ابر کھل جائے تو آئے
ڈالتا ہوں دم بدم اُٹھ اُٹھ کے روغن آب میں

خط کو ہم لکھنے جو بیٹھے آنکھ سے اُمڈے یہ اشک
بہہ گیا خط لکھتے لکھتے مُشفقِ من آب میں

سینہ صافوں کے تپش کیا رخنہ اندازوں سے خوف
تیر مارے سے کہیں پڑتا ہے روزن آب میں

۱۲۳

قصد جب تیری زیارت کا کبھو کرتے ہیں — چشمِ پُر آب سے آئینے وضو کرتے ہیں
کرتے اظہار ہیں در پردہ عداوت اپنی — وہ مرے آگے جو تعریفِ عدو کرتے ہیں
دل کا یہ حال ہے پھٹ جائے ہے سو جائے سو اور — اگر اک جائے سے ہم اُس کو رفو کرتے ہیں
توڑیں اک نالے سے اس کاسۂ گردوں کو مگر — نوش ہم اس میں کبھو دل کا لہو کرتے ہیں

قدِ دلجو کو تمہارے نہیں دیکھا شاید
سرکشی اتنی جو سروِ لبِ جو کرتے ہیں

۱۲۴

غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہیں — ہے شورِ الغیاث صریرِ قلم نہیں
گو اضطرابِ دل کو بیاں کرتے ہم نہیں — پر جو نگاہ ہے رگِ بسمل سے کم نہیں
بعد از فنا بھی جوشِ جنوں میرا کم نہیں — کس وقت زلزلہ سرِ دشتِ عدم نہیں
مضمونِ پیچ و تاب کی تاب رقم نہیں — ہے زُلفِ یار ہاتھ میں میرے قلم نہیں
جوشِ شگفتگی سے محبت کا غم نہیں — یہ خوں خراشِ دل میں تبسم سے کم نہیں
وہ روز کون سا ہے کہ ہم پر ستم نہیں — گریہ ستم ہے روز تو اک روز ہم نہیں
دامن ہے لوثِ زر سے مرا پاک یاں تلک — گر چھینٹ بھی پڑے تو بہ حدِ درم نہیں
یہ ضبطِ پیچ و تاب کہ میرے سرِ مزار — گیسوئے دودِ شمع میں بھی پیچ و خم نہیں
منصوبہ مارنے کا مرے کرتے ہیں حریف — اور مجھ میں مثلِ بازیِ شطرنج دم نہیں

سرِ بازِ عشق کے لیے دارالاماں کہاں
محفوظ قطع سے سرِ شمعِ حرم نہیں

آتش میں آپڑا ہے مری طرح سے سپند
لیکن نکل ہی جائے گا ثابت قدم نہیں

یہ دل مجھے ڈبو کے رہے گا کہ سینے میں
وہ کون سا ہے داغ جو گردابِ غم نہیں

منظورِ لوحِ دل پہ ہے گر مشقِ کاوکاو
بہتر مژہ سے یار کی کوئی قلم نہیں

اب تک ہے آتشِ دلِ پروانہ شعلہ زن
اے شمع سرخیِ شفقِ صبح دم نہیں

میں ہوں وہ سینہ سوختۂ آتشِ فراق
کب چشمِ زخم دیکھ مجھے چشمِ نم نہیں

گر آبِ دیدہ شربتِ کوثر بھی ہے تو کیا
جب تک کہ اس میں چاشنیِ درد و غم نہیں

مشکل ہو کس طرح نہ دلِ گم شدہ کی کھوج
وہ لے گیا کہ جس پہ کسی کا بھرم نہیں

ہاتھوں سے چرخِ تفرقہ انداز کے کبھی
کر سکتے ہم تو دستِ تاسف بہم نہیں

مشکل ہے مرے عہدِ محبت کا ٹوٹنا
اے بے وفا یہ تیری وفا کی قسم نہیں

لازم ہے صبر، صبر اگر کر گیا گریز
ڈھونڈے کدھر، سراغ کہ نقشِ قدم نہیں

کھینچے ہے ہاتھ قتل سے کیوں اے ستم شعار
رکتی کسی طرح تری تیغِ ستم نہیں

خورشید وار دیکھیے عالم کو ایک آنکھ
اس سے زیادہ کیفیتِ جامِ جم نہیں

وحشی کو تیرے دشت بھی ہے عرصۂ بہشت
اب کوئی شاخ، شاخ سے طوبیٰ کی کم نہیں

ہم کافرانِ عشق کو ہے یہ بڑا عذاب
دوزخ میں آتشِ سنگِ صنم نہیں

مسجد کو بھی ہے سجدے سے میرے حیا و شرم
کیا گردنِ خجالتِ محراب خم نہیں

دنیا میں تر ہو دامنِ اہلِ صفا کہاں
ہر چند گوہر آب میں ہے غرق نم نہیں

جاتا ہے بند آنکھیں کیے ذوق کیا کہ دیکھ
یہ راہ کوئے یار ہے کوئے عدم نہیں

۱۲۵

جیفہ سمجھ کے رکھتا جو دنیا سے ننگ ہوں
پارس بھی ہو تو جانتا مردار سنگ ہوں

میں وہ شگفتہ دل ہوں نہ دوزخ میں تنگ ہوں
آہن کی طرح آگ میں بھی لالہ رنگ ہوں

پروانہ گر نہیں تو نہیں پر ہوں شعلہ دوست
مکھی بھی ہوں تو خالِ دہانِ تفنگ ہوں

جو ہے سو پہلے میکے اُٹھانے کی فکر میں
محفل میں اُن کی میں کوئی چوسر کا رنگ ہوں

منظور مجھ کو ضبط مرے دل کو اضطراب
دل میرا مجھ سے تنگ ہے میں دل سے تنگ ہوں

۱۲۶
(ہو اللہ اکبر)

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں

خط دیکھ کر وہ آئے بہت پیچ و تاب میں
کیا جانے میں نے لکھ دیا کیا اضطراب میں

بے بادہ غورگی میں ہوا ذوق جوں مویز
کی توبہ بے وقوف نے ناحق شباب میں

۱۲۷

تیکر آفت زدہ جن دشتوں میں اڑ جاتے ہیں
صبر و طاقت کے وہاں پاؤں اُکھڑ جاتے ہیں

اتنے بگڑے ہیں وہ مجھ سے کہ اگر نام اُن کے
خط بھی لکھتا ہوں تو سب حرف بگڑ جاتے ہیں

کیوں نہ لڑوائیں انھیں غیر کہ کرتے ہیں یہی
ہم نشیں جن کے نصیبے کہیں لڑ جاتے ہیں

١٢٨

نہ چھوڑا تارِ وحشت نے ہمارے جیب و داماں میں
مگر تارِ نفس سینے میں کھویا گریباں میں

کوئی ڈھونڈے کدھر دل کو ہجومِ داغِ سوزاں میں
ملے کھوج ایک پروانے کا کیا آتش چراغاں میں

کیے ہی جائیو اے دل شکایت تشنہ کامی کی
رہے آب اس کی جب تک تیغ میں خنجر میں پیکاں میں

ہدف ہے تیر کا اس کے گُلِ ہر داغِ دل میرا
ہمیشہ آبِ پیکاں سے ہے شبنم اس گلستاں میں

جو لذت آشنائے مرگ ہوتا خضر تو ہرگز
نہ پیتا آبِ حیواں ڈوب مرتا آبِ حیواں میں

١٢٩

ہیں بتاں محوِ خود نمائی میں ۔
بیر ہے پر خودی خدائی میں

ہو کے اک بوسے پر ترش ابرو
بات کو ڈالنا کھٹائی میں

نہیں بجلی میں وہ فرنگی زاد
ماہ ہے منزلِ ہوائی میں

ذوق ہے ایک رندِ شاہد باز
اس کو کیا دخل پارسائی میں

۱۳۰

تو کہے غنچہ کہ اُس لب پہ دھڑی خوب نہیں
چپ کہ مُنہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہیں

سامنے سے مرے ٹلتا نہیں ناصح جب تک
مغز کھاتا مرا دو چار گھڑی خوب نہیں

فتنہ سرکش ہے جبھی تک کہ تری آنکھوں نے
دستِ مژگاں سے کوئی ڈھول جڑی خوب نہیں

مُنہ چڑھے تیغِ علمِ عشق کے کیا مُنہ ہے ترا
بلہوس تجھ پہ کوئی ضرب پڑی خوب نہیں

خوب رویوں سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس
قسمت اے ذوق کہیں اپنی لڑی خوب نہیں

۱۳۱

واقف ہیں ہم کہ حضرتِ دل ایسے شخص ہیں
اور پھر ہم اُن کے یار ہیں ہم ایسے شخص ہیں

صاحب دلوں کے واسطے ہے آستانِ دل
کب کرتے قصدِ دیر و حرم ایسے شخص ہیں

دیوانے تیرے دشت میں رکھیں گے جب قدم
مجنوں بھی لے گا اُن کے قدم ایسے شخص ہیں

دیں کیا ہے بلکہ دیجیے ایمان بھی اُنھیں
زاہد یہ بُت خدا کی قسم ایسے شخص ہیں

۱۳۲

سینے سے جو میں آہِ دلِ تنگ نکالوں
افلاک میں وسعت کا نیا رنگ نکالوں

سرگرمیِ مضمون کا اگر رنگ نکالوں
میں یوں کہ شرار از جگرِ سنگ نکالوں

ہوں میں وہ جگر خوں کہ مسامات بدن سے
جوں اشکِ عرق بھی شفقی رنگ نکالوں

اغیار بگاڑیں تو بناؤں میں بھلا کیوں
وہ طرح بھی دے جائیں تو میں جنگ نکالوں

بلبل کا اگر گُل ہے تو گلفام ہے اپنا
وہ شوخ اگر آئے تو میں تنگ نکالوں

ہے دخترِ رز اپنے دماغوں میں تو اے دوست
میں سبزۂ خط اور عرقِ بنگ نکالوں

ہے جی میں کہ غنچے کو کروں تنگ چمن میں
پھر یار کا ذکرِ دہنِ تنگ نکالوں

اے ذوق توکل ہے تو روزی کا ہے کیا فکر
جوں مور میں آذوقہ تہِ سنگ نکالوں

ابیات

۱

نے رنگِ کفک ہوں نہ ترا فندقِ پا ہوں
میں کچھ نہیں لیکن ترے قدموں سے لگا ہوں
وہ مہر تو ہیں تاب وہ گوہر ہے تو ہیں آب
نے مجھ سے جدا وہ ہے نہ میں اس سے جدا ہوں
مجنوں بھی مجھے سمجھے چراغِ رہِ مقصود
میں ناقۂ لیلےٰ کا سراغِ کفِ پا ہوں

۲

گھڑی بھر میں یہ نالے گنبدِ بے در سے اُوپر ہیں
ہوا یہ باندھتے بادل عبث اوپر سے اُوپر ہیں
کہوں میں کیا اَذیّت، دل میں سونشتر سے اُوپر ہیں
وہ اک سننے نہیں دیتے اُڑا اُوپر سے اوپر ہیں
پڑے ہیں ہم پسِ دیوارِ گلشن ناتوانی سے
واگر، طاقت کرے یاری تو از کر سرے اُوپر ہیں

۳

ہر بُنِ مو سے نکلتے ہیں شرارِ آتشیں
بن گیا ہوں میں سراپا اک انارِ آتشیں
واہ رے سوزِ جگر اب بھی ہماری خاک سے
اُٹھے ہے جوں دُودِ گلخن اک غبارِ آتشیں

۴

اب کے دل لے لوں تو پھر اُس بُتِ قاتل کو نہ دوں
جان دوں مال دوں ایمان دوں پر دل کو نہ دوں
چار ٹکڑے کروں دل کے کہ نہیں ہو سکتا
لب کو دوں رخ کو نہ دوں زلف کو دوں تل کو نہ دوں

۵

نہ ڈال آبلے اے گرمیِ فغاں منہ میں
کر چکا بیٹھ رہوں بھر کے گھنگھنیاں منہ میں
ہمارا پی کے لہو تیرے تیر کا سوفار
یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہیں زباں منہ میں

۶

اسیرِ رنج و غم میں ہوں مریضِ جاں بلب میں ہوں
اور اس پر اب تلک جیتا ہوں میں کوئی عجب میں ہوں
جو مانگوں موت دردِ عشق سے مجھ کو نہیں زیبا
کہ نامِ عشق لوں اور اس قدر راحت طلب میں ہوں

۷

لگے پیہم یہ ترے ناوکِ مژگاں دل میں
اتنے مو تن پہ نہیں جتنے ہیں پیکاں دل میں
گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غمِ ہجراں دل میں
ہم نے جانا تھا کوئی دم کا ہے مہماں دل میں

قطعہ

ہائے کل سب آشنا تیرے مریضِ عشق کے
تھے علاجِ ضعفِ دل اور ضعفِ تن کی فکر میں
آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں با چشمِ پُر آب
گاہ تدبیرِ لحد میں گہہ کفن کی فکر میں

ابیات

اس سے تسکیں تھی کہ وہ بر میں نہیں دل میں تو ہے
اب غضب ہے کہ مرا دل بھی مرے بر میں نہیں

ٹک دیکھ اب تو چشمِ حقیقت اُس کو ذوق
ہر طرف جلوہ گر ہے اُسی کا ظہورِ حُسن

کہتی ہے ماہیِ بریاں کہ دبیرانِ قضا
داغ دیتے ہیں جسے اُس کو درم دیتے ہیں

سمجھو نہ سہل تم خفقان کو حکیم جیو
حضرت اسے بھی جانیے ہمزادِ جنوں

مطلع

نہیں تدبیر کچھ بنتی پڑے سر کو ٹپکتے ہیں
نہ دل چھوڑے ہے ہم کو اور نہ ہم دل چھوڑ سکتے ہیں

مرے نالوں سے چپ ہیں مرغِ خوش الحان زمانے میں
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں

دنبالے سے سُرمے کے دھواں ہیں تیری آنکھیں
کہہ بیٹھیں نہ کچھ سیف زباں ہیں تیری آنکھیں

سینہ و دل پہ مرے زخمِ جگر سنتے ہیں
منتے دو چار نہ گرد منتے ہی گھر بستے ہیں

مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے میں
بے وفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لے جانے میں

وہ دوانے ہیں کہ جن کو بیڑیاں درکار ہیں
ہم اسیرِ زلف ہیں کافی ہمیں دو تار ہیں

کنڈیں اور بھی یوں تو کمند انداز رکھتے ہیں
تری زلفوں کے خم کچھ اور ہی انداز رکھتے ہیں

کیا صوفی و کیا میکش قائل مرے دونوں ہیں
پر مذہب و مشرب سے غافل مرے دونوں ہیں

ہوا ہے اور نہ ہووے گا کوئی پیدا خدائی میں
وفا میں کوئی مجھ سا اور تم سا بے وفائی میں

جس جگہ بیٹھے ہیں با دیدۂ نم اُٹھتے ہیں
آج کس شخص کا منہ دیکھ کے ہم اُٹھے ہیں

آنے کو کہتے تھے خاطر سے ہماری پرسوں
ہوئے برسوں نہ ہوئی پر وہ ہماری پرسوں

یہ طوق اس واسطے چھوٹا ہوا قمری کی گردن میں
کہ تھا بلبل کی قسمت کا پڑا قمری کی گردن میں

زاہد گمراہ کے میں کس طرح ہمراہ ہوں
وہ کہے اللہ ہو اور میں کہوں اللہ ہوں

رخصت، وہ ہم سے ہو کر جاتے جب اپنے گھر ہیں
گھبرا کے، ہم پہنچتے واں ان سے پیشتر ہیں

دودِ غمِ دل میں مرے دیکھ تو اب ہے کہ نہیں
کعبۂ آتش کدہ میں جائے غضب ہے کہ نہیں

اسیری ع [illegible] کو منظور تھی، میری اُڑ کے چمن میں
بہانہ کر کے منت کا پہنایا طوقِ گردن

ردیف واو

۱۲۳

دانۂ خرمن ہے ہیں قطرہ ہے دریا ہم کو
آئے ہے جزو میں نظر کل کا تماشا ہم کو

اس بلندی پہ دیا عشق نے پہنچا ہم کو
کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہم کو

شوقِ مستی میں ہے گل گشتِ چمن کا ہم کو
چاہیے جاے عصا گردنِ مینا ہم کو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ دل اپنا ہے صحرا ہم کو
اور جوں خیمۂ لیلیٰ ہے، سویدا ہم کو

اس نے خط جو قلم سرمہ سے لکھا ہم کو
لکھا دیا ہے خموشی ہے یہ گویا ہم کو

رکھ مکدر نہ بس اے چرخ اب اتنا ہم کو
ہم نے مانا کہ کیا خاک سے پیدا ہم کو

ہووے گا کشتیِ طوفاں زدہ تابوت اپنا
آ گیا اپنے اگر سر پہ، رونا ہم کو

بستگی دل کو ہے کیوں اس گرہِ زلف کے ساتھ
کیا سبب کچھ نہیں کھلتا یہ معما ہم کو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ گردِ رمِ آہو کی طرح
بھاگے ہے دور ہی سے دیکھ کے صحرا ہم کو

کس سے تدبیرِ درستی ہو ہماری جوں زلف
کہ شکستوں سے بنایا ہے سراپا ہم کو

جا بہ جا نام تو جوں نقشِ نگیں چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈنے عنقا ہم کو

اور ہمدرد کہاں ہو نہ ہو اے حضرتِ دل
درد اب تم کو ہمارا ہو تمہارا ہم کو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ مست
کیا بتانا تھا ہتھیلی کا پھپھولا ہم کو

اثرِ کفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا
نقش سجدے کا ہے پیشانی پہ ٹیکا ہم کو

گل نغمہ کی طرح باغِ محبت میں ملا
کثرتِ زخم سے اک خلعتِ زیبا ہم کو

ایک دم تنگ وہ آئے تھے اجل میں عاشق
غمِ دوری سے کیا تنگ ہے کیا یا ہم کو

کشتہ ہی بنتا ہے اکسیر کہ مثلِ سیماب
کچھ کشندہ سے نہیں خون کا دعویٰ ہم کو

تن سے کیا جان کے جاں اپنی نکلنے پائے
جو بشرطے ترے آنے کا بھروسا ہم کو

آن پہنچی سرِ گرداب فنا کشتیِ عمر
ہر نفس بادِ مخالف کا ہے، جھونکا ہم کو

ہو سکے لاغری و ضعف کہاں تا بعِ شوق
تیری جانب پر پرواز ہیں اعضا ہم کو

رشک تھا اپنے نوشتے میں کہ اس تو خط نے
خط لکھا غیر کو اور بھول کے بھیجا ہم کو

ہر قدم پاؤں میں سر رکھتے ہیں خارِ سرِ دشت
اے جنوں تو نے ہے کانٹوں میں گھسیٹا ہم کو

۱۶۳

کرتے جوں کوہ تبھی ہم تو سخن میں سبقت
پر وہ کچھ ہم سے سنے گا جو کہے گا ہم کو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط گوہر دل
طوف گرداب صفت چاہیے اپنا ہم کو

لگ گئی آنکھ جو سودے میں تری زلفوں کے
شب سیاہی نے کئی بار دبایا ہم کو

ہم گئے جس کی طرف جوں گلِ بازی اس نے
پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہم کو

حرف تلخ اس لب شیریں کی ہر اک بات پہ تھا
ناصحا سنتے ہیں ہم کچھ تو ہے میٹھا ہم کو

خاک سے کیوں کہ ہماری گل رعنا نہ اُگے
کہ کسی گل کی دو رنگی نے ہے مارا ہم کو

ایک دم عمر طبیعی ہے یہاں مثل حباب
فکر امروز ہے نے ہے غم فردا ہم کو

جتنے عاشق ہیں بہم ایک کا ہی ایک عزیز
شمع سے چاہیے ہے خون کا دعویٰ ہم کو

کیا ستم ہے کہ پئے قطع رہ عشق فلک
ارہ ساں دیتا ہے دنداں عوض پا ہم کو

دل میں تھے قطرۂ خوں چند سو مانند انار
نذر ہے وہ بھی جب الفت نے نچوڑا ہم کو

مل گئیں خاک میں جو صورتیں ان کا ہے خیال
کیوں نہ فانوس خیالی ہو بگولا ہم کو

ہم ہیں وہ وحشی لاغر کو چھپا لیتی ہے
زیر داماں تگِ آہوئے صحرا ہم کو

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اس کی تو زلفوں کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

۱۳۳

آسماں اور وہ انسان بناتا ہم کو
خاک میں تھا مگر اس ڈھب سے ملاتا ہم کو

ذبح کیوں کرتے ہی فتراک سے باندھا ہم کو
چھوڑ ہونے دے تڑپ کر ابھی ٹھنڈا ہم کو

دل شکستہ مگر اس یار نے سمجھا ہم کو
خط بھی جو خط شکستہ ہی سے لکھا ہم کو

باعث رشک ہوا عشق ہمارا ہم کو
تجھ پہ بن دیکھے ہے غش جس نے کہ دیکھا ہم کو

کر دیا گریے نے آخر سبک ایسا ہم کو
لے گئے اشک بہا جوں کف دریا ہم کو

اس پہ مرتے ہیں کہ کیوں غیر کو تو نے مارا
وہ نصیب اس کو ہوئی تھی جو تمنا ہم کو

ہے وہی جنبش لب ہائے جراحت لب قاتل
کس لب تیغ کے بوسے کا ہے چسکا ہم کو

ہم ہیں وہ گرم رو راہ فنا جوں خورشید
سایہ تک بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا ہم کو

ٹپکا مژگاں سے لہو ہو کے جگر آخر کار
ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہم کو

خال سرمے کا تمھیں چاہیے زیبائش کو
اخترِ سوختہ ہے اپنا ہی زیبا ہم کو

یہ تو یوں مضطرب اور سینے میں لاکھوں روزن
دل کا رہنا نظر آتا نہیں اصلا ہم کو

خطِ توام سے لکھو گور پہ تاریخِ وفات
کہ رہی وصل کی تا مرگ تمنا ہم کو

کون غلطیدہ تھا خاکِ سرِ کو پر تیری
خواب شب بسترِ مخمل پہ نہ آیا ہم کو

جس کی آواز سے ہوں رونگٹے سواں کے کھڑے
وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہم کو

اک حلاوت ہو عداوت میں بھی اس ظالم کی
کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہم کو

دیکھا آخر نہ کہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے
ہم بھرے بیٹھے تھے کیوں آپ نے چھیڑا ہم کو

ٹپکے ہے جائے عرق ہر بن مو سے پیکاں
یہ ہدف کس نے کیا تیرِ جفا کا ہم کو

ہم سفر ہو نہ سکا کوئی بھی اپنا لیکن
جادہ پہنچانے گیا تا لبِ دریا ہم کو

ہم وہ ہیں رند کہ اس عالمِ پیری میں بھی پر
انس مے خانے سے جوں پنبۂ مینا ہم کو

سنگِ دل تین دن اب گور میں بھی بھاری ہیں
ہے یہ بیم ہیں ترے آنے کا جو دھڑکا ہم کو

تو ہنسی سے یہ نہ کہہ مرتے ہیں ہم بھی تم پر
مار ہی ڈالے گا بس رشک ہمارا ہم کو

پھرتے ہی آنکھ کے پھیریں گے گلے پر خنجر
ہو چکا آپ کا معلوم ہے ایما ہم کو

گرمیِ تپ سے ہوا سوزِ دروں جو افشا
آگیا مارے خجالت کے پسینا ہم کو

جرات اے خواریِ وحشت کہ گریباں کا تار
ہو گیا ضعف سے تارِ رگِ خارا ہم کو

کھانے پینے کی قسم کھائی ہے ہم نے تجھ بن
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہم کو

نہ اٹھیں شورِ قیامت سے بھی وہ مست ہیں ہم
جب تلک کہوے نہ قم قم لبِ مینا ہم کو

ہم تبرک ہیں بس اب کرے زیارت مجنوں
سر پہ پھرتا ہے لیے آبلۂ پا ہم کو

وصل کا اس کے تصور جو بندھا رہتا ہے
تو مزے ہجر میں بھی آتے ہیں کیا کیا ہم کو

واہ قسامِ ازل صدقے ہم اس قسمت کے
جامِ عشرت اسے اور داغِ تمنا ہم کو

دل ہیں نشترِ نگہِ یار کا آ ہی کھٹکا
وہ ہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہم کو

رہی ہر طرح سے صیادی کے کبوتر کی طرح
ہاتھ سے اس بتِ بیدار کے ایذا ہم کو

صید ہی میں نہ فقط ذبح کا کچھ قصد رہا
صلح بھی ٹھیری تو پھڑکا ہی کے چھوڑا ہم کو

ذوقِ بازیِ گہِ طفلاں ہے سراسر بہ زمیں
ساتھ لڑکوں کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو

۱۳۵
(دو نسخوں میں)

رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ناخن خدا نہ دے تجھے اے پنجۂ جنوں
دے گا تمام عقل کے بخیے ادھیڑ تو

اس صیدِ مضطرب کو تحمل سے ذبح کر
دامان و آستیں نہ لہو میں لتھیڑ تو

چھٹتا ہے کون مر کے گرفتارِ دامِ زلف
تربت پہ اس کی جال کا پائے گا پیڑ تو

اے زاہدِ دو رنگ نہ پیر آپ کو بنا
مانندِ صبحِ کاذب ابھی ہے ادھیڑ تو

یہ تنگ نائے دہر نہیں منزلِ فراغ
غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سکیڑ تو

ہو قطع نخلِ الفت اگر پھر بھی سبز ہو
کیا ہو جو پھینکے جڑ ہی سے اس کو اکھیڑ تو

پھر سوتی بھیڑ باعثِ غوغا جگائے پھر
دروازہ گھر کا اس سگِ دنیا پہ بھیڑ تو

عمرِ رواں کا توسنِ چالاک اس لیے
تجھ کو دیا کہ جلد کرے یاں سے ایڑ تو

آوارگی سے کوئے محبت کی ہاتھ اٹھا
اے ذوقؔ یہ اٹھا نہ سکے گا کھکیڑ تو

۱۳۶

موت ہی سے کچھ علاجِ دردِ فرقت ہو تو ہو
غسلِ میت ہی ہمارا غسلِ صحت ہو تو ہو

بعدِ مردن ہی ترے زخمی کو راحت ہو تو ہو
جیتے جی راحت کہاں دردِ جراحت ہو تو ہو

اب زباں پر بھی نہیں آتا کبھی الفت کا نام
اگلے مکتوبوں میں یہ رسمِ کتابت ہو تو ہو

دستِ بخشش سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

گر پڑے ہے آگ میں پروانہ سا کرمِ ضعیف
آدمی سے کیا نہ ہو لیکن محبت ہو تو ہو

ہو تو ہو آباد کیوں کر یہ خراب آبادِ دل
عشقِ غارت گر اگر دنیا سے غارت ہو تو ہو

انتظارِ یار میں جو چشم ہو جائے سفید
مردمک اس میں کہاں ہو داغِ حسرت ہو تو ہو

تلخ کامی میں ہی گذری زندگانی عمر بھر
جانِ شیریں کے دیے سے کچھ حلاوت ہو تو ہو

کہتے ہیں شورِ قیامت جس کو وہ اے چشمِ یار
تیرے مستوں کی صفیرِ خوابِ غفلت ہو تو ہو

کل جو اک پگڑی ہوئی تھی میکدے میں دو پہر
ذوقؔ وہ تیری ہی دستارِ فضیلت ہو تو ہو

١٣٧

(بحوالۂ ابحر)

تمنا نہیں ہے کہ امدادِ دل کو تپش کا صدمہ ہو کہ مُزدِ قلق ہو
یہی حق ہے قاتل اگر حق دلاوے یہ بسمل ترے پاؤں پر جاں بحق ہو

کتابِ محبت میں اے حضرتِ دل بتاؤ تو تم لیتے کتنا سبق ہو
کہ جب آن کر تم کو دیکھا تو وہی لیے دستِ افسوس کے دو ورق ہو

جو مے نوش وہ شوخ رشکِ قمر ہو تو سرخی نہ کیوں اس کے رخسار پر ہو
غروبِ آفتابِ درخشاں اگر ہو تو کس طرح پیدا نہ رنگِ شفق ہو

کشتوں کا اس مانگ کے یاں پتا ہے کہ ان تیرہ بختوں کی تربت پہ کوئی
اگر سنگِ موسیٰ کا تعویذ رکھ دے تو بس درمیاں کو وہ رکھتے ہی شق ہو

اگر زخمِ سینہ سے پھاہا اٹھاؤں تو خورشید کو تھرتھری سی چڑھ جاؤں
اگر پنبۂ داغِ دل کو دکھاؤں تو صبحِ قیامت کا منہ دم میں فق ہو

اگر رشکِ گلشن نہ ہو مجھ کو باہم تو گلشن میں ہو وے بہ وحشت کا عالم
چٹکنا ہو غنچوں کا آوازِ ضیغم چمن مجھ کو اک وادیِ لق و دق ہو

کرو دونوں آنکھوں کے طبقے یہ روشن کہ جلوا ایک رشک ہو چار دہ تم
سنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منور بہ یک جلوہ چودہ طبق ہو

مری زندگی تھی ابھی اے ستم گر مسیحائی جو کر گئی تیری ٹھوکر
کہ ٹھکرایا تھا تو نے تو یہ سمجھ کر نکل جائے جاں کچھ جو باقی رمق ہو

یہ بحر و قوافی غزل کے بدل کر رقم اک غزل کر لے اے ذوق جس میں
نہ ہو لفظ مُغلق نہ تعقیدِ مطلق جو فی الجملہ کچھ ہو تو مضموں ادق ہو

١٣٨

جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے گر اس میں زلفِ سرکش ہو
پھر زلف بنے وہ دستِ موسیٰ جس میں اخگرِ آتش ہو

اے قاتل حلق بریدہ سے یک شعلۂ دل جو سرکش ہو
تو روشن حلقۂ جیب سے اپنی کیوں نہ تنورِ آتش ہو

ہو تیرا اسپہ رو صبحِ ہجراں مجھ سے رخصت مہوش ہو
کیوں کھینچوں آہ کہ خور بھی پنہاں زیرِ دودِ آتش ہو

لبریز شراب ناب دکھا تو ساغرِ چشم کافر کو
تا زاہدِ پاک ملوث ہو تا صوفی دم کش میکش ہو

لبیک واذاں ناقوس و جرس یا خندۂ قلقل نائے نے
دل لینے میں ہاں کوئی ہو پر ایک نوائے دل کش ہو

جب ضعف سے مجھ کو غش آیا تو طنز سے وہ یوں کہنے لگا
بس غش نہ کرو معلوم ہوا کچھ مرنے پر تم حد غش ہو

گر کلکِ آہ کو پھیروں میں تو دودِ دل سے پھر میرے
شب صفحۂ ماہِ منور کا جوں سینۂ باز منقش ہو

یہ دل تو دیکھو کشتہ ..... چھوڑ دے دامن قاتل کا
میں گذرا اس کے خون بہا سے خاطرِ اس کی مشوش ہو

بن تیرے گھر کی آرائش جب دشمنِ جاں ہو عاشق کی
محرابِ طاق کماں بن جائے دستۂ نرگس ترکش ہو

دل نخل میں قد کے جوں زکریا چھپ کر چشم کافر سے
اب جنبشِ تیغِ ابرو سے کیوں کر نہ بزیر کشاکش ہو

مانندِ نمکداں چرخ پہ انجم حق نے بنائے میرے لیے
تا بر لبِ زخمِ حسرت اپنا ہجر کی رات نمک چش ہو

تم وہ وہ زخم دل پر میرے کرتے ہو دکھلانے کو
چہرہ برشِ تیغِ ناز پہ اپنی کہتے دل میں عش عش ہو

اک خون کا دریا جذب کیا ہے خاکِ کوئے قاتل نے
ہاں دفن کو ایسے کشتوں کے ایسی ہی زمینِ دل کش ہو

اس بحر میں کیا برجستہ غزل اے ذوقؔ یہ تم نے لکھی ہے
ہاں وزن کو سن کر جس کے شاداں روحِ خلیل وا خفش ہو

١٢٩

سرد مہری سے تری گر خونِ دل یخ بستہ ہو
پھر نہ ٹپکے گرچہ کوزہ دل کا سب بشکستہ ہو

کیوں کہ قابو میں فلک کے عاشقِ وارستہ ہو
یہ تو جب ہو گا کماں کے بس میں تیرِ جستہ ہو

ہر قدم پر ہے خراشِ پائے مجنوں گل فشاں
تا کہ ہر اک خارِ صحرائے جنوں گل دستہ ہو

کیا ہوا داغِ محبت سے ہوا دل سربمہر
یہ نہیں ممکن کہ میرا رازِ دل سربستہ ہو

کیا نکالے سوزنِ الماس سے دل غم کی پھانس
جتنی وہ کاوش کرے اتنا ہی یہ پیوستہ ہو

(ق)

جانے کب بے دردِ اندازِ کلامِ دردمند
ذوق میرا ہم سخن گر ہو کوئی دل خستہ ہو

منہ سے جو نکلے وہ کچھ ہو پر ہو دلکش ایک بات
آہ موزوں ہو کہ نالہ مصرعِ برجستہ ہو

١٣٠

صفا میں تیرے رخ سے آئنہ کیا خاک ہمسر ہو
نگاہِ چشمِ سرمہ آلود سے بھی جو مکدر ہو (کذا)

مری تاثیرِ وحشت وہ ہے مضطر جس سے پتھر ہو
نگیں پر نام لکھ دوں تو نکل کے گھر سے باہر ہو

ترا دیوانۂ دل سوختہ آتش قدم گر ہو
جلا دے زیرِ پا جو خارِ مژگانِ سمندر ہو

قیامت کو بھی کیا انصاف اپنا اے ستمگر ہو
ابھی قصہ نہ ہو آخر کہ آخر روزِ محشر ہو

جو تو دریا میں دھووے ناخنِ پا انگلیاں اپنے
تو ہر اک فلس ماہی شکلِ برگِ گل معطر ہو

ڈبوئیں آشنا کو گر بکدوش اپنی صحبت میں
تو آہن ساتھ کیوں لکڑی کے دریا میں شناور ہو

کھٹکتے ہی رہیں گے جی میں وہ مژگانِ برگشتہ
ہجومِ نیش کژدم سے اگر دل گنجِ نشتر ہو

کیا یہ سوختہ جاں تو نے مجھ کو سرد مہری سے
کہ آہِ سرد میری شمعِ کافوری سے بہتر ہو

حرم کو جائے زاہد ہم تو مے خانے کو چلتے ہیں
مبارک اس کو طوفِ کعبہ ہم کو دورِ ساغر ہو

نشہ ٹوٹے ترے ساغر کشِ وحشت کا کیا ممکن
اگر سو ٹکڑے سنگِ کودکاں سے کاسۂ سر ہو

بچائے حق تعالیٰ اس یزیدی شمر مشرب سے
کہ خوں پیند کا جس بے رحم کو خونِ کبوتر ہو

رہائی قتل پر موقوف ہو گر ہم اسیروں کی
روانی تیغ میں پابستۂ زنجیرِ جوہر ہو

مجھے صحنِ چمن ہی عرصہ گاہِ حشر ہو تجھ بن
گلِ خورشید میرے واسطے خورشیدِ محشر ہو

جو کھوئے آپ کو وہ منزلِ مقصود کو پہنچے
تری گم گشتگی اس راہ میں اے ذوقؔ رہبر ہو

۱۴۱
(دوہ تسکین)

چرخ ٹھنڈی ہے کوئی ضد نہ دلاوے اس کو
کر مٹنے عُود کو غرقی تو جلاوے اس کو

دیکھیں ہم کیسے بھلکڑ ہو جیسے کرتے ہویاد
بھول جاؤ تو بھلا میرے بھلاوے اس کو

قالبِ خاکی انساں کو بنا کر کچا
عشق کی آگ میں ڈالا کر پکاوے اس کو

آبرو خاک میں دی اس نے ملا آئینے کی
مجھ سا ہو آئنہ تو مُنہ نہ لگاوے اس کو

منہ ہے کیا شمع کا ہر بزم میں تجھ سے روکش
چٹکیوں میں جبھی گلگیر اڑاوے اس کو

اپنی تصویر ہے اس کے وہ نہ آئے تو نہ آئے دکھا
پر مرے پاس کوئی کھینچ کے لاوے اس کو

پیار کی بات یہ مجھ سے نہیں اک اور سے ہے
تیری یہ خو ہے کہے مجھ کو سناوے اس کو

وہ عیادت کو مری آئے تو کیوں کر آئے
مر بھی جاؤں تو ذرا رحم نہ آوے اس کو

مشتِ خاک اپنی کل اُس کوچے میں ہم پھینک گئے
اب وہ ذوقؔ آپ اٹھاوے نہ اُٹھاوے اس کو

۱۴۲

عبث تم اپنا رکاوٹ سے منہ بناتے ہو — وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو

.... کچھ مرض بھی پاتے ہو — حکیم جیو مجھے فصد کیوں بتاتے ہو

ہماری لاش پہ آواز "قُم باذن اللہ" — تم آ کے حضرتِ عیسیٰ عبث سناتے ہو

اُٹھیں گے یار کی ٹھوکر سے بس چلو کھسکو
نہیں تو اب کوئی صلواۃ سُن کے جاتے ہو

(ناتمام)

(۱۴۳)

یہاں تک لاغری ہے اس ترے بیمار کے تن کو
عجب کیا ہے جو سمجھے طوقِ گردن چشمِ سوزن کو

زیادہ ہوتا ہے پیری میں فربہ نفسِ آمارہ
یہ بالوں کی سفیدی شیر ہے اس مارِ رہزن کو

کمندِ نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم سے بھی
لپٹ کر مثلِ طوقِ فاختہ عنقا کی گردن کو

(ناتمام)

(۱۴۴)

([illegible])

سگِ دنیا پس از مردن بھی دامن گیرِ دنیا ہو
کہ اس کتے کی مٹی سے بھی، کتا گھاس پیدا ہو

ہجوم آور جو آنکھوں میں ترا شوقِ تماشا ہو
تو شاخِ ہر مژہ میں چشمِ نرگس وار پیدا ہو

ترے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنا ہو
فلک پرسن کے ہنستے ہنستے شادیٔ مرگِ عیسیٰ ہو

تصوّر یوں کبھی غفلت میں آجاتا ہے مرنے کا
کہ جیسے عالمِ رؤیا میں چشمِ کور بینا ہو

مجھے جلوے میں مارا ہے نگاہِ نازِ مژگاں کے
بتاؤں کس کو قاتل کس پہ میرے خوں کا دعویٰ ہو

یہ شہرت نام کی بھی وہ بلا ہے ہیچ ہستی کا
کہ صحرائے عدم میں گردنِ عنقا کا پھندا ہو

کہیں کیا دل کی وسعت اپنے ہم اللہ رے وسعت
اگر نہ آسماں ہوں جمع یک خالِ سویدا ہو

جدا یاروں سے یوں ہم رہ گئے ہیں ناتوانی میں
کہ جوں شاخِ خزاں دیدہ پہ کوئی زرد پتا ہو

مرے صحرا میں وہ وحشت برستی ہے کہ مجنوں کے
گرے گر سر پہ قطرہ آبلہ زیرِ کفِ پا ہو

نہ ہووے دسترس دامانِ وصلِ یار تک ہرگز
اگرچہ سر سے عاشق پاؤں تک دستِ تمنا ہو

کرے پرواز مرغِ جاں اگرچہ شاخِ طوبیٰ تک
پر اس تارِ نظر سے مثلِ مرغِ رشتہ برپا ہو

حلاوت یاں کہاں جب ہووے آبِ شور کا دریا
زلالِ خضر کا اک چشمہ سوجھی سب سے اخفا ہو

درازی میں شبِ غم کی اگر بہلائے دل مجنوں
خیالِ زلفِ لیلیٰ اس کے حق میں الفِ لیلیٰ ہو

جو ذکر اللہ کو ہو ذوق مانع بادۂ عشرت
تو کیوں حق حق کرے وہ شیشہ جس شیشے میں صہبا ہو

۱۳۵

(ہوالعلی)

دن کٹا، جائیے اب رات کدھر کاٹنے کو
جب سے وہ پاس نہیں، دوڑے ہے گھر کاٹنے کو

ہائے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو
میں تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

ہے ابھی رات، پڑی چار پہر کاٹنے کو
دل ترا چاہے ہے چورنگ، اگر کاٹنے کو

اپنے عاشق کو نہ کھلواؤ کنی ہیرے کی
اس کے آنسو ہی، یہ کافی ہیں جگر کاٹنے کو

وہ شجر ہوں نہ گل و بار نہ سایہ مجھ میں
باغباں نے ہے لگا رکھا مگر کاٹنے کو

دانت، انجم ہیں نکالے ہوئے مجھ پر تجھ بن
منہ فلک کھولے ہے لے رشکِ قمر کاٹنے کو

۱۳۶

منزلِ گم گشتگاں، بالکل الگ دنیا سے ہو
آسماں بھی ہو اگر واں بیضۂ عنقا سے ہو

سایہ افگن جس پہ تو اپنے قدِ رعنا سے ہو
گرد باد اس خاک پر ہم سر قدِ طوبیٰ سے ہو

گر کرے معجز نمائی جلوۂ رخسارِ یار
وہ کفِ آئینہ سے ہو، جو یدِ بیضا سے ہو

میں وہ مجنوں ہوں، بیاباں مرگ ہوں جس کے لیے
جو ہو چادر یا کفن وہ دامنِ صحرا سے ہو

سبحۂ صد دانہ بھی پڑ جائے گر میرے گلے
دانۂ انگور، تارِ پنبۂ مینا سے ہو

دشت کو سیراب کر دے آبلہ پائی مری
ہر قدم پر چشمہ جاری چشمِ نقشِ پا سے ہو

دوں، چھینٹا شورابۂ اشک اپنا گر میں تشنہ کو
ایک شورِ العطش پیدا لبِ دریا سے ہو

ثابت اک ٹانکا نہ چھوڑے دل کا میرے اضطراب
چاکِ سینہ گر رفو تارِ رگِ خارا سے ہو

۱۳۷

عزیزو، اس کو نہ گھڑیال کی صدا سمجھو
یہ عمرِ رفتہ کی اپنی صدائے پا سمجھو

بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

نہ سمجھو دشت، شفا خانۂ جنوں ہے یہ
جو خاک بھی پڑے پھانکنی، دوا سمجھو

سمجھ تو کور سوادوں کو، ہو جو علم نہ ہو
جو سمجھ بھی نہ ہو کورِ بے عصا سمجھو

پڑے کتاب کے قصوں میں کیا کرو دل صاف — صفا ہو دل تو یہ از روضۃ الصفا سمجھو
ہنسے جو وہ مرے رونے پہ تو صفِ مژگاں — نہ سمجھو تم اسے دیوارِ قہقہا سمجھو
نفس کی آمد و شد ہے نمازِ اہلِ حیات — جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو
تمہاری راہ میں ملتے ہیں خاک میں لاکھوں — اس آرزو میں کہ تم اپنا خاکِ پا سمجھو
دعائیں دیتے ہیں ہم دل سے تیغِ قاتل کو — لبِ جراحتِ دل کو لبِ دعا سمجھو
بہا دیا مرا خوں اس نے اپنے کوچے میں — اسی کو یارو دیت سمجھو خوں بہا سمجھو
سمجھ ہے اور تمہاری کہوں میں تم سے کیا — تم اپنے دل میں خدا جانے سن کے کیا سمجھو
تمہیں ہے نام سے کیا کام مثلِ آئینہ — جو رو برو ہو اسے صورت آشنا سمجھو
زہے نصیب کہ ہنگامِ مشقِ تیرِ ستم — ہمارے ڈھیر کو تم تودہ خاک کا سمجھو

نہیں ہے کم زرِ خالص سے زردیِ رخسار
تم اپنے عشق کو اے ذوق کیمیا سمجھو

۱۴۸

تصور کس طرح بھولے ترا اس چشمِ گریاں کو — نکالے مینہ برستے میں کوئی کیا گھر سے مہماں کو
نکالوں کس طرح سینے سے اپنے تیرِ جاناں کو — نہ پیکاں دل کو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکاں کو

رکھا مہماں اسی باعث سے شب اس ماہِ تاباں کو
بڑے ہی وقت کام آیا مرے رحمتِ باراں کو

۱۴۹

کوسوں کیا تنگیِ زمانے کو — کہ نہیں جائے سر اٹھانے کو
قصد کعبے کا تھا پھرے الٹے — چوم کر اس کے آستانے کو

تو مکدر نہ ہو تو عشق میں ہم
ایک آندھی ہیں خاک اڑانے کو

ابیات

خرچ کیجے گا کہیں اور ہی دانائی کو
ناصحو جاؤ نہ چھیڑو کسی سودائی کو
کیوں کہ عینک کو نہ آنکھوں سے لگائیں اس سے
چار آنکھیں ملیں اس قوت بینائی کو

مطلع

دیکھا دم نزع دل آرام کو
عید ہوئی ذوق وصال شام کو

یا تو پاس دوستی تجھ کو بت بے باک ہو
یا مجھی کو موت آجائے کہ قصہ پاک ہو

پوشاک آبی آپ کو گر دل پسند ہو
دریا پری حباب کے شیشے میں بند ہو

میر کہ جنگ نوفل کی تو مجنوں اہل ہامون کو
کہا وہ تازیانہ کھنچوائے شاخ بید مجنوں کو

مطلع

کہے ایک جب سن لے انسان دو
کہ حق نے زباں ایک دی کان دو

جاتے ہیں اب تو کوئے بت دلارام کو
اپنا تو بس سلام ہے دارالسلام کو

۱۴۹

جتنا ہے نمک تم مرے زخموں میں کھپاؤ
پلکوں سے اٹھاؤ گے نہ ہاتھوں سے گراؤ

تم مسی مل کر نہ غرفے سے نکالا منہ کرو
اور نہیں گر مانتے تو جاؤ کالا منہ کرو

اشک باری مری مژگاں کی ذرا دیکھیں تو
کتنے پانی میں ہیں فوارے بھلا دیکھیں تو

نہ شبنم کو کہو بلبل کے آنسو
یہ ہنستے ہنستے نکلے گل کے آنسو

ردیف ہ

۱۵۰

مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ
تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ

دے کیوں کہ نہ وہ داغِ الم اور زیادہ
قیمت میں بڑھے دل کی درم اور زیادہ

ساتھ اپنے ہے اب فوجِ الم اور زیادہ
کر تو بھی بلند آہ علم اور زیادہ

تیز اس نے جو کی تیغِ ستم اور زیادہ
مشتاقِ شہادت ہوئے ہم اور زیادہ

سرکش سے سرافراز ہیں ہم اور زیادہ
جوں شاخ بڑھے ہو کے قلم اور زیادہ

گر شرحِ جنوں کیجیے رقم اور زیادہ
ہو چاک ابھی جیبِ قلم اور زیادہ

دیتا ہے وہ دم باز جو دم اور زیادہ
شیشے کی طرح پھولے ہیں ہم اور زیادہ

گھبرانا جو یاد آیا ترا ہو کے ہم آغوش
گھبرانے لگا سینے میں دم اور زیادہ

کچھ کی رقمِ شوق نے تاثیر جو پیدا
اٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ

لذت سے محبت کی ہے ہر زخم جگر کو
ذوقِ نمک و درد و الم اور زیادہ

کہنے کو سیہ نو ورقِ چراغ گولے دل
نالے سے نہیں کوئی قلم اور زیادہ

کیا ہووے گا دو چار قدح سے مجھے ساقی
میں لوں گا ترے سر کی قسم اور زیادہ

گر میری طرح دوش پہ ہو بارِ محبت
ہو پشتِ فلک میں ابھی خم اور زیادہ

دشمن کی نہ جا سیدھی نگاہوں پہ کہ جو تیغ
سیدھی ہے تو اک اس میں پڑا خم اور زیادہ

ہو جس کو پس از مرگ بھی یادِ دہنِ تنگ
تنگ اس کو کرے قبرِ عدم اور زیادہ

اس زلف کے مارے کی اگر خاک کو چاٹے
پیدا دمِ افعی میں ہو سم اور زیادہ

اس عاشقِ بےچارہ کا ہے آج برا حال
گریے سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ

پیٹھوں سرِ بستر پہ پڑا پاؤں کہاں تک
بس پاؤں نہ پھیلا شبِ غم اور زیادہ

اس شوخِ ستم گر کو مری مرگ ہے منظور
ہے زہر نہ کھانا مجھے سم اور زیادہ

ہستیِ تنگ مایہ نے پھونکا ہے کچھ ایسا
آبھکے ہے حبابِ لبِ یم اور زیادہ

وہ دل کو چرا کر جو لگے آنکھ چرانے
یاروں کا گیا اُن پہ بھرم اور زیادہ

ہے سوزِ محبت سے مری خاک میں گرمی
کیوں کر نہ اٹھاوے وہ قدم اور زیادہ

دکھلائے جو وہ صید فگن چشم کی شوخی
ہو آہوئے رم دیدہ کو رم اور زیادہ

ہے روغنِ اضطراب مرے گریہ میں اے چشم
بھڑکے ہے جو یوں آتشِ غم اور زیادہ

ہے نکہتِ ریحاں کا دماغ اب کسے تجھ بن
آتا ہے مرا ناک میں دم اور زیادہ

جو پیٹ کے ہلکے ہیں تو چھپے بات کب ان سے
روکیں تو ابھر جائے شکم اور زیادہ

مہمیزِ سرِ خار سے نکلا سرِ صحرا
کچھ توسنِ وحشت کا قدم اور زیادہ

صیدِ دلِ عاشق میں ہو مصروف جو کافر
بے خوف ہیں اب صیدِ حرم اور زیادہ

گر سُرمہ کرے خاکِ خرابات کو صوفی
سوجھیں اسے پھر لوح و قلم اور زیادہ

ہے باغِ جہاں میں تجھے گر ہمتِ عالی
کر گردنِ تسلیم کو خم اور زیادہ

لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمر ور کو جھکا کر
جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

اے خنجرِ خوں خوار نہ جنبش میں کمی کر
ہاں تجھ کو مرے سر کی قسم اور زیادہ

کیا قہر کہ جتنا کرو وہ چاہت گھٹے ہے
اتنا ہی اُسے چاہے ہیں ہم اور زیادہ

چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے
کیا تھا جو بڑھیں چند قدم اور زیادہ

سرعت ہے ابھی نبض میں جوں گامِ رمِ برق
کیا ہوگا جو ہوگی تپِ غم اور زیادہ

کہتا ہے مرا شوقِ جراحت کہ صد افسوس　　اس تیغ دو دم میں نہیں دم اور زیادہ
کیوں میں نے کہا تجھ سا خدائی میں نہیں اور　　مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ
کہتا ہے گلے لگ کے مرے وہ دمِ خنجر　　لے عشق کا بھر اس کے تو دم اور زیادہ

جو کنجِ قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر
ہے ذوقؔ برابر انہیں کم اور زیادہ

۱۵۱

اے ذوقؔ وقتِ نالے کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ
ورنہ جگر کو روئے گا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

چھوڑا نہ دل میں صبر نہ آرام نے قرار
تیری نگہ نے صاف کیا گھر کے گھر پہ ہاتھ

کھائے ہے اس مزے سے غمِ عشق میرا دل
جیسے گرسنہ مارے ہے حلوائے تر پہ ہاتھ

خط دے کے چاہتا تھا زبانی بھی کچھ کہے
رکھتا مگر کسی نے دلِ نامہ بر پہ ہاتھ

جوں پنجۂ شانہ تو نہ جلا انگلیاں طبیب
رکھ رکھ کے نبضِ عاشقِ تفتہ جگر پہ ہاتھ

قاتل یہ کیا ستم ہے کہ اٹھتا نہیں کبھی
آ کر مزارِ کشتۂ تیغِ نظر پہ ہاتھ

میں ناتواں ہوں خاک کا پروانے کی غبار
اٹھتا ہوں رکھ کے دوشِ نسیمِ سحر پہ ہاتھ

اے شمع ایک چور ہے بادی یہ بادِ صبح
مارے ہے کوئی دم میں ترے تاجِ زر پہ ہاتھ

اے ذوقؔ میں تو بیٹھ گیا دل کو تھام کر
اس ناز سے کھڑے تھے وہ رکھ کر کمر پہ ہاتھ

۱۵۲

جنوں کے جیب دری پر جیاں خوب چلتے ہاتھ
سلوک سینے سے بھی کچھ تو کرتے چلتے ہاتھ

ملا جو غیر کو عطر اُس نے واں تو رشک سے یاں
لکیریں مٹ گئیں ہاتھوں کی ملتے ملتے ہاتھ

تپ دروں سے مری نبض پر طبیبوں کے
ہزار بار پھپھولوں سے دیکھے جلتے ہاتھ

فقیر وجد میں جب ہاتھ اُٹھائے عالم سے
تو پہنچے عرش تلک کودتے اُچھلتے ہاتھ

نہ آیا گور پہ میری وہ بے وفا ورنہ
گلے لگانے کو تُربت سے بھی نکلتے ہاتھ

جو چھیڑے برق کو یہ تفتہ جاں تو کہتی ہے
کہ دیکھ مجھ کو لگانا نہ جلتے جلتے ہاتھ

کوئی جو کام ہو پیری میں کس طرح ہو ذوق
کہ اب نہ پاؤں سنبھلتے نہ ہیں سنبھلتے ہاتھ

۱۵۳

(بہ اضافہ)

کیا کیا مصیبتیں ہیں دل پُر محن کے ساتھ
اک زخم تازہ روز ہے زخم کُہن کے ساتھ

ہے اُن کا سادہ پن بھی تو اک ٹھسن کے ساتھ
سیدھی سی بات بھی ہے تو کیا کیا اُلجھن کے ساتھ

ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ
اب جو ہے اپنی بات سو دیوانہ پن کے ساتھ

تیرے تصور قد رعنا میں آج ہم
کیا کیا لپٹ کے روئے ہیں سرو چمن کے ساتھ

چشم و دہان حرص سیے کون غیر مرگ
بخیے کا تار ان کے ہے تار کفن کے ساتھ

وحشی کو ہم نے دیکھا اُس آہوئے نگاہ کے
جنگل میں بھر رہا تھا قلانچیں ہرن کے ساتھ

پایا در اثر نہ کہیں رات بھر پھری
سر مارتی یہ آہ سپہر کہن کے ساتھ

گندم ہے سینہ چاک فراق بہشت میں
آدم کو کیا نہ ہوگی محبت وطن کے ساتھ

اللہ رے تاب حسن کہ اس کا دُرِ بلاق
چشمک لڑی کرے ہے سُہیل یمن کے ساتھ

مارا ہے مجھ کو زُلف نے میرا اگر کفن
لکھیں بھی تو سیاہی مُشک ختن کے ساتھ

دست جنوں نہ دے تجھے ناخن خدا کہ تو
ٹکڑے اُڑا دے تن کے مرے پیرہن کے ساتھ

دیکھا نہ گل سے نکہت گل کر گئی سفر
خانہ بدوش کو نہیں اُلفت وطن کے ساتھ

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

وحشت گئی نہ بعدِ فنا بھی مرا غبار
باتیں کرے ہے سقفِ سپہرِ کہن کے ساتھ

دل وہ بلا ہے اژدرِ دوزخ کو کھینچ لے
مارے اگر کمندِ دلِ شعلہ زن کے ساتھ

دوزخ میں بھی پڑیں تو نہ سیدھے ہوں کج سرشت
سو پیچ و تاب آگ میں بھی ہیں رسن کے ساتھ

منظور کب ہے تجھ کو بیاے آفتابِ حُسن
ہو کوئی تیشہ بخت ترا سا یمن کے ساتھ

داغِ دلِ فسردہ پہ پھاہا نہیں یہ مہر
مطلب چراغِ مردہ کو کب ہے کفن کے ساتھ

جلد آ کہ مر نہ جائے کوئی خانماں خراب
ٹکرا کے اپنا سر دَرِ بیت الحزن کے ساتھ

اللہ رے لاغری کہ ترے ناتواں کی لاش
اُڑتی پھرے ہے بوئے عبیرِ کفن کے ساتھ

مشکل ہے ذوق قیدِ تعلق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے علاقہ بدن کے ساتھ

مطلع

اے نگاہِ مہر سے دل مت بچشمِ قہر دیکھ
گر دیے ہے جو مرے تو دے نہ اس کو زہر دیکھ

ہوا زیادہ توکل سے بھی کہیں روزہ
کہ ہاتھ آیا تو روزی ہے اور نہیں روزہ

کر دعا میکدے کے لیے شیخ مناجات میں یہ
کہ خراب اور زیادہ ہو خرابات میں یہ

رقعہ چوری سے اسے بھیجا ہے انجان کے ہاتھ
کیسی رسوائی ہو پڑ جائے جو دربان کے ہاتھ

تو جان ہے ہماری اور جان ہے تو سب کچھ
ایمان کی کہیں گے ایمان ہے تو سب کچھ

نگہ وہ ترک کہ جس کی نہیں جفا کی پناہ
اور اس کی آنکھ وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ

ردیف ے

۱۵۵

ہیں ترے رشکِ خطِ رُخسار سے ۔۔۔ دل میں آئینے کے جوہر خار سے
شرحِ فرطِ حسرتِ دیدار سے ۔۔۔ جو نگہ ہے کم نہیں طومار سے
کھائے ہیں داغ آتشیں رخسار سے ۔۔۔ کم نہیں دل مرغِ آتش خوار سے
ہاتھ اُٹھاؤ عشق کے بیمار سے ۔۔۔ کوئی بچتا بھی ہے اس آزار سے
اُنس ہے کیا دل کو تیرِ یار سے ۔۔۔ ہے مُشابہ زخم بھی سوفار سے
میرے طرزِ نالہ ہائے زار سے ۔۔۔ ٹپکے بُلبُل کی لہو منقار سے
یوں نگہ نکلے ہے چشمِ یار سے ۔۔۔ مست جیسے خانۂ خُمّار سے
فرشِ گُل پر مجھ کو ہجرِ یار سے ۔۔۔ کم نہیں تارِ رگِ گُل خار سے
آئینہ اُس شعلۂ رخسار سے ۔۔۔ گرم ہے دُکانِ آتش خوار سے[ا]
بے نصیب اس کے ہیں گر دیدار سے ۔۔۔ سی دو آنکھوں کو نظر کے تار سے
مارے گر سیلی وہ زلفِ پُر عرق ۔۔۔ جھڑ پڑیں دنداں دہانِ مار سے
غنچہ موجِ تبسم سے ترے ۔۔۔ گُل چمن میں ہیں جگر افگار سے
وائے قسمت تلخ کامی ہو نصیب ۔۔۔ ہم کو اُس کے لعلِ شکر بار سے
سُن کے میری جان کنی کو کوہکن ۔۔۔ جوں صدا اُٹھا پھر اکہسار سے

ــہ کلیاتِ دیوانِ ذوق، مرتبہ آزاد، صفحہ ۲۸۱، مطبع رفاہِ عام لاہور ۱۹۳۲ء] ادارہ

کرتا ہے دشتِ جنوں جب کشمکش ‏ جی اُلجھتا ہے نفس کے تار سے
یہ بھی اس نازک کمر کو بار ہو ‏ گر کمر باندھے نفس کے تار سے
نقطۂ خال اس کا سودا انگیز ہے ‏ پھٹکے ہیں اک پاؤں ہم پرکار سے
اُٹھ چکا وہ ناتواں جو رہ گیا ‏ دب کے تیرے سایۂ دیوار سے
توبہ توبہ کہتا استغفار ہے ‏ وقتِ توبہ میرے استغفار سے
اپنے دامن کو بچا کر جائیو ‏ برق میری وادیٔ پُرخار سے
چاہیے بحرِ محبت میں بہا ‏ کشتی اس کی تیغِ لنگردار سے
دل کے آئینے کو گر کردے گداز ‏ (ق) یار اپنی گرمیِ رُخسار سے
جوہر اس سے یوں اُٹھا لیں جس طرح ‏ حرف قرطاسِ غلط بردار سے
اب وہ آئے جب نگہ کو ضعف سے ‏ کم نہیں مژگاں کی صف دیوار سے
تیرے ہی پاؤں پہ اے قاتل گرا ‏ سر مرا اُڑ کر تری تلوار سے
اس دہن کا نکتہ موزوں عجب ‏ منتخب ہے مخزنِ اسرار سے
صاف اک ابرِ شفق آلود ہے ‏ زُلف اس کی سُرخیِ رخسار سے
خاکِ عاشق پر اُٹھے جا ہے غبار ‏ فتنۂ محشر تری رفتار سے
زُلف کی قمچی سے دل ڈرتا نہیں ‏ بھوت بھاگے ہے وگرنہ مار سے
ناکسوں سے کیا رکیں وارستگاں ‏ اُلجھے کب دامن صبا کا خار سے

بے تمیزوں کو ہو نقصان لطفِ ذوق
لے ہیں نام طفل آدھا پیار سے

۱۵۶

(یا علی مدد)

کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے ‏ اور جو یہ تنگ کریں منہ سے شکایت نہ کرے
عشق کے داغ کو دل مُہرِ نبوت سمجھا ‏ ڈر ہے کافر کہیں دعوائے نبوت نہ کرے
ہے جراحت کا مری سودۂ الماس علاج ‏ فائدہ اس کو کبھی سنگِ جراحت نہ کرے
ہر قدم پر مرے اشکوں سے رواں ہے دریا ‏ کیا کرے جادہ اگر ترکِ رفاقت نہ کرے
آج تک خوں سے مرے تر ہے زبانِ خنجر ‏ کیا کرے جب کہ طلب کوئی شہادت نہ کرے

۱۸۴

ہے یہ افشاں ترے اُستاد کا شاگردِ رشید / کر سکے کون اگر یہ بھی خلافت نہ کرے

کب جلے شمع کے پروانہ نہیں جل سکتا / کیا بڑھے عشق اگر حسن ہی سبقت نہ کرے

پھر چلا مقتلِ عُشاق کی جانب قاتل
سر پہ برپا کہیں کُشتوں کے قیامت نہ کرے

۱۵۷

پاک رکھ اپنا زباں ذکرِ خدائے پاک سے / کم نہیں تیری زباں منہ میں ترے مسواک سے

جب بنی تیرِ حوادث کی کماں افلاک سے / عشق کا تودہ بنا انساں کی مُشتِ خاک سے

جس طرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغِ اسیر / تکتا ہے دل تجھے یوں دیدۂ صد چاک سے

تیرے صیدِ نیم جاں کی جاں نکلتی ہی نہیں / باندھ رکھا ہے اسے بھی تو نے کیا فتراک سے

مجھ کو نفرت رشکِ جنت سے اگر ہے بے پیے / واں بھی آتش ہو کسی کے سینۂ آتش ناک سے

آفتابِ حشر ہے یا رب کہ نکلا گرم گرم / کوئی آنسو دل جلوں کے دیدۂ نمناک سے

چشم کو پہنچے ہو کس طرح نظارہ نصیب / جب کہ وہ پردہ نشیں نکلے نہ پردہ در تاک سے

بیت ساقی نامے کے لکھو کوئی جائے دعا / مے پرستوں کے کفن پر کلکِ چوبِ تاک سے

عیبِ ذاتی کو کوئی کہتا ہے حسنِ ظاہری
زیب بے اندام کو ہو ذوقؔ کیا پوشاک سے

۱۵۸

لیتے ہی دل جو عاشقِ دل سوز کا چلے / تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

تم چشمِ سرمگیں کو جو اپنی دکھا چلے / بیٹھے بٹھائے خاک میں ہم کو ملا چلے

دیوانہ آکے اور بھی دل کو بنا چلے / اک دم تو ٹھہرو اور بھی کیا آئے کیا چلے

ہم لطفِ سیرِ باغ جہاں خاک اُڑا چلے / شوقِ وصال دل میں لیے یار کا چلے

غیروں کے ساتھ چھوڑ کے تم نقشِ پا چلے / کیا خوب پھول گور پہ میری چڑھا چلے

دکھلا کے مجھ کو نرگسِ بیمار کیا چلے / آوارہ مثلِ آہ ہوئے صحرا بنا چلے

اے غم مجھے تمام شبِ ہجر میں نہ کھا / رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے

بل بے غرورِ حسن زمیں پر نہ رکھے پاؤں / مانندِ آفتاب وہ بے نقشِ پا چلے

۱۸۵

کیا اے چلے گلی سے تری ہم کہ جوں نسیم
آئے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُٹھا چلے

افسوس ہے کہ سایۂ مرغِ ہوا کی طرح
ہم جس کے ساتھ ساتھ چلیں وہ جدا چلے

کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب
یاں جان ہی بدن میں نہیں نبض کیا چلے

قاتل جو تیرے دل میں رکاوٹ نہ ہو تو کیوں
رُک رُک کے میرے حلق پہ خنجر ترا چلے

لے جائیں تیرے کشتے کو جنت میں بھی اگر
پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے

آلودہ چشم میں نہ ہوئی سُرمے سے نگاہ
دیکھا جہاں سے صاف ہی اہلِ صفا چلے

روزِ ازل سے زلفِ مُعنبر کا ہے اسیر
کیا اُڑ کے تجھ سے طائرِ نکہت بھلا چلے

ساتھ اپنے لے کے توسنِ عمرِ رواں کو آہ
ہم اس سرائے دہر میں کیا آئے کیا چلے

سلجھائیں زلفیں کیا لبِ دریا پہ آپ نے
ہر موج مثلِ مارِ سیہ تم بنا چلے

دنیا میں جب سے آئے رہا عشقِ گُل رُخاں
ہم اس جہاں میں مثلِ صبا خاک اُڑا چلے

قاتل سے دخل کیا ہے کہ جاں بر ہو اپنا ہوش
گر اُڑ کے مثلِ طائرِ رنگِ حنا چلے

فکرِ قناعت اُن کو میسر ہوئی کہاں
دنیا سے دل میں لے کے جو حرصِ ہوا چلے

اُس روئے آتشیں کے تصور میں یادِ زلف
یعنی غضب ہے آگ لگے اور ہوا چلے

اے ذوقؔ ہے غضب نگہِ یار الحفیظ
وہ کیا بچے کہ جس پہ یہ تیرِ قضا چلے

۱۵۹

کون وقت اے وائے گذرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت آتی ہے اجل کو یاں تلک آتے ہوئے

آتشِ خورشید سو اُٹھتا نہیں یکجا دھواں
آکھڑے ہو بام پر تم بال سُلجھاتے ہوئے

چاک آتا ہے نظر پیراہنِ صبحِ بہار
کس شہیدِ ناز کو دیکھا ہے کفناتے ہوئے

وہ نہ جاگے رات کو اور ضد سے بختِ خفتہ کی
بج گیا آخر گجر زنجیر کھڑکاتے ہوئے

۱۹۰
(دیوان ثانی)

الگ ہوتا نہ کھینچ کھینچ کر مرا ہر تار دامن سے
نہ دامن خار سے چھوٹے نہ چھوٹے خار دامن سے

خبر لوں جیب کی یا میں رہوں ہشیار دامن سے
جنوں اُلجھے ہیں ناخن جیب سے اور خار دامن سے

لگے ہے اس تمنا میں مرے ہر خار دامن سے
کروں دستار میں گر ہو عطا اک تار دامن سے

لگے اس شعلہ خُو کے کون مجھ سا زار دامن سے
کہیں اُلجھا ہے اب تک برق کے بھی خار دامن سے!

کرے گر دھوتے دھوتے تو جُدا ابر تار دامن سے
نہ چھوٹے خون میرا تیرے لے خوں خوار دامن سے

کیا تو نے کنارہ ہم سے اور ہاتھوں سے وحشت کے
گریباں ہم کنار آ کر ہوا اے یار دامن سے

یہ تجھ بن اشک باری ہے کہ آنسو پونچھتا ہوں میں
کبھی تو آستیں سے اور کبھی لے یار دامن سے

مرا وہ گریۂ غم، خندۂ عشرت سے بہتر ہے
اگر آنسو مرے پونچھے وہ گُل رخسار دامن سے

پھروں کھینچے ہوئے کوسوں میں اپنے زور وحشت میں
ذرا تم باندھ دیکھو دامن کہسار دامن سے

جلیں گے آتش رنگ حنائے پا سے گھر کتنے
بلا پنکھا جو وقت گرمی رفتار دامن سے

اب ان کو شش جہت میں ہفت دریا لوگ کہتے ہیں
گرے تھے اشک کے قطرے مرے دو چار دامن سے

میں وہ آلودہ دامن ہوں بنائیں تار سُبحہ کا
فرشتے پاک دامن لے کے میرے تار دامن سے

وہی زیبا ہے اُس کے واسطے جو قطع ہے جس کی
نکل سکتا ہے کوئی آستیں کا کار دامن سے

مکدّر ہو وہ گل کیا کیا جو نادانستہ لگ جائے
ذرا دستِ نسیمِ دامنِ کہسار دامن سے

ہوا بے پردہ وہ پردہ نشیں تو یوں کیا پردہ
بنایا درمیاں اک پردۂ دیوار دامن سے

ترے جو سجدۂ در سے جبیں ہو خاک آلودہ
نہ پونچھیں حورعیں کے لے پری رخسار دامن سے

یہ صیدِ ناتواں مثلِ پر افتادہ اُڑ جائے
لگائے گر نسیمِ دامنِ کہسار دامن سے

دکھائے صدمۂ زنجیر نے یہ پاؤں مجنوں کے
کہ اک صدمہ سا پہنچے ہے دمِ رفتار دامن سے

مُربّی بھی خلش گر کو نہیں دیتے ہیں آرائش
کہ صحرا پونچھتا ہے کب سنانِ خار دامن سے

عزیزا اصلا نہیں سرمایہ ہمت کو کہ دریا نے
گرہ دے کر نہ باندھے گوہرِ شہوار دامن سے

سرایت کچھ جو خونِ کوہ کن کر جائے پتھر میں
نکالے لعل ہی پتھر کی جا کہسار دامن سے

جُدا گر سر ہو تن سے اور جدا ہوں ہاتھ شانوں سے
جُدا ہو پر نہ ہاتھ اپنا ترے لے یار دامن سے

فرشتے تیرے دامن کو بنائیں جا نماز اپنی
اگر دھو ڈالے تو داغِ مئے پندار دامن سے

کہاں وہ موسمِ طفلی کہ ہم دامن سواروں میں
لیا کرتے تھے کارِ توسنِ رہوار دامن سے

۱۸۸

ترا مجنونِ نازاتنا گراں جاں ہے نہ اُٹھنے دے
لپٹ جائے اگر مر مر کے مثلِ خار دامن سے

مرے پاؤں کے چھالے ہوتے ہیں کیا کیا شگستہ دل
اُلجھ کر ٹوٹ جاتا ہے جو کوئی خار دامن سے

ترے مجنوں کو ہے وہ جامۂ عریاں تنی زیبا
کہ جیب و آستیں سے ننگ جس کو عار دامن سے

نگاہِ بُلہوس آندھی ہے تیری خاک اُڑانے کو
چھپا لے او پری رو! شعلۂ رُخسار دامن سے

ہوا پنکھے کی خواب آور ہے کیا وہ ایک جنبش میں
کرے سوفتنۂ خوابیدہ کو بیدار دامن سے

مرا آنسو ہے وہ زہراب، ہو نیلا بدن سارا
خدا نا خواستہ لگ جائے لے غم خوار دامن سے

مجھے کیا ڈر ہو خورشید قیامت کا اگر سر پر
بنائے سائباں وہ سایۂ دیوار دامن سے

نہ ہووے دِل جلوں کی ذوقِ ہمسایوں سے دلداری
کہ کب فانوس پونچھے شمع کا رُخسار دامن سے

۱۹۱

نہیں ثبات بلندیِ عزّ و شاں کے لیے
کہ ساتھ اوج کے پستی ہے آسماں کے لیے

ہزار لطف ہیں کیا جور ہر ستم میں سجاں کے لیے
ستم شریک ہوا کون آسماں کے لیے

مزے یہ دل کیلیے تھے نہ تھے زباں کے لیے
سو ہم نے دل میں مزے سوزشِ نہاں کے لیے

فروغِ عشق سے ہے روشنی جہاں کے لیے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکداں کے لیے

صبا جو آئے خس و خارِ گلستاں کے لیے
قفس میں کیوں کہ نہ پھڑکے دلِ آشیاں کے لیے

دمِ عروج ہے کیا فکر زردباں کے لیے
کمندِ آہ تو ہے بامِ آسماں کے لیے

سدا طپش پہ طپش ہے دلِ تپاں کے لیے
ہمیشہ غم پہ ہے غم جانِ ناتواں کے لیے

وبالِ دوش ہے اس ناتواں کو سر لیکن
لگا رکھا ہے ترے خنجر و سناں کے لیے

بیانِ دردِ محبت جو ہو تو کیوں کر ہو
زبان دل کے لیے ہے نہ دل زباں کے لیے

فشاں لے ہے مرے جب تلک کہ دم میں دم
فغاں ہے میرے لیے اور میں فغاں کے لیے

بلند ہووے اگر کوئی میرا شعلۂ آہ
تو ایک اور ہو خورشید آسماں کے لیے

چلے ہیں دیر کو مدت میں خانقاہ سے ہم
شکستِ توبہ لیے ارمغاں مغاں کے لیے

حجر کے چومنے ہی پر ہے حجِ کعبہ اگر
تو بوسے ہم نے بھی اُس سنگِ آستاں کے لیے

نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شے
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جواں کے لیے

جو پاسِ مہر و محبت کہیں یہاں بکتا
تو مول لیتے ہم اک اپنے مہرباں کے لیے

خلش سے عشق کی ہے خار پیرہنِ تنِ زار
ہمیشہ اس ترے مجنونِ ناتواں کے لیے

طپش سے دل کی یہ احوال ہے مرا گویا
بجائے مغز ہے سیماب استخواں کے لیے

مرے مزار پہ کس وجہ سے نہ برسے نور
کہ جان دی ترے روئے عرق فشاں کے لیے

الٰہی کان میں کیا اس صنم نے پھونک دیا
کہ ہاتھ دھرتے ہیں کانوں پہ سب اذاں کے لیے

نہیں ہے خانہ بدوشوں کو حاجتِ ساماں
اثاثہ چاہیے کیا خانۂ کماں کے لیے

نہ دل رہا نہ جگر دونوں جل کے خاک ہوئے
رہا ہے سینے میں کیا چشمِ خوں فشاں کے لیے

نہ لوح گور پہ مستوں کی ہو نہ ہو تعویذ
جو ہو تو خشتِ خُمِ مے کوئی نشاں کے لیے

اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس
بہشت ہے ہمیں آرامِ جاوداں کے لیے

وہ مول لیتے ہیں جس دم کوئی نئی تلوار
لگاتے پہلے مجھی پر ہیں امتحاں کے لیے

صریح چشمِ سخن گو تری کہے نہ کہے
جوابِ صاف ہے پر طاقت و تواں کے لیے

اشارہ چشم کا تیری یکایک اے قاتل
ہوا بہانہ مری مرگِ ناگہاں کے لیے

رہے ہے ہول کہ برہم نہ ہو مزاج کہیں
بجا ہے ہول دل اُن کے مزاج داں کے لیے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزوِ ضعیف
اور اس ضعیف سے کُل کام دو جہاں کے لیے

۱۹۲

(دو بہ تضمین)

مزے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

غرض تھی کیا ترے تیروں کو آبِ پیکاں کی
مگر زیارتِ دل کیوں کہ بے وضو کرتے

عجب نہ تھا کہ زمانے کے انقلاب سے ہم
تیمم آب سے اور خاک سے وضو کرتے

اگر یہ جانتے چُن چُن کے ہم کو توڑیں گے
تو گُل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

سمجھ یہ دار و رسن تار و سوزن اے منصور
کہ چاکِ پردۂ حقیقت کا ہیں رفو کرتے

یقیں ہے صبحِ قیامت کو بھی صبوحی کش
اُٹھیں گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے

نہ رہتی یوسفِ کنعاں کی گرمیِ بازار
مقابلے میں جو ہم تجھ کو رُو برو کرتے

سراغِ عمرِ گذشتہ کا کیجیے گر ذوقؔ
تمام عمر گذر جائے جستجو کرتے

۱۹۳

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے
کہ مے آشام پیاسے ہیں مہینا بھر کے

آشناؤں سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم
تو ڈبو دو انھیں دریا میں سفینا بھر کے

عقدِ پرویں ہے کہ اس حقۂ پرویں میں فلک
لائے ہیں اُس رخِ روشن سے پسینا بھر کے

دل ہے آئینہ صفا چاہیے رکھنا اس کا
زنگ سے دیکھ نہ بھر اس میں تو کینا بھر کے

خوب اُس گلشنِ رخسار سے لے جاتے ہیں گل
اپنے دامانِ نظر مردمِ بینا بھر کے

خُمِ پُر جوش کی مانند چھلکتا ہے مدام
خونِ حسرت سے لبوں تک مرا سینا بھر کے

جام خالی بھی لگا منہ سے نہ کم ظرف کے ساتھ
ذوقؔ کے ساتھ، قدحِ ذوقؔ سے پینا بھر کے

۱۹۴

(دو بہ تضمین)

جوں یہ لاغر جھکے قامت ایک خس کے بوجھ سے
جوں کبادہ لچکے ہے پائے مگس کے بوجھ سے

باندھ دے ناقے کی گردن میں دلِ نالانِ قیس
بوجھ لیلیٰ اس کا ہلکا ہے جرس کے بوجھ سے

یہ اسیری میں گراں خاطر ہوں میں جاتا ہے ٹوٹ
آہنی قلاب بھی میرے قفس کے بوجھ سے

بدنصیبی سے مری اس بام پر ٹوٹی کمند
ورنہ میں کیا وہ نہ ٹوٹے مجھ سے دس کے بوجھ سے

اپنے دامن میں نہ لے میرے گلِ لختِ جگر
جی دھڑکتا ہے تری چولی نہ مسکے بوجھ سے

زندہ تو ڈوبے ہے اور تیرے ہے مردہ آب میں
بوجھ شاید جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے

شاخِ گل پر کیا گراں باری اسیری کی مری
توڑ دے لوہے کے حلقے کو قفس کے بوجھ سے

مت لگا اے عشق دل کے آبلے پر نیشِ غم
ٹوٹ جائے گا یہ گنبد اس کلس کے بوجھ سے

سر جھکاتے ہیں وہ کب آزاد اپنا زیرِ بار
بے سبک باری جنھیں بارِ ہوس کے بوجھ سے

نکلے دنیا سے کہاں احمق اٹھا کر بارِ حرص
رہ گیا یہ تو گدھا دلدل میں پھنس کے بوجھ سے

کیا ہوا دل نے لیا گر ایک کوہِ غم اٹھا
یہ نہیں اے ذوق ڈرتا ایسے دس کے بوجھ سے

١٦٥

کرے ہے کام تیغِ یار کس کس آب داری سے
دکھلاتی اپنی گلکاری ہے کیا کیا زخمِ کاری سے

زباں کھولیں گے مجھ پر بد زباں کیا بد شعاری سے
کہ میں نے خاک بھر دی ان کے منہ میں خاکساری سے

گزرتی ہے مزے میں زندگی غفلت شعاری سے
مرے نزدیک بے ہوشی ہے بہتر ہوشیاری سے

نہ ہوتا گر وہ شوخ خود نما سرگرمِ آرائش
اٹھاتا ہاتھ خورشیدِ فلک آئینہ داری سے

رواں ہے شمع کے اشکوں میں تو چربی ہی گھل گھل کر
بہا جاتا ہے دل خوں ہو کے اپنا اشک باری سے

خبر کیا پوچھتے ہو اپنے بیمارِ محبت کی
کہ نوبت دم شماری کی ہے شب اختر شماری سے

جو پوچھے زاہدِ خشک اپنی داد و، میں کہوں مے پی
اگر پرہیز کی پوچھے، کہوں پرہیزگاری سے

قفس کو لے اڑیں صیاد اسیرِ مضطرب تیرے
خبرِ گل کی سنیں اڑتی سی گر بادِ بہاری سے

کبھی گر سر اٹھایا بھی تو جوں اشکِ سرِ مژگاں
زمیں سے جا لگا سر جھک کے اپنا شرمساری سے

نہیں جاتے اٹھائے داغ، کاش ان کے عوض ہوتے
مری چھاتی پہ پتھر سنگدل دو چار بھاری سے

لگی بھی گر زمیں پر بیٹھ تیرے تفتہ جانوں کی
تو مثلِ برق اٹھ بھاگے وہیں پھر بیقراری سے

نہیں آتا نہ آئے رحم اے ذوق اس ستم گر کو
بلا سے خوش تو ہو جاتا ہے میری آہ و زاری سے

۱۶۶

(دو قسمیں)

یار تجھے حال پہ ہم دل فگاروں کے لگے — کاش کہے ایسی ہی یارب دل کو یاروں کے لگے
اور بھی چمکا سمندِ وحشت اپنا دشت میں — تیز جوں مہمیز نشتر جب کہ خاروں کے لگے
کس کے کفشِ پا پہ دیکھے ہیں ستارے اے فلک — رہتے ہیں دیدے زمیں کو جو ستاروں کے لگے
بزم میں گر وہ الٹ دے منہ سے روشن تر نقاب — چھوٹنے مہتاب منہ پر ماہ پاروں کے لگے
اس طرح در پے دلوں کے ہیں تری چشم و نگاہ — جوں شکار افگن پھریں پیچھے شکاروں کے لگے

سرزمینِ باغِ الفت میں تری بیداد گر
نخلِ قامت جب ترے سینہ فگاروں کے لگے

پھوٹیاں تیروں کی شاخیں چھوٹے سوفارِ نخلِ گُل
خنجروں کے برگ نکلے گُل کشاروں کے لگے

ہو اگر گرم فغاں مُرغِ چمن میری طرح
آگ دم میں آشیانوں کو ہزاروں کے لگے

اے خدنگِ یار مرہم جائیں غیر سے نہ کیوں
مرہم آ کر سینے سے سینہ فگاروں کے لگے

گئے ہم اس بزم میں اک دم تو اس پر سیکڑوں
تیغِ طعنوں کے لگے خنجر اشاروں کے لگے

۱۶۷
(دو بیتیں)

کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے
نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

بجھے گا سوزِ دل اے گریہ پل میں آب تو دے
وگرنہ آگ میں دنیا یوں ہی عذاب تو دے

گزر نے گریہ مرے سر سے اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائی جوں حباب تو دے

ہزاروں تشنہ جگر کس سے ہوئیں گے سیراب
خدا کے واسطے تیغِ ستم کو آب تو دے

تمہارے مطلعِ ابرو پہ یہ کہے ہے خال
کہ ایسا نقطہ کوئی وقتِ انتخاب تو دے

درِ قبول ہے درباں نہ بند کر درِ یار
دعائے خیر مری ہونے مستجاب تو دے

کھلے ہے ناز سے گلشن میں غنچۂ نرگس
ذرا دکھا تو اسے چشمِ نیم خواب تو دے

بلا سے آپ نہ آئیں پہ آدمی ان کا
تسلّی آ کے مجھے وقتِ اضطراب تو دے

ہوا بگولے میں کشتگانِ زلف کی خاک
کہ بعدِ مرگ بھی معلوم پیچ و تاب تو دے

بلا سے کم نہ ہو گریہ سے میرا سوزِ جگر
بجھا پر آن کی ذرا آتشِ عتاب تو دے

شہید کیجیو قاتل ابھی نہ کر جلدی
تڑپنے مجھ کو تہِ تیغِ اضطراب تو دے

شکار بستۂ فتراک کو ترے مقدور
ہوا نہ یہ بھی کہ بوسۂ رکاب تو دے

دل برشتہ کو میرے نہ چھوڑ دے خوارو
جو لذت اس میں ہے ایسا مزا کباب تو دے

نشے میں ہوش کسے جو گنے حساب کرے
جو تجھ کو دینا ہیں بوسے بلا حساب تو دے

جواب نامہ نہیں گر تو رکھ دو نامۂ یار
جو پوچھیں قبر میں عاشق سے کچھ جواب تو دے

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہلِ ہمت کا
نہیں یہ اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے

کہاں بجھا ہے تہِ خاک میری آتشِ دل
کہو ہوا سے ہلا دامنِ سحاب تو دے

خنک دلوں کی اگر آہِ سرد دوزخ میں
پڑے تو واقعی اک بار آگ دَاب تو دے

کرے گا قتل وہ اے ذوقؔ تجھ کو تُرے سے
نگہ کی تیغ کو ہونے سیاہ تاب تو دے

پہنچ رہوں گا سرِ منزلِ فنا اے ذوقؔ
مثالِ نقشِ قدم کرنے پا تراب تو دے

۱۶۸

فزائے طرزِ نالے کی جو اک دم تیرے محزوں سے
سو اب تک دیکھ لو منقارِ طوطی سُرخ ہے خوں سے

نہ شب آنکھوں میں خواب آیا خیالِ خالِ شبگوں سے
رہے بیدار ساری رات ہم اک حبِ افیوں سے

اڑائیں پون جب دو گر بلا سے ہم نہیں ڈرتے
پر اپنا دم ہوا ہوتا ہے اس چشمِ پُر افسوں سے

یہ گیتی ہے وہ خُم خانہ کہ جس میں دورِ گردوں نے
گِلِ حکمت کیے کتنے ہی خُم خاکِ فلاطوں سے

اثر ہو نالۂ پُر درد کا اتنا تو اے بُلبل
کہ ٹپکے جائے شبنم اشکِ انجم چشمِ گردوں سے

شہیدِ چشمِ میگوں ہوں مری تُربت پہ سب میکش
چراغ افروز ہوں تو ساغرِ صہبائے گلگوں سے

ترے مجنوں کے تن پر لاغری کا قطع ہے جامہ
کرے ہے پیرہن وہ اک برگِ بیدِ مجنوں سے

خدا جانے ہوئے بخت اپنے واژوں اس کی زُلفوں سے
کہ زُلفیں واژگوں ہیں اس کی اپنے بختِ واژوں سے

اسی باغِ سخن میں ذوقؔ اپنا جی بہلتا ہے
جہاں بو عشق کی آتی ہے کچھ گلہائے مضموں سے

۱۶۹

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

ترا زباں سے ملانا زباں جو یاد آیا
نہ ہائے ہائے میں تالو سے پھر زبان لگی

کسی کے دل کا سنو حال، دل لگا کر تم
جو ہووے دل کو تمہارے بھی مہربان لگی

تو وہ ہے ماہ جبیں بشکلِ دیدۂ انجم
رہے ہے تیری طرف چشم یک جہان لگی

خدا کرے کہ کہے تجھ سے کچھ خدا لگتی
کہ زلف لے بتِ بدکیش تیرے کان لگی

اڑائی حرص نے نوعِ بشر ہیں سب کی خاک
نہیں ہے کس کو ہوا زیرِ آسمان لگی

کسی کی کاوشِ مژگاں سے آج ساری رات
نہیں پلک سے پلک میری ایک آن لگی

تباہ بحرِ جہاں میں تھی اپنی کشتیِ عمر
سو ٹوٹ پھوٹ کے بارے کنارے آن لگی

تمہارے ہاتھ سے سینے میں دل سے تا بہ جگر
سنان و خنجر و پیکاں کی ہے دکان لگی

خدنگِ یار مرے دل سے کس طرح نکلے
کہ اس کے ساتھ ہے لے ذوق میری جان لگی

۱۷۰

باغِ عالم میں جہاں نخلِ حنا لگتا ہے
دلِ پُرخوں کا وہاں ہاتھ پتا لگتا ہے

کیا تڑپنا دلِ بسمل کا بھلا لگتا ہے
کہ جب اُچھلے ہے ترے سینے سے جا لگتا ہے

دل کہاں سیر تماشے پہ مرا لگتا ہے
جی کے تنگ آنے سے جینا بھی بُرا لگتا ہے

جو حوادث سے زمانے کے گرا پھر نہ اُٹھا
نخل آندھی کا کہیں اکھڑا ہوا لگتا ہے

دل لگانے کا مزا ہے کہ گزک میں اُس کے
سب کبابوں سے نمک دل پہ سوا لگتا ہے

نہ شبِ ہجر میں لگتی ہے زباں تالو سے
اور نہ پہلو مرا بستر سے ذرا لگتا ہے

اے محتاج ہوا مرہمِ زنگار کا تو
زخمِ دل زہر مجھے ہنسنا ترا لگتا ہے

آبِ خنجر جو ہے زہرابِ وفاداری کو
پانی شاید کہ سرِ ملکِ فنا لگتا ہے

قدِ مجنوں کوئی پہلے سے چھڑی بید کی ہے
جب ذرا جھکتا ہے قد پاؤں سے جا لگتا ہے

زرد و زار ہے تو کیا کھوٹ ابھی ہے دل میں
ذوق اس زر کو کسوٹی پہ کسا لگتا ہے

۱۷۱

اُس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے | وہ اپنی جانماز ہے اور یہ نماز ہے
ناساز ہے جو ہم سے اُسی سے یہ ساز ہے | کیا خوب دل ہے واہ ہمیں جس پہ ناز ہے
پہنچا ہے شب کمند لگا کر وہاں رقیب | سچ ہے حرام زادے کی رسّی دراز ہے
اُس بت پہ گر خدا بھی ہو عاشق تو آئے رشک | ہرچند جانتا ہوں کہ وہ پاک باز ہے
مدّاحِ خالِ روئے بتاں ہوں مجھے خدا | بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز ہے
ڈرتا ہوں غنچہ اُس کا نہ بہہ جائے ہو کے آب | میرے گلے میں نالۂ آہن گداز ہے
دروازہ مے کدے کا نہ کر بند محتسب | ظالم خدا سے ڈر کہ درِ توبہ باز ہے
خانہ خرابیاں دلِ بیمارِ غم کی دیکھ | وہ ہی دوا خراب ہے جو خانہ ساز ہے
شبنم کی جائے گُل سے ٹپکتی ہیں شوخیاں | گلشن میں کس کی خاکِ شہیدانِ ناز ہے

آہ و فغاں نہ کر جو کھلے ذوقِ دل کا حال
ہر نالہ اک کلیدِ درِ گنجِ راز ہے

۱۷۲

(ہو اللہ اکبر)

وہ ہوں میں پُر معاصی، سوختہ سوزِ ندامت سے
حذر دوزخ کرے جس کے شرارِ سنگِ تربت سے

نہ سوکھے دامنِ تر ذرّہ میرا اور جوں اختر
رواں ہوں اشکِ خجلت چشمِ خورشیدِ قیامت سے

وہی ہے ایک سب میں دیکھ تو چشمِ حقیقت سے
بنا وحدت کی کیوں توڑے گا مُلّا جمعِ کثرت سے

دمِ تکبیر اُٹھائے دو جہاں سے ہاتھ یک باری
نمازیں عشق کی ہم نے ادا کیں حسنِ نیت سے

اگر پوچھے کوئی مجھ سے کہ کیوں نالاں ہے مرغِ روں
محبت سے، محبت سے، محبت سے، محبت سے

پئے شوکت اُٹھامت عار اور ایذا گوارا کر
سمجھ تو شوکتُ العقرب کو بہتر ایسی شوکت سے

نمک کو مُشک کو یا سودۂ الماس کو چھڑکو
جراحت کو مِرے کیا کام ہے سنگِ جراحت سے

اگر ہو فاتحہ خواں عشق مرقد پر شہیدوں کے
تو کیا کم ہے نگاہِ یاس انگشتِ شہادت سے

حریصوں کو نہیں جا وسعت آبادِ قناعت میں
جو کھینچے ہاتھ کو وہ پاؤں پھیلائے قناعت سے

اَلِف کو تیرے قامت کے کیا اُستادِ قدرت نے
مزین صفحۂ ہستی پہ رعنائی کے خلعت سے

لبِ ہر زخم ہے میرا ہلالِ عید سے بہتر
مجھے زخمی کیا ہے کس نے ابرو کی اشارت سے

بہت اچھا ہوا گر مجھ کو مارا میرے قاتل نے
نہیں ہونے کا عاشق اور کوئی اُس پہ عبرت سے

علاجِ زخمِ حسرت ہے مرا تیزابِ تیغ اس کا
نہیں سنگِ فساں کچھ کم مجھے سنگِ جراحت سے

اگر آسائشِ ظاہر ہو بد باطن کو، کیا حاصل
کہ باطن میں نہیں کچھ رُتبہ اس کو نیک طینت سے

ہوئی حرفوں میں گو یک نقطہ زحمت سے سوا رحمت
مگر اعداد میں زحمت کہیں کمتر ہے رحمت سے

زبانِ ریختہ بھی کی زبانِ پارسی اُس نے
محبت ذوق کو از بس کہ ہے شاہِ ولایت سے

١٧٣

ہوں ہم وہ ایک جا سو کہاں ہائے جائے ہے — البتہ آدمی تو کبھی آئے جائے ہے

جو اس گلی میں مثلِ صبا آئے جائے ہے — فردوس میں کب اس کو تمنائے جائے ہے

کہتے ہیں لوگ موت تو سب جائے جائے ہے — پر میرے پاس اسے بھی کوئی کھائے جائے ہے

ٹوٹا ہے کس پتنگ کا بازو کہ شمعِ بزم — یوں روغنِ اشکِ گرم سے ٹپکائے جائے ہے

لکھوا کے بھیج دیوے ہے پرچہ وہ گاہ گاہ — دل کو ذرا ہمارے وہ پرچائے جائے ہے

ابرِ مژہ برس کے اگر کھل گیا تو کیا — نالہ تو وہ ہی آگ سی برسائے جائے ہے

فوارے سے بجا ہے تواضع کو دیکھنا — اس سرکشی پہ سر کو وہ نہوڑائے جائے ہے

کیا حال جسمِ زار کہوں سوزِ عشق سے — اک بال ہے کہ آگ پہ بل کھائے جائے ہے

مضمونِ اضطراب کا ہے یہ بھی اک اثر — وہ مرغِ نامہ بر کو جو پھڑکائے جائے ہے

صندوق تیرے کشتے کو پہنچیں سے کم نہیں — کیا پاؤں اپنے چین کر پھیلائے جائے ہے

سو کوس کیا نہ جا سکے مجنوں تو دو قدم — پر شوقِ مدعا ہے کہ دوڑائے جائے ہے

جب تک کہ جان تن سے نکل جائے گی نہ ذوق
دل میں جو درد ہے سو کوئی دائے جائے ہے

١٧٤
(وہو ایضاً)

جاں غش لبِ جاں بخش پر دل غش خطِ مشکیں پہ ہے
عیسائی اپنے دیں پہ ہے موسائی اپنے دیں پہ ہے

دے غشِ لفظ سیں دکھا تو نبض کے وات اپنے ذرا
یٰسین کیا پڑھوا رہا قاتل مرے بالیں پہ ہے

بلبل کا خوں ہے گل فشاں ہیں عشق کی نیرنگیاں
سرخیِ رنگِ گل کہاں یہ دامنِ گل چیں پہ ہے

ہے خوشۂ انگور کیا کرتا ہے دل پُر آبلہ
صد خندۂ دنداں نما شب خوشۂ پرویں پہ ہے

دو جامِ مے بھر کر چڑھا پھر دیکھو کیفیت ہے کیا
یہ خوب عینک خوش نما چشمِ حقیقت بیں پہ ہے

ہو کوہ کے چشموں سے واں پانی برنگِ خوں رواں
دی جان جو شیریں کھو جیاں فرہاد نے شیریں پہ ہے

میں کیا کروں اظہارِ غم ہے بارِ غم پر بارِ غم
دن رات اک انبارِ غم میرے دلِ غمگیں پہ ہے

حرفِ زبانی ہو فقط قول ان کا سچ ہو یا غلط
میری تو تسکیں اب فقط اے دل تری تسکیں پہ ہے

صیقل نہ ہو گر تیغ پر جوہر پہ ہو کس کو نظر
اے ذوقؔ یاں قدرِ ہنر آرائش و تمکیں پہ ہے

۱۷۵

زاہد کو اگر صدق و صفا بھی ہے تو کیا ہے
بے درد اگر دل بہ خدا ہے بھی تو کیا ہے

آزارِ محبت کا مزا کیا کہوں جس کی
ہے موت دوا دیکھو دوا ہے بھی تو کیا ہے

سیراب نہ ہو جس سے کوئی تشنۂ مقصود
اے ذوقؔ جو وہ آبِ بقا ہے بھی تو کیا ہے

۱۷۶

کب وہ گذرتے ہیں سرِ لاف و گزاف سے
جن کی کہ آشنا ہے زباں لام و کاف سے

اوّل ہی اے بشر کو ہے رغبت خلاف سے
لیتا ہے کام منہ کا تکلم میں یہ ناف سے

چھینکے ہے ایک جنبشِ مژگاں میں شہ پری
اس اپنے ناتواں کو پرے کوہِ قاف سے

گذرے ہے مشقِ سینہ شگافی میں عمرِ چرخ
اس میرے کلکِ نالۂ گردوں شگاف سے

گردش ہے اس کی چشم کی کیوں دیر کے گرد
کافر کو کام کعبے کے کیا ہے طواف سے

چل، شیخ! میکدے میں، بسر کر مہِ صیام
مسجد میں، تنگ بیٹھا ہے کیوں اعتکاف سے

درویش تن برہنہ، ہے شمشیرِ خوش غلاف
باہر ہوئی، نکل کے، ہے اپنے غلاف سے

نالوں نے دی، چڑھا جو تپِ لرزہ مہر کو
کھولی نہ آنکھ، ابرِ سیہ کے غلاف سے

روتے ہیں گر نصیبوں سے، گاہے فلک سے ہم
فرقت کی رات کم نہیں، روزِ مصاف سے

مجنوں، سیاہ خیمۂ لیلیٰ کے گرد پھر
حق میں ترے، ہے کعبے کے، بہتر طواف سے

ہے جوہرِ کمال سے ننگا اگر فقیر
ہے تیغِ تیز ننگ، ہے اس کو غلاف سے

لکھتا ہے شیخ مسئلۂ وحدت الوجود
لیکن، دوئی عیاں ہے قلم کے شگاف سے

گل ہائے رنگ رنگ سے، ہے رونقِ چمن
اے ذوقؔ اس جہاں کو، ہے زیب اختلاف سے

۱۷۷

الٰہی کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
کہ آج کوچے میں اُس کے شورِ ”بأیّ ذنبٍ قُتِلَت“ ہے

ہوئے ہیں اس اپنی سادگی سے ہم آشنا جنگ و آشتی سے
اگر نہ ہو یہ تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

زمیں پہ نورِ قمر کے گرنے سے صاف اظہارِ روشنی ہے
کریں جو روشن ضمیر ان کا فروغ ان کی فروتنی ہے

غمِ جدائی میں تیرے ظالم کہوں میں کیا مجھ پہ کیا بنی ہے
جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دل خراشی ہے جاں کنی ہے

بشر جو اس تیرہ خاکداں میں پڑا یہ اُس کی فروتنی ہے
وگرنہ قندیلِ عرش میں بھی اُسی کے جلوے کی روشنی ہے

کوئی ہے کافر کوئی مسلماں جدا ہر اک کی ہے راہِ ایماں
جو اس کے نزدیک رہبری ہے وہ اُس کے نزدیک رہزنی ہے

ہوئے ہیں تر گریۂ ندامت سے اس قدر آستین و دامن
کہ میری تردامنی کے آگے عرق عرق پاک دامنی ہے

نہیں ہے قانع کو خواہشِ زر، وہ مفلسی میں بھی ہے تونگر
جہاں میں مانندِ کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے

لگا نہ اس بت کدے میں تو دل، یہ ہے طلسمِ شکست غافل
کہ کوئی کیسا ہی خوش شمائل صنم ہے آخر شکستنی ہے

تکلفِ منزلِ محبت نہ کر، چلا چل تو بے تکلف
کہ جا بجا خارزارِ وحشت ہے زیرِ پا فرشِ سوزنی بر

خدنگِ مژگاں نے ذوق اس کے دل اپنا سینہ سپر جو ہے
مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

۱۷۸

(ہو العلی)

کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے — اُن کا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے

چاہیں گر چارۂ جراحت کا محبت والے — بیچیں الماس و نمک سنگِ جراحت والے

گئے جنت میں، اگر سوزِ محبت والے — تو یہ جانو رہے دوزخ ہی میں جنت والے

ساقیا ہوں جو صبوحی کی نہ عادت والے — صبحِ محشر کو بھی اُٹھیں نہ ترے متوالے

دخترِ رز کو نہیں چھیڑتے ہیں متوالے — حذر اس فاحشہ سے کرتے ہیں عزت والے

رہے جوں شیشۂ ساعت وہ مکدر دونوں — کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہیں دوا لبِ جاں بخش ترے — جاں بلب ہیں ترے آزارِ محبت والے

حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بہ قدرِ وسعت — تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے

نہیں جز شمع نما دو مری بالینِ مزار — نہیں جز کثرتِ پروانہ زیارت والے

ہائے رے حسرتِ دیدار مری ہائے کوئی — لکھتے ہیں ہائے دو چشمی کو کتابت والے

نہ شکایت ہے کرم کی نہ ستم کی خواہش — دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے

کیا تماشا ہے کہ مثلِ مہِ نو اپنا فروغ — جانتے اپنی حقارت کو ہیں شہرت والے

دل سے کچھ کہتا ہوں میں مجھ سے کچھ کہتا دل — دونوں اک حال میں ہیں رنج و مصیبت والے

تو گر آ جائے تو لے دردِ محبت کی دوا — مرے ہمدرد ہوں بے درد نصیحت والے

چھوڑ دیتے ہیں قلم جوں قلمِ آتش باز — مری شرحِ طپشِ دل کی کتابت والے

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا — دلِ بیمار کے ہیں دو ہی عیادت والے
تو مرے حال سے غافل ہے پرائے غفلت کیش — تیرے انداز تغافل نہیں غفلت والے
ہم نے دیکھا ہے جو اس بت میں نہیں کہہ سکتے — کہ مبادا کہیں سن پائیں شریعت والے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

۱۷۹

رخصت اے زنداں جنوں زنجیرِ در کھڑکائے ہے
مژدۂ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

سر بوقتِ ذبح اپنا اس کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ہا بے استغنا کہ وہ یاں آتے آتے رہ گئے
اف یہ بیتابی کہ یاں تو دم ہی اکھڑا جائے ہے

ہاں مدد طاقت کہ ہے ضعف سے سینے میں دم
دیکھیے کیوں کر خدا اب تک مجھے پہنچائے ہے

واہ رے شورِ محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخواں میرے ہما کس مزے سے کھائے ہے

بس کرم سوزِ جگر بھن جائیں گے دل اور جگر
رحم جوشِ گریہ چھاتی پھر مری بھر آئے ہے

ذوق کو بس نزع میں بھی ہے لگا تیرا انتظار
جانبِ در دیکھ لے ہے جب کہ ہوش آ جائے ہے

۱۸۰
(ہوالظاہر)

جو دل قمار خانے میں بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے

تو مجھ سے قیمت دل و جاں پوچھتا ہے کیا
دونوں ہیں اک نگاہ میں اے دل ربا چکے

یاد آیا یاں کے آنے کا وعدہ انہیں تو کب
جب رات کو وہ پاؤں میں مہندی لگا چکے

کیا خط میں مدعا لکھوں اپنا کہ مدعی
پہلے ہی ان کو میری طرف سے پڑھا چکے

آنا بلا سے اس کا قیامت سے کم نہیں
مرتے ہیں انتظار میں اک روز آ چکے

جب تک کہ سر ہے ساتھ یہ سر کے ہو ہو سو ہو
ہم اب تو سر پہ بار محبت اٹھا چکے

دل پھر سکا نہ یار سے اک بار کے پھیرے ساتھ
سر اپنا اب کے حضرت ناصح کھپا چکے

کیا دیکھتا ہے تیغ نگہ ایسی اک لگا
قصہ تمام عمر کا اے پر جفا چکے

زہراب بھی ہے بادہ تو ہے ہم کو نوش جاں
ساقی پیالہ منہ سے ہم اب تو لگا چکے

تم بھول کر بھی یاد نہیں کرتے ہو تم
ہم تو تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا چکے

اب خاک کے ہیں ڈھیر تو کیا اس خرابے میں
پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اڑا چکے

باز آیا دیکھنے سے نہ آتش رخوں کے دل
سو بار آبلے آ کے آنکھیں دکھا چکے

حاجت نہیں ہے تیرے شہیدوں کو غسل کی
وہ تیغ آبدار سے خوں میں نہا چکے

اچھا کیا وفا کے عوض تو نے کی جفا
بس اب نہ کر ستم کہ کیا اپنا پا چکے

بڑھ بڑھ کے ہیں عشق کے قاضی نکیوں کی روت
جھگڑا یہ وہ نہیں ہے کہ جو بے قضا چکے

بنکا رو آج خوب چلو میکدے میں ذوق
چھوڑو کہیں وظیفے بہت، بڑبڑا چکے

۱۸۱
(۱۵۳)

فلک تو تیرہ ہی کی صبح سے تا شام چلتا ہے
مگر ترچھی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہے

ہمیشہ دور عشرت ہے جو تم ہو باکیفیت
کہ مہر و ماہ سے دن رات یاں ایک جام چلتا ہے

بھرے جاؤں گا دم صیاد میں گلشن کے چلنے کا
یہ دم سینے میں جب تک میرے زیر دام چلتا ہے

کہو صیاد سے گر ذبح کرنا ہے تو جلدی کر
ابھی کچھ دم مرے سینے میں زیر دام چلتا ہے

کرے ناقص ارادہ گر علوِ جاہِ کامل کا
تو یہ جانو کہ نابینا کنارِ بام چلتا ہے

ترا تیرِ نگہ پیکِ قضا سے کم نہیں قاتل
جدھر چلتا ہے بن کر موت کا پیغام چلتا ہے

سمندِ وحشت اپنا چوبِ گُل کے تازیانے سے
جنوں کی شاہ رہ پر اور بھی تیزگام چلتا ہے

کیا پختہ مزاجوں کو مسخر تو نے دنیا میں
یہ تیرا آشوب جادو اے خیالِ خام چلتا ہے

عجب شطرنج گردوں نے بچھائی ہو کر گھوڑے کو
نئے منصوبے سے روز ابلقِ ایام چلتا ہے

چلا پہلو سے جب اے ذوقؔ وہ آرام جانِ دل
کہا آرام نے مجھ سے، کہ لو آرام چلتا ہے

۱۸۲

ہر دم دلِ خوں گشتہ میں اک جوش فزوں ہے
جو آہ ہے سینے میں وہ فوارۂ خوں ہے

جس دن سے ہوا عشق مرے درپئے تعلیم
ہر خارِ بیاباں قلمِ مشقِ جنوں ہے

پھر جاتی ہے سینے کو مرے آہ بھی الٹی
قسمت جو ہے برگشتہ مری بخت نگوں ہے

دل کرتا ہے اس کوچے کا جب قصد تو لیتا
طائر کے عوض رنگِ پریدہ سے شگوں ہے

بے تابیٔ دل کا کوئی مضموں جو کیا نظم
لفظوں میں بھی اکثر حرکت جائے سکوں ہے

کھو آپ کو گر ڈھونڈتا ہے عشق کی منزل
گم گشتگی اس رہ میں تری راہ نموں ہے

ہاروت سے واں لاکھوں ہیں شاگرد کہ جس جا
وہ چشمِ فسوں گر سبق آموزِ فسوں ہے

اک غمزۂ تری چشمِ فسوں کار کا، کافر
صد چشمِ پری کو سبق آموزِ فسوں ہے

قائم ہے بنا درد کی، فریاد سے میری
جو نالہ ہے ایوانِ محبت کا ستوں ہے

دنیا کی ہے رفعت کا سبب پستیٔ ہمت
گردوں کو ہے فوق اس کو زمانے میں دوں ہے

تلخابۂ حسرت کو پیوں کیوں نہ مزے سے
میرے لیے تریاقِ تپِ سوزِ دروں ہے

ہو وصل تو ڈر ہجر کا، ہجراں میں غمِ وصل
آرام مجھے عشق میں نے یوں ہے نہ ووں ہے

مر جاؤں کبھی رازِ محبت نہ جتاؤں
کیسا ہی اگر درد ہو دل میں نہ کہوں ہے

کیوں حالِ زبوں اپنا بیاں کرتا ہے ان سے
اے ذوقؔ ترے واسطے یہ اور زبوں ہے

۱۸۳

ہوئے کیوں اس پہ عاشق ہم ابھی سے
لگایا جی کو ناحق غم ابھی سے

دلا ربط اس سے رکھنا کم ابھی سے
جتا دیتے ہیں تجھ کو ہم ابھی سے

ترے بیمارِ غم کے ہیں جو غم خوار
برستا اُن پہ ہے ماتم ابھی سے

غضب آیا ہلیں گر اس کی مژگاں
صفِ عشاق ہے برہم ابھی سے

اگرچہ دیر ہے جانے میں تیرے
نہیں پر اپنے دم میں دم ابھی سے

بھگو رکھے گا گریہ جیب و دامن
رہے ہے آستیں پُرنم ابھی سے

مرے لاشے پہ بھی اس بدگماں نے
کہا کیوں جی چرایا دم ابھی سے

تمہارا مجھ کو پاسِ آبرو تھا
وگرنہ اشک جاتے تھم ابھی سے

لگے سینے پلانے مجھ کو آنسو
کہ ہو بنیادِ غم محکم ابھی سے

کہا جانے کو کس نے مینہ کھلے پر
کہ چھایا دل پہ ابرِ غم ابھی سے

نکلتے ہی دم اُٹھواتے ہیں مجھ کو
ہوئے بیزار یوں ہمدم ابھی سے

ابھی دل پر جراحت سو نہ دو سو
دھرا ہے دوستو مرہم ابھی سے

کیا ہے وعدۂ دیدار کس نے
کہ ہے مشتاق اک عالم ابھی سے

مرا جانا مجھے غیروں نے لے ذوق
کہ پھرتے ہیں خوش و خرم ابھی سے

۱۸۴

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

ہو عمرِ خضر بھی تو ہو معلوم وقتِ مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

ہم سے بھی اس بساط پہ کم ہوں گے بد قمار
جو چال ہم چلے سو نہایت بری چلے

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے

لیلیٰ کا ناقہ دشت میں تاثیرِ عشق سے
سن کر فغانِ قیس بجائے حدی چلے

نازاں نہ ہو خرد پہ جو ہونا ہے ہو وہی
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے

۱۸۵

(ہو العلی)

خوب روکا شکایتوں سے مجھے
تو نے مارا عنایتوں سے مجھے

واجب القتل اس نے ٹھہرایا
آیتوں سے روایتوں سے مجھے

کہتے کیا کیا ہیں دیکھ تو اغیار
یار تیری حمایتوں سے مجھے

وہ صریحاً تو کہہ نہیں سکتے
کہتے ہیں کچھ کنایتوں سے مجھے

کیا غضب ہے کہ دوست تو مجھے
دشمنوں کی رعایتوں سے مجھے

دم گریہ کمی نہ کر اے چشم
شوق کم ہے کفایتوں سے مجھے

یہ بھی تقدیر کا لکھا کہیں
خط، وہ کن کن کنایتوں سے مجھے

ذکر مہر و وفا کروں تو مجھے
نہیں شوق ان حکایتوں سے مجھے

کمی گریہ نے جلا مارا
ہوا نقصان کفایتوں سے مجھے

لے گئی عشق کی ہدایت ذوق
اس گئے سب نہایتوں سے مجھے

۱۸۶
(۱۵۲)

لیا ایمان دل تو نے اگرچہ اک زمانے سے
نہیں اس پر بھی اے کافر ترا ایمان ٹھکانے سے

ستم گر تو نے روکا سب کو میرے پاس آنے سے
اجل بھی اب یہاں آوے تو شاید کچھ بہانے سے

نہ میں فوارہ ہوں، نے شمع لیکن سامنے اس کے
بہانے مجھ کو جا کر اپنے آنسو ہر بہانے سے

پڑے، تسبیح زاہد پر نگاہِ مست گر تیری
تو ٹپکے، بادۂ انگور اس کے دانے دانے سے

سیہ بختی کا میری تجھ پہ سب کھل جائے گا عقدہ
.... شانہ میں تو ان زلفوں کے شانے سے

کہاں جاؤں گا اُڑ کر طائرِ بے بال و پر میں ہوں
قفس صیاد کا بہتر ہے مجھ کو آشیانے سے

۱۸۷

(۱۵۲)

دشنام، ہو کے وہ ترش ابرو، ہزار دے
یاں، وہ نشہ نہیں، جسے ترشی اتار دے

ہاتھ اپنا میرے ہاتھ میں کب وہ نگار، دے
جو اپنے ہاتھ کا نہ مجھے پشت خار دے

گُل ہاتھ پر کہ داغ جگر پر نگار، دے
پر کچھ نشانی اپنی، مجھے یادگار دے

تو چشم میں نہ سرمۂ دنبالہ دار دے
مفتوں چشم کو یوں ہی اک تیر مار دے

گلشن کو آب، گر مژۂ اشکبار دے
بلبل بجائے بیضہ، دُرِ آبدار دے

جاں اپنی کس امید پہ، وہ جاں نثار دے
مٹی بھی جس کو تیرے، نہ دل کا غبار دے

ٹانکے، نہ زخم دل میں، ترا دلِ فگار دے
تو جب تلک، نہ گیسوئے مشکیں کا تار دے

جولاں، سمندِ ناز کو لے شہسوار دے
تو سرمۂ چشم ماہ میں، میرا غبار دے

وہ زلفِ مشک بو کا اگر ایک تار دے
پھر، میں نہ لوں، اگر کوئی چین و تتار دے

عشق اس پری کا، ہے وہ بلا جائے لے کے جاں
یہ جن نہیں ہے جس کو سیانا اتار دے

پیچھے سے، دیکھیے، شیوۂ مردانگی کوئی
جب آئے قصدِ خوں کو، تو پہلے پکار دے

اے شمع تیری عمر طبیعی، ہے ایک رات
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

عاشق نہ بدلے انجمِ گردوں سے اپنا اشک
کیوں، کوڑیوں کے مول، دُرِ شاہوار دے

بے فیض چشمۂ آبِ مُصفّا کا ہے تو کیا
مانگوں تو ایک قطرہ نہ آئینہ دار دے

کرتا ہے آہ یوں، دلِ اُمیدوارِ وصل
جیسے اذاں بلند کوئی روزہ دار دے

میں وہ ہوں زندہ دل کہ مری جانِ بےقرار
برقِ جہاں کو آتشِ مُردہ قرار دے

نے رحم ہے نہ پاس محبت نہ منصفی
پھر جان کس اُمید پہ یہ جاں نثار دے

لے وام، داغِ دل سے مرے سوزشِ آفتاب
وعدے پہ روزِ حشر کے، پر کون اُدھار دے

جاں بازِ عشق جان پہ ہی اپنی کھیل جائے
لیکن قمارِ عشق میں، ہمت نہ ہار دے

ایسا نہ ہو کہ آتے ہی آتے جوابِ خط
قاصد، جواب، زندگیِ مستعار دے

جوں شمع مُردہ، کشتۂ زلفِ سیاہ کو
دے گر کفن، تو دامنِ شبِ تار دے

چھوڑے کمانِ چرخ نہ تیر اپنا چھوٹتا
یہ آہ تیر تک میں اس کی ہزار دے،

غم یار کا رہے گا مرے ساتھ تا عدم
سچ ہے کہ ساتھ یار کا کیوں کر نہ یار دے

میں ہوں وہ ناتواں کہ نہ جنبش کروں کبھی
پہلیں اگر نہ مجھ کو دلِ بے قرار دے

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

۱۸۸

(۱۵۴)

مجھ سے کچھ پوچھو نہ خوں نابۂ حسرت کے مزے
زہر کے گھونٹ ہیں، پر رکھتے ہیں شربت کے مزے

دیکھ کر اس کو گیا عالمِ حیرت میں، تو ہیں
لیک میں کیا کہوں اس عالمِ حیرت کے مزے

مجھ کو کچھ یاد بھی ہیں پہلے وہ حسرت کے مزے
بے مزہ ہونے کے لطف اور شکایت کے مزے

بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے
بے شکایت نہیں اے ذوق، محبت کے مزے

کھائے کوچے میں ترے آ کے جو سنگِ طفلاں
آئیں، مجنوں کو ترے میوۂ جنت کے مزے

لگتی مرچیں سی کبابوں کو ہیں، سن کر کیا کیا
دلِ بریاں سے مرے، سوزِ محبت کے مزے

سجدے میں پائے خمِ مے پہ ہیں کیں لطف سے مست
یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے

ملتِ عشق میں ہو کاوش، تو تناسخ ہی بھی
کہ اُڑائیں ترے سربازِ شہادت کے مزے

غنچۂ خنداں نہ ہو کیوں کر کے زر اپنا برباد
کہ اُڑانے ہی میں دولت کے ہیں دولت کے مزے

جانِ شیریں بھی گئی اور نہ ملی شیریں بھی
پوچھو فرہاد سے، اس تلخیِ حسرت کے مزے

کچھ جتاؤں جو محبت تو کہے ہے کہ تجھے
دیکھ تو، کیسے چکھاتا ہوں محبت کے مزے

دل کو کیا چاٹ لگا دی ہے ترے خنجر نے
چاٹتا ہونٹ ہے، لے لے کے جراحت کے مزے

نہیں جز بے مزگی کوئی مزہ دنیا میں
پر مزے دار بنا دیتے ہیں غفلت کے مزے

ذائقہ چاشنیِ عشق کا، گر ہووے، تو دیں
شادیِ وصل کی لذت، غمِ فرقت کے مزے

بے مزہ جی کو کریں لاکھ ترے ظلم و ستم
بھولنے کے نہیں، وہ پہلی عنایت کے مزے

ابرِ باراں کا، نہ کیوں لطف اٹھائیں، مے خوار
کہ اٹھاتے ہیں، گنہ گار ہی، رحمت کے مزے

بے نمک پاش، جو ہنس ہنس کے وہ لعلِ نمکیں
لے رہا ہے، دلِ مجروح جراحت کے مزے

صرف ہر زخمِ جگر تا نہ ہو صد کانِ نمک
تو نے کیا عشق میں اُس کانِ ملاحت کے مزے

پھر پھٹا زخم کا انگور مبارک، اے ذوق
دلِ زخمی کو ترے بادۂ عشرت کے مزے

۱۸۹

(۱۵۲)

حالت نشے میں دیکھنا اُس بے حجاب کی
ہر ناز و ہر ادا میں ہے مستی شراب کی

کوچے میں آ پڑے ہیں ترے خاک ہو کے ہم
یاں تو صبا نے اور بھی مٹی خراب کی

قاصد جواب، جان مری دے چکی، مجھے
پر منتظر ہے آنکھوں میں خط کے جواب کی

نکلے ہو میکدے سے، ابھی منہ چھپا کے، تم
دابے ہوئے بغل میں، صراحی شراب کی

اے ذوقؔ بس نہ آپ کو صوفی جتائیے
معلوم ہے حقیقت ’ہُو حق‘ جناب کی

۱۹۰
(۱۵۳)

کیا مدِ نظر تم کو ہے یاروں سے تو کہیے
گر منہ سے نہیں کہتے اشاروں سے تو کہیے

حالِ دلِ بے تاب کہا جائے جو کچھ بھی
گر کہیے نہ لاکھوں سے ہزاروں سے تو کہیے

موقوف ہے گر دل کا شکار آن و ادا پر
تو پہلے کچھ ان میرے شکاروں سے تو کہیے

پھر ”قُم“ نہ کہیں حضرتِ عیسیٰ اگر ان سے
کہیے کہ یہ ”قُم“ عشق کے ماروں سے تو کہیے

ان دانتوں سے کیا موتیوں کو کہتے ہو ہم تاب
موتی ہے یہ کیا مال ستاروں سے تو کہیے

شانے کا دلِ چاک پسند آپ کو آیا
کس واسطے یہ سینہ فگاروں سے تو کہیے

کیا کہتے ہو آنے کو سرِ خاکِ شہیداں
گر فتنے اٹھانے ہوں مزاروں سے تو کہیے

کچھ سوزِ دل اپنا کسی دل سوز کے آگے
فرصت ہو تپِ غم کے حراروں سے تو کہیے

اے ذوقؔ تنک ظرف سے کہیے نہ کوئی بات
کہہ کر اسے سنتا ہو ہزاروں سے تو کہیے

۱۹۱

(ہوالعلی)

یہ اقامت، ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

زالِ دنیا ہے، عجب طرح کی، علامۂ دھر
مردِ دیں دار کو بھی، دہر یہ کر دیتی ہے

بڑھتی جاتی ہے، جو مشقِ ستم، اس ظالم کی
کچھ محبت مری، اصلاح، مگر، دیتی ہے

فائدہ مجھ سے، ترے بیمار کو، کیا خاک، دوا
اب تو اکسیر بھی دیجے تو ضرر دیتی ہے

شمع گھبرا نہ شبِ غم سے، کہ کوئی دم میں
تجھ کو، کافورِ سفیدی سحر، دیتی ہے

غنچہ ہنستا ہے ترے آگے جو گستاخی سے
چٹخنا منہ پہ، وہیں بادِ سحر، دیتی ہے

شمع بھی کم نہیں کچھ، عشق میں، پروانے سے
جان دیتا ہے، اگر وہ، تو یہ سر دیتی ہے

دم بہ دم، زخم پہ اک زخم ہے، دم لینے کی
مجھ کو فرصت نہیں، وہ تیغِ نظر، دیتی ہے

کہتے سنتے نہیں، کچھ ہم تو شبِ ہجر میں، پر
نالۂ دل کا جواب، آہِ جگر، دیتی ہے

تیرہ بختی مری کرتی ہے، پریشاں، مجھ کو
تہمت، اس زلفِ سیہ فام پہ، دھر دیتی ہے

نمِ مژگاں سے، ہے، کیا جانیے، کیا چشم تمر
چشم، پانی کی جگہ، خونِ جگر، دیتی ہے

دیتی شربت ہے، کسے زہر بھری آنکھ، تری
میں احسان ہے وہ زہر بھی گر دیتی ہے

کوئی غماز نہیں میری طرف سے اے ذوق
کان اُس کے مری فریاد ہی، بھر دیتی ہے

۱۹۲

ناقص کا صفا کیش سے مطلب نہ بر آوے
جو کور ہو، عینک سے اسے، کیا نظر آوے

فردوس میں ذکر اس لبِ شیریں کا اگر آوے
پانی دہنِ چشمۂ کوثر میں، بھر آوے

ممکن نہیں، کم ہووے تپِ سوزِ محبت
جوں شمع، مجھے لاکھ پسینہ، اگر آوے

بت خانے میں نالہ جو کروں، عشقِ صنم میں
ناقوس کا دل، آبلے کی طرح، بھر آوے

۱۹۲

دل بچے کیوں کر، نگاہِ دلبرانِ شنگ (۱۵۳) سے
اپنا گھر تو سوجھتا ہے سیکڑوں فرسنگ سے

ایک بھی نکلے نہ میری سی، فغانِ دل خراش
گرچہ خوں ٹپکے، گلوئے مرغِ خوش آہنگ سے

چھپ کے بیٹھے گا کہاں تو ہم سے اے رنگیں نوا
ہوگا تو جس رنگ میں مل جائیں گے اُس رنگ سے

بل بے باریکی کہ گویا ہے ترا تارِ سخن
جنتری میں کھینچ کے نکلا ہے دہانِ تنگ سے

اے تغافل کیش جلدی آ کہ تو واقف نہیں
اس دلِ بیتاب و جانِ مضطرب کے ڈھنگ سے

جوشِ گریہ سے، رہی برسات، برسوں، پر کبھی
اس کی تیغِ تیز، آلودہ نہ دیکھی زنگ سے

میرے گریے کے اثر سے، ہو گئے پتھر بھی آب
جھڑتے ہیں، جائے شرر، پانی کے قطرے سنگ سے

پہلے، یہ نیت وضو کی، ہے، نمازِ عشق میں
دل سے کہہ دیجیے کہ دھووے ہاتھ نام و ننگ سے

ذوق زیبا ہے جو مو ہو ریشِ سفیدِ شیخ پر
وسمہ آبِ بنگ سے، مہندی مئے گل رنگ سے

۱۹۴
(۱۵۴)

قفلِ صد خانۂ دل، آیا جو تو، ٹوٹ گئے
جو طلسمات نہ ٹوٹے تھے کبھو ٹوٹ گئے

سیکڑوں کاسۂ سر، دہر میں، مانندِ حباب
کھوائے چرخ، نے تجھ سے، کبھو ٹوٹ گئے

ٹانکے کیا جیب کے، پھر بعدِ رفو ٹوٹ گئے
ہو کے ناخن، کبھی سینے میں فرو ٹوٹ گئے

تو جو کہتا ہے کہ دے غیر کو بھی ساغر مے
ہاتھ کیا اُس کے ہیں، اے آئنہ رو، ٹوٹ گئے

کیوں کہ بن کشتیِ مے کیجیے، سیرِ دریا
مے کشو! زیرِ بغل، اب تو کدو ٹوٹ گئے

دیکھ کر سرمے کی تحریر، تری آنکھوں میں
کافروں کے بھی، ہیں زنارِ گلو ٹوٹ گئے

صدمۂ غم سے ترے، جوں گلِ بازی، افسوس
سارے اعضا مرے، اے عربدہ جو، ٹوٹ گئے

سنگِ غیرت سے کئی آئینے، اے عہد شکن
دیکھ کر، صاف تمہارا روئے نکو، ٹوٹ گئے

تیرے دل سے، وہ، نکلے ہیں کوئی، جذبۂ شوق
نکلے، سوفار جو سینے سے، گلو ٹوٹ گئے

دل شکستہ ہی رہا، بعدِ فنا بھی، یں تو
کہ مری خاک سے بنتے ہی، سبو، ٹوٹ گئے

شدتِ گریہ سے تھا رات، یہ اشکوں کا ہجوم
چشمِ تر پھر مرے مژگاں کے ہیں، سو ٹوٹ گئے

گلشنِ عشق میں اللہ ہے کیا کثرتِ بار
بن ہوا، کتنے ہی نخلِ لبِ جو، ٹوٹ گئے

کہہ بہ تبدیلِ قوافی غزل اک اور بھی ذوقؔ
دیکھیں جھلائے ہے کس طرح سے تو ٹوٹ گئے

۱۹۵
(۱۵۴)

کس کے مو شانے میں، اے دستِ ہوس، ٹوٹ گئے
تیرہ بختوں کے، جو یاں، تارِ نفس ٹوٹ گئے

شیشے نے ترے ہاتھوں نے عبث، ٹوٹ گئے
کیا عبادت گہِ رنداں کے کلس ٹوٹ گئے

چشمِ پُر آبلۂ پا سے، ہے، مژگاں پیدا
پاؤں میں چبھ کے مرے خارِ زبس ٹوٹ گئے

ساقیا! بادہ کشی میں، کٹی، ساری برسات
عہد و پیماں، مرے سب، اگلے برس ٹوٹ گئے

نو گرفتارہ ہیں، سرگرم طپیدن، صیاد
کیا ذھوا، دیکھیو کہتے ہیں قفس ٹوٹ گئے

گم ہے آواز کدھر جاؤں، بھٹکتا ہوں خدا
آج کیا قافلے میں زنگِ جرس ٹوٹ گئے

رو گئے یار کی پشتِ لبِ شیریں پہ نہیں
شہد میں پھنس کے، مگر، پائے مگس ٹوٹ گئے

۱۹۶

(۱۵۴)

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

تم نے ٹھیرائی، اگر غیر کے گھر جانے کی
تو ارادے یہاں کچھ اور ٹھہر جائیں گے

خالی، اے چارہ گرو، ہوں گے، بہت مرہم دان
پر مرے زخم، نہیں ایسے کہ بھر جائیں گے

پہنچیں گے، رہ گذر یار تلک، کیوں کر ہم
پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائیں گے

شعلۂ آہ کو بجلی کی طرح چمکاؤں
پر مجھے ڈر ہے کہ وہ دیکھ کے ڈر جائیں گے

ہم نہیں وہ جو کریں خون کا دعویٰ تجھ پر
بلکہ، پوچھے گا، خدا بھی، تو مکر جائیں گے

آگ دوزخ کی بھی، ہو جائے گی، پانی پانی
جب یہ عاصی عرقِ شرم سے تر جائیں گے

نہیں پائے گا نشاں، کوئی، ہمارا، ہرگز
ہم جہاں سے روشِ تیرِ نظر جائیں گے

ذوق جو مدرسے کے بگڑے ہوئے ہیں مُلّا
ان کو مے خانے میں لے آؤ سنور جائیں گے

۱۹۷

(۱۵۲)

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

ہم تم ساعدو اپنا، کسی کو نہیں پاتے
تم، پاتے ہو ہم کو، تو چھری کو نہیں پاتے

دل ہم نے دیا کیوں تجھے اے سنگ دل اپنا
کم بخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہیں پاتے

وہ کون سا غم ہے جسے، پاتے نہیں، دل میں
لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے

رکھتے ہیں، دم شعلہ فشاں اژدرِ دوزخ
لیکن مری آتش نفسی کو نہیں پاتے

ہم وصل کی شب، لیتے ہیں، یہ بوسے کہ لب پر
ذرّہ بھی سحر رنگِ مسی کو نہیں پاتے

بل بے تری گرمی کہ اب اے سوزِ محبت
ہم نام کو آنکھوں میں، نمی کو نہیں پاتے

میں ایسا کہیں گم ہوں کہ یارانِ عدم بھی
گم ہو کے مری گم شدگی کو نہیں پاتے

معلوم نہیں اُس کے دہن ہے کہ نہیں ہے
اے ذوق ہم اِس سرِّ خفی کو نہیں پاتے

(۱۵۲)

نہ ہوں گے ہم قائلِ قیامت جو تیرا قامت نہ دیکھ لیں گے
رہیں گے رویت کے بلکہ منکر جو تیری صورت نہ دیکھ لیں گے

ہمیں غرض کیا کہ جائیں گے ہم حرم کو اے شیخ بتکدے سے
یہیں بتوں میں خدا کا اپنے ظہورِ قدرت نہ دیکھ لیں گے

نہ دیکھ لی کیسی کیسی آفت جہاں میں ہم نے تمہارے باعث
اور آگے کیا کیا غم و الم ہم تمہاری دولت نہ دیکھ لیں گے

دکھانا احوال ان کو اپنا یہ اپنی اُلفت کا امتحاں ہے
کہ ہوگی اُلفت تو دیکھ لیں گے نہ ہوگی اُلفت تو دیکھ لیں گے

مجھے یقیں ہے نہیں دکھائیں گے اپنے رُخسارِ لالہ گوں کو
رواں مری چشم تر سے جب تک وہ خونِ حسرت نہ دیکھ لیں گے

بلا سے گر دانیال کا سا نہیں ہے پاس اپنے فال نامہ
ہم اپنے لفظوں سے داغِ دل ہی کے فالِ دولت نہ دیکھ لیں گے

اگرچہ میں مر بھی جاؤں گا تو کہیں گے مرتا ہے دم چرایا
وہ جب تک اپنے آستانے پہ میری تربت نہ دیکھ لیں گے

اگرچہ دردِ محبت اپنا کہا نہ میں نے زباں سے اپنی
وہ میری صورت نہ دیکھ لیں گے وہ میری حالت نہ دیکھ لیں گے

ہلال کو دیکھیں کیوں فلک پر اگر ہے منظور عید ہم کو
تو اس کی تیغِ ستم کا دل میں لبِ جراحت نہ دیکھ لیں گے

یہ لوگ ناواقفِ محبت نہ ہوں گے واقف تپِ دروں سے
کہ جب تک مثلِ برق زرگ رگ میں میری سرعت نہ دیکھ لیں گے

بہارِ باراں کو کون دیکھے بغیر یاراں ہے تیر باراں
ہم اس کے بدلے سرشکِ مژگاں کی اپنے کثرت نہ دیکھ لیں گے

کہوں یہ کیوں میں کہ حضرتِ دل شکر لبوں پر نہ تم ہو مائل
کہ آپ ہی تلخیٔ محبت کی وہ حلاوت نہ دیکھ لیں گے
خط اُن کو دے بھی دیا جو قاصد نے ذوقِ نَے دے کر کسی کا دھوکا
وہ خط نہ پہچان لیں گے تیرا اُتری عبارت نہ دیکھ لیں گے

۱۹۹
(۱۵۴)

نہیں مژگانِ پُر خوں خارِ غم تجھے دل نشیں نکلے
جنوں یہ نیشتر کیسے کہیں ڈوبے کہیں نکلے

عدوئے نیش زن کے گھر سے کب وہ مہ جبیں نکلے
الٰہی بُرجِ عقرب سے قمر جلدی کہیں نکلے

رلائے گر تصور اُس لبِ شیریں کا آنکھوں کو
تو آنسو ہو کے شربت خون ہو کر انگبیں نکلے

قلم کی دیکھ گل کاری دمِ تحریرِ سوزِ دل
کہ جائے حرف گل ہائے انارِ آتشیں نکلے

پھرے جا کر نئی دنیا سے بھی گر ڈھونڈو دنیا میں
تو خالی خاکِ آدم سے نہ چپہ بھر زمیں نکلے

زیادہ جان کے جانے سے ہے غم تیرے جانے کا
ترے جانے سے پہلے کاش یہ جانِ حزیں نکلے

نہ ہو غربت میں گر قدرِ صفا پاکیزہ گوہر کی
تو بحرِ دریا سے باہر کا ہے کو دُرِ ثمیں نکلے

نکلتے تیرے ہر اک ناز میں وہ نازنیں لاکھوں
کہ ہر اک ناز پر لاکھوں کا دم اے نازنیں نکلے

تبہ آزردہ ہوں تب حلاوت بخشِ عالم ہوں
کہ گھر زنبور کا ویراں ہو جب کر انگبیں نکلے

ہوئے تم چین ابرو ہو کے میرے قتل کے درپے
چھپا رکھے تھے تم نے جوہرِ شمشیر کیں، نکلے

جو حسرت میرے دل میں ہیں نکالوں میں کہاں اس کو
کہ وہ زیرِ فلک نکلے نہ نہ وہ زیرِ زمیں نکلے

اگر ہو روسیاہی کیسی بھی ان نام داروں کو
ہوس دل سے نہ ان کے نام کی مثلِ نگیں نکلے

فلک بھی خانۂ زنبور ہے اکثرت سے انجم کی
مگر کیا دخل جز زہراب اس میں انگبیں نکلے

خدا دے نورِ بینش اور اس چشمِ تصور کو
ہزاروں کام اس سے دور کے بے دوربیں نکلے

چھٹے کیا ہم سے شوقِ حسنِ گندم گوں کہ گندم پر
ہمارے جدِّ امجد چھوڑ کر خلدِ بریں نکلے

تعجب کیا ہے اگر اس میرے سو سو زخم کھانے پر
زبانِ تیغ سے بھی آفریں صد آفریں نکلے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوقؔ جن کی پارسائی کا
وہ سب یارِ خرابات اپنے نکلے ہم نشیں نکلے

۲۰۰
(۱۵۲)

آتے ہی تم نے گھر کے پھر جانے کی سنائی
رہ جاؤں سن نہ کیوں کر یہ تو بری سنائی

مجنوں و کوہ کن کے سنتے تھے یار قصے
جب تک کہانی ہم نے اپنی نہ تھی سنائی

شکوہ کیا جو ہم نے گالی کا آج اس سے
شکوے کے ساتھ اس نے اک اور بھی سنائی

کچھ کہہ رہا ہے ناصح، کیا جانے کیا کہے گا
دیتا نہیں، مجھے تو آوازے بے خودی سنائی

کھنچنے نہ پائے، اس سے، ساری حقیقت اک دن
آدھی کبھی سنائی، آدھی کبھی سنائی

صورت، دکھائے، اپنی، دیکھیں، وہ کس طرح سے
آواز بھی نہ (ہم کو) جس نے کبھی سنائی

قیمت میں جنسِ دل کی، مانگا جو ذوقِ بوسہ
کیا کیا نہ، اس نے ہم کو کھوٹی کھری سنائی

۲۰۱
(۱۵۴)

دل کی معاش غم، آے غم کی تلاش ہے
ڈرتا ہوں دل سے میں کہ بڑا بدمعاش ہے

اس بت کدے میں، کون، ہے کافر ترے سوا
تو آپ ہی بت پرست و بت تراش ہے

جو شاد ہیں، زمانے کے ہاتھوں سے ہیں ضعیف
شاباش جس کو کہتے ہیں وہ شاد باش ہے

لبریز صد نشاط، برنگِ ہلالِ عید
سینے میں میرے، ناخنِ غم کی خراش ہے

اٹھ جائے وہ جہاں سے تو شاید کہ اٹھ سکے
بیمارِ عشق جو ترا صاحب فراش ہے

ہوتی وبالِ دوش، نہیں کشتگاں کی خاک
اڑ جاتی، ٹھوکروں میں تری اُن کی لاش ہے

عاشق کو مثلِ تیغِ محرّف، بُرندہ تر
اس شوخ کج ادا کی تراش و خراش، ہے

مسکن نہ پیر آج سے، دل میں نہیں ہے غم
معنیٔ ازل سے اس کی، یہیں بود و باش ہے

دنبالے پڑے ہے چشم کے دانہ جو خال کا
گویا کہ ایک دستِ فسوں گر میں ماش ہے

کیا خوب شغلِ عشق میں اپنی بسر ہوئی
حسرت نہ دل میں لب پہ نہ حسرت سے کاش ہے

کرتے یہ اشک و آہ ہیں تکلیف کیوں عبث
ہو جاتا رازِ دل تو نگاہوں میں فاش ہے

اے ذوقؔ جانتا ہے وہ ہمدرد میرا درد
دل جس کا پارہ پارہ جگر پاش پاش ہے

۲۰۲

ہے کان اس کے زلفِ معنبر لگی ہوئی
چھوڑے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

میرے دلِ گرفتہ کی واشد ہو کس طرح
ہیہات یاں گرہ ہے گرہ پر لگی ہوئی

کھٹکے گی بعدِ مرگ بھی اس کی مژہ کی نوک
وہ پھانس ہے کلیجے کے اندر لگی ہوئی

میت کو غسل دیجو نہ اس خاک سار کی
ہے تن پہ خاکِ کوچۂ دلبر لگی ہوئی

جانے بغیر خون کسی رکھتی ہے تیری تیغ
بے ڈھب ہے اس کو چاٹ ستم گر لگی ہوئی

بیٹھے ہیں دل کے بیچنے والے ہزار ہا
گزری ہے اس کی راہ گزر پر لگی ہوئی

عیسیٰ اگرچہ پاس ہے ممکن نہیں شفا
خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی

کرتی ہے زیرِ برقعِ فانوس تاک جھانک
پروانے سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی

یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مہر
آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی

گلِ مہندی کیوں نہ باغ میں ہو پائمالِ رشک
پاؤں میں تیرے دیکھ کے حنا گر لگی ہوئی

بیٹھے جھکے ہوئے ہیں خمے کی طرح ہم
پر کیا کریں کہ مہر ہے منہ پر لگی ہوئی

منہ سے لگا ہوا ہے اگر جامِ مے تو کیا
دل سے ہے یادِ ساقیِ کوثر لگی ہوئی

اے ذوقؔ اتنا دخترِ رز کو نہ منہ لگا
چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

۲۰۳

خط بڑھا، کاکل بڑھے، زلفیں بڑھیں، گیسو بڑھے
حُسن کی سرکار میں، جتنے بڑھے، ہندو بڑھے

تیرے جلوے سے، چمن کی رونق، اے گُل رو، بڑھے
شاخِ گلبن میں، بڑھے گُل، گُل میں رنگ و بو بڑھے

بعدِ رنجش کے، گلے ملتے ہوئے، رکتا ہے جی
اب مناسب ہے، یہی، کچھ میں بڑھوں، کچھ تو بڑھے

دشت میں، مجنوں سے ملنے کو بڑھائے ہم نے ہاتھ
ضعف سے، مدت میں، جوں شاخِ سرآہو بڑھے

یوں، دمِ گریہ، ہوا، دل سے مرے، نالہ بلند
جس طرح، پانی کے باعث، سروِ آبِ جو بڑھے

چاہتا ہے، حسن کے دیواں میں، خطِ پشتِ لب
ایک مطلع اور، زیرِ مطلعِ ابرو، بڑھے

بڑھتے بڑھتے بڑھ گئی، وحشت، وگرنہ پہلے تو
ہاتھ کے ناخن بڑھے، سر کے ہمارے، مو بڑھے

تجھ کو دشمن، واں شرارت سے، جو بھڑکاتے ہیں، اسد
چاہتے ہیں، اور شر، اے شوخِ آتش خو، بڑھے

پاس ہے، ساقی، ترے، وہ دارو ے فرحت فزا
جس کے اک قطرے سے، سیروں جسم میں، لوہو بڑھے

فکر اپنا کیا تماشہ ہے کہ جامِ جم کی طرح
جس کی کیفیت سے، قدرِ کاسۂ زانو، بڑھے

یاں، بڑھے، دل کی طپش، ہر دم، وہاں غیروں کے ساتھ
گرمیِ صحبت تری، اے شوخِ آتش خو، بڑھے

چرخ پر نورِ قمر گھٹتا ہے بڑھنے کا ہے گھٹے
حُسن تیرا وہ (ہے)، جو روز اے ہلال ابرو بڑھے

کچھ تپِ غم کو گھٹا کیا فائدہ اس سے طبیب
روز نسخے میں، اگر خرفہ گھٹے کا ہو بڑھے

چاہتا ہے دل بڑھے الفت کی اس سے رسم و راہ
پر وہاں قابو نہیں کس طرح بے قابو بڑھے

پیشوائی کو غمِ جاناں کی چشم و دل سے ذوق
جب بڑھے نالے تو ان سے بیشتر آنسو بڑھے

۲۰۴
(۱۵۲)

جو کچھ کہ ہے دنیا میں، وہ انساں کے لیے ہے
آراستہ، یہ گھر اسی مہماں کے لیے، ہے

زلفیں تری کافر انھیں دل سے مرے، کیا کام
دل کعبہ ہے اور کعبہ مسلماں کے لیے ہے

ہو قیدِ تفکر سے، کب آزاد، سخنور
منظور، قفس، مرغِ خوش الحاں کے لیے، ہے

اپنوں سے نہ مل، اپنے ہیں، سب اپنوں کے دشمن
ہر نے میں، بھری آگ نیستاں کے لیے، ہے

کچھ بخت سے میرے جو سوا ہے، وہ سیاہی
باقی ہے، تو میری شبِ ہجراں کے لیے، ہے

دیوانہ ہوں، میں بھی وہ تماشا کہ مرا ذکر
گویا، سبق اطفالِ دبستاں کے لیے، ہے

ہے، بادہ کشوں کے لیے، اک غیب سے تائید
زاہد، جو دعا مانگتا، باراں کے لیے، ہے

چنگل میں ہے موذی کے، دل، اس چشم کے ہاتھوں
گھیرا یہ غضب پنجۂ مژگاں کے لیے، ہے

میں کس کی نگاہوں کا ہوں وحشی کہ مری خاک
اک کحل بجز چشمِ غزالاں کے لیے ہے

دل بھی، ہے بلا قابلِ مشقِ ستم و ناز
جو تیر ہے اس تودۂ طوفاں کے لیے ہے

نکلے، کوئی کیا قیدِ علائق سے کرلے ذوق
در ہی نہیں، اس خانۂ زنداں کے لیے ہے

۲۰۵

آتا نہیں مہِ طلعت، کیا دیر لگائی ہے
کھینچ لے کششِ اُلفت، کیا دیر لگائی ہے

بھڑکا دے کہیں دل کو مدت سے سُلگتا ہے
اے سوزِ غمِ فُرقت، کیا دیر لگائی ہے

ہے تیغ بکف، قاتل، تم مرنے پہ ہو مائل
باندھو کمرِ ہمت، کیا دیر لگائی ہے

آنکھوں میں ہے دم تیرے بیمارِ محبت کی
دکھلا دے کہیں صورت، کیا دیر لگائی ہے

قاصد تو کب آتا ہے پر پیکِ اجل نے بھی
یاں آنے میں، یا قسمت کیا دیر لگائی ہے

اے رشکِ مسیحا گر آنا ہے تو آ جلدی
ہے میری عجب حالت کیا دیر لگائی ہے

بالیں پہ کہا میری، ہنگامۂ محشر نے
اُٹھو بھی کہیں، حضرت کیا دیر لگائی ہے

یاں وعدہ بھی آ پہنچا تو اب تلک آتا ہے
اللہ رے تری غفلت کیا دیر لگائی ہے

اُس کے لبِ خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ
تو اے دلِ پُر حسرت کیا دیر لگائی ہے

آنا کہیں تیرا بھی، آنا ہے قیامت کا
اے دلبرِ خوش قامت کیا دیر لگائی ہے

پروانے سے کہتی تھی، یہ شمع کہیں جل چُک
ہے تجھ میں اگر جرأت، کیا دیر لگائی ہے

کس فکر میں ہے ساقی دے جام کہ ہے جلدی
تھوڑی سی ہے یہاں فرصت کیا دیر لگائی ہے

گر قتل ہی کرنا ہے عاشق کہیں ہو جلدی
لاحول ولا قوۃ، کیا دیر لگائی ہے

میں کہتا نہیں، میرے تابوت پہ جلد آؤ
کہوے گی تو یہیں خلقت، کیا دیر لگائی ہے

بے بادۂ گلگوں میں پیتے ہیں لہو مے کش
ساقی نے دمِ عشرت، کیا دیر لگائی ہے

کرتے ہیں شیفتہ اس کو اے ذوق کئی عاشق
منظور ہے گر سبقت، کیا دیر لگائی ہے

۲۰۶

(۱۵۲)

پوچھ مت، راہِ محبت، خضرِ پُرفن سے
رہ نمائی کی نہ رکھ چشم، دلائے رہ زن سے

خار نکلے، عوضِ سبزہ، مرے مدفن سے
بچ کے جانا کہ یہ اُلجھیں گے ترے دامن سے

کافرِ عشق ہوں گر سر بھی جدا ہو تن سے
نکلے، زُنّارِ محبت، نہ مری گردن سے

تارِ ہر ساز کے پردے میں محبت کے سبب
ایک فریاد نکلتی ہے دلِ آہن سے

میں ہوں وہ سوختہ جوں شمع کہ مثلِ فانوس
میرا پیراہنِ تن میرے جدا ہے تن سے

تیغِ غم سے، ہو نہ کیوں سینہ سپر مردِ وفا
کثرتِ زخم، بدن پر نہیں کم جوشن سے

ہو گیا، کاغذِ سوزن زدہ، سینہ سارا
دل کی جو پھانس تھی نکلی نہ سرِ سوزن سے

میں گراں بارِ محبت، مرا خوں بھی ہے گراں
جی دھڑکتا ہے تری نازکیِ گردن سے

گر جھکی تیغ تری، سر ابھی حاضر ہے کہ ہم
اس پہ مرتے ہیں کہ تعظیم تو لی دشمن سے

تیرہ بختوں کا ہے، وہ کلبۂ تاریک بلا
ذرّے کے خورشید بھی جھانکا نہ جہاں روزن سے

چھوڑ کر گھر ترے ہاتھوں سے نکل جائیں کہاں
تنگ ہم سایوں کو لے ذوقؔ نہ کر شیون سے

۲۰۷

(۱۵۳)

کوئی کمر کو تری، کچھ جو ہو کمر، تو کہے
کہ آدمی جو کہے بات سوچ کر تو کہے

مری حقیقتِ پُردرد کو کبھی اس سے
بہ آہ و نالہ نہ کہوے، بہ چشمِ تر تو کہے

یہ آرزو ہے، جہنم کو بھی، (کہ) آتشِ عشق
مجھے نہ شعلہ گر اپنا کہے شرر تو کہے

بقدرِ مایہ نہیں، گر ہر اک کا رتبہ و نام
تو ہاں حباب کو دیکھیں، کوئی گہر تو کہے

کہے جو کچھ مجھے ناصح، نہیں وہ دیوانہ
کہ جانتا ہے، کہے کا ہو کچھ اثر تو کہے

جل اُٹھے شمع کے مانند قصہ خواں کی زباں
ہمارا قصۂ پُرسوز لحظہ بھر، تو کہے

صدائے خوں میں بھی منصور کے انا الحق کی
کہے، اگر کوئی توحید اس قدر تو کہے

مجال ہے کہ ترے آگے فتنہ دم مارے
کہے گا اور تو کیا، چپکے الحذر تو کہے

بنے، بلا سے مرا مُرغِ نامہ بر چھوہرا
کہ اس کو دیکھ کے وہ منہ سے خوش خبر تو کہے

ہر ایک شعر میں مضمونِ گریہ ہے میرے
مری طرح سے کوئی ذوقؔ شعرِ تر تو کہے

۳۰۸

(۱۵۴)

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دوں گا خدا وہ دن کرے

جب کہا قاصد نے دن وعدے کا آیا تو کہا
اُس سے کہہ دو یوں ہی محشر تک گِنا وہ دن کرے

کون سی شب آئے گا وہ یہ منجم سے کہو
میرے سعد و نحس کچھ معلوم تا وہ دن کرے

نیک و بد سب دن خدا کے ہیں لکھی جس دن کی ہو
کچھ کرو لیکن فراموش کیا قضا وہ دن کرے

تو کرے قرباں ہمیں جس دن ہمارے واسطے
عید قرباں سے شرف پیدا سوا وہ دن کرے

لاش دفنا کر مری بیٹھا ہے قاتل سوچ میں
تعین میری فاتحہ کا کون سا وہ دن کرے

تیغِ قاتل سے رہے جو قتل بے دن بے نصیب
عید کے دن کو نہ کیوں عاشورہ کا وہ دن کرے

دن قیامت کا اُٹھا ہے (میرا طومارِ عمل)
قاتل اتنا ہے کہ امکاں کیا وفا وہ دن کرے

ذوق کہتا تھا کروں گا جمعہ کو حُب کا عمل
کوئی اس کو جا کے تبلا دے ہما وہ دن کرے

۲۰۹
(بحوالۂ شاہ)

ہم ہیں اور شغلِ عشق بازی ہے   کیا حقیقی ہے کیا مجازی ہے
دختِ رز نکل کے مینا سے   کرتی کیا کیا زباں درازی ہے
خط کو کیا دیکھتے ہو آئینے میں   حسن کی یہ ادا طرازی ہے
بند ہوئے چشم طاقِ ابرو میں   کیا بنا، آن کر نمازی ہے
نذر دیں نفس کش کو دنیادار   واہ کیا تیری بے نیازی ہے
نیتِ طنّاز ہم سے ہو، ناساز   کارسازوں کی کارسازی ہے

سچ کہا ہے کسی نے یہ اے ذوق
مالِ موذی نصیبِ غازی ہے

۲۱۰
(۱۵۴)

چپکے چپکے غم کا کھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
جی ہی جی میں تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ابر کیا، آنسو بہانا، کوئی ہم سے، سیکھ جائے
برق کیا ہے، تلملانا، کوئی ہم سے، سیکھ جائے

ذکرِ شمعِ حسن لانا، کوئی ہم سے سیکھ جائے
ان کو در پردہ جلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جھوٹ موٹ افیون کھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
ان کو کف لا کر ڈرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

سن کے آمد ان کی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں ہم
پیشوا لینے کو جانا، کوئی ہم سے سیکھ جائے

ہم نے اوّل ہی کہا تھا تو کرے گا ہم کو قتل
تیوروں کا تاڑ جانا، کوئی ہم سے سیکھ جائے

لطف اٹھانا ہے، اگر منظور اس کے ناز کا
پہلے اس کے ناز اٹھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اس کو غیر
کیا سکھائے گا سکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

دیکھ کر قاتل کو بھر لائے خراش دل میں خوں
سچ تو یہ ہے مسکرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیر و پیکاں دل میں جتنے تھے دیے ہم نے نکال
اپنے ہاتھوں گھر لٹانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کہہ دو قاصد سے کہ جائے کچھ بہانے سے وہاں
گر نہیں آتا بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

خط میں لکھوا کر انھیں بھیجا تو مطلع درد کا
درد دل اپنا جتانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

واں بلے ابرو یہاں پھیری گلے پر ہم نے تیغ
بات کا ایما سے پانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

زخم کو سیتے ہیں سب پر سوزن الماس سے
چاک سینے کے سلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

پوچھے ملا سے جسے کرنا ہو سجدہ سہو کا
سیکھے گر اپنا بھلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوق ہیں جوں مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

۲۱۱
(ریاض مدہ)

ہمارا ہوش دیکھ اس آنکھ کا یوں ڈورا اڑ جائے
کہ جیسے مرغِ دست آموز کھل کر ڈورا اڑ جائے

طلب پر بوسے کی مانگے ہے جاں وہ رنگ یاں لب
الٰہی مدعا نکلے یہ رشوت خورا اڑ جائے

نشہ ہے چھا رہا آگے ہی سے آنکھوں میں ساقی کی
پیے گر اور اک جامِ شرابِ غور اڑ کھڑا اڑ جائے

تنِ لاغر ہوا سے کھا کے بل جوں موج اکہتا ہے
مجھے تو دے ہے جھکجھورا ترا جھکجھورا اڑ جائے

اڑیں اس طرح سوزِ غم سے (میرے) استخواں مٹ کر
کہ جیسے آگ دکھلانے سے قلمی شورا اڑ جائے

نہ کیوں کر فق ہو روحِ صبحِ عشرت جب کہ رنگ اس کا
تمہارا دیکھ کر منہ صاف کورا کورا اڑ جائے

رقیب دیو ہیکل (اے ظفر) گو ہے قوی بازو

....

۲۱۲
(۱۵۴)

کیا غمزہ ترا بر سر بیداد غضب ہے
جلادِ فلک سے بھی یہ جلاد غضب ہے

جو ہے ستم و کینہ و بیداد غضب ہے
سر تا بقدم وہ ستم ایجاد غضب ہے

ناز آفت و چشم ستم ایجاد غضب ہے
شاگرد بھی ہے قہر جو استاد غضب ہے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہے
فریاد نہ کر دیکھ کہ صیاد غضب ہے

اے غنچہ پریشاں نہ ہو ہنس کر رو تری گل
ہونا چمن دہر میں دلشاد غضب ہے

بھولا نہ مجھے قتل گہ عام میں قاتل
اللہ رے ترا حافظہ کیا یاد غضب ہے

نکلے ہے صدا کوہ سے ہم آتش ترا آب
کیا سوز و گداز دل فرہاد غضب ہے

خاکستر پروانہ پہ روتی ہے یہ جا شمع
ہو خاک جگر سوختہ برباد غضب ہے

ہم چاہتے ہی اُن کو گرے سب کی نظر سے
پہلے ہی سے اس چاہ کی اُفتاد غضب ہے

اس بت کا سمجھ حُسنِ خدا داد نہ اس کو
یہ تجھ پہ خدا کا دلِ ناشاد غضب ہے

ہوتا ہے پسند ایک ہی آواز میں آخر
کیا سوختہ جانوں کی بھی فریاد غضب ہے

توڑا کمرِ شاخ کو کثرت نے ثمر کی
دنیا میں گراں باریِ اولاد غضب ہے

اے شوخ تری چشم غضب ناک کے ہوتے
ہم چاہیں قضا سے اگر امداد غضب ہے

اللہ کرے خیر مرے دیدہ و دل کی
پھر آج وہ مستِ مئے بیداد غضب ہے

مرتے نہیں حوروں پہ تری طرح سے واعظ
ہم جیسوں پہ ہیں عاشق وہ پری زاد غضب ہے

اخوانِ شیاطیں تو ہیں مستِ مئے پندار
پر حضرتِ آدم کی بھی اولاد غضب ہے

انجم سے رخِ چرخ پہ بوندیں ہیں عرق کی
عاشق کی ترے گرمیِ فریاد غضب ہے

ہے سرو تو پابندۂ غم بے ثمری میں
کہتے ہیں گرفتار کو آزاد غضب ہے

غصہ ہے ترا قہر، ترا قہر قیامت
رنجش تری بیداد ہے، بیداد غضب ہے

وہ کون سا غم ہے کہ جو دنیا میں نہیں ہے
اور اس پہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے

ہے غم سے ہنوز آئنہ با دیدۂ پُر آب
اسکندرِ رومی کی بھی روداد غضب ہے

قامت ہے وہ کیا سرو کے سر پر ہو قیامت
طُرّہ بھی سرِ طُرّۂ شمشاد غضب ہے

دیں ہوش بھلا مردمِ ہشیار کا پل میں
آنکھوں کو تمہاری وہ فسوں یاد غضب ہے

سو فتنے ہیں پنہاں نظرِ لطف میں اُس کی
یہ لطف نہیں اے دلِ ناشاد غضب ہے

یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگیں
اے ذوق مگر سستیِ بنیاد غضب ہے

۲۱۳

(۱۵۲)

آنکھ اُس پُر جفا سے لڑتی ہے
جان کُشتی قضا سے لڑتی ہے

شعلہ بھڑکے نہ کیوں کہ محفل میں
شمع تجھ بن ہوا سے لڑتی ہے

قسمت اس بت سے جا لڑی اپنی
دیکھ احمق خدا سے لڑتی ہے

شور قلقل یہ کیوں ہے دخترِ رز
کیا کسی پارسا سے لڑتی ہے

نہیں مژگاں کی دو صفیں گویا
اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

نگہِ ناز اُس کی عاشق سے
چھوٹ کس کس ادا سے لڑتی ہے

تیرے بیمار کے سرہانے
موت کیا کیا شفا سے لڑتی ہے

زالِ دنیا نے صلح کی کس دن
یہ رنڈاکا سدا سے لڑتی ہے

واہ کیا کیا طبیعت اپنی بھی
عشق میں ابتدا سے لڑتی ہے

دیکھ اُس چشمِ مست کی شوخی
جب کسی پارسا سے لڑتی ہے

تیری شمشیرِ خوں کے چھینٹوں کو
چھینٹے آبِ بقا سے لڑتی ہے

سچ ہے الحرب خدعۃ اے ذوقؔ
نگہ اس کی دغا سے لڑتی ہے

۲۱۴
(۱۵۳)

زخمی ہوں ترے ناوکِ دزدیدہ نظر سے
جانے کا نہیں چور مرے زخمِ جگر سے

ہم خوب ہیں واقف ترے اندازِ کمر سے
یہ تار نکلتا ہے کوئی دل کے گہر سے

پھر آئے اگر جیتے وہ کعبے کے سفر سے
تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

سرمایۂ اُمید ہے کیا پاس ہمارے
اک آہ ہے سینے میں سو نا امید اثر سے

وہ خلق سے پیش آتے ہیں جو فیض رساں ہیں
ہیں شاخِ ثمردار میں گُل پہلے ثمر سے

حاضر ہیں مرے جذبۂ وحشت کے جلو میں
باندھے ہوئے کہسار بھی دامن کو کمر سے

لبریز مئے صاف سے ہوں جامِ بلوریں
زمزم سے ہے مطلب نہ صفا کو نہ حجر سے

اشکوں میں بہے جاتے ہیں ہم سوئے دریار
مقصود رہِ کعبہ ہے دریا کے سفر سے

فریادِ ستم کش ہے وہ شمشیرِ کشیدہ
جس کا نہ رُکے وار فلک کی بھی سپر سے

کھلتا نہیں دل بند ہی رہتا ہے ہمیشہ
کیا جانے کہ آجائے ہے تو اس میں کدھر سے

اُف گرمیِ وحشت کہ مری ٹھوکروں ہی سے
پتھر ہیں پہاڑوں کے اُڑے جاتے شرر سے

کچھ رحمتِ باری سے نہیں دور کہ ساقی
رو دیں جو ندامت تو مئے ابر سے برسے

میں کشتہ ہوں کس چشمِ سیہ مست کا یارب
ٹپکے ہے جو مستی مری تربت کے شجر سے

نالوں کے اثر سے مرے پھوڑا سا ہے پکتا
کیوں ریم سدا نکلے نہ آہن کے جگر سے

اے ذوقؔ کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

۲۱۵

دکھائی زخم نے تیغ زن نہیں دیتے
نہ دیں گواہی جو داغِ کہن نہیں دیتے

...... ہمیں درد و محن نہیں دیتے
ہم اپنے ٹانکے سرِ زخمِ تن نہیں دیتے

کہیں سُخن تو وہ کہنے سُخن نہیں دیتے
سیوں دہن تو وہ سینے دہن نہیں دیتے

ہوئے (دیں) مانعِ گریہ مرے عبث ہمدم
بجھانے کیوں مجھے دل کی جلن نہیں دیتے

پڑے ہیں بل تنِ لاغر میں اس قدر اپنے
کہ ہاتھ زُلف میں بھی وہ شکن نہیں دیتے

شبیہہِ ناز کے چہلم سے کام کیا تم کو
کہ سُرمہ آنکھوں میں تم جانِ من نہیں دیتے

پھرے ہے ڈھونڈتی مجھ کو اجل تم اے یارو
بتا اُسے مرا بیت الحزن نہیں دیتے

جو کچھ رہا وہی پس ماندگاں کا ہے پسِ مرگ
کہ ساتھ لینے بجز یک کفن نہیں دیتے

جو بسمل آبِ دمِ تیغ مانگے تو وہ کہے
کہ پانی زخم کو اے خستہ تن نہیں دیتے

کرے ہے تیغِ بیاں وصفِ حور و حُلّۂ نور
ذرا دکھا اسے اپنی پھبن نہیں دیتے

وہ تیر کھینچے ہے پہلو سے دل نہیں کہتا
کہ یہ نشانی بھی ناوک فگن نہیں دیتے

ہمارے زخم پہ مرہم رکھا تو بس دیکھا
لگا بھلے کو وہ مُشکِ ختن نہیں دیتے

اڑے ہیں ناخنِ دستِ جنوں بھی پسِ مرگ
کہ سینے ہم تو یہ چاکِ کفن نہیں دیتے

نہیں زباں کو گُفت مگر بہ کثرتِ لطف
لب اپنے پاس سے جانے سخن نہیں دیتے

پلایا زہر مجھے دے کے دھوکے ساغر میں
فریب یوں بتِ پیماں شکن نہیں دیتے

گلوں سے بن چکے جو دونوں ہاتھ گلدستہ
کہا کہ ذوق جلا یوں بدن نہیں دیتے

۲۱۶

یا علی مدد

سنگ دل بن ترے ہم شاد تو کیا پتھر تھے
سینہ تھا، دست تھا، سر اپنا تھا یا پتھر تھے

وہ بھی دن یاد ہیں جب کوچۂ دلدار میں آہ
بسترِ خاک تھا اور تکیہ دلا پتھر تھے

سی دیا تارِ رگِ سنگ سے پھر زخمِ جگر
مجھ کو یہ سنگِ جراحت سے سوا پتھر تھے

پوچھا اس بُت نے جو نکلی نہ زباں سے اک بات
حضرتِ دل وہاں کیا بارِ خدا پتھر تھے

نہ ڈرے سرزنشِ خار سے صحرا میں ذرا
سخت یہ آبلہ ہائے کفِ پا پتھر تھے

....

یاں برستے مرے مرقد پہ سدا پتھر تھے

لکھ غزل بحر بدل قافیہ گر ذوقؔ شتاب
سنگلاخ اس کے تواب قافیے کیا پتھر تھے

(ناتمام)

۲۱۷

جو دنی ہیں وہ تونگر تھے تو کیا پتھر تھے
اب تو کنکر ہیں جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

مر کے بھی چھاتی پہ پتھر رہا کیا خاک ہو خوش
کھاتے گلیوں میں جو پتھر تھے تو کیا پتھر تھے

بُت کدے ہی میں نہیں شیخ بُتانِ دل سنگ
اور ترے کعبے کے اندر تھے تو کیا پتھر تھے

کتنا رویا میں وہلے کچھ نہ پسیجے خوباں
دل نہ ان کے دلِ مُضطر تھے تو کیا پتھر تھے

ساقیا دی ہے یونہی سنگِ حوادث نے شکست
گو بلوریں ترے ساغر تھے تو کیا پتھر تھے

سنگدل ہیں گے وہ اے ذوقؔ سدا حق میں مرے
غیر کے حق میں جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

یہی گر تری چشمِ سحر آفریں ہے
تو نے دل نہ جاں ہے نہ ایماں نہ دیں ہے

چنی تو نے افشاں جو لے مہ جبیں ہے
ستاروں میں کیا کیا چُناں و چنیں ہے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزیں ہے
نہیں یہ بھی معلوم ہے یا نہیں ہے

پڑا تفرقہ یہ جُدائی سے تیری
کہ میں ہوں کہیں دل کہیں جاں کہیں ہے

نہ چھوڑے گی جیتا مجھے چشمِ قاتل
یقیں ہے مجھے بلکہ عین الیقیں ہے

ہر اک چاند دیکھے ہے اُنتیسویں کا
جہاں ناتواں بین و باریک بیں ہے

تغافل سے فرصت نہیں واں نظر کو
یہاں منتظر لب پہ جانِ حزیں ہے

شبِ غم میں دم سازِ و دل سوز اپنا
دمِ سرد ہے نالۂ آتشیں ہے

ہنسی کچھ جو ہے رنجش آمیز اُن کی
تو موجِ تبسم بھی چیں برجبیں ہے

وہی پاس ہے اور مری بدگمانی
لیے پھرتی مجھ کو کہیں کا کہیں ہے

ہنسی آتی ہے مجھ کو جب تیرے آگے
کوئی ماہِ کنعاں کو کہتا حسیں ہے

کیے ضبطِ اشک آہ پہنچی فلک پر
مرا عشق کم خرچ بالا نشیں ہے

نہ ہووے اگر تجھ کو دم کا بھروسہ
تو جو دم ہے غافل دمِ واپسیں ہے

نہیں وہ رہے ہم سے تم تھے جو پہلے
زمانے کو تو کچھ تبدل نہیں ہے

وہی ہے زمانہ وہی رات دن ہیں
وہی آسماں اور وہ ہی زمیں ہے

نگینو دل اسی خاکِ راہِ نجف کا
وہ ذرّہ نجف ہے کہ دُرِّ ثمیں ہے

نہ اک آہ کی رنج سو سو اٹھائے
تجھے آفریں ذوقؔ صد آفریں ہے

۲۱۹
(ناتمام)

بزم میں ذکر مرا لب پہ وہ لائے تو سہی
وہیں معلوم کروں ہونٹ ہلائے تو سہی

سنگ پر سنگ ہر اک کوچے میں کھائے تو سہی
پر بلا سے ترے دیوانے کہائے تو سہی

گو جنازے پہ نہیں قبر پہ آئے وہ مری
شکوہ کیا کیجیے غنیمت ہے وہ آئے تو سہی

کیوں کر دیوار پہ چڑھ جاؤں کوئی کہتا ہے
پاؤں کاٹوں گا انگوٹھا وہ جمائے تو سہی

پارۂ مصحفِ دل تھے ترے کوچے میں پڑے
آتے پاؤں کے تلے شکر کہ پائے تو سہی

صاف بے پردہ نہیں ہوتا وہ غرفہ میں نہ ہو
روزنِ در سے کبھی آنکھ لڑائے تو سہی

گر جھکاتا ہے مجھے سر کو گھٹاتا ہے فلک
پر شبِ ہجر کو ہم دیکھیں گھٹائے تو سہی

کروں اک نالے سے میں حشر میں برپا سو حشر
شورِ محشر مجھے سوتے سے جگائے تو سہی

شانہ ساں .... سے ہے مرا دل صد چاک (کذا)
پُر جفا زلف کے ہم پیچ میں آئے تو سہی

گر پڑے تھے کئی اس کوچے میں دل کے ٹکڑے
آتے پاؤں کے تلے، شکر کہ پائے تو سہی

تھے نہیں نکلے جو اس دامِ بلا سے اے ذوق
ورنہ تھے پیچ میں اس زلف کے آئے تو سہی

٢٤٠

ہنگامِ بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے
شکّر تو تھے پسینے سے شکّر تری ہوئے

ثبت اس بیاضِ چشم میں ہیں خطِ سرمہ سے
جو انتخاب نسخۂ افسوں گری ہوئے

دکھلائے لے کے چشم سے ہم نے جو دُرِ اشک
قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے

اک خال زیرِ زلف سے ظاہر مرے لیے
اے جان سو طریقۂ بد اختری ہوئے

جل جائے خاکِ وحشیِ چشمِ بتاں پہ گھاس
لیکن ہرن کبھی نہ رہے بے ہری ہوئے

کچھ رکھتے آدمیت اگر ہوتے آدمی
یہ خوب رو تو حور ہوئے یا پری ہوئے

ہم جیتے جی جہان سے معدوم ہو گئے
اتنے نظر سے کم بسببِ لاغری ہوئے

رسوا نہ ہوتے کرتے نہ گر جیب و سینہ چاک
ہم آپ اپنے باعثِ پردہ دری ہوئے

مطلب ہے کفر سے نہ ہے اسلام سے غرض
دل دے کے اے صنم تجھے سب سے بری ہوئے

طالع ہوئے نہ اپنے سعادت سے ہم قریں
ہرچند سو قرانِ مہ و مشتری ہوئے

اے ذوق آج سامنے اس چشمِ مست کے
باطل سب اپنے دعوئے دانش وری ہوئے

۲۲۱

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دارالشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے
اسے تیرِ قضا اس کو پرِ تیرِ قضا سمجھے

شہیدانِ محبت خوب آئینِ وفا سمجھے
بہا خوں کوے قاتل میں اسی کو خوں بہا سمجھے

وہی کچھ تلخ کام اس زندگانی کا مزا سمجھے
کہ جو زہراب تیغِ یار کو آبِ بقا سمجھے

ہر اک گردش میں سو انداز ناز فتنہ زا سمجھے
فلک کو ہم کسی کافر کی چشمِ سُرمہ سا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
اور اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

برائی میں ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے
بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

تجھے اے سنگ دل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

وہ ہم سے خاکساروں کو جب اپنا خاکِ پا سمجھے
ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیمیا سمجھے

ترے کُشتے جو یوں خوابِ عدم سے یک بیک چونکے
مگر شورِ قیامت کو تری آوازِ پا سمجھے

نسیمِ صبح گلشن میں اگرچہ ہو دمِ عیسیٰ
ترا بیمارِ غم تجھ بن سمومِ جاں گزا سمجھے

رواں ہوتا ہے اس بُستاں سرا سے کاروانِ گُل
چٹکنے کو صبا غنچے کے آوازِ درا سمجھے

نہ دی رخصت نظر کو میری جانب کیوں تغافل سے
اسے بھی آپ کیا میرا ہی بختِ نارسا سمجھے

حساب اُصلاً نہ پوچھے مجھ سے میرے دل کے زخموں کا
حسابِ دوستاں در دل اگر وہ دل ربا سمجھے

اگر دل کو نکالا چیر کر پیکاں تو رہنے دو
کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے

کرے آہِ رسا میری جو سیرِ عالمِ بالا
فلک کو بھی یونہی اک آبلہ سا زیرِ پا سمجھے

ہنسے ہے زخمِ دل تدبیر پر جراح کی کہہ دو
انھیں ٹانکے نہ سمجھے خندۂ دنداں نما سمجھے

محبت سے ذرا گر موم ہو اس دل شکن کا دل
دلِ بشکستہ میرا اپنے حق میں مومیا سمجھے

عدو آیا ہے بن کر نامہ بر لکھنا نصیبوں کا
کریں گے لے کے خط کیا مدعی سے مدعا سمجھے

مجھے آتا ہے رشک اُس بدے آشام پر ساقی
نہ جو "دَع ما کَدَر" جانے نہ جو "خُذ ما صفا" سمجھے

نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ میں عمرِ رفتہ کا
اگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے

خبر سنتے ہی قاصد سے ہوئے ہم بے خبر بالکل
ترے پیغام کو گویا کہ پیغامِ قضا سمجھے

نحوست بھی سعادت ہو گئی سودے میں زُلفوں کے
گلیمِ تیرہ بختی سر پہ ہم ظلِّ ہما سمجھے

کشودِ کار ہم نے پنجۂ تقدیر کو سونپا
خرد کے تیز ناخن، ناخنِ انگشتِ پا سمجھے

بلا اُس زلف کے مصرع میں ہے مضمون پیچیدہ
اُسی پر یہ کھُلے جو معنیِ ناز و ادا سمجھے

ہوا نے زلف کو چھیڑا اور اپنا دل لرزتا ہے
کہیں ایسا نہ ہووے ہم سے وہ کافر ادا سمجھے

جب آتشِ دل کی شِشِ شمع کھانے ہی لگی دل کو
سرِ ہر اُستخواں ہم شعلۂ دل کو نما سمجھے

بلائے لب نہ بیبرِ آفریں ہم نے تہِ خنجر
کہ قاتل بدگماں ہے جانے اپنے جی میں کیا سمجھے

سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوقؔ اس کی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

۲۴۲

زخمِ دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے
مُشک گر مہنگا ہے تو کیا خون کا بھی کال ہے

دل مرا اُس کے خرامِ ناز سے پامال ہے
شورِ محشر جس کا شورِ نازِ خلخال ہے

قبر میں جو تیرا عاشق مُضطرب احوال ہے
لوحِ بالیں پر بھی لکھا سورۂ زِلزال ہے

ہم نے جانا تھا کفِ پا میں تمہارے خال ہے
پھر جو دیکھا تو سویدائے دلِ پامال ہے

عشق کی جو انتہا ہر مبتدی کی فال ہے
جوشِشِ داغِ دل ہجومِ نقطۂ رمّال ہے

میری جانِ ناتواں کا ضُعف سے یہ حال ہے
لب تلک بھی اُس کو آنا اب رہِ صد سال ہے

دامنِ مژگاں سے جوشِ اشک کا یہ حال ہے
چادرِ آبِ رواں مُنہ پر مرے رومال ہے

ابر برسوں رو چکا پر سوزِ غم سے اب تلک
خاک میرے ڈھیر کی اُڑنے میں جیسے رال ہے

میرے دودِ آہ سے یاں تک زمانہ ہے سیاہ
آفتابِ آسماں زنگی کے مُنہ کا خال ہے

میں وہ مجنوں ہوں کہ میرا کاغذِ تصویر بھی
مثلِ عیدی باعثِ خوشنودیِ اطفال ہے

جب سے دل میں ہے کسی کے نوکِ مژگاں کی خلش
نشترِ زنبور ہے تن پر مرے جو بال ہے

دل پہ ہوں گر داغِ سوزاں عشق میں اے کوہکن
پھر تو خسرو کا بھی گنجِ سوختہ کیا مال ہے

غیر کے ہاتھوں جو بھجوایا تھا بیڑا آپ نے
جو رگِ پاں ہے وہ مجھ کو شیر کا سا بال ہے

جس زمیں پر کشتۂ گیسو کا تیرے ہے مزار
نخل واں یا بیدِ مجنوں ہے کوئی یا جال ہے

شوخ قاتل کو مرے کیا چاہیے ہے رنگِ پاں
خونِ اعجازِ مسیحا سے لب اس کا لال ہے

دل میں شکلِ یار کب آئے نظر بے اضطراب
دیکھ لو سیماب بن آئینہ بے تمثال ہے

بس کہ ہے نوروز اپنا آفتابِ بادہ سے
دورِ ساغر ہم کو ساقی گردشِ یک سال ہے

کھل گیا مضمونِ شکستِ دل کا بن خط کے پڑھے
نامہ بر کا اس قدر اپنے شکستہ حال ہے

۲۲۱

بے اسیرانِ محبت کے بلا سینے میں آگ
شعلۂ جوّالہ ساں طوقِ گلو تک لال ہے

ہوتے ہیں اعضائے بوسیدہ تصور سے جُدا
کھینچنی تصویرِ مجنوں کی ترے اشکال ہے

فندقوں سے کسی دل خوں ہے کہ میری خاک پر
نوکِ سبزہ کی بھی جوں منقارِ طوطی لال ہے

میں ہوں وہ وحشی کہ جس کے دشتِ ہیبت ناک میں
پنجۂ مژگانِ آہو شیر کا چنگال ہے

غم نہیں صیاد کو ورنہ مری فریاد سے
ہے قفس تو سینہ چاک اور دل شبکہ جال ہے

اب تو بارِ عشق کو ہم نے اٹھایا ہو سو ہو
غم نہیں ہم کو وہ سوزن ہے کہ اک مثقال ہے

روزِ محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہئیں
گر یہی اے ذوقؔ طولِ نامۂ اعمال ہے

۲۲۲

کب حق پرست زاہدِ جنت پرست ہے
حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے

دل صاف ہو تو چاہیے معنی پرست ہو
آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے

درویش ہے وہی جو ریاضت میں چُست ہو
تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے

جز زُلف سوجھتا نہیں اے مُرغِ دل تجھے
خفاش تو نہیں ہے کہ ظلمت پرست ہے

دولت کی رکھ نہ مار سے بہ گنج سے امید
موذی وہ دے گا کیا کہ جو دولت پرست ہے

عنقا نے گم کیا ہے نشاں نام کے لیے
گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے

یہ ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست
کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے

۲۲۴

موے سرِ ملالاں سیہ کا ایک سراسر لشکر ہے
مانگ جو ہے اک مارِ سفید اس لشکر کا اژدرِ لشکر ہے

آبلہ ہائے سینہ جو خیمے سے دکھائی دیتے ہیں
مزرعِ دل پر میرے پڑا اک غم کا آکر لشکر ہے

ہووے دل مظلوم ہمارا کیوں نہ شہیدِ دشتِ بلا
صف ہے اس کے شامیوں کا وہ زلفِ عنبر لشکر ہے

دیویں موذی زحمت کش کو کیونکہ نہ ایذا جمعِ ضعیف
دشمنِ مارِ زخم رسیدہ مور کا سارا لشکر ہے

کعبۂ توبہ خدا ہی رکھے آج کہ جوشِ ابر نہیں
ایکِ اصحاب الفیل کا سایہ دوشِ ہوا پر لشکر ہے

میں وہ شاہِ کشورِ غم ہوں یارو جس کے ساتھ سدا
جوشِ اشک کی دولت سے جوں موجِ سمندر لشکر ہے

گاہ ہجومِ یاس میں ہے دل گاہ ہجومِ حسرت میں
ہے یہ مردِ سپاہی پیشہ پھرتا لشکر لشکر ہے

خالِ چشمِ جاناں کا مژگاں سے تجلّی دیکھو تو
اخترِ پشتِ ماہی پہ کیا لے کے سکندر لشکر ہے

ہووے امام برحق پیدا ذوق اگر تو دیکھے ابھی
ہوتا گرد اسلامیوں کا جوں نجمِ گوہر لشکر ہے

۲۲۵

میری خاکستر اُڑی اُس سے یہ گردوں سب بنے
اس میں کچھ اخگر رہے باقی سو یہ کوکب بنے

دل کو رکھ دوں تیغ ابرو پر گر اپنا ڈھب بنے
تا یہ قربانی صراطِ عشق پر مرکب بنے

نکال اے خورشید رو رُخ پر تمھارے جب بنے
تیرہ بختانِ محبت سوختہ کوکب بنے

عشق تعلیم نیاز و ناز یک جا کیوں کر ہو
گر نہ مجنوں آن کر لیلیٰ کا ہم مکتب بنے

جو کہ عقدہ وا نہ ہو جوں غنچۂ تصویر آہ
وائے حسرت وہ ہمارا عقدۂ مطلب بنے

ہے سیہ کاری سے نامہ یاں تلک اپنا سیاہ
روزِ محشر پڑ پڑے گر سایہ اُس کا شب بنے

سرمۂ چشم کواکب کیوں بنے ہے دودِ آہ
ایسا کاجل بن کہ جس سے اُس کا خالِ لب بنے

صحبتِ عیسیٰ بنائے خر کو انساں کس طرح
تربیت سے واقعی نا اہل دانا کب بنے

موذیوں کو حق نہ دے آنکھیں کہ لا دیتا بلا
عینِ حکمت تھی کہ معدوم البصر عقرب بنے

عشق ہے اے ذوق وہ کافر کہ جس کے ہاتھ سے
شیخِ صنعا سا مسلماں رند بد مشرب بنے

۲۲۶

سب کو دنیا کی ہوس خوار لیے پھرتی ہے
کون پھرتا ہے یہ مُردار لیے پھرتی ہے

گھر سے باہر نہ نکلتا کبھی اپنے خورشید
ہوسِ گرمیِ بازار لیے پھرتی ہے

وہ مرے اخترِ طالع کی ہے واژوں گردش
کہ فلک کو بھی نگوں سار لیے پھرتی ہے

کر دیا کیا ترے ابرو نے اشارہ قاتل
کہ قضا ہاتھ میں تلوار لیے پھرتی ہے

جا کے اک بار نہ پھرنا تھا جہاں، واں مجھ کو
بے قراری ہے کہ سو بار لیے پھرتی ہے

۲۲۷

اک صدمہ دردِ دل سے مری جان پر تو ہے
لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے

آنا ہے ان کا آنا قیامت کا دیکھیے
کب آئیں لیکن آنے کی اُن کے خبر تو ہے

ہے سر شہیدِ عشق کا زیبِ سنانِ یار
صد شکر بارے نخلِ وفا بارور تو ہے

مانندِ شمع گریہ ہے کیا شغلِ طرفہ تر
ہو جاتی رات اس میں بلا سے بسر تو ہے

بے درد دل میں گر نہیں ہمدرد میرے پاس
دل سوز کوئی گر نہیں سوزِ جگر تو ہے

اے دل ہجومِ درد و الم سے نہ تنگ ہو
خانہ خراب خوش ہو کہ آباد گھر تو ہے

تربت پہ دل جلوں کی نہیں گر چراغ و گل
سینے میں سوزشِ دل و داغِ جگر تو ہے

غائب میں جو کہا سو کہا پھر بھی ہے یہ شکر
خاموش ہو گیا وہ مجھے دیکھ کر تو ہے

کشتی بحرِ غم ہے مرے حق میں تیغِ یار
کر دیتی ایک دم میں اِدھر سے اُدھر تو ہے

وہ دل کہ جس میں سوزِ محبت نہ ہووے ذوقؔ
بہتر ہے سنگ اس سے کہ اس میں شرر تو ہے

۲۲۸

مہ میں کہاں جو تاب رخِ سیم تن میں ہے
پردہ سا عنکبوت کا چرخِ کہن میں ہے

وہ دل کہ لا نہ سکتا تھا چینِ جبیں کی تاب
زیرِ شکنجۂ زلفِ شکن در شکن میں ہے

حرف آئے مجھ پہ دیکھیے کس کس کے نام کا
اس درد سے عقیق کا دل خوں یمن میں ہے

رنگیں سوا ہے اب کے گلِ نوبہار سے
پہلا جو برگِ زرد کوئی اس چمن میں ہے

یاد آئے ہے جو آبِ دمِ تیغ کا مزا
بھر آتا میرے زخم کے پانی دہن میں ہے

اک پل نظر کو چشم کے گھر میں نہیں قرار
یہ وہ غریب ہے کہ مسافر وطن میں ہے

دکھلا دے پشتِ لب پہ تو اپنے ذرِ بلاق
دیکھیں سہیل کیوں کہ چمکتا یمن میں ہے

سوراخ ہے دہن نہیں کژدم ہے وہ زباں
یاں کام جس کا نیش زنی ہر سخن میں ہے

۲۲۹

کہتے ہیں لوگ سب کہ نہیں پاؤں جھوٹ کے
جھوٹے تو بیٹھتے بھی نہیں پاؤں ٹوٹ کے

چلتا ہوں ذوقؔ قید سے ہستی کی چھوٹ کے
یہ قید مار ڈالے گی دم گھونٹ گھونٹ کے

ڈھالا جو تجھ کو حسن کے سانچے میں اے صنم
آنکھوں کی جائے بھر دیے موتی سے کوٹ کے

بے درد سینہ کوشتا خالی نہیں بھرا
دل میں بھرا ہے درد مرے کوٹ کوٹ کے

کیوں کر حباب ہو سکے دریائے بے کراں
دریا سے جب تلک نہ ملے ٹوٹ پھوٹ کے

اس شمع رو سے رات کو رخصت ہوئے جو ذوقؔ
روئے ہیں دل کے آبلے کیا پھوٹ پھوٹ کے

۲۳۰

زباں پیدا کروں جوں آسیا سینے میں پیکاں سے
سخن کا ذکر کیا یاں سر بھی غائب ہے گریباں سے

شرارے یہ نکلتے ہیں سراسر سنگ طفلاں سے
کہ چمکے ہے سر مجنوں پہ بجلی سنگ باراں سے

اڑائے خوب گل چھرے نکل مجنوں نے زنداں سے
برستے پھول ہیں سر پر شرار سنگ طفلاں سے

فلک کیا حیلہ سازی میں ہو ہم سر چشم فتاں سے
گرا تھا یہ بھی اشک سرمہ آلود اس کی مژگاں سے

یہاں تک ناتواں ہیں ہم گذر جائیں اگر جاں سے
اٹھائے مور لاشے کو ہمارے دست مژگاں سے

چمکتی ہے سرِ مجنوں پہ بجلی سنگِ باراں سے
لگے گی ابرِ رحمت کی جھڑی اب چشمِ گریاں سے (کذا)

اسی باعث سے، دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیِ دوراں سے

۲۳۱

تیر اس نگہ کا گر دلِ مضطر میں گھر کرے
ناسورِ عشق، زخم کے بھیتر گھر میں گھر کرے

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے
انساں وہ کیا نہ جو دلِ دلبر میں گھر کرے

پتلی سیاہ دیکھیو اُس چشمِ مست کی
بھنورا عجب ہے یوں دلِ عنبر میں گھر کرے

دل کو قرار سینۂ پُر سوز میں کہاں
دانہ کہاں سپند کا مجمر میں گھر کرے

یوں میرے دل میں چبھتی ہے دنداں کی اس کے تاب
ہیرے کی جوں کنی کوئی گوہر میں گھر کرے

بلبل کا آشیانہ ہے گلشن میں کیا عجب
اُس رخ پہ دل جو زلفِ مُعنبر میں گھر کرے

دکھلائے جوشِ گریہ اگر میری چشمِ تر
مردم کے غرق سیکڑوں پل بھر میں گھر کرے

گنبد میں گردباد کے مجنوں نے گھر کیا
سرگشتہ ایسا کون کہ چکر میں گھر کرے

آنکھ اپنی اس کے لب پہ عجب گھر پکڑ گئی
جوں عنکبوت برگِ گلِ تر میں گھر کرے

قاتل مرے لہو کو شتابی سے دھو کہیں
جوں مورچہ نہ یہ ترے خنجر میں گھر کرے

۲۳۲

نبضِ قیس ہے کہاں میری خلاطوں چلتی
ہے یہ ضعف اب تو کہ چیونٹی بھی نہیں یوں چلتی

پہنچے کیوں کر جرسِ ناقۂ لیلیٰ کی صدا
آج آندھی تری قسمت سے ہے مجنوں چلتی

کھول دے آنکھیں دم ذبح، نہ دیکھوں گا تجھے
پر چھری، اپنی تو گردن پہ میں دیکھوں چلتی

جب میں دنیا سے چلا، سر پہ یہ بولی حسرت
تو اکیلا نہیں ہم رہ ترے میں ہوں چلتی

دور کر بالوں کو سر سے کہے ہے لیلیٰ دکھا
پر نہیں کان پہ مجنوں کے ذرا جوں چلتی

میں تو ان آنکھوں کی گردش کا بلا گرداں ہوں
کہ نہیں تیری بھی واں گردشِ گردوں چلتی

عمر طے کرتی ہے ہر دم سفرِ بحرِ فنا
جس کو تو سانس کہے ہے دلِ محزوں چلتی

چلتا گو دیکھے ہے ساحل کو سوارِ کشتی
پر حقیقت میں ہے کشتی سرِ جیحوں چلتی

ذوقؔ گل اور کوئی تازہ کھلا چاہتا ہے
کہ ہوا باغِ جہاں میں ہے دگرگوں چلتی

۲۳۳

ہم اول ہی سے خود کو نابود سمجھے
کہ بانگِ ولادت کو مولود سمجھے

ہوا نالہ جب دود آلود سمجھے
کہ تھے، عشق حلوائے بے دود، سمجھے

۲۳۹

تری مانگ وہ تیغ ہے جس کا زخمی
ہر اک زخمِ دل کو نمک سود سمجھے

خدا بھی اگر سامنے اس کے آئے
تو ہرگز وہ کافر نہ موجود سمجھے

جو کچھ آپ کو دل میں سمجھا وہ کافر
نہ فرعون و شدّاد و نمرود سمجھے

دلِ آہنیں جب ہوا موم اُس کا
ہم اُلفت کو اعجازِ داؤد سمجھے

کیا جب کہ تجھ سے محبّت کا سودا
ہوا گر زیاں بھی تو ہم سود سمجھے

۲۳۴

خیال دل میں بُرے نہ لاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے
تم آتے آؤ نہیں نہ آؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے (کذا)

جواب دیں گے نہ ہم اُلٹ کے تم اپنی مختار ہو گے ہٹ کے
کسی کو گھر میں بلا بٹھاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

خلل مکاں کو ہے گر پہنچتا تو ہوتا نُقصان ہے مکیں کو
نہ قصرِ دل کو ہمارے ڈھاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

کسی کو کیا ہم نے دل دیا ہے غلط ہے تہمت ہے افترا ہے
کسی کے کہنے پہ تم نہ جاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

گھٹا ہے آئی ، ہے شب زیادہ کدھر کا کیجیے گا اب ارادہ
نہ گھر کے جانے کی تم سناؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

(کذا)
تمہارے پردے ...... کہ جو ہے ظاہر وہی ہے باطن
ہزار دل سے نہیں بھلاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

مکان دیدہ پسند خاطر اگر نہیں ہے کہ ہوں گے ظاہر
تو شب کو تشریف آپ لاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے (کذا)

ہمیشہ ہے بس کہ پاس رہتا وہی زباں سے ہے ذوق کہتا
جدا نہ تم ہم سے گھر بناؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

۲۳۵

اس نے مارا رخِ روشن کی دکھا تاب مجھے
چاہیے جائے کفن چادرِ مہتاب مجھے

کچھ نہیں چاہیے تجہیز کا اسباب مجھے
عشق نے کشتہ کیا صورتِ سیماب مجھے

کل جہاں سے کہ اُٹھا لائے تھے احباب مجھے
لے چلا آج وہیں پھر دلِ بے تاب مجھے

چمنِ دہر میں جوں سبزۂ شمشیر ہوں میں
آب کی جائے دیا کرتے ہیں زہراب مجھے

میں وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں بھی ہمیشہ خط میں
قبلہ و کعبہ لکھا کرتا ہے آداب مجھے

جو مرے واقفِ جوہر ہیں وہ رکھتے ہیں عزیز
تیرہ بختی میں بھی جوں تیغِ سیہ تاب مجھے

کُنجِ تنہائی میں رہتا ہوں دلا سے کیا کیا
دلِ بے تاب کو میں اور دلِ بے تاب مجھے

میں نہ تڑپا جو دمِ ذبح تو یہ باعث تھا
کہ رہا مدنظر عشق کا آداب مجھے

ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہو سوا
لیوے اس طرح سے زانو کے تلے داب مجھے

ہو گیا جلوۂ انجم مری آنکھوں میں نمک
کیونکہ آوے شبِ ہجراں میں کہو خواب مجھے

۲۳۶

نعل جب شکلِ مہِ نو ترے توسن کو لگے
چار چاند اور فلک پر مہِ روشن کو لگے

بوسے کے مانگتے ہی پھیلنے چتون کو لگے
ایسے کیا لعلِ لبِ غیرتِ گلشن کو لگے

ڈالنے طوق کی جا دیدۂ سوزن کو لگے
یار کیوں توڑنے مجنوں تری گردن کو لگے

حسرت اس صیدِ زبوں پہ جو تڑپ لائے بجا
ذبح کرنے میں جو دیر اس بُتِ پرفن کو لگے

آشیاں ہو جیو مرغانِ ہوا کا برباد
بند کرنے تری دیوار کے روزن کو لگے

۲۳۷

کیا وہ دنیا جس میں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے
کچھ وہاں کے بھی لیے یا سب یہیں کے واسطے

دل رکھا ہے یار کے نام و نگیں کے واسطے
رہ گیا کاسہ فقط خاقانِ چیں کے واسطے

بیٹھ کر بامِ فلک پر دودِ دل نے دیکھنا
ہم بنائیں گے فلک اس مہ جبیں کے واسطے

اُن کے نازِ بے تبسم سے یہ کہتی ہے بہا
موجِ گل حاضر ہے لو چینِ جبیں کے واسطے

بے دلوں کے سینے ہیں آئینہ ہائے بے غبار
دل نہیں رکھتے کہ جاں ہو بغض و کیں کے واسطے

غیر سے کیا کام ہم کو نام کس کو یاد ہے
دل برائے دوست ہے یا بغض و کیں کے واسطے

دے تری تیغ دو دم کو نذر کیا تیرا شہید
ایک دم ہے سو ہے آہِ واپسیں کے واسطے

دل نے وہ آنسو بہائے دیدۂ حسرت سے آہ
بن گئے تخمِ اُمید اُس سرزمیں کے واسطے

شب ہلالِ عید پر تارا نظر آیا ہمیں
چاند تھا وقتِ سحر اس مہ جبیں کے واسطے

ذوقؔ عاصی ہے تو اس کا خاتمہ کیجو بخیر
یا الٰہی اپنے ختم المرسلیں کے واسطے

اشعار غزل

ساتھ تیرے ہم بھی جوں سایہ مقرر جائیں گے
آگے جائیں پیچھے جائیں جائیں گے پر جائیں گے

لے کے ہم زیرِ زمیں جب دیدۂ تر جائیں گے
خشک ہیں جتنے کنویں پانی سے سب بھر جائیں گے

ابرِ رحمت ہے تجھے اِس دم لگا دے تو جھڑی
کہتے ہیں جانے کو وہ دیکھیں تو کیوں کر جائیں گے

ہم بُتوں کے دل کو جذبِ دل سے کھینچے جائیں گے
پر بڑے پتھر ہیں یہ مشکل سے کھینچے جائیں گے
دیکھیں تو دل کی کشش کب تک نہیں کرتی اثر
ہم بھی نالے اس دلِ بسمل سے کھینچے جائیں گے

مُقابل اس رخِ روشن کے شمع گر ہو جائے
صبا یہ دھول لگائے کہ بس سحر ہو جائے

ہے اپنے سینے میں وہ آہِ آتشیں اے ذوقؔ
کہ برق دیکھے تو ملتی النار والسقر ہو جائے

گر رُخ کا بوسہ دیتے نہیں لب کا دیجیے
وہ ہی مثل ہے پھول نہیں پنکھڑی سہی
فرہاد ضربِ تیشہ سے ہے سخت ضربِ غم
سچ پوچھیے تو چوٹ ہمیں نے کڑی سہی
تم دو گھڑی کو آؤ تو میں لب پہ جان کو
ٹھہرا رکھوں کہ اور بھی یاں دو گھڑی سہی

عزیزو ناقۂ لیلیٰ کے دیکھو گے شتر غمزے
اگر مل جائے گی مجنوں کو فرصت ساربانی کی
کہاں ہم اور کہاں غم ہم کو غم سے کچھ غرض مطلب
مگر اے حضرتِ عشق آپ نے یہ مہربانی کی

پیشوائی کو بڑھے گر کششِ دل آگے
دوڑے مجنوں کی طرف ناقے سے محمل آگے
جاتے اس طرح سے اس کوچے میں ہیں دل اور ہم
دل سے ہم آگے کبھی ہم سے کبھی دل آگے
گرچہ ہوں وادیِ عنقا سے پرے سو سو قاف
لیک ہے گم شدگی کی ابھی منزل آگے
تجھ سا ناقص بھی غنیمت ہے اب اس وقت میں ذوقؔ
کاملیت ہے کہاں، ہو چکے کامل آگے

یاں تک چکے سب دین و دل و جان ٹھکانے
اب تک نہیں کافر ترا ایمان ٹھکانے
کیا جانے خبر لایا ہے کیا واں سے تو قاصد
صورت سے ہی تیرے کہ نہیں اوسان ٹھکانے

جو دل نہ کشمکش بطرۂ دوتا میں پڑے
تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں پڑے
ہوائے طوبیٰ جنت نہیں ہے مستوں کو
رہیں گے تاک کی چھاؤں تلے ہوا میں پڑے

ہم کو کیا یاں راہ پر ہے یا کوئی گمراہ ہے
اپنی سب سے راہ ہے اور سب سے یاد اللہ ہے
کیا بشر مانند یوسف کیا ملک باروت وار
عشق کے ہاتھوں سے ہو جاتا اسیر چاہ ہے

تم بیٹھے بغل میں جو رقیب دغلی کی
کی گرم بغل ہم نے بھی گور بغلی کی
اے ذوق نہ کر نور میں آمیزش ظلمت
کیا کام تبرا کا محبت میں علی کی

ایک کلکِ آہ بس ہے شرحِ غم کے واسطے
کون نیزے واسطے ڈھونڈے قلم کے واسطے
سر تو ہے تن پر مرے تیغِ ستم کے واسطے
پر لگا رکھا ہے وہ جھوٹی قسم کے واسطے

ابیات

پھر بہار آئی کفِ ہر شاخ پر پیمانہ ہے
ہر روش پر جلوۂ بادِ صبا مستانہ ہے

گر درو ہے کھونا دلِ مضطر سے کسو کے
پانی دو پلا وار کے سر پر سے کسو کے

جو تیرا ناخن پا تیرا بسمل دھو کے پی جائے
تو اس کے دست و پا پھر راہِ کامل ہو کے پی جائے

رہے خاطر نہ بے شغلِ محبت کیوں کر بند اپنی
کلیدِ قفلِ دل فریاد ہے مثلِ سپند اپنی

اُٹھاتا عشق کی کیوں اے دلِ ناداں جوکھوں ہے
ابھی تو مال جوکھوں ہے پھر آگے جان جوکھوں ہے

پھرتے ہیں لکھے پڑھے سودے میں مال و جاہ کے
طفلِ مکتب رہتے ہیں گنبد میں بسم اللہ کے

چلائے آشکارا ہم کو، کس کی سا تیا چوری
خدا کی جب نہیں چوری تو پھر بندے کی کیا چوری

لحد کو چاہیے یوں پیر پشت خم دیکھے
سرا کو جیسے تھکا اونٹ دم بدم دیکھے

راتوں کو نہ ہو حق کرے شیخ مناجاتی
سوتے ہوئے چونکیں گے رندانِ خراباتی

کیا ہمسخنی کرتا ہے اس گل کے دہن سے
غنچے سے یہ کہہ دو کہ چٹک جائے چمن سے

قطرہ قطرہ آنسو جس کی طوفاں شدت ہے
ٹکڑے ٹکڑے دل ہے جس میں تودہ تودہ حسرت ہے

رہی اس طرح بعد از ترک دنیا کی ہوس ناکی
شرابی کر کے توبہ جس طرح ہو جائے تریاکی

کل کے جو وصل کے عالم ہیں نظر میں پھرتے
آج تنہا خفقانی سے ہیں گھر میں پھرتے

معلوم ہوا ابیتی وابر وئے بتاں سے
اک تیر ہے گویا کہ چڑھا ہے دو کماں سے

لاشے کو دفن کیجیے میرے کہ پھینک دیجیے
مردہ بدست زندہ جو چاہیے سو کیجیے

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

جا ہے اب زیر مغیلاں ترے دیوانوں کی
مدتوں چھان چکے خاک بیابانوں کی

اُلفت کا نشا جب کوئی مر جائے تو جائے
یہ دردِ سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

رات جوں شمع کٹی ہم کو جو روتے روتے
بہہ گئے اشکوں میں ہم صبح کے ہوتے ہوتے

کوئی جو اس کو پڑھ کر عاشق کا خط سنائے
اک حرفِ مدعا پر سو بے نقط سنائے

چاہئے زر ان بتانِ سیم تن کے واسطے
یاں قلندر ہیں نہیں کوڑی کفن کے واسطے

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی
ہوتی نہ محبت تو کچھ آفت بھی نہ ہوتی

مصروفِ چارہ دیکھا کیا چارہ گر کو میرے
مرچیں سی لگ رہی ہیں زخمِ جگر کو میرے

مٹی سے اپنی مٹی جو تربت میں مل گئی
جو کچھ کہ تھی مرادِ محبت میں مل گئی

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

لال کتاب اپنی اب بادۂ لالہ رنگ ہے
مے کدہ اپنے واسطے مدرسۂ فرنگ ہے

کیا تاب دل جلوں سے جو برق لاگ رکھے
دوزخ بھی ہو تو ان کی چلموں پہ آگ رکھے

ہوس میں کعبہ کی کیوں شیخ بت خانے سے گمرہ ہے
یہاں تو کوئی صورت ہی ہے واں اللہ ہی اللہ ہے

ہمیشہ کام مجنوں کو رہا صحرا نوردی سے
بسایا خانۂ زنجیر جم نے پائے مردی سے

جنوں سے میرے مجنوں بھاگتا جیسے بگولا ہے
کہ میں صورت ہوں وحشت کی وہ یونہی اک ہیولا ہے

خاک اڑاتا دشت میں جب تیرا سودائی پھرے
پھر بگولا ہے تو کیا آندھی بھی بولائی پھرے

مقدم صدق پر ہے کذب گرچہ صدق فائق ہے
کہ پہلے صبح کاذب ہے تو پیچھے صبح صادق ہے

ذرا کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے
کرکے میں ضبط ہنسی دیکھوں ہوں ناصح اپنے

بیمارِ غم جو اُس کا کھا کر زمین دیکھے
خوش خوش وہ مقبروں کی جا کر زمین دیکھے

تری عمرِ دو روزہ غافل اک پتلی ہے دو کل کی
کہ اک کل روزِ آخر کی ہے اک کل روزِ اوّل کی

دکھانے کو نہیں ہم مُضطرب حالت ہی ایسی ہے
مثل ہے رو رہے ہو کیوں؟ ذبا صورت ہی ایسی ہے

قسمتِ برگشتہ دیکھو اک نگہ کی تھی اِدھر
وہ بھی آ کر تا سرِ مژگاں حیا سے پھر گئی

ڈسا ہو کالے نے جس کو کافر سو وہ فسوں کے اثر سے کھیلے
دہان و گیسو کا تیرے مارا نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے

بے قراری کا سبب ہر کام کی اُمّید ہے
نا اُمیدی ہو تو پھر آرام کی اُمّید ہے

اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے
لگایا جی کو اپنے روگ جب سے جی لگا بیٹھے

باقی ہے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی
کالا کرے گا منہ بھی جو ڈاڑھی سیاہ کی

عیاں ہے اشک کی گرمی ہویدا سوزشِ دل ہے
گر آیا اپنا اشکِ سوختہ مانندِ فلفل ہے

وہ ہو دل سے لوٹتا ہوں میرا کس کو درد ہے
میں ہوں لفظِ درد جس پہلو سے دیکھو درد ہے

دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے
ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے

جو کہو گے تم کہیں گے ہم بھی ہاں یوں ہی سہی
آپ کی یوں ہی خوشی ہے مہرباں یوں ہی سہی

ہم ہیں غلام ان کے جو ہیں وفا کے بندے
اس کو یقین مانو گر ہو خدا کے بندے

کون سے دن نگہِ تیشہ نہ خوں ریز رہی
مجھ پہ ظالم تری ہر روز چھری تیز رہی

گاہ تھی خلق اس در پہ یہ حیران کھڑی آواز نہ تھی
گاہ یہ غل کہ سنائی دیتی کان پڑی آواز نہ تھی

جس طرح ماہ سارے ستاروں میں ایک ہے
یوں میرا مہ جبیں بھی ہزاروں میں ایک ہے

کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

ہم اور غیر یک جا دونوں ہم نہ ہوں گے
ہم ہوں گے وہ نہ ہوں گے وہ ہوں گے ہم نہ ہوں گے

کیا کہوں اس ابروئے پیوستہ کے دل بس میں ہے
ایک قبضہ مچھلیاں دو کشمکش آپس میں ہے

ہم تو ویران ہوا اس طرح وطن سے نکلے
روح جس طرح کسی شخص کی تن سے نکلے

ہم نے دکھلائے جو گل دیوانہ پن میں ہاتھ کے
بلبلیں لینے لگیں بوسے چمن میں ہاتھ کے

تم اینٹھ و سبزۂ گل پر تمہیں کیا
بلا سے کوئی انگاروں پہ لوٹے

پیش آ اکرام سے ساری کرامت ہے یہی
عادتِ بد ترک کر تو خرقِ عادت ہے یہی

تابوت کے نہ ساتھ مری قبر تک چلے
ہوتے ہی اذنِ عام کے گھر کو کھسک چلے

کترے پر رکھنے میں صیاد یہ انداز کہ ہائے
کیوں نہ حسرت سے ملے ہاتھوں کو مقراض کہ ہائے

جس گھڑی غازہ سے رنگت ترے منھ کھل جائے
.... تو قلعی کھل جائے

شبِ ہجراں بسر نہیں ہوتی
نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی ؎

پوچھ آیا نہ یہ کوئی شب آوے کہ نہ آوے
غصہ مجھے قاصد پہ اب آوے کہ نہ آوے

یہ تو پاؤں پہ ہمیشہ ہی ادھر ارہتا ہے
.... بھرا رہتا ہے

جو لحن داؤد کا سا ہے وہ تو خط کی صورت ہے خضر کی سی
جو خوبے نسالح تو روبے یوسف مگر جو موسیٰ تو لب ہے عیسیٰ

اسے ا یہ تاثیر اپنے داغِ سوزاں کے دکھانے کی
کہ ہے آشوب آنکھوں پر .... کی

محبت ہے کہ سودا ہوگیا ہے
خدا جانے مجھے کیا ہوگیا ہے

ہے جی بیٹھا یہی بسملِ منتظر کے تمہارے
لوں بوسے لبِ زخم سے خنجر کے تمہارے

؎ مثنوی سے متعلق ہے

شوقِ دیدار اس کو ہر عنواں جتانا چاہیے
خط کو بھی نرگس کے پھولوں میں چھپانا چاہیے

تیس دن وصل کے وعدے پہ پھراتا ہے مجھے
چاند ہوتا ہے تو وہ غرّہ بتاتا ہے مجھے

ناخن سے منقار کے میرے داغ جنوں کو نہ کھجائے
عشق یہ تیری فطرت ہے تو سر سہلائے بھیجا کھائے

مرے زخموں میں پُر کر دو نمک اب کیا بچاؤ گے
گرے گا گر زمیں پہ یہ تو آنکھوں سے اٹھاؤ گے

ترے بیمارِ غم کو موت شاید یاد کرتی ہے
نہیں ہچکی پہ ہچکی رات سے اک دم ٹھہرتی ہے

کہتے ہیں آج ذوقؔ جہاں سے گزر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

قطعات

الف

قطعہ (۱)

کل ایک تارکِ دنیا سے میں نے پوچھا ذوقؔ
کہ تو اُکھڑ کے اُدھر سے اِدھر ہوا پیوست
گزرتی ہو گی بہ آرام زندگی تیری
کہ تجھ کو اپنے غمِ نیست ہے نہ شادیِ ہست

کہا یہ اُس نے کہ قیدِ حیات میں انساں
کبھی نہ ہوگا دل آسودہ گو ہو مست الست

اُٹھائے ہاتھ جہاں سے ولیک کیا امکاں
کہ با فراغ کرے کنجِ عافیت میں نشست

چھٹا جو کوئی گرفتاریوں سے دنیا کی
تو سلسلے میں فقیری کے پھر ہوا پابست

رہا وہ خدمتِ مُرشد کی قید میں برسوں
کہ حق پرست ہو وہ پہلے جو ہو پیر پرست

گر اک عمر میں پہنچا مقامِ عالی پر
کہا یہ شوق نے ہو ہمتِ بلند نہ پست

جو دستگاہ تصوف میں بھی ہوئی اس کو
تو یہ ارادہ ہوا اور بھی ہوں بالا دست

ہمیشہ جنگ رہی بعدِ صلحِ کل کے بھی
کہ نفس دشمنِ سرکش ہے اس کو دیجے شکست

جو ہوشیار ہے تو ہے وہ شرع کا پابند
پھنسا ہوا ہے وہ کیفیتوں میں گر ہے مست

نہیں ہے دامِ علائق سے مطلق آزادی
مجال کیا کہ نکل جائے کوئی کر کے جست

کہا ہے خوب کسی نے یہ شعرِ برجستہ
گیا زباں سے نکل اس کی جیسے تیر از شست

کہ کرد قطعِ تعلق کدام شد آزاد
رمیدہ زہمہ با خدا گرفتار است

قطعہ ۲

کہوں اے ذوق کیا حالِ شبِ ہجر
کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے

نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر
مرے بختِ سیہ کی تیرگی نے

تپ غم شمع ساں ہوتی نہ تھی کم
اور آتے تھے پسینوں پر پسینے

یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے
کہ او بے مہر بد اختر کمینے

کہاں میں اور کہاں یہ شب، مگر تھے
مری جانب سے تیرے دل میں کینے

سو اس ظلمت کے پردے میں کیے ظلم
ارے ظالم تری کینہ وری نے

عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج
پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے

حواس و ہوش جو مجھ سے قریں تھے
قرینے سے ہوئے سب بے قرینے

مری سینہ زنی کا شور سن کر
پھٹے جاتے تھے ہمسایوں کے سینے

اٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا
مجھے بے تابی و بے طاقتی نے

کہا جب دل نے تو کچھ کھا کے سو رہ
بہت الماس کے توڑے نگینے

نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ
بہت سی جان توڑی جاں کنی نے

بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی
طلوعِ صبح سے منہ روشنی نے

کہا جی نے کہ مجھ کو ہجر کی رات
یقیں ہے صبح تک دے گی نہ جینے

لگے پانی چوانے منہ میں آنسو
پڑھی یاسیں سرہانے بے کسی نے

مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی
لگا رکھے تھے میری زندگی نے

کہ قسمت سے قریبِ خانہ میرے
اذاں مسجد میں دی بارے کسی نے

بشارت مجھ کو صبحِ وصل کی دی
اذاں کے ساتھ یُمن و فرخی نے

ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر
کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے

موذن مرحبا بروقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

قطعہ ۳

دیکھتے ہیں جلوۂ گل ہائے رنگا رنگ ہم
مثلِ نرگس اس چمن میں جب تلک ہے چشم وا

آخرش ہوگا وہی اک دن خزاں کے ہاتھ سے
جو کہ عالم اپنا اس نشو و نما سے پہلے تھا

ہے غنیمت کوئی دم نظارۂ رنگِ بہار
پھر کہاں یہ گلشن و گل اور یہ سبزہ ہوا

در عدم بودیم و دیگر در عدم خواہیم رفت
ایں تماشائے جہاں را مفت می بینیم ما

ب

دنیا سے ذوقؔ رشتۂ الفت کو توڑ دے
جس سر کا ہے یہ بال اسی سر میں جوڑ دے
پر ذوقؔ تو نہ چھوڑے گا اس پیر زال کو
یہ پیر زال گر تجھے چاہے تو چھوڑ دے

جن کو اس وقت میں اسلام کا دعویٰ ہے کمال
غور سے دیکھو تو اے ذوقؔ ہے ان کا یہ حال
جس طرح سے کہ ہنسا دیے کو بے دینوں کے
نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوقؔ
ہے برا وہ ہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
کیوں برا کہنے سے تو اس کے برا مانتا ہے

قدم سنبھال کے رکھ راہِ عشق میں اے ذوقؔ
گزرنا اس رہِ دشوار سے نہ آساں ہے
جو کوئی آبلۂ پائے مور (کذا) بھی ہے یہاں
ترے ڈبونے کو وہ بھی تنورِ طوفاں ہے

نذر دیں نفس کش کو دنیا دار
واہ کیا تیری کار سازی ہے

سچ کہا ہے کسی نے یہ اے ذوقؔ
مال موذی نصیب غازی ہے

ناصحا مجھ کو ملامت تو نہ کر
کس طرح میں عشق سے بیزار ہوں
بسکہ مجھ کو عشق بازی کا ہے ذوق
کیا کروں میں ذوقؔ سے ناچار ہوں

رباعیات

کیا جانیں گے ذوقؔ بجز خاص عوام
اعلیٰ جو علی کی ہے امامت کا مقام
جو لوگ صف اوّل میثاق میں تھے
پوچھے کوئی ان سے وہ کیسا تھا امام

دل کو سر بازار جہاں کر نہ اچاٹ
جس طرح کٹیں روز مصیبت کے کاٹ
اے ذوقؔ فلک آپ ہے بارہ حصے
سودا نہ ہو کیوں زیر فلک بارہ باٹ

اے ذوقؔ کبھی تو نہ خوش اوقات ہوا
اک دم نہ ترا صرف مناجات ہوا
جب تک تھا جواں، تھا جوانی بدست
اب پیر ہوا تو پیر مناجات ہوا

آنکھ اس کی نشے سے جب گلابی ہوجائے
صوفی اُسے دیکھے تو شرابی ہوجائے
دکھلائے جو وہ روے کتابی اے ذوقؔ
سب مدرسہ کافرِ کتابی ہوجائے

ان آنکھوں کے روے لالہ گوں بھی دیکھا
اور پھر ان کو پر اشکِ خوں بھی دیکھا
کیا کیا دیکھے نہ رنگ ہم نے اے ذوقؔ
یوں بھی دیکھا جہاں میں ووں بھی دیکھا

دنیا کے الم ذوقؔ اُٹھا جائیں گے
ہم کیا کہیں کیا آئے تھے کیا جائیں گے
جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے
اب جائیں گے اوروں کو رلا جائیں گے

جب تک تھے گرہ میں احمقوں کے پیسے
سب کہتے تھے ان کو آپ ایسے ایسے
مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوقؔ
پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے ایسے

دل جن کا ہے آہن کی طرح سخت و سیاہ
وہ لطفِ سخن سے نہیں ہوتے آگاہ
بد اصل کو کیا نامِ خدا کوئی بتائے
بندوق کا طوطا نہ کہے حق اللہ

اس جہل کا ہے ذوقؔ ٹھکانا کچھ بھی
ہم پڑھ کے ہوئے علم، نہ دانا کچھ بھی
ہم جانتے تھے علم سے کچھ جانیں گے
جانا تو یہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی

سبطینِ نبی یعنی حسن اور حسین
زہرا و علی کے دونوں وہ نورالعین
عینک ہے تماشائے دو عالم کے لیے
اے ذوقؔ لگا آنکھوں سے ان کے نعلین

کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا

اے ذوقؔ کرے گا کوئی دنیا کیا ترک
دنیا ہے بری بلا ارے کیسا ترک
کیا دخل کہ ہو ترک کسی سے دنیا
جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک

یہ کہہ کے ملائک ہیں فلک پر روتے
اے کاش کے انساں سے ہم بھی ہوتے
غفلت میں یہ رہے ہے اتنا ہشیار
شیطاں کے چلا دیتا ہے سوتے سوتے

کھلتا نہیں اے ذوق یہ ہم پر مضمون
ہر شخص جو مذہب کا ہے اپنے مفتون
کہیے کسے حق پہ اور باطل پہ کسے
"کل حزب بما لدیھم فرحون"

مشکل ہے یہاں پائے خرد کا جمنا
اس وحشی رم دیدہ کو کیا رمنا
ہم پیرو عشق و عشق اپنا ہادی
جو عشق کہے ذوق کہو "سلمنا"

اشعار مثنوی

چاہیے نام اس کا لے خامہ
زینتِ نامہ زیبِ سرنامہ

فلک اس کی نمونہ قدرت کا
یک قلم واں ہزار صنعت کا

رُخِ قرطاس کو صفائی دی
اور سیاہی کو روشنائی دی

دیا قمری کو مصرعِ نالہ
مصرعِ قدِ سروِ پربالا

کی عطا نوخطوں کو ملکِ ادا
کیا عاشق کو تختۂ مشقِ جفا

عکس ہے سبزۂ لبِ جو کا
وسمہ قوسِ قزح کے ابرو کا

ساقیا جلد آ تھا دنگ ذکر
عرصہ مطلب کا دیکھ تنگ نہ کر

طاق سے تو اتار لا شیشہ
طاق پر رکھ کتابِ اندیشہ

شیشۂ مے کی یہ دراز زباں
اور پھر یہ ستم کہ پنبہ دہاں

میں ہوں مانندِ ساغرِ لب ریز
جاں بلب جاں بلب کو کیا پرہیز

جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے
پاؤں توبہ کے لڑکھڑانے لگے

کردے یاں تک مجھے نشے میں چور
تاکہ مانندِ خوشۂ انگور

دل کے سارے پھپھولے پھوڑوں میں
نکتہ باقی کوئی نہ چھوڑوں میں

شب ہجراں بسر نہیں ہوتی
نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی

بستر رنج و کنج تنہائی
رات کیا آئی اک بلا آئی

شام سے حال ہے یہ صبح تک
نہیں لگتی مری پلک سے پلک

کیوں نہیں بولتے سحر کے طیور
کیا شفق نے کھلا دیا سیندور

جان بیتاب جیسی بجلی برق
وہ بھی گرم رہِ فغاں کالبرق

نبضیں چھوٹی ہوئی غشی طاری
ایک فرقت ہزار بیماری

دل سے رخصت ہے تاب طاقت کی
بے قراری نے استقامت کی

ہوس سیرِ باغ ہے کس کو
دل ہے کس کو دماغ ہے کس کو

کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر
سگِ دیوانہ بن گیا ہے گھر

ہو چکی دل کی اپنے عشق میں خیر
رہوں دریا میں اور مگر سے بیر

ماہِ بے مہر بلکہ دشمن بہ سر
برستم میں ستم شریک سپہر

فتنہ استادِ نرگسِ فتاں
گردِ مژگاں ہجوم شاگرداں

رخ تعالیٰ اللہ زلف صل علیٰ
قد وہ سبحان ربی الاعلیٰ

زلفِ جاناں میں رخ کی براقی
کرے مشائیوں کو اشراقی

گر انا ربکم نہ منہ سے کہے
لیک جاری زبانِ ہر مو سے

مچھلی بازو کی ماہی ذوالنون
غرقہ کش بحرِ خوں سو مردمِ عین

کرو ناف از پئے دل زار
رشتۂ کار و عقدۂ دشوار

رنگ یاں لعلِ روح افزا پر
خون ثابت کرے مسیحا پر

قصیدہ ۱

واہ وا کیا معتدل ہے باغِ عالم میں ہوا
مثلِ نبضِ صاحبِ صحت ہے ہر موجِ صبا

بھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم بادِ بہار
بن گیا گلزارِ عالم رشکِ صدر الشفا

ہے گلوں کے حق میں شبنم مرہمِ زخمِ جگر
شاخِ بشکستہ کو ہے باراں کا قطرہ مومیا

ہوگیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
لالہ بے داغِ سیہ پانے لگا نشو و نما

ہوگیا زائل مزاجِ دہر سے یاں تک جنوں
بیدِ مجنوں کا بھی صحرا میں نہیں باقی پتا

ہوتا ہے لطفِ ہوا سے اس قدر پیدا لہو
برگ میں ہر نخل کے سرخی ہے جوں برگِ حنا

پائی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا میں کہیں
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہیں ہے کہربا

ہر مزاجِ بلغمی میں ہوتی ہے تولید خون
جا مرق کا پھول ہو گر ارغوانی ہے بجا

نام کو اشیا میں نے تلخی رہی نے سمیت
بن گئی تریاک افیون، زہر میٹھا ہوگیا

کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے زقوم
کیا عجب گر آبِ حنظل دیوے شربت کا مزا

نیش کی جانوشش ہو دنبالۂ زنبور میں
کام میں افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلا

راحت و آرام کا اس دور میں ہے دور دورہ
چاہیے واقف نہ ہو دوران سر کا آسیا

موتیا بند آنکھ میں اپنے جو رکھتی ہے صدف
اب رکھے ہے روشنی مثلِ ولیائے صفا

آگیا اصلاح پر ایسا زمانے کا مزاج
تا زبانِ خامہ بھی آتا نہیں حرفِ دوا

نسخے پر لکھنے نہیں پاتا ہوا شافی طبیب
کہتا ہے بیمار بس کر مجھ کو بالکل ہے شفا

فرق جا بجا یاں تک اعضائے بدن کو درد نے
درد کے جو حرف ہیں وہ آپ بھی ہیں سب جدا

لاغروں کو ہو گمانِ تابِ طاقت یہ شتاب
کیسے دو ہفتے ہلال اک شب میں ہو بدرالدجیٰ

صبحِ صادق کے ہے، گو سر میں سپیدی آ گئی
لیکن اس پیری میں بھی صادق ہے ایسی اشتہا

بھوک کی شدت سے اس کو اک نفس فرصت ہو
قرص سے خورشید کے جب تک کرے ناشتا

رات بھر ٹھونگا کیا انجم کے دانے چرب پیر
پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم میں کچھ نہ تھا

پہنچی یہ تفتیح کی نوبت کہ نوبت خانے میں
لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکاریں کرنا

کوس بھوا! ہے خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے
ہوں حباب اس کے نہیں مطلق شکم میں امتلا

ہضمِ کامل اس قدر معدے نے پہنچایا بہم
جیسے 'اکیموس' ہے جو حلق سے اترے غذا

ہے مزاجِ اہلِ عالم یہ قریبِ اعتدال
ساتوں اقلیمیں ہیں گویا اب بہ خطِ استوا

رکھے گا تعویذ اور گنڈا کوئی کیوں اپنے پاس
باغِ عالم میں یہی عالم جو صحت کا رہا

دے گا طاؤس اپنے بال و پر کو سارے نقش دھو
پھینک دے گی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختا

اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج
نام گلشن میں نہیں ہے نرگسِ بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو
جب کہ ہو اس کی نویدِ غسلِ صحت جاں فزا

وہ ولی عہدِ زماں مرزا محمد بوظفر
اس کی قوت گر ضعیفوں کو بنا دے اقویا

تقویت کا یہ اثر ہو عام جو ہیں برگ زرد
ہوں مقویِ دل و جاں مثلِ اوراقِ طلا

شادیِ صحت سے اس کی آج ہو کر شاد شاد
تہنیت خوانی میں ہیں سرگرم سب مدحت سرا

میں بھی اس رشکِ چمن محفل میں وہ مطلع پڑھوں
بلبلِ تصویر سن کر بول اٹھے مرحبا

مطلع

آج ہے عالم میں وہ روزِ سعادت انتما
دے اگر زاغ و زغن بیضہ تو ہو پیدا ہما

مژدۂ جاں بخشِ صحت ہے ترا ماء الحیات
جس سے جوں سیماب کشتہ مردہ دل زندہ ہوا

ہے بقائے عمر سے تیری بقائے عمرِ خلق
ذات ہے تیری جہاں میں چشمۂ آبِ بقا

قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحت کی ترے
ہوں دُرِ خوش آب پیدا اس قدر قوت فزا

ہو جب استعمال یاقوتی میں وہ موتی اگر
بخشے پیرانِ کہن کو نوجوانوں کے قویٰ

جسم کو مل مل کے دھویا تو نے جس دم وقتِ غسل
گردِ کلفت کو دلِ عالم سے گویا دھو دیا

دل عدوئے سنگ دل کا تھا شقاوت سے جو سخت
زیرِ پا پامال ہوتا تھا برنگِ سنگِ پا

خوردۂ گل کو صبا لائی تصدق کے لیے
دے گیا ابرِ بہاری نذرِ دُرِّ بے بہا

شادیِ صحت کا تیری کیا کہوں عالم کہ آج
جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا

چھیڑے تارِ شمع کو گر ناخنِ موجِ نسیم
بزم میں پیدا ہو تارِ سازِ مطرب کی صدا

لب پہ ساغر کے ہے جوں موجِ تبسم موجِ مے
شورِ قلقل لب پہ ترے مینائے مے کے قہقہا

بزمِ تصویراتِ فانوسِ خیالی کی طرح
حلقۂ رقاصگاں ہے زیرِ گردوں جابجا

کر رہا صحنِ چمن ہی میں ہے کیا طاؤس رقص
آشیانے میں ہے رقصاں طائرِ قبلہ نما

خانہائے چشم میں بھی پُتلیوں کا رقص ہے
ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا

چھوٹی آتش بازی ایسی جس کی گل کاری کو دیکھ
رات کو کہتے تھے آپس میں ثریا و سہا

صنعِ آتش باز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل
سنگِ پارس سے کہیں بارود کو پیسا تھا کیا

ہو گئی تاثیر جس کی یہ کہ ہر گُل ریزے سے
ریزۂ فولاد نکلے بن کے گُل ہائے طلا

گنج کھلتے تھے ستاروں کے عجب انداز سے
ماہ پاروں کا تھا گویا خندۂ دنداں نما

مُنہ ہے کیا جو رنگ سے مہتاب کے ہم تاب ہو
غازے سے ہر چند چمکے رنگِ روئے مہ لقا

بُرج جو اڑ کر ہوئے قندیلِ شب زیرِ فلک
برج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کر دیا

فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اس کے روبرو
جشنِ جمشیدی کا کچھ مطلق نہیں رتبہ رہا

ہے زبانِ خامہ عاجز آگے بس تعریف میں
ذوقؔ کہتا ہے اٹھا کر ذوق میں دستِ دعا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافیِ مطلق تجھے
جو ترے بدخواہ ہیں وہ رنج میں ہوں مبتلا

قصیدہ ۲

در شان حمید الدولہ

آج ہے وہ روزِ عشرت آج وہ دن عید کا
ہوتے ہیں آکر بغل گیر آشنا سے آشنا

عید ہے، گھر دوستوں کے جاتے ہیں ملنے کو دوست
ہے یہی رسمِ محبت، ہے یہی راہِ وفا

ہاں چناں چہ ایک میرے بھی شفیق و مہرباں
یارِ جانی، دوستِ صادق مُحبِ با صفا

آئے میرے گھر وہ اور احوال برا دیکھ کر
دیر تک حیراں رہے اور بعد حیرت یہ کہا

ذوقؔ تُو تو اب تلک وہی پریشاں حال ہے
وہی اک کہنہ دو شالہ وہی اک کُہنہ قبا

وہی اک پاپوش کر ایڑوں سے نہیں چلتا قدم
ہر قدم پر ہے مٹا جاتا بہ رنگِ نقشِ پا

بلکہ اکثر تو پیادہ خاک سے آلودہ پاؤں
چاندنی پر پاؤں سے دیتا ہے چھاپے جابجا

یہ ترا حال اور تو نوّاب صاحب کا قدیم
دوست دار و خاکسار و خاکِ راہ و خاکِ پا

کون سا خدمت گذاروں میں ہوا تجھ سے قصور؟
کون سا وہ امر تھا جو تو نہیں لایا بجا؟

کیا کچھ اُس کے دشمنوں سے تو نے کی تھی دوستی؟
کیا کچھ اُس کے مدّعی سے تو نے چاہا مُدّعا؟

یا کہ کچھ غائب میں اُس کی تو نے کی غیبت کہیں؟
یا کہ تو اس کی حضوری میں نہیں حاضر رہا

پھر جو ہے کم التفاتی اس قدر یہ کیا سبب؟
کیا گنہ، کیا جرم، کیا تقصیر تو نے کیا کیا؟

جب کوئی کہتا تھا تجھ سے چل دکن کی سیر کو
تاؤ تو مونچھوں پہ دے کر کہتا تھا یہ برملا

ہووے گی نواب کی جس دن ترقی خوب سی
دیکھنا میرے لیے اُس دن یہیں ہوتا ہے کیا

سو وہ دن اب تو ہوا بارے خدا کے فضل سے
پر خدا جانے رہا تیرے لیے دن کون سا

وہ نہیں ایسا کہ تھوڑا دے کے تجھ کو ٹال دے
اور یہ کہہ دے "ابھی جلدی نہ کر تو ٹھیر جا"

اس لیے تھوڑا سا دیتا ہے بہ قدرِ احتیاج
تا نہ شادی مرگ ہو جائے کوئی مسکیں گدا

جانتا ہے وہ کہ تو نے اپنا فکرِ شعر میں
اس قدر لوہو پیا قطرہ نہیں خوں کا رہا

تیری محنت پر ہی کیا اُس کو نہ ہووے گی نگاہ
تیری خدمت ہی پہ کیا اُس کا نہ دل خوش ہووے گا

اُس کو سلطاں نے کیا ہے آج رکنِ سلطنت
تیرے دینے کے لیے ہاتھ اس کا کیوں رُکنے لگا

اور یہ بھی جانتا ہے، ہیں جو شاعر پیشہ لوگ
اگلے نوابوں نے ہے کیا کیا سلوک اُن سے کیا

اور تو شاعر بھی ایسا جس کا شہرہ شہر میں
ہو رہا ہے کو بہ کو، خانہ بہ خانہ، جا بہ جا

آشنا تیرے ہزاروں اور لاکھوں تیرے دوست
جو ملے گا تجھ کو یہ پوچھے گا تجھ سے برملا

"کیا ہوا انعام تجھ کو، تو نے کیا پایا صلا
کیا ہوئی تنخواہ تیری، کیا ترا منصب بڑھا؟"

تو نہ بتلائے گا تو ہوں گے مکدر دل میں وہ
اور بتلائے گا تو اُن کو نہ باور آئے گا

ہم نے مانا تو ہے اک درویش خو، قانع مزاج
جو میسر آیا کھایا اور کیا شکرِ خدا

پر یہ خلقت پوچھنے والی تجھے کھا جائے گی
جس طرح ہو، جان اپنی ان کے ہاتھوں سے بچا

جلد کر نواب سے احوال اپنا جا کے عرض
اور یہ جو کچھ حقیقت ہے یہ سب اُس کو سنا

پہلے خالق نے بنایا اُس کو دریائے کرم
پھر کرم سے اپنے کی طغیانیِ دولت عطا

آگے بھی موجوں کے تھپیڑوں میں تھا اُس کا دستِ فیض
اب بھی جس دم لہر آئی، دے گا دریا ہی بہا"

جب سنے اُس آشنا کے مُنہ سے میں نے یہ کلام
دو ہیں خدمت میں تری یہ کہہ کے میں حاضر ہوا

مطلعِ ثانی

بحر و بر میں جھاڑ دے دامن اگر تو فیض کا
قطرہ، ذرّہ بے بہا ہو، لعل سنگِ بے بہا

ہاتھ پکڑے جس کا تو ہاتھ آئے اس کے دستِ غیب
جس کو چٹکی خاک کی دے، ہو وہ صاحب کیمیا

تو وہ دانا، تیری دانائی کی دانائے فرنگ
داد دیتے ہیں کہ ہاں لے آفریں اے مرحبا!

قابلِ حکمِ ریاست لائقِ نظم و نسق
کاملِ فہم و فراست صاحبِ ذہن و ذکا

پائے آرائش جو عالی شاں مکاں دیوانِ عام
کیوں نہ پائیں تجھ کو عالی پایہ عالی حوصلا

تجھ کو شاہنشاہِ دوراں اپنا فرزندِ لئیق
کہہ چکا ہے، واہ وا تیری لیاقت واہ وا

ہوشیاری کا جہاں لشکر ہے، سرِ لشکر ہے تو
خیر خواہی کا جہاں رستہ ہے، تو ہے رہ نما

بخت کھاتے ہیں سدا اقبال کی تیرے قسم
کرتا ہے اقبال تیری عقل کی دائم ثنا

کون کیسا ہی اگر طرّار و خوش تقریر ہو
مات ہو جائے جو تو پوچھے جواب اک بات کا

دوست دارِ مُلک و دولت خواہِ شاہِ دیں پناہ
ہوشیار و مردِ آخر بیں، امیرِ وپارسا

دیکھتے ہیں ہم وہی بے ساختہ تیرا عمل
علم سے جو عالموں نے ہے کتابوں میں لکھا

کیا لکھوں تعریف تیری، میری قاصر ہے زباں
لیک تیرے حق میں ہے یہ دم بدم دل سے دُعا

عید ہو تجھ کو مبارک اور دولت روز افزوں
اور یہ دولت تیری، میرا بھی بر آئے مُدّعا

قصیدہ ۳

پیری میں پر ضرور ہے جام شراب ناب | پائے فروغ صبح، نہ بے نورِ آفتاب
تائب نہ ہو تو اس سے کہ ڈاڑھی ہوئی سفید | گر خوب ہے کشتی کریہ ہے سیرِ ماہ تاب
ہے پیر دل خنک کی ہوا پر بقائے عمر | یہ برف وہ نہیں جسے رکھیں نمد کو داب

ہستی کا اپنی کر نہ بھروسا حباب وار　　تعمیرِ بے بنا ہے یہ اور خیمہ بے طناب

آئی ہے جب سے قالبِ خاکی میں تیری جان　　غافل پئے سفر ہے اسی دن سے پا تراب

جو دم مزے سے گزرے غنیمت سمجھ اُسے　　گردش ہے آسماں کو زمانے کو انقلاب

ہر بازیِ فلک پہ تو نوروز، روز کر　　رکھ آفتاب گنجفہ پر سال کا حساب

حاصل ہے کیا ہنر سے، دلا آئنے کو دیکھ　　جوہر سے دل میں رکھتا ہے کیا کیا وہ پیچ و تاب

گر ہو سکے تو خاکِ درِ مے کدہ ہو تو　　اس خاک داں میں تا نہ ہو مٹی تری خراب

آسودگانِ کنجِ خرابات کے لیے　　جانا بہشت تک بھی ہے دوزخ کا اک عذاب

یاں تک ہیں بے دماغ نہ بولیں گے منہ سے وہ　　دے گا جواب نامہ نکیرین کو جواب

رکھتا ہے چرخ اہلِ سعادت کو بد مذاق　　گذران ہے ہما کی سرِ روزیِ کلاب

دیکھے جہاں کو دیدۂ عبرت سے تو اگر　　جامِ جہاں نما ہے ہر اک کاسۂ حباب

ساقی جو تجھ کو عینِ عنایت سے جام دے　　لے اور لگا کے آنکھوں سے پی جا اگر شتاب

گر بے حساب جام پہ جام آئیں تیرے ہاتھ　　روزِ حساب تک تو پیے جا علی الحساب

مستی میں ایسا مطلعِ تازہ کوئی سنا　　جامی بھی لکھے دل پہ جسے کر کے انتخاب

گلشن کو دے جو گریۂ مستانہ میر آب　　بیضوں سے بلبلوں کے ہو پیدا ابھی شراب

گلگونِ نشۂ مئے گلگوں پہ ہو مرا　　پابوسِ آسماں روشِ حلقۂ رکاب

مستی مری سکھائے اگر جھومنے کی طرز　　ٹپکے ہمیشہ ابر سے مستی بجائے آب

بے ہوشیوں میں ہیں مری وہ گرم جوشیاں　　ہوتے ہیں جس سے طائرِ ہوش و خرد کباب

جاگ اٹھیں وہ جو خواب عدم میں ہیں ہوشمند　　مستی میں گر بلند ہو میری صفیرِ خواب

نُہ پردہ فلک کو اٹھاؤں اک آن میں　　ہو جاؤں میں جو عالمِ مستی میں بے حجاب

ہو وہ صواب دیدِ فلاطوں میں خم نشیں　　کہہ بیٹھوں گر نشے میں کوئی حرفِ ناصواب

یہ ذہن کو ہے عالمِ مستی میں روشنی　　ہر خشتِ خم ہے حکمتِ اشراق کی کتاب

ہر روز جامِ بادۂ روشن کا مجھ کو شغل　　ہے مثلِ شغلِ آئنہ و شغلِ آفتاب

پرہیز یہ مرا ہے کہ تقوے سے ہے گریز　　تقویٰ ہے میرا یہ کہ ہے توبہ سے اجتناب

لیکن ہے ابرِ رحمتِ باری سے دل نشاں　　دامانِ تر مرا روشِ دامنِ سحاب

مداح ہوں میں اُس کا کہ ہے جس کے دور میں　　شیبِ زمانہ کے لیے کیفیتِ شباب

پیرِ فلک بنے ہے جوانِ سیاہ مست
ریشِ شعاعِ مہر پہ ہے ابر سے خضاب

مانندِ نافِ آہو اگر جام میں ہو خوں
اس کی شمیمِ فیض سے ہو جائے مشکِ ناب

اُس شاہ کے نمِ کرم و بوئے خُلق سے
ہر خارِ بُن ہو مہبطِ فوّارۂ گلاب

وہ بادشاہ جس کا بہادر شہ اسمِ پاک
ہے دُرِ جیبِ زمانہ کا یکتا دُرِ خوش آب

ظلِ الٰہ خسروِ دیں دار، دیں پناہ
شاہِ بلند جاہ و خدیوِ فلک جناب

تیغ اُس کی وہ ظفر دم و نصرت اثر کہ ہے
گنجِ ہزار فتح کی مفتاحِ فتحِ باب

روشن دل ہے اُس کی عدو تیرہ بخت ہے
دزدِ سیاہ کار کو آفت ہے ماہتاب

ہر مغزِ جانِ کافرِ نعمت کے واسطے
مطبخ میں اُس کے پشۂ نمرود ہے کباب

ہے ابر میں بھی برق کا شعلہ مگر نہیں
اِس میں دمِ وفورِ عطا گرمیِ عتاب

کج خُلق اس کی طبعِ رواں میں نہیں ذرا
دریائے موج زن کو ہزاروں ہیں پیچ و تاب

پڑھتا ہوں میں وہ مطلعِ روشن حضور میں
جس کا نہ ہووے مطلعِ خورشید بھی جواب

شاہا تو وہ ہے نورِ مجسم کہ آفتاب
کرتا ہے نور کو ترے سائے سے اکتساب

تلوار تیری ہے وہ غضب، برقِ کفر سوز
ہے جس کی آنچ آتشِ دوزخ کا التہاب

جوہر سے تیری تیغ کے دکھلائے ہے قضا
سرکش کو لکھ کے حرف بحرف آیتِ عذاب

اللہ رے پاس داریِ اسلام و پاسِ شرع
اللہ رے تیری مصلحت، اللہ رے احتساب

انگور زخم دل پہ نہ بدخواہ کے بندھے
اس خوف سے کہ ہوتی ہے انگور کی شراب

کیسا ہی مے پرست ہو مانندِ چشمِ یار
مقدور کیا، کرے قدحِ مے کا ارتکاب

بلکہ نہ لے دعائے قدح کا بھی مُنہ سے نام
بالفرض گر وہی ہو دعاؤں میں مستجاب

شاہا تری حمایت و دولت کے سائے میں
گنجشک رشکِ باز ہے، و رشکِ ہما غراب

کرتا ہے روز و شب کو برابر شہنشہا
میزانِ عدل سے تری میزاں میں آفتاب

خورشید کھینچتا ہے جو برجِ اسد پہ تیغ
چاہے ہے شیرِ جنگ، وہ تجھ سو کرے خطاب

پہنچے ترے تکلمِ شیریں کو شہد کیا
یہ شربتِ خضر ہے شہا وہ قندِ ناب

چالاکی ایسی توسنِ چالاک میں ترے
شوخی ہے چشمِ یار میں عاشق میں اضطراب

کاوے میں یوں وہ جیسے کہ طاؤس وقتِ رقص
اُڑنے میں یوں وہ جیسے کہ پرواز میں عقاب

چمکائے اک ذرا سرِ میداں جو تو اُسے
بے پر ہوا پہ جائے وہ جوں ناوکِ شہاب

کرتا ہے یوں ثنا کو دعا پر وہ اختصار
یارب دعائے ذوق ہو مقبول و مستجاب

تا عید و عیدگاہ ہو اور خطبہ و نماز
تا خطبہ و نماز سے منظور ہو ثواب

ہر سال تجھ کو عید ہو فرخ بہ عزّ و جاہ
ناکام ہوں عدو ترے اور دوست کامیاب

قصیدہ ۴

اے خدیوِ دادگر نامی، بہرکنا، فرخ صفت
شاہِ والا جاہ، والا قدر، والا منزلت

رونقِ کشورستانی، فرِ چترِ خسروی
زینتِ تاجِ شہی، زیبِ سریرِ سلطنت

ابرِ احسان و عطا، سرچشمۂ جود و سخا
معدنِ حلم و حیا، کوہِ وقار و تمکنت

آسمانِ فضل و دانش، کوکبِ برجِ شرف
ماہِ اوجِ منزلت، مہرِ سپہرِ مکرمت

ہے ہلالِ عید تیرے جشنِ فرخ کے لیے
دستِ تسلیم و لبِ مژدہ زبانِ تہنیت

جامہ جا مسکا ہوا ہے جامۂ صبحِ جشن کا
ہے جو انبوہِ سعادت اور ہجومِ میمنت

تو وہ یوسف ہے کہ ہے عارض پہ تیرے جلوہ گر
حسنِ نیت، خوبیِ ایماں، جمالِ معرفت

احتسابِ پاسِ دیں داری سے تیرے دیں پناہ
فسق کو ہے ضعف اور تقوے کو ہر دم تقویت

پُرفروغ اک جلوۂ انوارِ باطن سے ترے
وہ عقول و نہ سپہر و ہفت اختر شش جہت

گلشنِ عالم نہ کیوں کر تازہ و تر ہو کہ ہے
ہم سرِ ابرِ بہاری تیرا ظلِ عاطفت

روبرو منصوبۂ دانش کے تیرے مشتری
مہرۂ لب خوردہ ہے دور از بساطِ مرتبت

آب سے آتش ہے بے آسیب اور سے خس
اللہ اللہ تیرا طرزِ اعتدالِ معدلت

فتنہ تیرے عہد میں جب سے ہوا عزلت گزیں
گوشۂ چشمِ بتاں ہے اس کو کنجِ عافیت

پھر نہ ہو فاسد مزاجِ عالمِ کون و فساد — ہو اگر اصلاح فرما تیری رائے مصلحت
اس لیے ہر امر میں تقدیر غالب آئے ہے — رکھتی ہے تدبیر سے تیری ہمیشہ مشورت
چارہ سازی سے ترحم کے ترے ہر اشکِ شمع — داغِ پروانہ پہ ہے مرہم گدازِ رحمت
کیا کہے توصیف تیری ذوق ہے قاصر زباں — لیک دیتا ہے دعا دل کو یہ پڑھ کر تہنیت
تا لبِ عاشق پہ ہو ہر دم محبت کا بیاں — تا کہ واعظ کی زباں پر ہو کلامِ موعظت

جشنِ فرخ ہو تجھے ہر سال با عیش و نشاط
تختِ شاہی پر ہو تو فرماں روائے مملکت

قصیدہ ۵

شب کو میں اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت — نشۂ علم میں سرمستِ غرور و نخوت
مزے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے — تھا تصور مرا ہر امر میں تصدیقِ صفت
ہو گیا علم حصولی تھا حضوری مجھ کو — تھا مرا ذہن نہ محتاجِ حصولِ صورت
جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام — عقل کو تجربے کی اتنی ہوئی تھی کثرت
نہ غرض مجھ کو نتیجے سے نہ تھا شکل سے کام — تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت
ذہن میں سب مرے حاضر تصورِ علیہ — پر جتاتی نہ تھی منظور مجھے علمیت
چارو ناچار جو ترغیب سے یاروں کے کبھی — درس و تدریس پہ آجاتی تھی مجھ کو رغبت
کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف میں صرف — کبھی تھی نحو میں ہر نحو مجھے محویت
کبھی منطق کو تفوق یہ مرے ناطقے سے — فوقِ حکمت ہو یہ فن گرچہ بہ ہمت حکمت
کبھی میں کرتا تھا تصریح معانی و بیان — کبھی میں کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت
کبھی تقسیم فرائض کبھی تفہیم اصول — کبھی تعلیم عقائد بہ کتاب و سنت
کبھی تھا علمِ الٰہی کی طرف ذہن رسا — کبھی کرتی تھی طبیعی میں طبیعت جودت

کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانندِ حکیم
کبھی مثلِ متکلّم مجھے پاسِ ملت

کبھی کرتا تھا قِدمِ چرخ کا ثابت بجہات
اور کبھی کرتا تھا باطل بسماعِ شفقت

کبھی انکارِ قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل
کبھی تکرارِ تناسخ پہ مجھے سو حجت

حشرِ اجساد میں تھا گاہ تردّد مجھ کو
کبھی تھی عالمِ برزخ میں مجھے اک حیرت

کبھی تھی عرصۂ تدویرِ فلک کی مجھے سیر
کبھی میں ناپتا تھا سطحِ زمیں کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
کبھی مثبت مرے نزدیک زمیں کی حرکت

کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قایم
کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علت

کبھی منقول پہ مائل کبھی سوئے معقول
کبھی میں فقہ پہ راغب کبھی سوئے حکمت

کبھی میں حافظِ قرآں بہ علمِ تفسیر
کبھی میں قاریِ قرآں بہ علمِ قرأت

کبھی کرتا تھا مجسطی پر حواشی تحریر
کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت

کبھی میں کرتا تھا 'قانون' سے تشریحِ علاج
کبھی میں کرتا تھا 'قاموس' میں تصحیحِ لغت

کبھی میں لون سے بنیۂ بیمار و صحیح
کبھی میں نبض سے دانندۂ ضعف و قوت

گہ نباتات کی آگاہ میں کیفیت سے
گہ جمادات کی معلوم مجھے خاصیت

کبھی مشائیوں سے کرتا تھا میں پیش روی
کبھی لے جاتا تھا اشراقیوں پر میں سبقت

کبھی میں نفیِ حقائق میں تھا سوفسطائی
کبھی میں معتزلی، باعثِ آزادیت

کبھی میں جبری و مجبور بہ عقل و تدبیر
کبھی میں قدری و مختار بہ قدرِ طاقت

گہ ملاحد کی تھی تردید کلامِ الحاد
گہ وجودی و شہودی سے بیانِ وحدت

جوں مہندس کبھی مالوف پہ شکل و مقدار
جوں محاسب کبھی مشغول بہ ضرب و قسمت

کبھی حرفوں سے تھا مطلوب مثالِ جفّار
کبھی کچھ نقطے سے مقصود تھا رمّال صفت

خانۂ کیسہ سے خارج کبھی شکلِ داخل
شکلِ خارج تھی کبھی داخلِ بیتِ غربت

کبھی کرتا تھا قرانِ مہ و زہرا پہ نظر
کبھی تھا دیکھتا مریخ و زحل کی رجعت

کبھی افسون و عزیمت کبھی تعویذ و طلسم
کبھی تجویزِ زکوٰۃ اور کبھی قصدِ دعوت

کبھی تھا علمِ قیافہ میں یہ ادراک مجھے
ایک صورت کو بیاں کرتا تھا میں سو سیرت

کبھی میں علمِ سرودی میں تھا ایسا مشغول
کہ نہ تھی ایک نفس ضبطِ نفس سے فرصت

سیمیا سے کبھی تصویر کشِ موہومات
کیمیا سے کبھی میں زر کشِ گنجِ دولت

کبھی ہیں شیخِ شیوخ اور کبھی شیخِ رئیس
کبھی علامہ، کبھی صوفیِ صافی طینت

کبھی ہیں قربِ فرائض سے تھا عالی درجہ
کبھی ہیں قربِ نوافل سے تھا والا رتبت

ماہرِ موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا
کبھی ہیں بارہ مقام اور کبھی چاروں مت

کبھی ہیں شاعرِ غرّا و ادب دانِ بلیغ
نظم میں نام بڑا، نثر میں میری شہرت

کبھی کرتا تھا عروض کا بھی میں تا قافیہ تنگ
طبعِ موزوں کی دکھاتا تھا جو موزونیت

کبھی پیشِ نظر انجیل و زبور و توریت
کبھی مصحف میں نظر میری سراپا آیت

کبھی زرتشتیوں میں ایسا کہ سارے موبد
ژند و پاژند میں کرتے تھے مری تبعیت

کبھی یہ آگہیِ شاستر و بید و پُران
کروں اک بات سو پنڈت کی کتھا میں کھنڈت

کبھی ہیں لغز و معمّا میں نہایت ذی ہوش
کبھی اخبار و تواریخ میں صاحبِ خبرت

آخرش دیکھا تو "العلم حجاب الاکبر"
عاقبت پایا تو ہاں ابلہ کو اہلِ جنت

فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف
فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت

فائدہ کیا جو ہوئی آگہیِ ہر مذہب
فائدہ کیا کہ جو دیکھی کتبِ ہر ملت

عقل سے گرچہ کیا مادہ ایسا پیدا
کہ بہ ہر شکل ہو اک تازہ مخیّل صورت

یا بنائی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو
ہیکلِ روم سے بت خانۂ چیں تک حیرت

بے مُنقّر نہ پڑے صورتِ بہبود نظر
دورِ آئینۂ دل سے نہ ہو زنگِ کلفت

پڑھوں اک مطلعِ برجستہ میں اس موقع پر
جس کو سن کو کہیں آحسنت سب اہلِ فطنت

مطلعِ ثانی

گر نہ دے صاحبِ جوہر کو مقدّر عزت
جوہرِ فرد ہے بالفرض تو کیا بے قسمت

کیا ہوا علمِ منقول سے اگر کیف کے ہے
نیک ہے یاوریِ بخت نہیں کیفیت

تا بھی چرخ بھی جو تو ہے تو کیا گر تیرے
مثلِ دہقانِ فلک رکھتے ہوں طالع نکبت

دورِ گردوں نہ موافق ہو تو ہو اور خفیف
جبرِ اثقال میں تو جتنی اٹھائے محنت

آگے برگشتگیِ بخت کے چلنے کی نہیں
نظری و عملی کوئی بھی تیری حکمت

گو فصاحت میں تو سحباں ہے و لے بے تقدیر
حرفِ مطلب پہ زباں کو ہو تری لکنت

گو ریاضی میں ہے صناع، اگر بخت ہیں بد
نقشِ باطل ہے تری شکل و جبر میں صنعت

کیا ہوا جانا اگر مسئلۂ بیہ و مضار
پستیِ بخت سے جو تجھ کو نہیں ہے رفعت

کام تقویم نہ آئے، نہ ترے اصطرلاب
طالعِ بد سے اگر نیک نہ آئے ساعت

علم سے ہو نہ کبھی چارۂ آزار نصیب
پورِ سینا ہے تو کیا سینے میں خوں ہو حسرت

سو دوائیں ترے نسخے میں ہوں پر بے تقدیر
نہ ہو بالخاصہ تاثیر، نہ بالکیفیت

علمِ نیرنج سے گو بووے تو نخلِ نارنج
بے مقدر نہ ہو حاصل ثمرِ خوش لذت

علم سے جو سبق آموزِ ملائک تھا وہ دیکھ
بختِ بد سے ہوا مستوجبِ رجم و لعنت

ہوا مسجودِ ملائک یہ ظلوم اور جہول
یعنی انسان قویٔ بخت و ضعیفُ الخلقت

گو تصوف سے ہو تو صوفیِ سجادہ نشیں
بے مقدر نہ کرامت ہو، نہ خرقِ عادت

علم سے لاکھ ہو شیخی تری پر بے تقدیر
نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت

یہ مقالات، مثالِ قصصِ مصنوعہ
ہوئے اک بار جو افسانۂ خوابِ غفلت

لگ گئی آنکھ مری، دیکھتا کیا خواب میں ہوں
کہ مجسم نظر آتی ہے نویدِ بہجت

اللہ اللہ رے حسن اُس کا کہ سرتا بہ قدم
تھا وہ خالق کا تماشائے ظہورِ قدرت

یاد کرتا قدِ رعنا کو ہے اُس کے زاہد
دمِ تکبیر جو کہتا ہے صدائے "قد قامت"

چشمِ وحشی کو اگر اپنی وہ دکھلائے تو ہو
چشمِ آہو سے ہرن نشۂ جامِ وحشت

دلِ شامت زدہ کے درپے تدبیرِ ہلاک
زلفِ واژوں تھی وہ رخسار پہ واژوں بخت

آتشِ حسن نے اک شعلۂ سرکش بھی
موجۂ دودِ لطیف اس کی بھووں کی حالت

فوجِ مژگاں وہ بلا ہو جو صف آرا تو کرے
دستِ بیداد سے یک دست زدِ غارت

چاہِ بابل وہ ذقن اور دھواں زلف کا عکس
دلِ گرفتارِ عذاب اُس میں ہو ہاروت صفت

لعلِ شیریں کی حلاوت پہ جو دے جاں عاشق
تو دمِ نزع بھی عناب کا چاہے شربت

نہ دمِ شرم تبسم سے لب اس کے خوگر
نہ تغافل سے اُن آنکھوں کو نگہ کی عادت

کھول دے معنیِ معدوم کمر کی جنبش
وا کرے عقدۂ موہوم لبوں کی حرکت

شوخی و ناز کی تعریف میں اُس کی مطلع
وہ پڑھوں میں کہ جسے سن کے ہو دل کو فرحت

مطلعِ ثالث

شوخی اُس چہرے میں یوں گل میں ہو جیسے حمرت
نازیوں چشم میں نرگس میں ہو جیسے نکہت

لب پاں خوردہ کی شوخی کے ہے آگے اک بات
گر لگا دے وہ مسیحا پہ بھی خوں کی تہمت

نازک اندام وہ اور سنگ دل آن سے بھی سوا
آیا جن سنگ دلوں کے لیے ہے "ثم قست"

سیلی سینے پہ نہ تھی، جعدِ پسِ پُشت کا عکس
نظر آتا تھا صفائی سے الِف کی صورت

چھپی رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم
ایک عالم کا ہو دل لے کے بغل میں چمپت

اللہ اللہ رے تری تمکنت، اُف رے تمیز
واہ رے تیرا تبختُر، تری بل بے نخوت

قہر انداز، بلا ناز، قیامت طنّاز
سحر چشمک، ستم ایما و کرشمہ آفت

جا بہ جا عالمِ مستی میں قدم کو لغزش
دم بہ دم نشۂ صہبا سے زباں کو لکنت

آکے اُس رشکِ مسیحا نے کہا بالیں پر
"تا تنم، قُم" کہ یہ غافل نہیں وقتِ غفلت

شور بختی سے نہ اتنا نمک افشاں ہو کہ ہو
بادۂ مے کدۂ عیش کی گم کیفیت

کیا سبب، ہوتا کدورت سے نہیں کیوں خالی
دل ترا شیشۂ ساعت کی طرح اک ساعت

بزمِ ہستی میں تو ہنس بول، رہے گا کب تک
صورتِ شمعِ سحر سوختہ، روتی صورت

آتشِ دل سے تری گوشۂ تنہائی میں
بن گئی شعلۂ جوالہ کمندِ وحدت

وقت ضائع نہ کر اُٹھ بسترِ اندوہ سے تو
چل درِ میکدہ تک، بے حرکت بے برکت

فکرِ باطل سے نہ کر دل کو خنک تو اپنے
ہے تجھے مثلِ سحر یک دو نفس کی مہلت

دیکھ تو کیا اُفقِ مشرقِ انوار سے ہے
جلوہ افروز رخِ بانوے ترکِ عشرت

ادہمِ لیل سرِ عرصہ ہے برگشتہ عناں
اشہبِ یوم تنک سیر ہے سوے ساحت

بجانبِ شرق ہے نورتیِ فلق بال کشا
جانبِ غرب ہے پروازِ غرابِ ظلمت

چرخِ مینائی پہ اک سبز پری کا عالم
شفقِ صبح پہ اک لال پری کی حالت

نکہتِ گل جو ہوا میں تو ہوا عطر فشاں
تازگیِ گل لو چمن سے تو چمن کو نزہت

کھلے ہی جاتے ہیں سب غنچے زہے جوشِ نشاط
لوٹے ہی جاتے ہیں گل، بل بے ہنسی کی شدت

آج یہ جوش پہ ہے رحمتِ باری کہ کہیں
نہ رہی کلفتِ عصیاں سے جہاں میں ظلمت

طفلِ نو مشق کی مشق کی طرح سو سو بار
دھوے مستوں کے سیہ نامے کو ابرِ رحمت

کہے یہ رند کہ او زہد فروش آگ نہ پھانک
مانگے گر بادہ تو زہد کبھی کی قیمت

قُلّ ہوا زُہد کا، قُلیا ہوئی زاہد کی تمام
سنتے ہی قُلقُلِ مینائے شرابِ عشرت

اس قدر سازِ طرب ساز کی آواز بلند
چھیڑیں گر تار کھرج کا تو ہو پیدا دھیوت

نغمہ بر لب کہیں مُطرب پسرِ زُہرہ جبیں
جام در دست کہیں مُغبچۂ مہ طلعت

لے کے انگڑائی کہیں بجنے لگی رام کلی
اُٹھی ملتی ہوئی آنکھوں کو کہیں اپنی للت

چشمِ سرمستِ مئے ناز میں کاجل پھیلا
لبِ میگوں پہ مسی کی پڑی پھیکی رنگت

بے نمک آیا نظر حُسنِ مہ و انجمِ چرخ
ہو گیا زرد رُخِ شمع و چراغِ خلوت

چونکے مُرغانِ سحر عرش سے، آوازِ خروس
ہو گئی خواب کو آوازۂ کوسِ رحلت

باغِ عالم میں ہیں مرغانِ اولی الاجنحہ تک
مثلِ مرغانِ سحر نغمہ طرازِ عشرت

دی ہے مسجد میں مؤذن نے اذاں بہرِ نماز
باوضو ہو کے نمازی نے ہے باندھی نیت

ہوئی بُت خانے سے ناقوس کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لے کر مورت

اُٹھے مے خوار صبوحی کے لیے لے کے سبو
کہ عداوت ہے، اگر کیجیے ترکِ عادت

اک طرف سے ہوئی گھڑیاں کی آواز بلند
اک جانب سے لگی آنے صدائے نوبت

سحرِ عید ہے، کہ عید کا سامانِ نشاط
روزِ شادی کی ہے آمد، شبِ غم کی رخصت

آج وہ دن ہے کہ آغوش میں لے کر تجھ کو
کہیے 'طوبیٰ لک'، ہر شاہد طوبیٰ قامت

اب ہیں بیدار ترے بخت، مددگار نصیب
اب قوی ہیں ترے طالع، تری یاور قسمت

فکر کر تہنیتِ عید کا اُس شاہ کی تو
دور میں جس کے ہے ہر صبح صباحِ دولت

وہ شہنشاہ بہادر، حشم کسریٰ انصاف
خسروِ جم خدم و داورِ دارا حشمت

قوتِ ملت و دیں، قامعِ کفر و الحاد
حامیِ شرعِ نبی، ماحیِ شرک و بدعت

حکمِ شرعی سے کرے سلب وہ سب جذبۂ شوق
مردِ مجذوب سے گر ترک ہو سترِ عورت

کون اُس کا نہیں وصافِ صفاتِ نیکو
کون اُس کا نہیں سرگرمِ ثنا و مدحت

سنتے ہی میں نے بھی وہ مطلعِ روشن لکھا
مطلعِ صبح کو ہو سامنے جس کے خجلت

مطلعِ رابع

مصحفِ رخ ترا اے سایۂ ربُّ العزت
کھول دے معنیٔ "اتممت علیکم نعمت"

تیرا دروازۂ دولت ہے مقامِ اُمید
تیرا دیوانِ عدالت ہے محلِ عبرت

تیرا احسان بہارِ چمنِ صد رونق
تیری نیت چمن آرائے ہزار امنیت

تیرے عشرت کدے میں بار کہے غیرِ نشاط
تیرے خلوت کدے میں دخل کسے جز طاعت

صفوۂ علم پہ ہر جبیں سے تو ہم زانو
جملۂ عیش میں ناہید سے تو ہم صحبت

ماہِ نو ایک فلک پر ترے نو بردوں میں
نُہ فلک نوکروں میں تیرے قدیم الخدمت

کیسۂ گوہرِ انجم ترا صرفِ انعام
طاقۂ اطلسِ گردوں ترا وقفِ خلعت

نیّتِ نیک تری آئنۂ حُسنِ عمل — عملِ خیر ترا، جلوۂ حُسنِ نیّت
ذہنِ عالی ہے ترا طائرِ شاخِ سدرہ — طبعِ رنگیں تری گُل چینِ ریاضِ جنّت
ترا افضال جہاں کے لیے بُرہانِ کرم — ترا اِکرام زمانے کو دلیلِ رحمت
علمِ ظاہر سے ہے یکساں تجھے دور و نزدیک — نورِ باطن سے برابر ہے حُضور و غیبت
ذہنِ صافی ہے ترا پردہ درِ معنیِ غیب — موشگافی ہے تری کوہِ شگافِ دقّت
عقل میں شمس ہے تو علم میں کانِ گوہر — فضل میں کعبہ ہے تو حلم میں کوہِ رحمت
تیری تدبیر پُر از دفترِ ہوش و فرہنگ — تیری شمشیر پُر از جوہرِ فتح و نصرت
دعوتِ صدق پہ لائے ترے ایماں تصدیق — دستِ ہمّت پہ کرے تیرے سخاوت بیعت
تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کا محبوب — تیرا حامی ہے نبی اور نبی کی عترت
عزم کو ہے ترے ہر عزم میں عزمِ بالجزم — قصد کو تیرے ہے ہر قصد میں قصدِ سبقت
قوّتِ روحِ ملائک چمنِ قدس میں ہو — ذاتِ قدسی کا ترے عطرِ قبائے عفّت
کیا اللہ نے جب تجھ سا ولیِ نعمت خلق — کیوں کہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکرِ نعمت
نُطقِ شیریں سے ترے عام حلاوت ہو اگر — ثمرِ تلخ ہو حنظل کا سبوئے شربت
شوکتِ عقربِ جرّارہ کے مانند ہے — دلِ حاسد میں خلش گر ترا رشکِ شوکت
روشِ شیشہ ہر اک سنگ ہو ریزہ ریزہ — پڑے البرز پہ گر گرز کی تیرے ضربت
سرِ کشیف وار چھپاتا ہے فلک زیرِ سپر — کیا غضب ہے تری شمشیرِ غضب کی ہیبت
آئے طوفاں جو ترے قہر کا طغیانی پر — کشتیِ نوح بھی اعدا کو ہو گردابِ صفت
وہ تری تیغ کی بُرّش ہے کہ سایہ جس کا — کر دے اک دم میں ہیولیٰ سے مفارق صورت
تیرا بدخواہ رہے حرز سے یاں تک محروم — دیں نہ تعویذ اُسے تا بہ نشانِ تُربت
آسیا وار پھرے کیوں نہ فلک گرد زمیں — تیرے توسن کے جو کاوے سے اُڑا جائے پھرت
کیا ترے فیل کے اوصاف لکھوں میں کہ وہ ہے — ابر رفتار، جبل پیکر و گردوں رفعت
اس کی خرطوم ہے گر طرّۂ لیلیٰ کی مثال — تو ہیں دندانِ صفا ساعدِ سلمیٰ کی صفت
کیا عجب گر ہو تپ و لرزۂ ہیبت سے تری — نبض کی طرح رگِ سنگ میں پیدا سُرعت
آبِ بارانِ کرم ہے ترا وہ شربتِ خضر — برسے لالے پہ تو افیوں میں نہ ہو سمیّت
عدل کے لفظ کو دیتا نہیں نقطہ کوئی — عدل سے تیرے جو موقوف ہو رسمِ رشوت

عہد میں تیرے عجب کیا سرِ داغِ دلِ شمع
شعلے میں بہ مرہمِ کافور کی ہو خاصیت

پنجۂ گربہ سرِ بچۂ موش و گنجشک
ہے حمایت سے تری دایہ کا دستِ شفقت

دورِ انصاف میں گر تیرے ہو کشتۂ سیماب
تو بلاشبہ پڑے ورثۂ مُہوس کو دیت

دیا اللہ نے وہ قلبِ مصفّا تجھ کو
اے شہنشاہِ صفا ذہن و سراپا صفوت

فردِ تفصیلِ حوائج ہے رخِ حاجت مند
عرضِ حاجت کی نہیں سامنے تیرے حاجت

عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم
کہے عارف کہ یہ کثرت ہے بظاہر وحدت

لکھے گر خامہ ترا وصفِ شمیمِ اخلاق
تو ہر اک نقطہ ہو اک نافۂ مشکِ تبّت

منتہی ہوں نہ کبھی تیرے صفاتِ نیکو
گر بیاں کیجیے تا حشر صفت بعدِ صفت

ذوق کرتا ہے دعائیہ پہ اب ختمِ سخن
کہ زباں کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت

عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں
با شکوہ و حشم و جاہ و بہ عمر و صحت

خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہو رنگِ نشاط
اور بد خواہوں کے رخسار پہ اشکِ حسرت

قصیدہ ۶

(قطعہ در تہنیتِ جشنِ نوروز)

خسروا! سن کے ترا مژدۂ جشنِ نوروز
آج ہے بلبلِ تصویر تلک زمزمہ سنج

خبرِ عیش تری دے ہے چمن کو جا کر
زرِ گل پیکِ صبا پائے نہ کیوں کر پارنج

بادۂ جوشِ جوانی کی ہے گویا اک موج
تنِ پیرانِ کہن سال پہ ہر چینِ شکنج

چند قطرے سے ہیں شبنم کے وہ بلکہ کمتر
آگے ہمت کے ترے گوہرِ شہوار کے گنج

حسنِ نیت سے ہے تو یوسفِ مصرِ بخشش
دستِ حاتم میں بجا ہے کہ جو دیں تیغ و ترنج

ششِ جہت پر جو ہے غالب ترا سر پنجۂ امن
فتنے کو اٹھنے میں جوں نرد ہے کیا کیا شش و پنج

نہ بجھے آب سے آتش نہ خس آتش سے جلے
امن ہے ایک موافق کہ مرنجان و مرنج

تیرے منصوبے کے تابع ہیں سب احکامِ نجوم
صفحۂ تقویم کا گویا ہے بساطِ شطرنج

لایا ہے معنیٔ رنگیں سے یہ لعلِ خوش رنگ
ذوق جو مدح و ثنا میں ہے ترے گوہر سنج

خسروا! ہوتا ہے اس رنگ سے معلوم یہ رنگ
رنگِ نوروز جو ہے اب کے بہ رنگِ نارنج

بزمِ رنگیں میں تری رنگِ طرب ہو ہر روز
اور تری خاطرِ اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج

قصیدہ ۷

اس قد کو کیوں کہ کہیے نہالِ چمن کی شاخ
لائے گی وہ کہاں سے ادا بانک پن کی شاخ

ہے زلف تیری سنبلِ صحنِ چمن کی شاخ
قطروں سے پر عرق کے بنی یاسمن کی شاخ

ناف اُس صبیح کی ہے کوئی نسترن کا پھول
تا ناف سیلی سینے سے ہے نسترن کی شاخ

دل باغِ عشق نخل کہ جس میں ہزار ہا
حسرت کے برگ الم کے ثمر ہیں محن کی شاخ

بے بہرہ انتفاع سے رہتے ہیں پُرجفا
ممکن نہیں کہ لائے ثمر کرگدن کی شاخ

کہتی تھی چوب دستۂ تیشہ کہ میری طرح
سوکھے گی نخلِ آرزوئے کوہ کن کی شاخ

جب سے پڑا ہے باغ میں جھولا ترے لئے
ممنون باغ میں ہے نہایت رسن کی شاخ

لچکے ہے یوں کمر تری وقتِ خرامِ ناز
جنباں ہو جوں نسیمِ چمن سے سمن کی شاخ

حیراں ہوں دیکھ خال کو ابروئے یار پر
گُل نیلوفر کا لائی ہے کیوں کر ہرن کی شاخ

ہے اک ہجومِ پارۂ دل ہر مژہ پہ یوں
لائے نکال کونپلیں جس طرح گلشن کی شاخ

مسواک نے بڑھایا ہے زاہد کا اعتبار
ہے یہ بھی اُس کے اک شجرِ مکر و فن کی شاخ

دیتی ہے سر پہ بلبلِ آتش نفس کو جا
رکھتی ہے کیا چمن ہوسِ سوختن کی شاخ

ہے نعش تیرے کشتۂ بے کس کی دشت میں
گویا کہ اک نشیمنِ زاغ و زغن کی شاخ

جز شمع استخوانِ جفا کیش زیرِ خاک
دیکھی سنی نہیں گلِ صبحِ کفن کی شاخ

نے برگ ہے، نہ غنچہ، نہ گُل ہے، نہ ہے ثمر
میں خشک طالعی سے ہوں گویا ہرن کی شاخ

ریشم کا لچھا ہاتھ میں اس کے نہیں ولا
وہ یاسمن کا سانپ ہے یہ یاسمن کی شاخ

تشبیہ کیوں کہ دوں نگرِ خوں فشاں سے میں
مرجاں کی شاخ کب ہے بھلا اس پھبن کی شاخ

باریک ہیں بتاتے ہیں جس کو تری کمر
یا کوئی موئے تن ہے دیا موئے تن کی شاخ

گل خوردہ تن مرا دم روئیدگی مو
ہے آشیانِ بلبلِ گلشن وطن کی شاخ

چھوٹے جلانے والوں سے وحشی نہ مر کے بھی
ایندھن کے کام آئے اگر ہے ہرن کی شاخ

بدخصلتوں کو کرتا ہے بالا نشیں فلک
اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ

رہتے ہیں کشمکش میں پس از مرگ پُر جفا
آخر کو زیرِ آرہ کٹی کرگدن کی شاخ



قصیدہ نمبر ۹ کے مسودے کا عکس

کہتی تھی چوبِ تیشہ مری طرح ایک دن
سوکھے گی نخلِ آرزوئے کوہ کن کی شاخ

بیمارِ چشم، دل برآ ہو نگاہ کو
شاخیں بھی گر لگائیں تو لے کر ہرن کی شاخ

تاثیرِ بے کسی سے ہو سارا درخت خشک
ڈالے جو سایہ نعش پہ اس بے کفن کی شاخ

شاخِ نبات کو نئے قُلیاں نہ منہ لگائے
ایسی مصاحبت سے لگے اس دہن کی شاخ

ہم سر ہے آج خضرِ ارم سیر سے شجر
ہم سر ہے آج یوسفِ گل پیرہن کی شاخ

ہے فیض سے وقار کہ میری نگاہ میں
جس شاخ میں ثمر ہو وہ ہے لاکھ من کی شاخ

دیوے خراشِ دل کو نہ کیوں کر وہ نازنین
رکھتی ہے خار سینکڑوں نازک بدن کی شاخ

دکھلائے باغ میں، قدِ رعنا جو اپنا تو
قمری کے حق میں دار ہو سروِ چمن کی شاخ

موذی کو سرکشی میں میسر ہوا اعتبار
نکلے ہے طولِ عمر سے مارِ کہن کی شاخ

ہوتی ہے وحشیوں کو سپر از مرگ بھی شکست
روز آزمائیوں کے لیے ہے ہرن کی شاخ

ہے سیبِ باغِ خلد کو کیا کیا نہ سرکشی
جب سے مشابہت سے لگی اس ذقن کی شاخ

ہر صید کی کمر سی گئی ٹوٹ جس گھڑی
ٹوٹی کمان دل بر ناوک فگن کی شاخ

دکھلائے اس کے سرمۂ دنبالہ دار سے
آنکھ اس کی ہم کو نرگسِ بارودِ فن کی شاخ

ابرو پہ تیکے خال ہے، کیا زاغِ شوخ چشم
سمجھا ہے اپنی شاخِ نشیمن ہرن کی شاخ

نگاہی گاڑنا تھا مجھے کوئے یار میں
ناحق یہ دوستوں نے نکالی کفن کی شاخ

لکھ ذوق اس کی مدح کہ جس کی ثنا سے ہے
سرسبز تیرے گلشنِ باغِ سخن کی شاخ

وہ کون؟ شاہِ اکبرِ ثانی کہ جس کو روز
مجرا کرے ہے جھک کے نہالِ چمن کی شاخ

اس کی دعائے حرز پڑھے جوشِ غنچہ سے
تسبیح ایک دانے کے، عقیقِ یمن کی شاخ

پہنچا ہے اس کا مژدہ صحت جو باغ میں
سجدے میں شکر کے ہے جھکی نارون کی شاخ

گرمیِ عدل اس کی اگر ہو ستم گداز
پگھلے بہ رنگِ شمع ابھی کرگدن کی شاخ

اس کے حضور میں پڑھوں وہ مطلع پُر بہار
مصرع کو جس کے دیکھ کٹے نسترن کی شاخ

تیری بہارِ فیض سے نخلِ کہن کی شاخ
سرسبز یوں ہے، جیسے کہ سروِ چمن کی شاخ

تیرے سحابِ لطف سے سیراب ہو اگر
ہم سر ہو شاخِ نخلِ ارم سے ہرن کی شاخ

شاہا! یہ تیرا دستِ سخا باغِ دہر میں
گویا کہ نکلی ہے کرمِ ذوالمننؑ کی شاخ

دکھلائے تو جو قوتِ بازو تو ٹوٹ جائے
وقتِ کشش کمانِ سپہرِ کہن کی شاخ

تیرے عصا کو اس سے میں تشبیہ کیوں کہ دوں
ہے شاخِ سدرہ ایک کنارِ کہن کی شاخ

تائیدِ تیری زور ضعیفوں کو دے اگر
ٹوٹے نہ پیل تن سے بھی نازک تن کی شاخ

بلکہ کمند مار کے ہاتھی کو کھینچ لے
خرطوم سے لپٹ کے بصورت رسن کی شاخ

کردے جو تو نہال تو لائے ابھی نکال
پرویں کا خوشہ، تاکِ سپہرِ کہن کی شاخ

منظور اگر خزانے میں ہو تجھ کو شاخِ زر
تیار ہو وہیں زرِ خور سے، کرن کی شاخ

ہاتھی کو تیرے چاہیے لکڑی تو دشت میں
خرطوم سے اکھاڑ دے وہ کرگدن کی شاخ

دانتوں کو اس کے دیکھ، ہو لرزاں بشکلِ بید
صد دیو کوہ پیکر و البرز تن کی شاخ

محمل گوں سے تیرے بڑھ نہ سکے یک قدم صبا
سو تازیانے مارے نہالِ چمن کی شاخ

ہو تیرا حفظ گر چمن آرائے باغِ دہر
...... سبز ہو نخلِ کہن کی شاخ

مل جائے سارا خاک میں صرصر کا زور شور
چھیڑے گر آشیانۂ مرغِ چمن کی شاخ

نالاں ہیں تیرے عدل سے خوں ریز اس قدر
مانندِ نے ہو گرمِ فغاں کرگدن کی شاخ

برسائے جب کہ لعل و گہر تیرا دستِ جود
محتاجِ ابر ہو نہ نہالِ چمن کی شاخ

شاداب آبِ لعلِ یمن سے ہو نخلِ گل
سیراب ہووے آب سے دُرِّ عدن کی شاخ

یاں تک ہے پاسِ شرع ترے عہد میں کہ اب
ساغر بہ کف نہ ہووے گلِ خندہ زن کی شاخ

پیدا ہو، بادہ خوار کی تعزیر کے لیے
نخلِ کدو سے تاک میں بصورت رسن کی شاخ

جب تک کہ ہووے گردنِ مینا کی طرح سے
نخلِ نشاطِ ساقیِ پیماں شکن کی شاخ

نخلِ حیات تیرا تر و تازہ ہو مدام
جوں موسمِ بہار میں نخلِ چمن کی شاخ

قصیدہ ۸۵

ہیں مرے آبلۂ دل کے تماشا گوہر | اک گہر ٹوٹے تو ہوں کتنے ہی پیدا گوہر

نظرِ خلق سے چھپ سکتے نہیں اہلِ صفا | تہِ دریا سے بھی جا ڈھونڈ نکالا گوہر

رزق تو درخورِ خواہش ہے پہنچتا سب کو | مرغ کو دانہ ملا جنس نے پایا گوہر

پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گو پاک سرشت | غرق ہے آب میں پر تر نہیں اصلا گوہر

ہے دلِ صاف کو عزلت میں بھی گردونِ غبار | گرد آلودِ یتیمی ہوا تنہا گوہر

نورِ باطن کو ہو کیا جوہرِ دانش کی شناخت | گر پرکھتا نہیں جز دیدۂ بینا گوہر

غیرتِ مایۂ نہ کم مایہ سے ہو ضبطِ ہوس | بہ گیا ژالہ، ہوا آگ کے نہ پگھلا گوہر

جوہرِ خوب کو درکار ہے آرائشِ خوب | خوب تو آب کی خوبی کرے ہے ٹھہسنا گوہر

سرکشی کرتے ہیں بے مغز نہ پُرمغز وقار | جز حبابِ آب سے سر کھینچے نہ بالا گوہر

ربط ناچیز سے کرتے ہیں کوئی پاک نہاد | ہو نہ ہم صحبتِ تارِ رگِ خارا گوہر

دل خراش اور ہے. طاقت وہ دل پہ کچھ اور | کہ نہ گوہر کبھی ہیرا ہو نہ ہیرا گوہر

فیض کو عالمِ بالا کے ہے شرطِ استعداد | قطرہ یک جا ہے طباشیر تو یک جا گوہر

صدق اور کذب پہ پرکھنے کے ہے شرطِ نظر | کور کیا جانے یہ سچا ہے کہ جھوٹا گوہر

صافِ باطن کی ہو جب قدر کہ ظاہر ہو درست | مول بھی ٹوٹ گیا، صاف جو ٹوٹا گوہر

ہوتی غربت میں اگر قدر نہ خوش جوہر کی | تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گوہر

خلشِ خارِ جنوں سے ہے پرو تا کیا کیا | ہر قدم پر قدمِ آبلہ فرسا گوہر

دلِ عاشق میں کرے کیوں کہ نہ آنسو سوراخ | اسی الماس سے جاتا ہے بیندھا گوہر

ذوقؔ موقوف کر اندازِ غزل خوانی کو
ڈھونڈھ اس بحر میں اب تو کوئی اچھا گوہر

غوطہ دریائے سخن میں ہے لگانا بہتر | آگے تقدیر سے خرمہرہ ملے یا گوہر

اخذِ مدح سے اس خسروِ دریادل کی | کر سخن قابلِ گوشِ دلِ دانا گوہر

وہ بہادر شہِ غازی کہ بہ رنگِ نیساں | روز برسائے ہے ابرِ کرم اس کا گوہر

جشن سے اُس کے ہے اک فیض کا دریا جاری
بہتے پھرتے ہیں برنگِ کفِ دریا گوہر

زیور آرا ہوں اگر صحنِ چمن میں گل و سرو
بیضۂ قمری و بلبل ہوں عجب کیا گوہر

پہنچے گر گوشِ صدف تک یہ نویدِ عشرت
اتنا بالیدہ بہ خود ہو کہ ہو مینا گوہر

کہتا ہے قطرۂ نیساں بھی کہ اس دور میں کاش
ہوتا میں دانۂ انگور، نہ ہوتا گوہر

جدولِ آب نے کثرت سے حبابوں کی بھگر
مانگ میں مثلِ بتِ خویشتن آرا گوہر

ٹوٹا ہے کشمکشِ عیش سے جو صبح کا ہار
بکھرے شبنم سے ہیں گلزار میں کیا کیا گوہر

گلِ بشگفتہ میں یہ قطرۂ باراں سے بہار
بھر دیے دُرجِ یاقوت میں گویا گوہر

موجِ گوہر میں بھی ہے طرزِ تبسم پیدا
کوئی دم میں بروشِ غنچہ ہنسے گا گوہر

رُخِ گل رنگ پہ ساقی کے عرق کا قطرہ
کیا تماشا ہے کہ بن جائے ہے مونگا گوہر

قطرۂ آب لطافت سے ہے ٹپکا پڑتا
گوشِ خوبانِ سمن بر میں مصفا گوہر

مدحِ حاضر میں کروں میں کوئی مطلع تحریر
آج ہے خامہ مرا منہ سے اگلتا گوہر

مطلعِ ثانی

آج وہ دن ہے کہ اے خسروِ والا گوہر
کوہ دے نذر تجھے لعل، تو دریا گوہر

بحر و بر میں ہیں شہا تیرے مُہیا بے شمار
سیم سے زر تلک اور لعل سے لیتا گوہر

ہو ترے فیضِ قدم سے جو زمیں گوہر خیز
ہو نصیبِ صدفِ نقشِ کفِ پا گوہر

مشتری کہتے ہیں جس کو وہ اٹھا لایا چرخ
ٹوٹ کر جو تری سمرن سے گرا تھا گوہر

صبحِ اقبال و سعادت کا ستارہ چمکا
جو ترے طرۂ دستار کا چمکا گوہر

تیرے آویزۂ سرپیچ کا اے قبلۂ خلق
صاف قندیلِ دُرِ مسجدِ اقصا گوہر

حلبِ خلق میں ہے سینہ ترا آئینہ
عدنِ علم میں ہے قلبِ مصفا گوہر

پرورش دیوے چمن کو جو ترا ابرِ کرم
موتیا میں عوضِ غنچہ ہو پیدا گوہر

ماہ کہنے کے لیے ہے نہ کہ گہنے کے لیے
تیرے گہنے کا کہوں کیا اسے زیبا گوہر

دُرفشانی سے تری اتنے گہر ہیں ارزاں
لکھتے ہیں نسخۂ مفلس میں اطبا گوہر

عکس سے نیّرِ اقبال کے، دریا میں ترے   ق   اے محیطِ کرم و جود کے، یکتا گوہر
آبِ گوہر ہو تنِ آب یہ اعجاز نما   کفِ دریا کو بنائے یدِ بیضا گوہر
کوہ کا زہرہ کرے آب تری ہیبت عدل   گر یہ سن پائے کہیں سنگ نے توڑا گوہر
طبعِ نازک پہ تری، بارِ گہر ہو جو گراں   پوستِ بیضۂ ماہی سے، ہو ہلکا گوہر
آبِ دریائے کرم سے ہو جو تیرے سیراب   ابرِ مُردہ سے برسنے لگیں کیا کیا گوہر
آج محفل میں تری، وہ گہر افشانی ہے   لگنِ شمع میں ہیں، آنسوؤں کی جا گوہر
دستِ فراش میں جاروب ہے ریشِ زرعون   فرش پہ تیلیوں میں آ الجھے جو صبا گوہر
تیرے دورانِ حفاظت میں کہاں رنج و گزند   حق میں بیمار کے تبخالہ ہے لب کا گوہر
افعیٔ زلف کے کاٹے کو ہے، جوں مُہرۂ مار   گوشِ خوباں میں نہیں تا لفِ یمن سا گوہر
سینۂ صافی کا ترے ایک ہے نقشہ دریا   دلِ روشن کا ترے، ایک نمونا گوہر
نقرۂ خنگ ترا ایسا ہے رنگِ شفاف   رو بہ رو جس کی صفائی کے ہو میلا گوہر
غرقِ دریائے جواہر میں ہے وہ کوہ گراں   گُل ہیں مہندی کی جھڑا لعل چھپا گوہر
فیل تیرا ہے، بلندی میں فلک سے افزوں   جھول میں جس کی ہیں انجم سے زیادہ گوہر
لے کے خرطوم میں جو آب ہو وہ قطرہ فشاں   دیوے جوں ابرِ بہاراں ابھی برسا گوہر
ہے ترے قطرۂ پیکاں سے، دمِ بارشِ تیر   جگرِ چاکِ عدو میں صدف آسا گوہر
تیرا نیزہ ہے وہ طائر کہ عوض دانے کے   مُہرۂ پشت سے، دشمن کے ہے چنتا گوہر
شعلۂ برقِ غضب سے ترے شاہا تیز آب   مثلِ مریخ ہو اک سُرخ ستارا گوہر
مُہرداروں میں ترے ایک ہے ناچیز عقیق   آبداروں میں ترے ایک ہے ادنیٰ گوہر
گرجے گردوں کی طرح سے وہ ہم آواز مہیب   جوہری جس کو کہ بتلائے ہے گرجا گوہر
ہو تری کلکِ کرم جب کہ شہا گوہربار   جیبِ محتاج کے، دامن میں ہو نقطا گوہر
نقطۂ قافِ قلم سے جو ہو تیرے ہم سر   قاف تک قاف کے ہو بیضۂ عنقا گوہر
سینۂ صاف سے ترے ہووے صفا ایسی عام   دلِ کافر میں بھی ہو خالِ سویدا گوہر

ہو جو روشن گہرِ عالم ترا نو بدانش
موئے چینی میں پرو یا کرے اعمیٰ گوہر

خسروا میں جو کہوں سب ترے اوصاف کو
تو سدا منہ سے مرے پھول جھڑیں یا گوہر

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختمِ سخن
تا کہ ہو سنگ سے لعل، آب سے پیدا گوہر

اب ہے پنجۂ خورشید پہ ہر روز طلا
تا گرہ میں رکھے شب عقدِ ثریا گوہر

دانۂ انجم گردوں سے پروے جب تک
رشتۂ کاہ کشاں میں شبِ یلدا گوہر

جب تلک جوشِ بہاراں سے ہوا ہے دمِ صبح
ٹانکے شبنم سے سرِ دامنِ صحرا گوہر

ہر برس جشن ترا تجھ کو مبارک ہووے
برسیں نیسانِ کرم سے ترے شاہا گوہر

دوستوں کو ہو ترے گنجِ گہر روز نصیب
ہو نہ جز اشکِ سیہ دامنِ اعدا گوہر

قصیدہ ۹

زہے نشاط اگر کیجیے اسے تحریر
عیاں ہو خامے سے تحریرِ نغمہ جائے صریر

زباں سے ذکر اگر چھیڑیے تو پیدا ہو
نفس کے تار سے آوازِ خوش ترازم و زیر

ہوا یہ باغِ جہاں میں شگفتگی کا جوش
کلیدِ قفلِ دلِ تنگ و خاطرِ دل گیر

کرے ہے وا لبِ غنچہ درِ ہزار سخن
چمن میں موجِ تبسم کی کھولے گر زنجیر

کچھ انبساطِ ہوائے چمن سے دور نہیں
جو وا ہو غنچۂ منقارِ بلبلِ تصویر

قفس میں بیٹھ کے بھی شوقِ نغمہ سنجی سے
عجب نہیں کہ ہو مرغِ چمن بلند صفیر

اثر سے بادِ بہاری کے لہلہانے میں
زمیں پہ ہمسرِ سنبل ہے موجِ نقشِ حصیر

نکل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخم فشاں
تو سبز فیضِ ہوا سے ہو وہ بہ رنگِ شعیر

زمیں پہ گرتے ہی، لے آئے دانہ برگ و ثمر
جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابرِ سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی فیلِ مست بے زنجیر

نہ خارِ دشت ہے نرمی میں خوابِ مخمل ہے
ہر ایک تارِ رگِ سنگ بھی ہے تارِ حریر

ہوا میں ہے یہ طراوت کہ دودِ گلخن بھی
برستا اٹھتا ہے آتش سے مثلِ ابرِ مطیر

یہ آیا جوش میں بارانِ رحمتِ باری
کہ سنگ سنگ میں سنگِ یدہ کی ہے تاثیر

ہر ایک خار ہے گل، ہر گل ایک ساغرِ عیش
ہر ایک دشت چمن، ہر چمن بہشت نظیر

ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب
ہر اک گہر گہرِ شب چراغِ پُر تنویر

کرے ہے صبح شکر خندہ اس مزے کے ساتھ ۔ کہ جس طرح بہم آمیختہ ہوں شکر و شیر
سنوارتی ہے جو شام اپنی زلفِ مشکیں کو ۔ سوادِ مشکِ ختن پڑ رہے لاکھ آہو گیر
نہالِ شمع سے ہر شب نچنے گُلِ شبّو ۔ بہارِ عیش میں گلچیں کی طرح سے گُل گیر
بنے چراغ تو ایسے نفیس ہیں پھول جھڑیں ۔ حیا سے رنگِ گُلِ آفتاب ہو تغییر
رہے ہے چرخ پہ ہر صبح یوں صبوحی کش ۔ بہ ایں درازیِ ریشِ آفتاب ساغر گیر
عجب نہیں ہے کہ آرائشِ زمانہ سے ۔ حنائی پنجے ہوں تاک و چنار و بید انجیر
چمن میں یاں ہے یہ درختانِ سبز پر جوبن ۔ کہ زہر کھاتے ہیں اسبزانِ خطۂ کشمیر

نہ کیوں کہ دیکھ کے گلشن کو یہ پڑھوں مطلع
کہ آئے ہے نظر اک قدرتِ خدائے قدیر

مطلعِ ثانی

ظہورِ نرگس و گُل جلوۂ سمیع و بصیر ۔ نسیم و نکہتِ گُل مظہرِ لطیف و خبیر
شمیمِ عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگیں ۔ کہ قرصِ عنبر اگر ہے زمیں تو گرد عبیر
حمل سے حوت تلک جا بجا ہیں تصویریں ۔ بنا ہے عالمِ بالا بھی عالمِ تصویر
جہاتِ ستّہ سے بزمِ جہاں ہے وسعت خواہ ۔ کہ ہے ہجومِ نشاط و سرور جمِّ غفیر
زمانہ دشمنِ عشرت کا اس قدر قاتل ۔ مہ صیام کو دیکھے نہ کوئی بے شمشیر
ہوا ہے مدرسہ یہ بزم گاہِ عیش و نشاط ۔ کہ شمس بازغہ کی جا پڑھیں ہیں بدرِ منیر
اگر پیالہ ہے صغریٰ تو ہے سبو کبریٰ ۔ نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہیں صغیر و کبیر
زمینِ میکدہ یہ خندۂ نشاط انگیز ۔ کہ لاوے مے سے ہو دیوارِ قہقہہ تعمیر
دیا ہے رنج کو دھو تیرے غسلِ صحت نے ۔ ضمیرِ خلق سے اے بادشاہِ پاک ضمیر
عجب نہیں یہ ہوا سے کہ مثلِ نبضِ صحیح ۔ کرے اگر حرکت موجِ چشمۂ تصویر
شہنشہا! ترے یمنِ شفائے کامل سے ۔ جو لا علاج مرض تھے وہ ہیں علاج پذیر
کہ چوبِ گُل کو اگر ماریں بیدِ مجنوں پر ۔ تو صورتِ بشر ہوش مند خوش تقریر
اشارہ فہم ہوا ایسا کہ وہ بیاں کرے ۔ زبانِ برگ سے گونگے کے، خواب کی تعبیر
جو میلِ کحلِ بصارت ہو کلکِ خطِ غبار ۔ تو چشمِ دائرہ عین بھی ہو چشمِ بصیر
نہ موجِ مے کو ہو جنبش نہ شیشے نے ہچکی ۔ گئی جہاں سے یہ بیماریِ فواق و زحیر

نہ برق کو تپِ لرزہ، نہ ابر کو ہو زکام — نہ آب میں ہو رطوبت، نہ خاک میں تبخیر
بدل گئی ہے حلاوت سے تلخیِ دارو — شرابِ تلخ بھی ہو مے کشوں کو شربتِ شیر
قوی ہے قوتِ تاثیر سے دوائے طبیب — غنی قبول کی دولت سے ہے دعائے فقیر

(قطعہ)

شکستِ دل کو ترے یمنِ تندرستی سے — کرے درست، اگر مومیائی تدبیر
تو مومیائے کاسۂ چینی کو چارہ سازِ قضا — نکالے کاسۂ چینی سے مثلِ موئے خمیر
کھجائے سر جو کبھی مفسدانِ سرکش کا — علاجِ خارشِ سر ہو بہ ناخنِ شمشیر
بنا ہے نقشِ شفا خانۂ ہزار شفا — ہر ایک خانۂ تعویذِ صاحبِ تکسیر
ہر ایک اسم عزیمت میں اسمِ اعظم ہے — ہر ایک نسخۂ شفا میں ہے نسخۂ اکسیر
رہا نہ کوئی گرفتارِ رنجِ عالم میں — چھٹے جو تیرے تصدق میں مجرمانِ اسیر
شہا ہے دم سے ترے زندگانیِ عالم — یہ تیرا دم ہے، وہ اعجازِ عیسوی تاثیر
مثالِ خضر تو اے رہنمائے ملت و دیں — جہاں میں پیر ہو، پر ہو کرامتوں سے پیر
تو ہے وہ حامیِ دنیا و دیں زمانے میں — کہ تجھ سے زیب ہے دنیا کو، دین کو توقیر
کیا شہانِ سلف نے مسخر ایک جہاں — کیے ہیں تو نے شہنشاہ دو جہاں تسخیر
سحر سے شام تلک زرفشاں ہے پنجۂ مہر — نثار کرتا ہے، ہر روز ایک گنجِ خطیر
فلک پہ کرتا ہے ہر شب ادا جو سجدۂ شکر — نشانِ سجدہ ہے زیبِ جبینِ ماہِ منیر

یہ روزِ بہ سے ترے ہے جواں جہانِ کہن
کہے نہ کوئی دو شنبے کو بھی جہاں میں پیر

(قطعہ)

حیات بخشِ جہاں ہے تیرا مژدۂ صحت — جو بخشے خلق کو عمرِ طویل و عیشِ کثیر
ہزاروں سال بہ صدی نکال کے دانت — نہیں اجل پہ، جوانوں کی طرح مردمِ پیر
جہاں کو یوں تری صحت کے ساتھ ہے صحت — صحیح، جیسے کہ قرآن ہو مع تفسیر
یہ وہ خوشی ہے کہ فربہ ہوا جہاں، غم روز بروز — ہلال بست و نہم کی طرح بدن کے حقیر
پڑھوں ثنا میں تری اب وہ مطلعِ روشن — کہ جس کا مطلعِ خورشید بھی ہووے نظر

مطلعِ ثالث

شہنشہا! وہ تری روشنیِ رائے منیر
عقولِ عشرہ کے انوار جس کے عشرِ عشیر

جو ہو نہ تابعِ امرِ تشاورِ فی الامر
تو عقلِ کل کو کرے تو نہ ہرگز اپنا مشیر

جو ہیں نکات و معانی بشر کی فہم سے دور
وہ تیرے ذہن میں موجود سب قلیل و کثیر

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظے میں تو یہ
نہ اپنا یاد ہے احساں، نہ اور کی تقصیر

جو ہے حیا متعلق، تری نگاہ کے ساتھ
تو ہے صفائی کی جانب تری صفا کی ضمیر

ترا تو سیئہ بھی یوں ہے داخلِ حسنات
کہ جیسے صحبتِ اصحابِ کہف میں قطمیر

کرے ہے سلبِ تغیّر کو ذاتِ حادث سے
زمانہ عدل سے تیرے یہ اعتدال پذیر

مجال کیا کہ ترے عہد میں شرر کی طرح
اٹھائیں سر کو شرارت سے سرکشانِ شریر

ہوا میں آکے جو کرتا ہے سرکشی شعلہ
تو چٹکیاں دلِ آتش میں لے ہے آتش گیر

ترے نسق سے جو بالکل رہی نہ خوں ریزی
لڑائیوں میں کہیں چھوٹتی نہیں تکبیر

جو پہنچے بت کدے میں تیرا شورِ دیں داری
بلند نالۂ ناقوس سے بھی ہو تکبیر

کیا یہ کفر کو اسلام نے ترے معدوم
کہ کوئی زلفِ بتاں پر نہ کر سکے تکفیر

جہاں میں چشمِ سیہ مستِ یار کا ہو یہ ننگ
جو مے کشوں کو ترا احتساب دے تعزیر

پڑے گلے میں رسن خطِ سرمہ سے اس کے
رہے مدام وہ گردش میں از پئے تشہیر

وہ برقِ قہرِ خدا تیری تیغِ آتش دم
کہ جس کی آنچ ترے دشمنوں کو نارِ سعیر

جو ہے خدنگ کا تیرے نشانہ چشمِ حسود
تو ہے تفنگ کا تیرے دلِ عدو نخچیر

ترے نہیب سے ہوں شکلِ فلسِ ماہی الگ
کریں نہ حلقۂ جوشن رفاقتِ شمشیر

جو تیر نکلے کماں سے تری، وہ ہو جائے
طلب میں جانِ عدو کی رواں قضا کا سفیر

ق

ترے ہے خامۂ طغرا نگار میں یہ زور — جو کھینچے اک روشِ خطِ منحنی وہ لکیر
تو اس سے ایسے ہوں اشکالِ ہندسی پیدا — مٹا دے دیکھ کے اقلیدس اپنی سب تحریر

ق

وہ روشنی ترے خط میں کہ ابنِ مقلہ اگر — لگائے آنکھوں سے سرمے کی جا تری تحریر
تو ہو یہ نورِ بصارت کہ پڑھ لے حرف بحرف — جو ہووے لوحِ جبیں پر نوشتۂ تقدیر

ق

ترا سمند ہے وہ تیز رو کہ وقتِ خرام — نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی نہ اس کا نظیر
کہ سیرگاہ وہ عالم تو راہ یک روزہ — اور اس کا شرق سے تا غرب ہو سیرگاہِ سیر
ترے جو فیل کی تعریف خسروا لکھوں — کروں حکایتِ شیریں و کوہ کن تحریر
کہ فیل کوہ، ملک تیشہ، فیل بان فرہاد — وہ دونوں ذاتِ صفا ایک جوئے شیر

ق

جلے نہ اشرفیِ آفتاب عالم میں — خطِ شعاع سے اس پر جو ہو نہ یہ تحریر
ابوظفر، شہِ والا گہر، بہادر شاہ — سراجِ دینِ نبی، سایۂ خدائے قدیر
شہِ بلند نگہ، شہریارِ والا جاہ — خدیوِ مہر کلہ، خسروِ سپہر سریر
رقم میں گر ترے انصاف کی تصور کرے — زبانِ خامۂ عطارد کی ناک میں دے تیر

زمیں ہو سبز جو تیرے سحابِ بخشش سے
تو بوٹی بوٹی سے ہر خاک کی بنے اکسیر

ق

ہو چشمِ مہر اگر تیرا نیرِ اقبال — کرے نگاہ سرِ آبِ جو و آبِ غدیر
تو فلس فلس سے ہو ماہیوں کے وقتِ شکار — نگینِ دستِ سلیماں بدستِ ماہی گیر
نہ ہے ثنا کے لیے تیری اختتام و تمام — نہ ہے دعا کے لیے تیری انتہا و اخیر
مگر یہ ذوقِ ثنا سنج و مدح خواں تیرا — غلام، پیرِ کہن سال اک فقیرِ حقیر
کرے ہے دل سے دعا یہ سوا فقیرانہ — سنا ہے جب سے کہ رحمِ خدا دعائے فقیر
الٰہی! آب پہ ہو تا زمیں، زمیں کو ثبات — زمیں پہ تا ہو فلک اور فلک کو ہو تدویر

فلک پہ چھوڑے نہ تا دامنِ مسیح حیات — زمیں پہ خضر کی تا ہو فنا نہ دامن گیر
عطا کرے تجھے عالم میں قادرِ قیوم — بہ جاہ و دولت و اقبال و عزت و توقیر
تنِ قوی و مزاجِ صحیح و عمرِ طویل — سپاہِ وافر و ملکِ وسیع و گنجِ خطیر
جہاں مسخر و عالم مطیع و خلق مطاع
فلک مؤید و اخترِ معین و بخت نصیر

قصیدہ ۱۰

ہے وہ مے داروے جاں، نافعِ اعضا و حواس
کہ دلِ مردہ ہو زندہ، تنِ بے حس حساس

قطرۂ مے سے ترقیِ حواسِ خمسہ
یوں ہو جس طرح کہ اک نقطے سے ہوں پانچ پچاس

ہووے اس روغنِ کبریت سے، مثلِ زرِ سرخ
رنگِ رخسار جو کلفت سے ہے ہم رنگِ نحاس

خشک مغزوں کو جو ہو بوے گلاب اس کی بو
نہ دماغ اتنا ہو دم لینے نہ دے فرطِ عطاس

قلبِ ماہیت اگر اس سے نہ بالکل ہو تو کیوں
قلبِ انساں میں تہوّر سے مبدل ہو ہراس

اس کی دولت سے عجب کیا دلِ مفلس ہو غنی
کہ ہے یہ شربتِ دینار علاجِ افلاس

دیوے ساقی جسے اک جام وہ دعوے سے کہے
آج جو پاس ہے میرے نہیں جمشید کے پاس

اللہ اللہ رے تری مستی و بالا دستی
مست کو قصد کہ کر تولِ گردوں سے مساس

سلسبیل آ کے اگر خلد سے ہو آبِ سبیل
کہے مے نوش کہ بجھتی ہے کوئی اس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شراب و ساقی
اور باقی تو ہے سب وہم و خیال و وسواس

زندگی چند نفَس ہے، کہو زاہد سے کہ تو
پاس کر عیش کا، کیا کرتا ہے پاسِ انفاس

بیٹھ گوشے میں، نہ تو چھوڑ کے اس جلسے کو
دیکھ، رندانِ خرابات نشیں کا اجلاس

مے نہیں، برقعِ مینا میں، مگر جلوہ فروز
اک پری، مہ لقا ہے شفقی رنگ لباس

اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرمِ نشاط
غم کو جاؤں میں نہ دے، جی کو نہ رکھ اپنے اداس

دل، جو گھر غم کا ہو، کیا اس میں ہو سرمایۂ عیش
وہ مَثَل ہے کہ کہاں، گھونسلے میں چیل کے ماس

دلِ پُر وسوسہ کی، ہوتی ہے، مے سے واشد
کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفلِ وسواس

میں، یہ کہتا ہی تھا جو دل نے مرے مجھ سے کہا
توبہ کر توبہ، نہ کر اتنی زیادہ بکواس

ایسی مردار بد افعال کا، تو نام نہ لے
حامیِ شرع ہے وہ بادشہِ پاک انفاس

شاہِ دیں دار، بہادر شہِ غازی جس نے
خانۂ توبہ و تقویٰ کو کیا محکم اساس

دور میں اس کے، ہو گر مرتکبِ مے، کوئی
کرے، ہر قطرہ کلیجے میں، خراشِ الماس

مے، اگر آبِ بقا بھی ہے تو ہے وہ زہر آب
جس کے پینے سے ہو جینے ہی سے مے خوار کو یاس

دھووے اس عہد میں گر زخم کو نے سے جراح
تو رہے حشر تلک سوزش و درد و آماس

کہتے اس آبِ شرر انگیز کو ہیں آج البشر
کہ یہ روغن ہے سرِ آتشِ شرِ خناس

تا نہ باقی رہے مے اور نہ مے میں مستی
توڑنا سنگِ نمک سے ہے وہ شیشے کا گلاس

احتساب اس کا جو وے سنگ پہ شیشے کو پٹک
تو صدا ہو نہ بلند اس سے پہ جز حمد و سپاس

مدح حاضر میں پڑھوں اس کے میں کوئی مطلع
کہ سخن فہم و سخن رس کا ہے وہ قدر شناس

مطلعِ ثانی

نطقِ شیریں وہ ترا شہد کہ ہر درد کو راس — شان میں جس کی شہا "فیہ شفاءٌ للناس"
ہندوِ زلف کے ہے پاس سدا مصحفِ رخ — عہد میں تیرے ہے کافر کو بھی اسلام کا پاس
مومیائی ہو حمایت تری اس کے حق میں — سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر آس
ہوئی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آوے — بل بے ہمت، ترے نزدیک یہ پتھر وہ گھاس
چمن دہر میں نرگس بھی تری بخشش سے — رکھتی اک کاسۂ زریں ہے اور اک سیمیں طاس
کیا عجب فیض سے گر ابرِ کرم کے تیرے — بیدِ مجنوں میں ہو پیدا ثمرِ سیب و گلاس
تیری شمشیر کے آگے نہیں رکھتی ہرگز — مغربی تیغ مہِ نو کی شہا رتبۂ داس
فیضِ تعلیم سے تیرے ہو جو منکر انسان — احمق الناس اسے جانیے بلکہ نسناس
لوحِ تقدیر کے لکھے کو پڑھے حرف بحرف — تربیت سے تری اُمی بھی ہو جو یہ حرف شناس
یوں ترا حاسدِ پر عیب ہے عالم میں حقیر — اسپِ بدفال کوئی جیسے میانِ نخاس
دیکھے آہو کو جو ضیغم تو وہیں عدل ترا — ڈھانک دے آنکھوں کو اس کی بروشِ گاوِ خراس
زہے خورشید کے طالع کہ شعاعِ خورشید — دمِ تزئیں ترے گھوڑے پہ لگے جائے قطاس
ایسا چالاک کہ اس طرح سے اُڑ جاتا ہے — جس طرح عاشقِ دل باختہ کے ہوش و حواس
پہنچے اس رخشِ فلک سیر زمیں پیما کو — نہ منجم کا خیال اور نہ مہندس کا قیاس

ترا ہاتھی ہے فلک، کاہ کشاں ہے خرطوم
کان دونوں مہ و خور، دُم ہی ذنب ہی سری راس

ذنب و راس وہ جن سے ہوں سیہ بخت عدو
ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہوں روشن انفاس

رنگ ہاتھی کا سیہ اور ہیں دانت اس کے سفید
کہتا ہے دیکھ کے یہ ظلمت و نور اپنا قیاس

طرز صنعت سے لپیٹا ہے شب یلدا نے
صفحۂ صبح منوّر کو مثال قرطاس

ختم کرتا ہے سخن ذوقؔ دعا پر اس طرح
تا ہوں دریا میں گہر، کان میں پیدا الماس

توشہ بحر و برائے شاہ سکندر فر ہو
دے خدا عمر خضر تجھ کو حیات الیاس

عید ہر سال ہو فرخ تجھے با عیش و نشاط
تو ہمیشہ رہے خوش اور ترا بد خواہ اُداس

قصیدہ ۱۱

(میاں ذوق در مبارک بادی عید)

شاہا ترے حضور میں خواہان صد شرف
گر عید یک طرف ہے تو نوروز یک طرف

یک سو کرے ہے تہنیت آغاز مشتری
یک سو ہے زہرہ نغمہ سرا لے کے چنگ و دف

فتنے کو امن کہتا ہے تیرا کہ "لا تقم"
عالم کو حفظ کہتا ہے تیرا کہ "لا تخف"

نیسان جود تیرا اگر ہو گہر فشاں
ہو قدر دُرّ بیش بہا کم تر از خزف

تیرا دل صفا، دم ایقان و معرفت
آگاہ رمز "لو کشف" و سرّ "من عرف"

تو باعث تفاخر شاہان روزگار
تو وجہ اعتبار سلاطین با سلف

یہ ذوقؔ کی دعا ہے اجابت قریں شہا
اس ساعت خجستہ میں ہے تیر بر ہدف

جب تک ہمیشہ عید کے دن عید گاہ میں
بہر نماز عید مسلماں ہوں صف بصف

اور جب تک آفتاب بھی نوروز کو پھر آئے
طے کر کے سب بروج سوئے خانہ شرف

نوروز و عید دونوں ہوں فرخ تجھے مدام
باحرمت نبی و بہ حق شہ نجف

قصیدہ ۱۲۵

ایک خورشید لقا، طرفہ جوانِ ازشق
تابِ رُخسارِ فلک سُرخیِ رُخسارِ شفق

وہ جبیں ماہ جبیں اُس پہ خطِ چینِ جبیں
تھی وہ انگشتِ نبی جس نے کیا ماہ کو شق

کرے دو ٹکڑے جگر کھینچ کے ابرو تلوار
باندھ کر پیچ لے دل زُلفِ مُسلسل کی دبق

تیر انداز جو مژگاں تو ادا دشنہ گداز
چشمِ ابلق، تو نگہ تُرک سوارِ ابلق

غمزہ و ناز و کرشمہ وہ بلا غارت گر
کہ نہ چھوڑیں تنِ عُشّاق میں جاں ایک رمق

سرو قامت، سمن اندام، گُلستاں رُخسار
ہونٹ گُل برگ، دہن غنچہ و بینی زنبق

سرو قامت سے اگر اُس کے ہو طوبیٰ سرکش
راست ہاں راست ہے یہ کُل طویلِ احمق

شکر آمیختہ بادام، مُقشّر دنداں
سیبِ فردوس زنخداں، لبِ خنداں فستق

کھُلتا اُس کے دہنِ تنگ کا ایسا مُشکل
جیسے دشوار ہو مفہوم کلامِ مُغلق

مُصحفِ روئے کتابی کو جو دیکھو اُس کے
تو کہیں صورتِ اخلاص نہ پاؤ مُطلق

لوحِ رنگیں سے، نہ زیبا ہو بیاضِ گردن
تاکہ ہو سرخیِ شنجرف نہ خونِ ناحق

دست و بازو و بر و دوش عجب صبحِ بہار
پنجہ، وہ پنجۂ خورشید و حنا رنگِ شفق

سینہ تا ناف صفا آبِ گہر کا دریا
ناف اک عکسِ ذقن اس میں بجائے زورق

نازک ایسی کمر اس کی کہ سمجھنا مُشکل
جس طرح شعرِ خیالی میں ہوں معنی ادق

ہے گراں اس پہ نزاکت سے وہ نہ باندھے ہرگز
گر ہو تارِ نظرِ دیدۂ عنقا منطق

اس کا زانو وہ مُصفّا کہ اگر دیکھے اُسے
آئنہ آبِ خجالت میں رہے مستغرق

کیا کہوں ساقِ بلوریں کی صفائی اس کی
شمع گر دیکھے اُسے شرم سے آجائے عرق

قد جو گلبن تو وہ پاؤں کے حنائی ناخن
نیچے گلبن کے پڑے بکھرے ہوئے گُل کے ورق

آ کے بالیں پہ وہ طنّاز سراپا انداز
مجھ سے یہ کہنے لگا کیوں ہے تو غمگیں ناحق

خروۂ عید سے ہے گلشنِ عالم میں بہار
نغمۂ عیش سے ہے بزمِ جہاں میں رونق

دوش پر سروِ لبِ جو کے ہے اک سبز قبا
بر میں لالے کے بھی گلشن میں ہے گُلگوں ملبق

جوشِ سبزہ سے ہے وہ فرش سرِ صحنِ چمن
لوئی مخمل اسے کہتا ہے کوئی استبرق

باغِ عالم میں ہے یہ جوشِ بہارِ عشرت
ٹپکے ہے نخل سے مستی میں ہمیشہ راوق

تو بھی کر تہنیتِ عید کا اس کی، ساماں   کہ وہ ہے خسروِ دیں، حامیِ دینِ برحق
وہ بہادر شہِ غازی کہ دمِ معرکہ ہوں   اس کے تیروں کے ہدف اس کے عُدو کے حدق
مدح اس کی ہے مناسب تجھے بلکہ انسب   یعنی توصیف کے لائق ہے وہ بلکہ الیق

سن کے یہ میں نے لکھا مدح میں اس کی مطلع
جس پہ احسنت کہیں مجھ کو لبید و عمق

مطلع ثانی

تو ہے وہ نائبِ ختمِ رُسل اے سایۂ حق
کہ ترے سایے میں ہے گلشنِ دیں کو رونق

مطلع ثالث

ابرِ رحمت کا ہے سایہ ترا اے سایۂ حق   کیوں کہ سایے میں ترے ہو نہ جہاں کو رونق
کس کا مقدور کہ سرتاب ترے حکم سے ہو   جو ترا امر ہے 'الحق' جو کہے تو 'صدق'
ذکرِ حق سے کوئی خالی نہیں، تیرا ہے وہ دور   کرتا مینخانے میں ہے شیشۂ مے بھی حق حق
گر کرے نشو و نما نامیۂ فیض ترا   گُل جو ہو شمع سے پیدا تو گلاب و زنبق
حرفِ ہیبت کا تری کوئی زباں پر آیا   ہو گئی وقتِ کتابت جو زباں خامے کی شق
نطقِ شیریں سے ترے ہووے حلاوت گر عام   کام میں خلق کے بُورا ہو بجائے بورق
ناتوانوں کو جو دے زورِ حمایت تیری   مارے لات اُڑ کے سرِ پیلِ دماں بچۂ بق
کہتے ہیں برقِ جہاں جس کو وہ ہے ایک ادنیٰ   توپ خانے میں ترے توپ پہ زریں بیرق
کوتہی جس پہ کرے کاہ کشاں کی بھی کمند   وہ تری ہمتِ عالی کا ہے عالی جوسق
قطرہ افشاں ہو اگر تیرا سحابِ ہمت   بوئے اکسیر کی پیدا ہو بجائے سُرق
کرتا ادنیٰ کو جو اعلیٰ نہ ترا منصوبہ   پاتا شطرنج میں فرزیں کا نہ رتبہ بیدق

کرتا اک جست میں ہے ماہیِ گردوں کو شکار
طائرِ تیر ہوائی ترا مثلِ لق لق

قطعہ

اے شہِ دادگر! اے خسروِ انصاف پرست!
اللہ اللہ رے عدالت کا تری نظم و نسق

اتنا عالم میں حذر خوں سے ہے خوں خواروں کو
خونِ فاسد کو بھی ہر گز نہ کرے نوش علق

پرتو افگن ہو اگر روشنیِ طبع تری
برق آئینہ ہو اور سنگِ سیہ ہو ابرق

مشتری بھی ترے شطرنج کا ہے اک مہرہ
آفتاب ایک ترے گنجفے کا گر ہے ورق

قطعہ

ابر ہے گرچہ مثالِ نمدِ نم دیدہ
گر تری برقِ غضب جھاڑ دے اس پر چق مق

تو شتابے سے بھی جل اٹھے زیادہ وہ شتاب
آگ لگ جانے میں دیر اس کے نہ ہووے مطلق

تیرے توسن میں وہ جلدی کہ اگر چھیڑ دے تو
یوں وہ اڑ جائے کہ جیسے سرِ آتش زیبق

قطعہ

شمس کو پہنچے تری رائے سے یوں شرق میں نور
تو ہو مغرب میں گر اسے پرتوِ نورِ مطلق

جس طرح روشنیِ قلب سے اہلِ اشراق
عرصۂ دور سے شاگرد کو دیتے ہیں سبق

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر اس طرح
تاکہ ہوں ارض و سما دونوں طبق زیرِ طبق

ہووے ہر سال مبارک تجھے عیدِ رمضاں
اور دشمن کو رہے تیرے سدا رنج و قلق

قصیدہ ۱۳۵

ہے آج جو یوں خوش نما نورِ سحر رنگِ شفق
پرتو ہے، کس خورشید کا نورِ سحر رنگِ شفق

یہ جوشِ نسرین و سمن، یہ لالہ و گل کا چمن
گلشن میں گویا چھا گیا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر سرو قد غنچہ دہن، زیبِ چمن شانِ چمن
ہر سیم بر گلگوں قبا نورِ سحر رنگِ شفق

افشاں جبیں پر، سر بسر مہتاب و انجم جلوہ گر
اور گورے ہاتھوں میں حنا نورِ سحر رنگِ شفق

لب پر تبسم ہے کہ ہے، جوشِ بہار و موجِ گل
دندانِ پاں خوردہ ہیں یا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر مجمعِ پیر و جواں اک طرفہ مشرق ہے کہ واں
روشن دل و رنگیں ادا نورِ سحر رنگِ شفق

جامِ بلوریں میں ہے یوں عکسِ شرابِ لالہ گوں
ہو جیسے کیفیت فزا نورِ سحر رنگِ شفق

حسنِ گلِ مہتاب نے، جوشِ گلِ سیراب نے
کیا باغ میں چمکا دیا نورِ سحر رنگِ شفق

دیکھے چمن میں برگِ گل آلودہ شبنم سے جو گل
خجلت سے پانی ہو گیا، نورِ سحر رنگِ شفق

ہے شوق کو بالیدگی، ہے ربط کو چسپیدگی
کس رنگ ہوں مل کر جدا نورِ سحر رنگِ شفق

ساقی مئے عشرت سے بھر ساغر کہ ہے اس رنگ پہ
آب و ہوا جائے فضا نورِ سحر رنگِ شفق

جشنِ بہادر شاہ ہے، روزِ علوئے جاہ ہے
ہے اس لیے بہجت فزا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ خسرو روشن گہر جس کو خجل ہوں دیکھ کر
ماہ و ثریا و سہا، نورِ سحر رنگِ شفق

اک صاف مطلع میں لکھوں اور وہ ثنا سی رنگ دوں
ہو دیکھ کر غرقِ حیا نورِ سحر رنگِ شفق

مطلعِ ثانی

روکش ہو نہ کیوں رُخ سے کیا نورِ سحر رنگِ شفق
ذرّہ ہے تیرے فیض کا نورِ سحر رنگِ شفق

اے آفتابِ عزّ و شاں تیری جبیں سے ہے عیاں
نورِ مقیں رنگِ حیا، نورِ سحر رنگِ شفق

روشن بیانی سے تری رنگیں کلامی سے تری
شرمندہ ہوتا ہے سدا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ سیم گوں ایواں ترا وہ سائباں رنگیں کھنچا
لیں وام اب جس سے صفا نورِ سحر رنگِ شفق

فانوسِ شیشہ لعل گوں روشن تری محفل میں یوں
گویا کہ شیشے میں بھرا نورِ سحر رنگِ شفق

انصاف نے تیرے شہا سیماب و آتش کو کیا
یوں جمع جیسے ایک جا نورِ سحر رنگِ شفق

تیری اماں و حفظ سے ہو جائے حق میں شمع کے
نارِ خلیل آبِ بقا، نورِ سحر رنگِ شفق

خورشید تجھ سے فیض کو پہنچے تو مشرق میں نہ ہو
ہر ذرّہ و لعلِ بے بہا نورِ سحر رنگِ شفق

جس پر کہ تو ہووے غضب ہو اس کے حق میں کیا عجب
سیلِ فنا برقِ بلا، نورِ سحر رنگِ شفق

شمشیر کی تیری چمک خونِ عدو سے یک بیک
دکھلائے ہے روزِ وغا نورِ سحر رنگِ شفق

پیکانِ تیر الالہ گوں منہ سرخ سوفاروں کے یوں
گویا لگا کر پر اڑا نورِ سحر رنگِ شفق

جلوہ ہے تیری مہر کا شعلہ ہے تیرے قہر کا
ہے جس کو عالم جانتا نورِ سحر رنگِ شفق

اسپِ حنا بستہ ترا وہ نقرہ خنگِ بادپا
غیرت سے جس کی اڑ گیا نورِ سحر رنگِ شفق

اب ذوق کی ہے یہ دعا جب تک رہے شاہنشہا
خورشید و مہ، ارض و سما، نورِ سحر رنگِ شفق

جب تک لباسِ دہر کو صابون اور شنجرف ہو
زینت دہِ صبح و مسا نورِ سحر رنگِ شفق

جشنِ فرخ ہو تجھے اس طرح آب و تاب سے
ہوں تیرے محتاجِ ضیا نورِ سحر رنگِ شفق

دشمن کا تیرے منہ ہو فق اور خوں بہے دل ہو کے شق
دیکھے نہ وہ اس کے سوا نورِ سحر رنگِ شفق

قصیدہ ۱۴

طرب افزا ہے وہ نوعصفر کا نارنجی رنگ — دیکھ کر بھاگے جسے رنج ہزاروں فرسنگ
مل بنے بالیدگیِ عیش کہ برگِ گل پر — قطرۂ شبنم کا ہے مینائے شرابِ گل رنگ
واہ کیا گلشنِ آفاق میں ہے جوشِ بہار — چہچہے کرنے لگے بلبلِ تصویرِ فرنگ
کلکِ نقاشیِ قدرت سے گلستاں میں ہے آج — تختۂ لالہ و گل صفحۂ نقشِ ارژنگ
خسروا! تو نے کیا آج وہ جشنِ نوروز — دیکھ کر جس کے تجمل کو ہو جمشید بھی دنگ
ہے تری بزمِ طرب میں یہ رسمِ نوروز — صورتِ بیضۂ رنگیں فلکِ مینا رنگ
مشک افشاں ہو جہاں میں جو تری نکہتِ خلق — نافۂ آہوئے ختن سے نہ ہو کم داغِ پلنگ

بلکہ ہو جوشِ بہارانِ کرم سے تیرے
کیا عجب شاخ میں آہو کی گُلِ رنگارنگ

تیرے انصاف سے ہے بزمِ جہاں میں شاہا!
شمع گل گیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ

ہو اگر شعلہ فشاں تیری ذرا آتشِ قہر
تو سمندر رہے پانی میں بجائے نہنگ

ق

زیرِ راں تیرے ہے، وہ توسنِ چالاک کہ تو
چھیڑ دے ایک ذرا اُس کو جو وقتِ صفِ جنگ

یوں کرے جست کہ جیسے سرِ میدانِ نبرد
منہ سے اُڑ جائے حریفوں کے ترے خوف سے رنگ

رکھتی سرعت ہے، تپ لرزۂ ہیبت سے تری
نبضِ محموم کی مانند جبل میں رگِ سنگ

مرغِ دل کو ترے دشمن کے، قفس ہے سینہ
اور جگہ چوبِ قفس کے، ہے ترا تیرِ خدنگ

ہووے حاسد کو، نہ آزار حسد سے صحت
تا کہ دارو نہ پیالے میں بھرے تیری تفنگ

مفسد و حاسد و غمّاز و عدو ہے سرکش
زیرِ شمشیرِ غضب تیرے ہوں چاروں چورنگ

آ نہیں سکتے بیاں میں ترے اوصاف تمام
ہوتا ہے قافیہ سنجوں کا، یہاں قافیہ تنگ

کرتا اس رنگ سے ہے ختمِ سخن دے کے دعا
ذوقؔ جو ہے ترا مدّاح، مُحبِ یک رنگ

گلشنِ دہر میں، ہر سال مُبارک تجھ کو
جشنِ نوروز بہ ہر رنگ بہ تاج و اورنگ

اور ترے حاسدِ بدبیں کو دکھائیں لاکھوں
خسروا! روز نئے رنگ فلک کے نیرنگ

قصیدہ ۱۵

جب ثنا ساقیِ فرخ رخ و خورشید جمال
مرحبا مطرب بارونق فنِ زہرہ خصال

بارک اللہ کہ دُرافشاں ہے تو لائے ابر بہار
خیر مقدم کہ خراماں ہے تو لائے بادِ شمال

فقد الحمد لبالب ہے مئے عیش سے جام
شکر اللہ زرِ گل سے ہے چمن مالا مال

جوشِ روئیدگیِ سبزہ سے ہو جائے گا سبز
گل زمینِ چمنِ حسن میں تا دانۂ خال

شررِ تیشۂ فرہاد سے پیدا ہوئے گل
ل ہے جوشِ گلِ خود رو سے دامانِ جبال

جوشِ فوارہ ہے واں کثرتِ تارِ بارش
سرِ مجنوں کے تھے آلودہ جہاں گرد کیال

کیا عجب رحمتِ باری سو کہ وقتِ باراں
بر مُردہ سے بھی ہو قطرہ فشاں آبِ زلال

معجزہ بادہے مانند عصائے موسیٰ
شجرِ خشک بھی ہو جائے تر و تازہ نہال

ذوقِ مستی سے ہے طاؤس چمن میں رقاص
شوقِ آہنگ سے ہے سرو پہ قمری قوال

شورِ بلبل بھی یہ رکھتا ہے نمک آج کہ گل
بن گیا کثرتِ شبنم سے نمک داں کی مثال

دیتی ہے طاقتِ پرواز یہ کیفیتِ مے
اس ہوا میں ہے بطِ مے کہ اڑوں بے پر و بال

ہے یہ وہ دور کہ ہر صوفی صافی مشرب
رقصِ مستاں میں رہے وجد کناں شاملِ حال

بے دموں کو ہو جو نے چارہ گر عیسیٰ دم
شمعِ مردہ کی رگِ تار سے کھولیں قیفال

پتلیاں ناچتی ہیں چشم کے گھر میں بے ساز
جنبشِ دستِ مژہ دے ہے اس انداز سے تال

اللہ اللہ رے، سر سبزیِ گلزارِ جہاں
آج یک رنگ ہے نیرنگِ روشِ خضر و بلال

ہوں قلم ہاتھ اگر کوئی لکھے، خطِ غبار
صفحۂ دہر پہ کیا ذخل کہ ہو گردِ ملال

روزِ جشن آج ہے اس کا کہ جسے کہتی ہے خلق
نائبِ ختمِ رسل، ظلِ خدائے متعال

وہ بہادر شہِ غازی کہ اگر تیغ اس کی
اپنی دکھلائے چمک چرخ پہ کٹ جائے ہلال

وہ نکو خو و نکو رو و خجستہ منظر
وہ بلند اختر و فرخ روش و فرخ فال

وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان
وہ سلیماں و حشم موسیٰ کف صالح اعمال

چمنِ خلق و نسیمِ کرم و ابرِ سخا
چشمۂ فضل و نہر کانِ عطا، بحرِ نوال

آسماں جاہ و عطارد قلم و مہرِ علم
مشتری دانش و مہ بینش و مریخ جلال

خسرو جم حشم و داورِ کسریٰ انصاف
شاہِ دارا دل و سلطانِ سکندر اقبال

مدحِ حاضر میں پڑھوں اُس کی وہ مطلع جس سے ہم سری کی نہ رکھے مطلعِ خورشید مجال

(مطلعِ ثانی)

ہو تری ایک نظرِ فیض سے ناقص کو کمال مہ ہے گر ہے کامل ہو دو ہفتے میں ہلال
نیرِ جاہ ترا وہ جسے تا دورِ فلک نہ کسوف و نہ غروب و نہ ہبوط و نہ زوال
آگے بخشش کی ترے خرمنِ دُر یک دانہ آگے ہمت کے تری کوہِ طلا ایک مثقال
ہووے جوں چادرِ مہتاب گلیمِ شبِ تار رُخِ پُر نور جو تو پونچھ کے جھاڑے رومال
جام سے قطرہ جو ٹپکا تو معلق ہی رہا دستگیری نے لیا تیری جو گرتوں کو سنبھال
گر ترے قہر کی گرمی تپِ محرِق بن جائے لبِ دریا پہ حبابوں کی جگہ ہوں تبخال
قوتِ ماسکہ ممسک کے قوا سے گُم ہو فیضِ جاری سے ترے بخل کو یاں تک ہو زوال
حکمت آموز ترا علم جہاں ہو تو وہاں نہ ارسطو کو ہو طاقت نہ فلاطوں کو مجال
ہو تری عقل سے عاجز دمِ بحثِ معقول
اک مقولے میں فقط فعل کے عقلِ فعّال

قطعہ

دم ہے کیا بادِ صبا میں کہ دمِ سیرِ جہاں تیرے گلگونِ سبک سیر کے جاوے دُنبال
یوں ہی دو چار قدم خاک اُڑا کر رہ جائے اور پہنچ جائے کہیں سے وہ کہیں مثلِ خیال
ہے وہ ہیکل میں اگر دیو تو صورت میں پری ہے اُڑان اس میں ملک کی تو بشر کے سے خصال
جلد اتنا کہ جہاں عرصۂ جولاں اس کا عہدِ مستقبل و ماضی کا وہاں ہے اک حال
زیبِ تن اس کے جو مہندی کا ہے ہر گُل تصویر پھرتا کاوے میں ہے وہ صورتِ فانوسِ خیال
اُس فلک سیر کو جولاں جو کرے تو تو یہ ڈر
مزرعِ سبزِ فلک ہو نہ مبادا پامال

قطعہ

تیکہ ہاتھی کی بلندی کی طرف کی جو نگاہ
سر پہ اندیشے نے لی ہاتھ سے دستار سنبھال

کہکشاں کو وہ فلک پر کہ زمیں پر پھینکے
نیشکر راہ میں مانگیں اگر اس سے اطفال

جیسے ماتھے پہ بزرگوں کے ہو سجدے کا نشاں
اس کی مستک پہ شہا جلوہ نمایوں ہے ڈھال

ہے جو اس فیل کی خرطوم سرافیل کا صور
آئے اعدا پہ قیامت سرِ میدانِ قتال

اُس کے دانت ان کے لیے ہیں روشِ تیرِ شہاب
ہے جن اعدا کو سرِ اوجِ شیاطیں کے مثال

قطعہ

آب داری میں تری تیغ کی ہے برق کی موج
کیا تماشا ہے کہ ہے آب پہ آتش سیال

تیری شمشیر کو ہے خونِ عدو روز مباح
یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مردار حلال

طائرِ روحِ عدو کے لیے صیادِ اجل
سبزۂ تیغ میں جو ہے سے لگا رکھتا ہے جال

طاقتِ دم زدن اس دور میں ہو کس کو بھی
دیکھ کر تیرا نسق اے شہِ فرخندہ خصال

پر ترا ذکر جو آتا ہے زباں پر تو نفس
لب پہ آ جائے ہے سینے سے پئے استقبال

ہو قوی دست اگر زورِ حمایت سے تری
شیر سے پنجہ کرے پنجۂ مژگانِ غزال

تقویت دیوے اگر پاسِ حفاظت تیرا
شعلۂ شمع کو صرصر سے نہ ہو اضمحلال

ہے ترے عہد میں فتنے سے زمانہ خالی
فیلسوف ہے جیحوں کی خلا کہتا محال

قطعہ

آتش و آب بہم ہیں یہ ربط ترے عدل سے ہے
دیوے ہیزم کو جلا کر کوئی پانی میں جو ڈال

کاکل موجِ دخاں کے لیے اس کے دریا
لے اتر آب سے شانہ پہ ماہی کا نکال

نحسِ ہر جملۂ عشرت ہے ترا جشنِ سعید
مبتدا جس کا شہا غرّۂ ماہِ شوال

ہوتی ہے غنچے توصیف کے تیری ثنا
روشِ غنچہ تصور ہے زباں منہ میں لال

پس دعا ہی پہ فقط ختم سخن کرتا ہے   یہ جو ہے ذوقؔ ثنا خواں ترا اور مدح سگال

جشنِ ہر سال ترا ہووے مبارک تجھ کو
رہے جب تک کہ زمانے میں حساب و سال

قصیدہ ۱۶

لائے نیرنگ سے ہے رنگ نئے چرخِ مُحیل   واہ بگڑا ہے کچھ اس خُم میں عجب رنگ کے نیل
ڈر زمانے سے، وہ عیار ہے یہ ہوش ربا   لاکھ بیہوشیوں سے جس کی بھری ہے زنبیل
ہے توکّل کا احاطہ، وہ عزیمت کا حصار   کہ بہ جز حفظِ خدا جس کی نہ خندق نہ فصیل
گم ہوں ظاہر کی خرابی سے صفاتِ اصلی   زنگ دیتا ہے چھپا جوہرِ شمشیرِ اصیل
بیشِ دشمن نہ گزند حق سے، نہیں سانچ کو آنچ   بلکہ ہے آتشِ نمرود، گلستانِ خلیل
ہوتے سیرت سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز   ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز کی چیل
نہیں، بے قیدِ علائق کسی عالم میں بزرگ   رسم تحریر میں بھی چھوٹے نہ زنجیر سے فیل
ہے تہِ خاک بھی قارون کو سفرِ حشر تلک   نہیں تا تحتِ ثریٰ منزلِ آرام بخیل
عید یک روز جہاں میں، رمضاں ہر یک ماہ   بعد ہے کثرتِ تکلیف کے یاں عیش قلیل
کشتِ سبزِ فلکِ دوں سے نہ رکھ چشمِ ثمر   خوشۂ فیض سے بے بہرہ ہے یہ مزرعِ نیل
قابل انسان کی صحبت کے ہے انساں نہ ملک   بن گیا پیشِ نبی صورتِ دحیہ جبریل
جتنا خورشید تپے اتنی ہی بارش ہو سوا   ہووے کیوں کر تپشِ عشق نہ رحمت کی دلیل
عشق کھچوائے ہے اک نازِ جفاکش سے بہ نعل   بارِ صد کوہِ الم، بے عملِ جرِّ ثقیل
لگے نہ چرخ کو گر نالۂ عاشق کی ہوا   دم میں اجزائے دُخانی کی طرح ہوں تحلیل
شمعِ کشتہ کے لیے ہے دمِ عیسیٰ آتش   سوزشِ عشق سے زندہ ہوں محبت کے قتیل
معتبر ہے کہ کرے نالۂ دل دردِ اظہار   نالہ ہے دل کی زباں، دل ہے موکّل یہ وکیل
دل کے ہے ایک ورق میں وہ حقیقت ساری   جس کا اجمال قضا اور قدر ہے تفصیل

جی میں ہے اور پڑھوں میں کوئی مطلع ایسا
مخزنِ گوہرِ معنی سے ہو جس کو تاویل

مطلعِ ثانی

کنجِ حیرت میں کروں علمِ خموشی تحصیل
یہ عجب مدرسہ ہے جس میں نہ ہو قال نہ قیل

درس توحید سے لوں ایک شفا کا نسخہ
بحث میں علّت و معلول کی ہے عقل علیل

جلوہ افروزی یک بدرِ دجیٰ ہے اس کو
شمعِ فانوس سمجھ خواہ چراغِ قندیل

فکرِ بیہودہ میں کس واسطے ہے تو پابند
کچھ نکال اپنے لیے ذوق نکلنے کی سبیل

خوابِ غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پیری
نہیں مہتاب، یہ ہے روشنیِ صبحِ رحیل

عرصۂ عمر ہے وہ تار کھنچا اور ٹوٹا
کچھ اگر وقت ہے تمکین کی طرف کر ہو نہ ڈھیل

وہی منزل ہے جہاں ٹھہرے کہ حیاتِ گذراں
کہ یہ ہے راہِ فنا کوئی نہ فرسنگ ہے نہ میل

مشقِ اندوہ سے اک روز نہیں تو بے کار
تیرے ہفتے میں نہیں کوئی بھی روزِ تعطیل

غمِ عصیاں ہے تو ہے رحمتِ غفار وسیع
فکرِ روزی ہے تو ہے رزق کا رزاق کفیل

ہے تمنائے زر و مال تو سب جائے گا چھوٹ
چھوڑ جانے کو تو کافی ہے فقط ذکرِ جمیل

پھر بہارِ چمنِ عمر میں دلگیر ہے کیوں
سیر کر سیر کہ ہے فرصتِ گلگشت قلیل

مژدہ عید ہے، دیکھ تو کیا رنگِ چمن
گل کی رنگیں ہے قبا، غنچے کی رنگیں مندیل

ہوئے آراستہ ہیں آج بدل کر پوشاک
فصل سے باغ تلک، باغ سے لے تا بہ نخیل

نظر آتا ہے برنگِ لبِ ساغر جو ہلال
ٹپکا پڑتا ہے لبِ بست سے شوقِ تقبیل

گاہ مے خم میں ہے گہ شیشے میں کیا کیا ہے سیر
روح کرتی ہے کسی مست کی قالب تبدیل

تہنیت خواں ہو تو آج اس شہِ دریادل کا
جس کے نزدیک ہیں اک قطرے سے کم قلزم و نیل

وہ بہادر شہِ والا نسب و پاک گہر
خسروِ چرخ سریر و شہِ خورشید اکلیل

ماہِ نو چشمِ زدن میں مہِ کامل ہو جائے
نظرِ مہر میں اس کی ہے وہ نورِ تکمیل

نورِ معنی ہے بہ ہر شکل نتیجہ اس کا
اللہ اللہ رے ترے شکلِ شہنشاہِ شکیل

مدحِ حاضر میں، پڑھوں مطلعِ روشن ایسا
مطلعِ شمس کو بھی جس کی ہو واجب تبجیل

مطلعِ ثالث

بہ شاہانِ سلف رکھتا ہے تو یوں تفضیل
جیسے قرآں پہ توریت و زبور و انجیل

تو ہے اس طرح سے عزت دہِ اولادِ قمر
جیسے موسیٰ شرف افزائے بنی اسرائیل

نور افزائے بصارت ہو اگر تیرا جمال
آئیں آنکھوں سے نظر معنیِ "اللہ جمیل"

روئے نیکو پہ ہے مائل تری خوئے نیکو
کہوں کیوں کر نہ کہ "الحسن الی الحسن یمیل"

ہے جو انسان کے قالب میں ترا نورِ ظہور
برجِ خاکی میں ہے خورشیدِ فلک کی تحویل

دانش آموز ہو گر تربیتِ عام تری
بیدِ مجنوں کو بنا دے ابھی انسانِ عقیل

جوہرِ تیغِ اجل، ایک ترے حکم کی نقل
تیرِ حکمی قضا، حکم کی تیرے تعمیل

عہد میں تیرے جو ہو راہِ تعدی مسدود
کھلے فعلِ متعدی سے نہ بابِ تفعیل

تشنۂ ذوقِ حلاوت ہوں نہ کیوں کر لب
تیری شیریں سخنی ہے انھیں شربت کی سبیل

نکتہ چینوں کے لیے، نکتۂ برجستہ ترا
قابضِ طبعِ رواں ہے، روشِ دانۂ ہیل

جب ہوں مرغانِ ہوا تیرے نشانِ بندق
نسرِ طائر کو بھی، سمجھے تو اک اڑتی ہوئی چیل

مہرۂ پشتِ عدو میں ترا تیرِ صف دوز
رشتۂ مہرہ میں تسبیح کے مانندِ دخیل

طائرِ روحِ عدو کے لیے، بہرِ پرواز
تیر کی تیرے صدا جیسے کبوتر کو زفیل

قطعہ

وہ قیامت ہے، تری فوج کہ شورِ محشر
دم نہ مارے کبھی سن پائے جو گھوڑوں کی ہنہیل

نالۂ بوق کی ہیبت سے رکھے پھونک کے پاؤں
کوچۂ صور سے گزرے جو، دمِ اسرافیل

قطعہ

دوں ترے گھوڑے کو کیوں کر میں پری سے نسبت
نہ یہ صورت، نہ یہ رفتار، نہ یہ ڈول، نہ ڈیل

گرمِ جولاں، وہ کہاں جو کہ رکھے پے وسعت
نہ تو میدانِ تصور، نہ فضائے تخییل

عرصۂ معرکہ میں، گر تجھے اے شاہ سوار
ہو تنگ سیر سے، منظور ہو کارِ تعجیل

دوڑے یوں جیسے ہوا، سُم کبھی نہ پانی سے ہو تر
اُس کو پروا نہ، جو رستے میں ہو تالاب کہ جھیل

قطعہ

کوہِ البرز کو سائے میں دبا لے اپنے
ہے وہ، اے شاہِ فلک جاہ، تری رخت فیل

حملہ آور ہو وہ جس دم، تو پئے جانِ عدو
اُس کی خرطوم ہو دستِ کششِ عزرائیل

تو جو محرابِ عماری میں ہوا جلوہ نما
اُس کے دانتوں پہ یہ خرطوم سے سوجھی تمثیل

خانۂ قوس میں خورشید جہاں تاب آیا
دن ہیں کوتاہ ہوئے اور ہوئی رات طویل

عدل نے تیرے کیا روئے زمیں کو گل زار
آج تک عدل میں تیرا نہ ہوا کوئی عدیل

یہ نہیں جوشِ گل و لالہ نکل آیا ہے
داد خواہی کے لیے خاک سے خونِ ہابیل

واسطے دیدۂ بد بیں کے، ہے یعنی صلاح
ہو تری نوکِ سناں سرمۂ کوری کی جو میل

تیر برسائے عدو پر جو کماں دارِ قضا
کم نہ فوارے سے ہو تیروں کے اس کی تنزیل

رہزنِ نطفۂ بدخواہ ہوا اوّل ہی اجل
اُس کی پشتِ پدری کو نہ کبھی تا احلیل

مجھے ہیں ترے انصاف کے ہوں ہاتھ قلم
دے اگر بھول کے بھی کوئی سرِ حرف کو چھیل

ذوق کرتا ہے، سخن تیری دعا پر کوتاہ
ہو گراں خاطرِ نازک پہ مبادا تطویل

عید ہر سال ہو فرخ تجھے با جاہ و جلال
ہوں قوی پایہ ترے دوست بصدقۂ جلیل

جو ضلالت سے ہوں گمراہ، وہ اے ظلِ خدا
ذلِ اقدام سے ہوں خاک مذلت پہ ذلیل

قصیدہ ۱۷

مانعِ سیرِ گلستاں ہیں قفس کی تیلیاں
مارتی ہیں جانِ مرغانِ محبس کی تیلیاں (کذا)

ہڈیاں ہیں اس تنِ لاغر میں خس کی تیلیاں
تیلیاں بھی وہ جو ہو دیں سو برس کی تیلیاں

گو رگِ گل سے ہوں بلبل کے قفس کی تیلیاں
خار ہیں نظروں میں پر اس محبس کی تیلیاں

رخصتِ پرواز گر دیویں قفس کی تیلیاں
آشیاں کی جا کے پھر دیکھ آؤں خس کی تیلیاں

جوشِ گریہ میں ہوا یہ استخوانِ تن کا حال
جس طرح گل جاتی ہیں پانی میں خس کی تیلیاں

شعلۂ آواز سے میرے قفس کی تیلیاں
یوں جلیں جوں برق سے جل جائیں خس کی تیلیاں

کام خنجر کا کیا کرتی ہیں خس کی تیلیاں
چوری کی ہوتی ہیں واقع میں مگس کی تیلیاں (کذا)

عزمِ سیلا بھی رکھتے ہو خس کی تیلیاں
لیجیے مژگاں کی مجھ بے دسترس کی تیلیاں

میں ہوں دیوانہ کسی کے موئے خط کا ہم دگر
مجھ کو مارو چوبِ گل کی جائے خس کی تیلیاں

نام دینے کا ہو جس کو موت کی جھاڑو دے
تیرِ ترکش جان کو ہوں... خس کی تیلیاں

بے دوائی اس شجر کے واسطے تازہ خزاں
تنکے پتے گزرہ گئیں خالی ترس کی تیلیاں

سوزِ غم سے یوں سلگتے ہیں تمہارے ناتواں
جوں جلیں رکھی ہوئی بارود بس کی تیلیاں

یوں ہو قبرِ کشتۂ مژگاں کے گنبد کا پتا
چاہیے رکھیں جگہ زریں کلس کی تیلیاں

بیٹھے دنبالِ سمندِ ناز تیرے ناتواں
تاب کیا لائیں لگد کوبِ فرس کی تیلیاں

طرزِ نالہ مجھ سے سیکھیں تو جلا دیں دشت میں
صورتِ تقفس واز آوازِ جرس کی تیلیاں

لے چلا دنیا سے دل یار روغنِ زرد لے بس
اس میں کیوں رکھی ہیں جاروبِ ہوس کی تیلیاں

دل سے یوں لپٹیں وہ مژگاں جس طرح گنجشک کو
لپٹے ہیں تاثیر سے لاسے کی مس کی تیلیاں

میں ہوں اے صیاد خوگر سبزۂ گلزار سے
سبز تو رنگوا دیو میرے قفس کی تیلیاں

بچے جس مژگاں کے آنسو کے کبوتر کے مرے
جمع کی تنکوں کی جا چن چن کے خس کی تیلیاں

چبھ گئے یادِ رگِ گل سے جگر میں نیشتر
دیکھ کر صیاد یہ نازک قفس کی تیلیاں

چاہیے وہ نازک دماغی سے نہ تارِ زلفِ حور
چلو نہیں ہو دیں مکانِ بادرس کی تیلیاں

مان کہنے کو مرے صیاد زیبا تشں کو تو
مت بنا پیتل کے تاروں سے قفس کی تیلیاں

جو ہے مرغِ خوش نوا اس کے قفس کے واسطے
چاہییں صندل کی چوبیں اور خس کی تیلیاں

قبر پر گر کشتگانِ خال کے بھیجے ہے گل
گل کے دونے میں لگا شاخِ عدس کی تیلیاں

لے چلی نیری ہوائے شوق جو اُن کو اڑا   جن کے ٹانگیں تھا صبانِ زود رس کی تیلیاں

پر حق ترے والان کی نازک بہت بڑ نازنیں
کیا لگائیں اس میں ہیں پائے مگس کی تیلیاں

ہوں حمایت میں اگر اُس دادرس کی تیلیاں
پھر ہوا و نار کے رہویں نہ بس کی تیلیاں

چشمِ ذلّت سے دکھاتا ہے خطوطِ مہر کو
اس کا خیمہ تا ہے زریں کلس کی تیلیاں

خیمۂ حاسد کو ہوں گی دشت میں روزِ وغا
وہ جلا کر آگ سے نعلِ فرس کی تیلیاں

اُس کے ابرِ فیض سے سرسبز ہوں جوں برگ گاہ
خشک ہوویں گرچہ کتنے ہی برس کی تیلیاں

پیشِ بندوق اس کے ہوویں یوں حریفانِ نبرد
جوں ہوں روکش اژدرِ آتش نفس کی تیلیاں

چھلکے گر مشرق سے اس کا شعلۂ خورشید قہر
جل اٹھیں مغرب میں شہرِ اندلس کی تیلیاں

لے عذوبت اس کے آبِ فیض سے گر وامِ ابر
دشت میں سیراب ہوں بوندوں سے جَو کی تیلیاں

نیزۂ فوج اُس کی ستاروں کو کرے یوں منتشر
جس طرح سے فوج کو سورو مگس کی تیلیاں

اس کے دستِ قہرِ دشمن سوز کے دشمن کو خوف
تاب کیوں کر لا سکیں آتش کی خس کی تیلیاں

اُس کے دبدبے غضب میں یوں ہیں اعدائے ضعیف
جس طرح طوفان میں ہوں خار و خس کی تیلیاں

عدل اس کا ناتوانوں کی حفاظت گر کرے
قوتِ بازو سے ہوں ....

....
ہیں رکھی گویا کہ سنگِ بادرس کی تیلیاں

ٹھہریں طغیانی پہ کیوں ......
جوں روانی سے رہیں آبِ ورس کی تیلیاں

قصیدہ ۱۸۵

خسروا! جلوہ ترا وہ طرب افزائے جہاں
کہ تجھے دیکھ کے ہو عید بھی قرباں قرباں



قصیدہ نمبر ۱۷ کے مسودے کا عکس

قطعہ

حکم دے تو جو شہا واسطے قربانی کے
سعد ذابح بھی کرے ایسا چھری کو بُرّاں

گاوِ گردوں نہ فقط خوف سے اُس دم کانپے
بلکہ ہو زیرِ زمیں گاوِ زمیں بھی لرزاں

تو جو ہو حامیِ اسلام تو بُت خانے میں
بُت کرے قصدِ نماز اور بجے ناقوسِ اذاں

نیّرِ جاہ شب و روز ترا جلوہ فروز
مہرِ تاباں کبھی ظاہر ہے کبھی ہے پنہاں

قطرہ افشاں ہو اگر تیرا سحابِ ہمت
لے کے پنجے میں گہر بحر سے نکلے پرّاں

اور گہر بھی ہوں وہ خوش آب جنہیں دیکھ کے دُرّ
طرفۃ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقاں

قطعہ

نطقِ شیریں ترا وہ ہے کہ ثنا میں اُس کی
تر زباں موجۂ دریا ہو اگر ایک زماں

آبِ دریا میں ہو یہ جوشِ حلاوت پیدا
لبِ دریا بھی بہم ہو کے ہوں دونوں چسپاں

اس قدر تابعِ فرماں ہے زمانہ تیرا
ہو نہ گلشن میں بھی روئیدہ وہ گلِ نافرماں

ہو کے سرسبز بہ بارانِ کرم سے تیرے
شاخ پُر گُل چمنِ دہر میں ہو شاخِ کماں

بلکہ حیرت کی نہیں جا کہ سرِ شاخِ خدنگ
روشِ غنچۂ گُل ہووے شگفتہ پیکاں

وہ ترا زورِ حمایت ہے کہ جس کے باعث
ناتوانوں کو بھی ہے دہر میں یہ تاب و تواں

ہل سکیں پھر نہ جگہ سے کبھی گر باندھ رکھیں
ایک تارِ نگہِ مور سے سو پیلِ دماں

دیگِ مطبخ ہے تری یہ فلکِ پُر انجم
کیا عجب صورتِ سرپوش ہو گر قطرہ فشاں

پیل تیرا وہ گُلِ سوسن کا بڑا ایک انبار
گُلِ مہتاب کے گلدستے ہیں اس کے دنداں

اُس کی خرطوم کسی دل برِ لیلیٰ وش کی
جعدِ مشکیں ہے کہ ہے کاکلِ عنبر افشاں

کھول شوخی جو ترے توسنِ چالاک کی ہیں
اشہبِ خامہ میں بھی ہو موجِ دمِ برق جہاں

وقت کاوے کے دمِ معرکہ گر اب اس کا
سرِ حاسد کو وہ سمجھے صورتِ گوئے چوگاں

اے فلک جاہ ترے در کے ہیں وہ ذرّۂ خاک
جن سے خورشید چھپے اپنی جبیں پہ افشاں

طبعِ رنگیں میں تری وہ چمنِ لالہ و گُل
روبرو جس کے ہے گلزارِ ارم خارستاں

عیدِ اضحیٰ تجھے ہر سال مبارک ہووے
تجھ پہ ہو سایۂ حق اور ترے سائے میں جہاں

تیرے ہاتھوں سے کماں ہو جو سعادت اندوز — کیا تعجب ہے کہ ہو رشکِ ہُما زاغِ کماں
قہر نازل ہو فلک سے جو ترے اعدا پر — چشمۂ مہر ہو مانندِ تنورِ طوفاں
اس طرح عدل سے ہے تیرے بہم آتش و آب — جس طرح آئینے میں عکسِ رُخِ شعلہ رُخاں
تیرے احساں سے ہزار انساں ہے غلامی میں تری — سچ کہا ہے کہ الانسان عبید الاحسان
دل میں ہے جوشِ مضامینِ ثنا نہایت لیکن — دل حوادث سے زمانے کے ہے بے تاب و تواں

ذوقؔ کرتا ہے ثنا ختم دعا پر تیری
کیا لکھے وہ ترے اوصاف کہ قاصر ہے زباں

قصیدہ ۱۹

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسماں — کھائے اگر ہزار برس چکر آسماں
ہے بادۂ نشاط و طرب سے لبالب آج — اک عمر سے پڑا تھا تہی ساغر آسماں
دیکھے نہ اس طرح کا تماشا جہاں میں — گر ہو تمام چشم تماشا گر آسماں
اترا رہا ہے عطر سے عیش و نشاط کے — سچ ہے زمیں پہ پاؤں رکھے کیوں کر آسماں
افراطِ انبساط سے ہے کیا عجب اگر — مثلِ حباب جامے سے ہو باہر آسماں
شادی کی اس کی دھوم ہے آج آسماں تلک — تابع زمانہ جس کا ہے فرماں بر آسماں
فرزندِ شاہ یعنی جواں بخت ذی وقار — تسلیم کو ہے جس کی جھکاتا سر آسماں
ہے اس کی بارگاہ میں مانندِ چوب دار — حاضر عصائے کاہکشاں لے کر آسماں
اس بیاہ کی نوید سے ہے اس قدر سرور — ہے پیر پھر جوانوں سے ہے بہتر آسماں
پھرتا ہے اہتمام میں شادی کے رات دن — مقدور کیا کہ ٹھہرے کہ دم بھر آسماں
فردِ حساب صرف سے اس بیاہ کے ہو کم — گر لاکھ جمع و خرچ کا ہو دفتر آسماں
توروں کی پخت و پز مطبخِ عالی میں اس قدر — ہے جس کا ایک تودۂ خاکستر آسماں
اک اک کنول کو وقتِ تماشائے روشنی — سمجھے ہے نورِ چشمِ مہ و اختر آسماں
ابرِ بہار و دودِ چراغاں سے نو بہ نو — ہوں سات آسماں کی جگہ ستر آسماں
چشمِ فلک میں اور بھی ہو روشنی دو چند — کاجل لگائے اس کے دھوئیں سے گر آسماں
گر ڈالے پارہ پارہ فلیتوں کے واسطے — مہتاب کو سمجھ کے کتاں چادر آسماں

یہ کہنہ و سیاہ، وہ خوش رنگ و نو بہ نو
فائق ہو گیا، سبوچہ سا چھتر پہ آسماں

ٹھیلوں میں ہیں وہ نقش پڑے اس کا عکس گر
لے کہکشاں کی مانگ میں موتی بھر آسماں

آرائش ایسی اور وہ گل ہائے رنگ رنگ
اودی سا جن میں غنچۂ نیلوفر آسماں

نواے آس میں سا پھول طلائی و نقرئی
لے لے کے ماہ و مہر کے سیم و زر آسماں

نقار خانے کی ہے چراغاں سے وہ شکوہ
گویا ہے اک زمیں پہ پُر از اختر آسماں

قطعہ

کرتا ہے رقص تخت پہ نقار خانے کے
شہنائی کی صدا کو جو سن کر آسماں

آوازۂ دمامۂ نوبت سے گونج اٹھا
وہ جو سب آسمانوں کے اوپر ہے آسماں

دولھا دلھن کے ہے یہ علامت سہاگ کی
آیا ہے اک سہاگ پڑا بن کر آسماں

جائے عجب نہیں ہے کہ عطرِ سہاگ کے
شیشے کے شیشے بھر کے لنڈھائے اگر آسماں

یارب ہمیشہ دولھا دلھن میں رہے سہاگ
جب تک کہ ہووے نیچے زمیں اوپر آسماں

مہندی کے وصف لکھنے کے قابل نہیں ہے یہ
نیلا سا ایک کاغذ ہے مسطر آسماں

جو برج اڑنے اڑ کے وہ ہوتا ہے یہ بلند
رکھ لے ہے سر پہ مثلِ گلِ احمر آسماں

کرتا سا برات کی شب شام سے نثار
شبنم کی جائے صبح تلک گوہر آسماں

پہنچے براتیوں کے نہ ہرگز نجوم کو
انجم سے لاکھ جمع کرے لشکر آسماں

عیش و طرب کو قرہ کہ کرتا جہاں میں ہے
زہرہ سے اب قران مہ انور آسماں

ہنگامِ بزم عقد ستاروں کے واسطے
کیا کیا سجے ہے اوج و شرف کے گھر آسماں

بدبیں کی ہے نظر کے جلانے کے واسطے
انجم سپند، آگ شفق، مجمر آسماں

جس وقت سہرہ باندھ کے دولھا ہوا سوار
کیا کیا بلائیں لیتا تھا جھک جھک کر آسماں

کرتا تھا ان یکاد کو دم پڑھ کے دم بدم
دولھا کے صبح دم رُخِ روشن پہ آسماں

ایسا نہیں جہاں میں کوئی نخلِ آرزو
لایا ہو آج جس میں نہ برگ و بر آسماں

کرتا ہے شاخِ خشک تمنا کو نخلِ سبز
در پردہ مثلِ بیہودہ بازی گر آسماں

شادی کا اس کے نورِ بصری ہے اہتمام
کرتا ہے جس کا روز طوافِ در آسماں

وہ شاہ نام ور کہ بہادر شہ اُس کا نام ہو حکم سے نہ اُس کے کبھی باہر آسماں
وہ آفتابی اُس کی، کہ تجلّی جس سے آفتاب وہ چتر اُس کا، جس سے نہ ہو ہمسر آسماں

مطلع پڑھوں حضور میں، میں وہ جیسے کہے
مطلع سے آفتاب کے بھی برتر آسماں

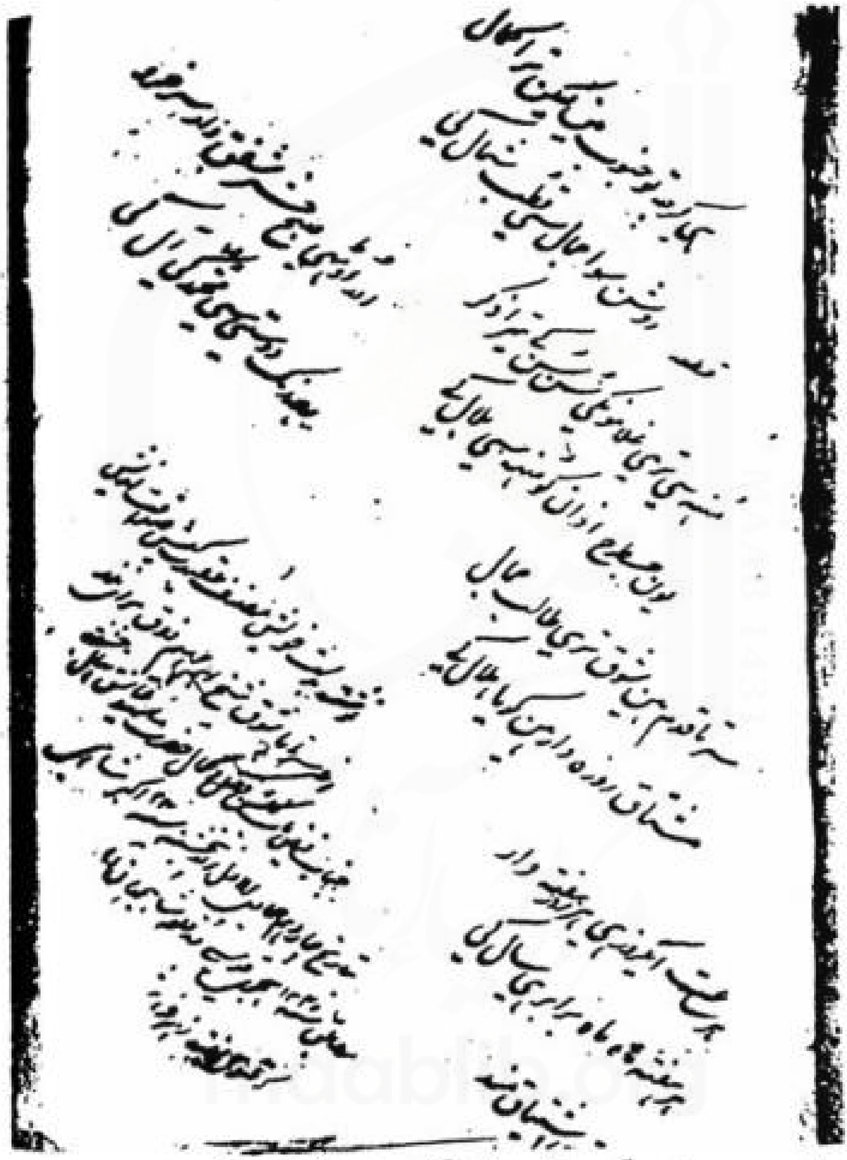
مطلع ثانی

تجھ سا زمیں پہ دیکھے جو فرخ فر آسماں قرباں نہ کیوں زمیں کے ہو پھر پھر کر آسماں
طالع سدا مساعد و عالم سدا مطیع کوکب ہمیشہ یار، ترا یاور آسماں
ہے آسماں سے رتبہ ترا یوں بلند تر جس طرح کوہسار سے بالاتر آسماں
خطبے کے واسطے ترے نامِ بلند کے گر مشتری خطیب ہو تو منبر آسماں
وہ بحر بے کراں ہے تری ہمتِ وسیع ہے بلبلا سا اک کنارے پر آسماں
دریائے قہر تیرا جو طوفان کرے بپا بہہ جائے مثلِ کشتیِ بے لنگر آسماں
قد پر ترے وہ راست قبا ہے علوِ جاہ زیبندہ جس کے واسطے بالا بر آسماں
تیری گہر فشانیِ دستِ کرم سے ہے گویا کہ ایک دامنِ پُر گوہر آسماں
چمکائے تیغِ تیز کو اقبال گر ترا ہو مصقلہ ہلال تو صیقل گر آسماں
یوں دل میں تیرے جلوۂ ذاتِ محیطِ حق آ جائے جیسے آئنے کے اندر آسماں
سرعت میں تیرا رخشِ فلک سیر جوں شہاب رفعت میں بھی ہے پیلِ جبل پیکر آسماں
شاہا عجب نہیں ترے شبدیز کے لیے بنوائے ماہِ نو سے رکابِ زر آسماں
پہنچا نہ اُس کے کاوے کے انداز کو کبھی کھاتا رہا زمیں پہ سدا چکر آسماں

انجم ہیں کیا شرر ترے نعلِ سمند کے
ہے بلکہ تیرا گردِ رہِ لشکر آسماں

قطعہ

مانا اگر بلندیِ شان و شکوہ میں ہاتھی سے تیرے ہو بھی گیا ہمسر آسماں
پر اس کے نقشِ پا کے مقابل بنا سکے چار آفتاب ایک جگہ کیوں کر آسماں
یہ ذوقؔ کی دعا ہے کہ جب تک زمانے میں منسوب ہر ستارے سے ہووے بر آسماں



قصیدہ نمبر ۲۰ کے اختتام پر ذوق کی تحریر کا عکس

بزمِ نشاط و عیش رہے تیرے گھر میں روز
لائے ہمیشہ تیری مرادیں بر آسماں

مارے جگر میں حاسدِ بدخواہ کے ترے
نارِ خطوطِ مہر سے، سو نشترِ آسماں

قصیدہ ۳۰۵

وہ ابرِ دُرفشاں ہے، چمن میں کمال کے
عاشق نہال کیوں نہ ہوں عاشق نہال کے

ہے چشمِ مہر و ماہ میں، اب یہ جو روشنی
روشن ہیں دونوں نور سے اُس کے جمال کے

یک ذرہ چشمِ مہر سے، گر وہ نظر کرے
بھر جائیں پل میں لعل سے دامن جبال کے

ہے اُس کے آگے بحر بھی، کشتی پہ کفِ گدا
کھولے نہیں صدف ہی نے کچھ لب سوال کے

کشتی گدا کی کشتیِ پُر زر ہو، آن میں
دستِ عطا سے اُس شہِ دریا نوال کے

ہیں اُس کے در کے خاک نشیں اس قدر غنی
خواہاں وہ ملک کے ہیں، نہ جویا ہیں مال کے

دے نے خاکساری اُسے دی ہے نذر میں
مٹی خمیر کی ہے یہ گھر میں کلال کے

جس وقت اُس کا حکم کرے منعِ انقطاع
رہ جائے آرہ، چوب پہ دندان نکال کے

دل جس کا اُس کے زورِ حمایت سے ہے قوی
وہ پیرِ زال سمجھے ہے، رستم کو زال کے

ہیبت وہ اُس کی ہیبتِ حق جس کو دیکھ کر
جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی گھر میں شغال کے

ہوں اُس کی بوئے خُلق سے خوشبو جو گل تمام
پھر کیا عجب کہ پھول عطر ہوں نہال کے

اُس کی شمیمِ لطف سے ہو دم میں مُشک بو
ہے وہ جو خون جام میں نافِ غزال کے

تل بھر گھٹے بڑھے نہ زمانے میں رات دن
چاہے اگر زمانے کو وہ اعتدال کے

ہو شکرِ ثنا سے اگر اس کی کامیاب
لب بند ہو دہن، طوطیِ شیریں مقال کے

کرتے ہیں جانور بھی ہمیشہ اسی کا ذکر
نکلے ہے پی پی پپیہے کے منہ سے سوال کے

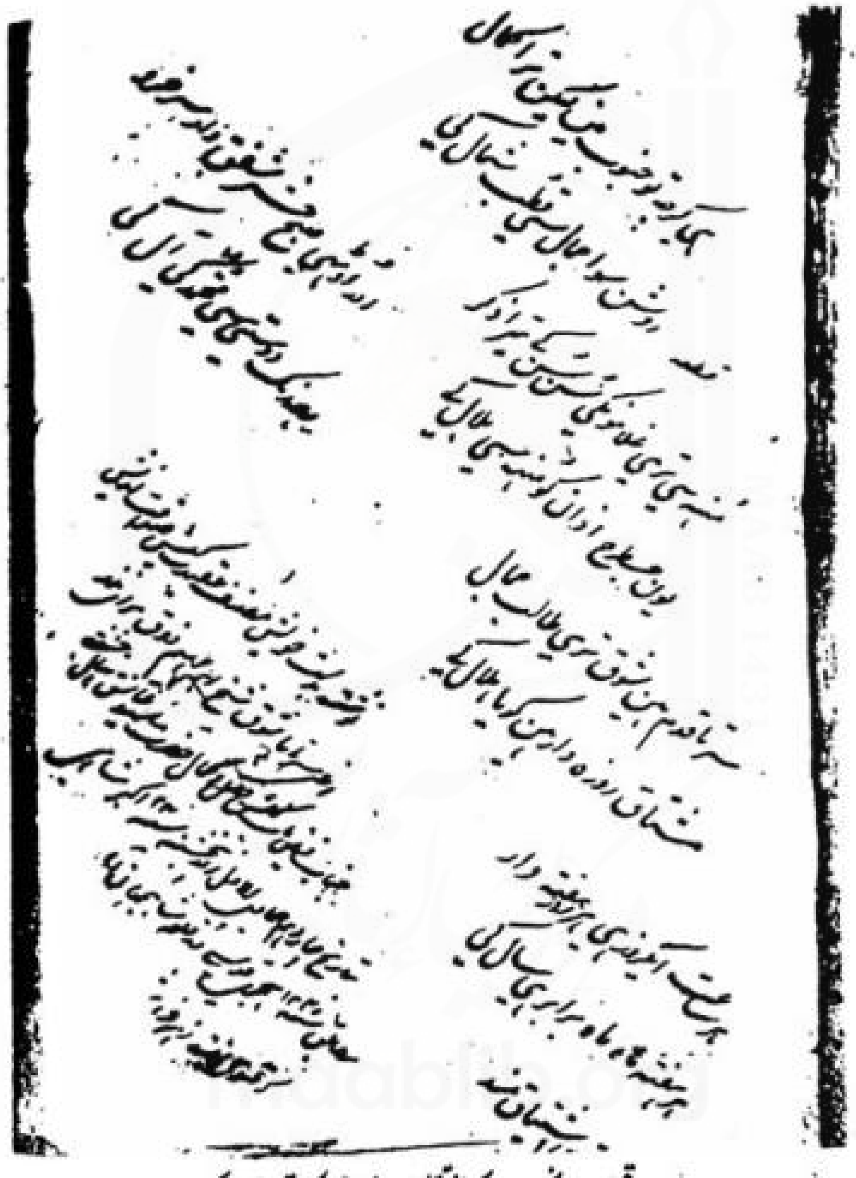
جی چاہتا ہے، ہو کے مخاطب بیاں کروں
اوصاف، ایسے شاہِ کرامت خصال کے

اے سیدِ جلال سے خورشیدِ پُرجلال
قربان جائیے ترے جاہ و جلال کے

تو شمعِ بزمِ خاص کر پیدا کیا تجھے
صانع نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھال کے

گردوں بھی پست ہے کے ہوا خوب منفعل
رتبے کو دیکھ کر ترے اوجِ کمال کے

انجم جنہیں سمجھتے ہیں لوگ اپنے زعم میں
قطرے جبیں پہ ہیں عرقِ انفعال کے



قصیدہ نمبر ۲۰ کے اختتام پر ذوق کی تحریر کا عکس

بزمِ نشاط و عیش رہے تیرے گھر میں روز
لائے ہمیشہ تیری مرادیں بر آسماں
مارے جگر میں، حاسدِ بدخواہ کے ترے
نارِ خطوطِ مہر سے، سو نشتر آسماں

قصیدہ ۲۰۵

وہ ابرِ دُر فشاں ہے، چمن میں کمال کے
عاشق، نہال کیوں، نہ ہوں عاشق نہال کے

ہے چشمِ مہر و ماہ میں، اب یہ جو روشنی
روشن ہیں دونوں نور سے اُس کے جمال کے

یک ذرہ چشمِ مہر سے، اگر وہ نظر کرے
بھر جائیں پل میں لعل سے، دامن جبال کے

ہے اُس کے آگے بحر بھی، کشتی پہ کفِ گدا
کھولے نہیں صدف ہی نے کچھ لب سوال کے

کشتی گدا کی کشتی، پُر زر ہوا آن میں
دستِ عطا سے، اس شہِ دریا نوال کے

ہیں اس کے در کے خاک نشیں اس قدر غنی
خواہاں، وہ ملک کے ہیں نہ جویا ہیں مال کے

دے نے خاکساری، اسے دی ہے نذر میں
مٹی خمیر کی ہے یہ گھر میں کلال کے

جس وقت اُس کا حکم کرے منعِ انقطاع
رہ جائے آرہ، چوب پہ، دندان نکال کے

دل جس کا اس کے زورِ حمایت سے ہے قوی
وہ پیرِ زال سمجھے ہے، رستم کو زال کے

ہیبت وہ اُس کی ہیبتِ حق جس کو دیکھ کر
جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی، گھر میں شغال کے

ہوں، اُس کی بوئے خُلق سے خوشبو جو گُل تمام
پھر کیا عجب کہ پھول، معطر ہوں نہال کے

اُس کی شمیمِ لطف سے ہو دم میں مشک بو
ہے وہ جو خون جام میں نافِ غزال کے

تل بھر گھٹے بڑھے نہ زمانے میں ساعات دن
چاہے اگر زمانے کو وہ اعتدال کے

ہو شکرِ ثنا سے، اگر اس کی کامیاب
لب بند ہو دیں، طوطیِ شیریں مقال کے

کرتے ہیں جانور بھی ہمیشہ اسی کا ذکر
نکلے ہے پی پہ پپیہ، سدا منہ سو لال کے

جی چاہتا ہے، ہو کے مخاطب بیاں کروں
اوصاف، اے شہِ کرامت خصال کے

اے سیدِ جلال سے خورشیدِ پُرجلال
قربان جائیے ترے جاہ و جلال کے

تو شمعِ بزمِ خاص کہ پیدا کیا تجھے
صانع نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھال کے

گردوں بھی پست، سے ہوا خوب منفعل
رتبے کو دیکھ کر ترے اوجِ کمال کے

انجم جنہیں سمجھتے ہیں لوگ، اپنے زعم میں
قطرے، جبیں پہ ہیں، عرقِ انفعال کے

اے شاطرِ زمانہ، تصدّق ہوا ہے چرخ — شطرنجِ عشق میں ترے گھوڑے کی چال کے
دیکھا جو تیرے فیض کو جاری، تو رہ گیا — دریا بھی مُنہ بھنور کے گریباں میں ڈال کے
جو دیکھے تیرے ظرف کو اُس کی نگاہ میں — جامِ جہاں نما ہے برابر سفال کے
ہے گرچہ تو جنوب میں، لیکن ترا اجال — روشن سوا اجال سے قطبِ شمال کے
سنتے ہیں، جاں نثاروں کو، جب ترا ذکرِ خیر — گویا اذان سنتے ہیں منہ سے بلال کے
سر تا قدم ہیں شوق ترے طالبِ جمال — مشتاق روزہ دار کھڑے ہیں ہلال کے
ساعت بقدرِ روز ہے اور روز ہفتہ وار — ہر ہفتہ، ماہ، ماہ برابر ہے سال کے
بے تاب اس قدر ہیں ترے اشتیاق مند — جیسے طیورِ تازہ گرفتار جال کے
مرغِ نظر کے ساتھ اُڑا چاہتی ہے چشم — مژگاں سے، دونوں بازوؤں پر پر نکال کے
جاتا ہے دوڑ دوڑ کے تیری طرف خیال — دھو دھو کے پاؤں، پیچھے پیکِ خیال کے
شاہا! یہ تیرا ذوق ہے اُمیدوارِ لطف — ہو حال پر نگاہ اِس آشفتہ حال کے
تا جلد اس کا کوکبِ طالع پئے طلوع — آ جائے گھر میں اوج کے، گھر کو وبال کے
کر دے تو پایہ نام بنے اپنے نام سے نہال — جوں غنچۂ دل گرفتہ ہے باعث ملال کے
دنیا میں ساتھ چین کے ہو زندگی بسر — ایمان اس کے ساتھ ہو وقتِ انتقال کے

اور اُٹھے صبحِ حشر، شفق وار سرخ رو
یہ رنگ دوستی سے محمدؐ کی آل کے

قصیدہ ۲۱

(در مدح ابوظفر بہادر شاہ)

ساون میں دیا پھر مہِ شوّال دکھائی — برسات میں عید آئی قدح کش کی بن آئی
کرتا ہے ہلال، ابروئے پُرخم سے اشارہ — ساقی کو کہ پھر بادے سے کشتی طلائی
ہے عکس فگن جامِ بلوریں سے مئے سرخ — کس رنگ سے ہوں ہاتھ نہ مے کش کے حنائی
کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے لشئے میں — ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اڑائی
یہ جوش ہے باراں کا کہ افلاک کے نیچے — ہووے نہ ممیز کرۂ ناری و مائی
پہنچا کمکِ لشکرِ باراں سے یہ زور — ہر نالے کی ہے دشت میں دریا پہ چڑھائی
ہو قلزمِ عمّاں پہ لبِ جو متبسّم — تالاب سمندر کو کرے چشم نمائی

ہے کثرتِ باراں سے ہوئی عام یہ سردی
کافور کی تاثیر، گئی جو زمیں پائی

سردی کو حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک
معشوق کا گر ہاتھ میں ہے دستِ حنائی

عالم یہ ہوا کا ہے کہ تاثیرِ ہوا سے
گردوں پہ ہے خورشید کا بھی دیدہ ہوائی

کیا صرفِ ہوا ہے طرب و عیش سے عالم
ہے مدرسے میں بھی سبقِ صرفِ ہوائی

خالی نہیں مے سے روشِ دانۂ انگور
زاہد کا بھی ہر دانۂ تسبیح ریائی

کرتی ہے صبا آ کے کبھی مشک فشانی
کرتی ہے نسیم آ کے کبھی لخلخہ سائی

تھا سوزنیٔ خار کا صحرا میں جہاں فرش
سبزے نے وہاں مخملِ خوش رنگ بچھائی

آرائشِ گل کے لیے، ہے جامۂ رنگیں
زیبائشِ غنچہ کے لیے تنگ قبائی

ہے نرگسِ شہلا نے دیا آنکھ میں کاجل
برگِ گلِ سوسن نے دھڑی لب پہ جمائی

ابرو پہ کرے قوسِ قزح وسمہ تو خورشید
سرخیٔ شفق سے کرے ریش اپنی حنائی

رخسارۂ گل چیں کا ہے سرخی سے یہ عالم
جوں وقتِ غضب چہرۂ ترکانِ خطائی

کیا ساغرِ رنگیں کو کیا جلد مہیا
نرگس نے تو سرسوں ہی ہتھیلی پہ جمائی

ہوتی متحمل نہیں اک ساغرِ گل کی
شاخِ گلِ احمر کی نزاکت سے کلائی

اعجازِ نوا سنجیٔ مطرب سے، چمن میں
ہر خار کے ہے نوکِ زباں شعر نوائی

حیرت کی نہیں جائے کہ دیوارِ چمن پہ
ہر طائرِ تصویر کرے نغمہ سرائی

شاہا! ترے جلوے سے ہے یہ عید کو رونق
عالم نے، تجھے دیکھ کے، ہے عید منائی

کہتے ہیں مہِ نو جسے، ابرو نے وہ تیرے
کی آئینۂ چرخ میں، ہے جلوہ نمائی

پرتو سے ترے، جام ہے عیشِ سرِ بزم
لے ساغرِ جمشید، کرے کار روائی

ٹپکے لبِ ساغر سے وہ قطرہ گہرِ شکل
ہو مثلِ فلک جس میں تماشائے خدائی

کیا علم سمائے ترا، سینے میں فلک کے
دریا کی کہاں ہو سکے کاسے میں سمائی

پڑھتا ہوں ترے سامنے وہ مطلعِ موزوں
احسنت، کہیں سن کے تہامی و ثنائی

یوں کرسیِ زر پر ہے، تری جلوہ نمائی — جس طرح سے مصحف ہو سرِ رحلِ طلائی
رکھتا ہے تو وہ دستِ سخا، سامنے جس کے — ہے بحر بھی کشتی پہ کفِ از پئے گدائی
گمرہ کو ہدایت جو تری راہ پہ لا دے — رہزن بھی اگر ہو تو کرے راہ نمائی
تا ناخنِ شمشیر نہ ہو ناخنِ تدبیر — دشمن کی ترے، ہو نہ کبھی عقدہ کشائی
خورشید سے افزوں ہو نشاں سجدے کا روشن — گر چرخ کرے، در کی ترے ناصیہ سائی
عکسِ رخِ روشن سے ترے جوں یدِ بیضا — کرتا ہے کفِ آئینہ اعجاز نمائی
کرتا ہے تری نذر سدا نقدِ سعادت — ہے مشتریِ چرخ کی کیا نیک کمائی
اک مرغ ہوا کیا ہے کہ سیمرغ نہ چھوڑے — گر سر پہ ہوا ہووے ترا تیرِ ہوائی
ہر کوہ اگر کوہ صفا ہو تو عجب کیا — ہو فیض رساں جب ترے باطن کی صفائی
ہو بلکہ صفا ایسی دلِ سنگِ صنم میں — ہر بت میں کرے صورتِ حق جلوہ نمائی
ہر شعرِ غزل میں ترے معنیٔ شفا ہیں — قربان غزل کے تری دیوانِ شفائی
مانع جو ہوا دست درازی کو ترا عدل — پروانے کو بھی شمع نے انگل نہ لگائی
زنجیر میں جوہر کی، رہی تیغ ہمیشہ — خوں ریز کو ہو عہد میں تیرے نہ رہائی
دیتا ہے دعا ذوق کہ مضمونِ ثنا میں — ہے ذہنِ رسا کو یہ کہاں اس کی رسائی

ہر سال شہا ہووے مبارک یہ تجھے عید
تو مسندِ شاہی پہ کرے جلوہ نمائی!

مسدسِ دعائیہ

سر آرائے گردوں جب تک سلطانِ خاور ہو
قمر دستورِ اعظم، صدرِ اعلیٰ سعدِ اکبر ہو
عطارد میر منشی، زہرہ ناظر آسماں پر ہو
زحل میرِ عمارت، ترکِ گردوں میرِ لشکر ہو
سرِ ہفت آسماں جب تک کہ دورِ ہفت اختر ہو
الٰہی یہ بہادر شاہ شاہِ ہفت کشور ہو

رہے نام سلیماں تا نگینِ حکم رانی سے
رہے نام فریدوں تا درفشِ کاویانی سے
رہے دارا کو تا نام آوری تاجِ کیانی سے
سکندر تا ہو نامی سکۂ کشور ستانی سے
ترا اے خسرو الاحشم عالم مسخر ہو
سریرِ سلطنت پر تو ہمیشہ دادگستر ہو

بخارِ ارض سے تا ابر ہو اور ابر میں پانی
رواں پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی
زمیں میں تا ہو کان اور کان میں ہو جوہر کانی
پئے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی
تری شمشیر جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو
رہے قبضے میں بحر پر گہر ہو کان پر زر ہو

رکھیں تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر میں
گلِ تر تا ہو گلداں میں تری ہو تا گلِ تر میں
رہے تا مشکِ اذفر نافہ میں بو مشکِ اذفر میں
صدف میں تا ہو گوہر اور تا ہو آب گوہر میں
ترے ابرِ کرم سے باغِ عالم تازہ و تر ہو
شمیم لطف سے تیری جہاں یکسر معطر ہو

طریقِ رہبری میں خضر ہو جب تک ہدایت فن
سہارا ہووے تا بحرِ غرق الیاس کا دامن
رہے ادریس تا قطعِ تعلق سے جناں مسکن
مسیحا کا ہو بالاخانہ تا خورشید سے روشن
چراغ عمر سے تیرے جہاں سارا منور ہو
فروغ اسلام کا ہو رونقِ دینِ پیمبر ہو

شفقِ گل گوں نہ ہو جب تک سحر کے روئے نیکو کو
کرے آراستہ تا شام اپنے موئے گیسو کو
ثریا نو رتن تا کہکشاں کے ہووے بازو کو
کرے وسمے سے تا قوسِ قزح سبز اپنے ابرو کو
لب پاں خوردۂ دشمن کے لہو سے تیرا خنجر ہو
سر بد خواہ فندق تیری انگشتِ سناں پر ہو

گلستاں میں ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا
نیستاں میں ہو تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نہالِ تاک میں انگور ہو انگور میں صہبا
نشہ صہبا میں ہو اور نشہ ہو جب تک نشاط افزا
شرابِ عیش سے خالی کبھو تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشنِ جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

رہے تا کام دیں داروں کو احکامِ شریعت سے
خوشی تا حاجیوں کو ہووے کعبے کی زیارت سے
رہے تا عابدوں کو شوق محرابِ عبادت سے
نمازِ اہلِ سنت تا ہو مسجد میں جماعت سے
ترا خطبے میں ہو نام اور خطبہ زیبِ منبر ہو
تو حامی ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ ہو

قلم تا ساتی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئیں
قلم زن تا ہو مشک افشاں و کاغذ خط سے مشک آگیں
زباں پر تا سخن ہو اور سخن میں معنی رنگیں
سخن تا داد چاہے اور تا اہلِ سخن تحسیں
ترا مداح دائم خسروا! ذوقِ سخن ور ہو!
ہمیشہ تہنیت خواں ہو، دعا گو ہو، ثنا گر ہو!

قصیدہ

(ہو اللہ اکبر)

شاہا! جمال و حسن کے تیرے کہوں میں وصف کیا
ظاہر میں تو ظلِّ خدا باطن میں تو نورِ خدا
جلوہ ترے دیدار کا ہے اس قدر فرحت فزا
حسنِ مقدس کو ترے جس نے کہ دیکھا یہ کہا
صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

انوار سے عرفان کے روشن وہ تیرا سینہ صاف
پہنچے ہے جس کی روشنی اک قاف سے لے تا بہ قاف
خورشید و مہ کو روبرو تیرے کہاں مقدورِ لاف
کرتے ہیں دونوں روز و شب آ کر ترے در کا طواف
اے قبلۂ روشن دلاں! اے کعبۂ اہلِ صفا!

ہے تیری نسبت فریدوں کمتر از دو ہمتاں (کذا)
نصفت کو تیری دیکھ کر کسریٰ کی بھی ہو کسرِ شان
تو وہ بلند رتبہ ہے اے فخرِ شاہانِ جہاں
تیرے ضمیرِ صاف کو پہنچے ہے جامِ جم کہاں
وہ جام ہے گیتی نما، یہ آئینہ ہے حق نما

اللہ رے دریا دلی تیری دمِ جود و کرم
ہے دل ہی دل شاہنشہا تو سر سے لے کر تا قدم
آگے تری بخشش کے ہے دریا کہیں رتبے میں کم
اک آن میں تو بخش دے سو گنجِ دینار و درم
پیسہ بھی دے سکتا نہیں وہ فلسِ ماہی کے سوا

تیری بہارِ لطف سے ہو دشت بھی رشکِ چمن
پیدا ہوں خارِ خشک سے گلہائے نسرین و سمن

تیرے سحابِ فیض سے اے ظلِّ ربِّ ذوالمنن
جس جا کہ موجِ ریگ ہو، دریا وہاں ہو موج زن
اور دامنِ ہر موج میں، لاکھوں ہوں دُرِّ بے بہا

جس پر عنایت ہو تری اُس کو نہیں پروائے زر
جس کا کہ تو حامی ہو کیوں اس کی شکستہ ہو کمر
اللہ نے تجھ کو کیا، بے چارگاں کا چارہ گر
اے خسروِ والا گہر تیری تلطف کی نظر
ہے مفلسوں کو کیمیا، ٹوٹے دلوں کو مومیا

تیری ثنا کب ہو سکے اے خسروِ والا نگاہ
پر یہ دعا ہے ذوق کی حق میں ترے شام و پگاہ
جب تک زمیں ہو اور فلک اور ہوں فلک پر مہر و ماہ
ہر سال تجھ کو عید ہو فرخ، شہا! با عز و جاہ
بدخواہ تیرا ہو سدا رنج والم میں مبتلا

مخمس

در پر ترے جھکا کے، شہا! سر ہلالِ عید
ٹھہرا کلیدِ رزق سے ہم سر ہلالِ عید
رکھے جب ایسے طالعِ یاور، ہلالِ عید
شہرت نہ دیوے عید کو کیوں کر ہلالِ عید
مارے ہے چوب کوس فلک پر، ہلالِ عید

شاہا ہلالِ عید کے جب دیکھنے کو تو
دیوانِ خاص میں، متجلی ہو قبلہ رو
ابرو کو تیرے دیکھ اے شاہِ خجستہ خو
حیراں ہو کیوں نہ عقل کہ دیکھا نہیں کبھو
اک آسماں پہ، ایک زمیں پر، ہلالِ عید

بخشش کے روبرو تری اے خسروِ زماں
کمتر ہے، نیم قطرے سے دریائے بے کراں
تیرا سحاب ابر اگر ہو گہر فشاں
یہ موج زن ہو آب گہر تا بہ آسماں
کشتی میں اپنی ڈال دے لنگر ہلالِ عید

گھوڑا ترا ہے وہ کہ شہا! جس کے سامنے
اُڑتے ہیں ہوش عرصۂ میداں میں برق کے
کاوا لگا دے جس گھڑی چمکا کے تو اسے
سو چرخ، چرخ کھائے تو ہرگز نہ ہو سکے
اس کی رکاب زر کے برابر ہلالِ عید

جس وقت عید گاہ کی جانب خوشی خوشی
بہرِ نمازِ عید سواری تری چلی
مجرے کے واسطے ترے اے نائبِ نبی
محرابِ عید گاہ بھی یک بار بن گئی
سر کو ادب سے اپنے جھکا کر ہلالِ عید

رخ تیرا آفتاب ہے اے سایۂ خدا
روشن ہے جس کے نور سے ہم ارض و ہم سما
جیغہ تری کلاہ پہ ہو کیوں نہ خوش نما
ہے یہ ترے جمالِ مبارک کا معجزا
نکلا ہے آفتاب کے اوپر ہلالِ عید

مدح و ثنا کو تیری اب اے شاہِ نیک نام
کرتا ہے تیرا ذوقؔ دعائیہ پر تمام
عیدِ صیام ہووے مبارک تجھے مدام
ہووے مئے نشاط سے لبریز تیرا جام
جب تک ہو صورتِ لبِ ساغر ہلالِ عید

مخمس

خسروا چڑھ کے سرِ گنبدِ دوّار بلال
خود لبِ عجز سے کرتا ہے یہ اقرار بلال
حاضرِ خدمتِ عالی ہے بہ ہر کار بلال
گرزبردار ہے خورشید، کماں دار بلال
آسماں لے کے سپر چلتا ہے، تلوار بلال

دستِ ہمت ترا خورشید سے ہے بالاتر
تری بخشش سے ہے نیساں عرقِ شرم میں تر
آئے تیرے درِ دولت پہ گدا یا نہ اگر
اپنے کاسے میں بھرے چرخ وہیں لعل و گہر
اور کشتی میں بھرے درہم و دینار بلال

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ
عید ہر سال ہو فرخ تجھے باحشمت و جاہ
تیری دولت سے ہوں خورسند ترے دولت خواہ
اور جو حاسد ہیں ترے واسطے اُن کے ہر ماہ
چرخ پر تیز کرے خنجرِ خوں خوار بلال

سہرا

اے جواں بخت! مبارک تجھے سر پر سہرا
آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک
کشتیِ زر میں مہِ نو کی، لگا کر سہرا

تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید
رُخِ پُر نور پہ ہے تیرے منوّر سہرا

وہ کہے صلِّ علیٰ، یہ کہے سبحان اللہ ۔۔۔ دیکھیں مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تا بنے اور بنی میں رہے اخلاص بہم ۔۔۔ گوندھیے، سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

گونج ہے گلشنِ آفاق میں، اس سہرے کی ۔۔۔ گائیں، مرغانِ نوا سنج، نہ کیوں کر سہرا

روئے فرخ، پہ جو ہیں تیرے برستے انوار ۔۔۔ تارِ بارش ہے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئیں ہے، دمِ آرائش ۔۔۔ سر پہ دستار ہے، دستار کے اوپر سہرا

اک گہر بھی نہیں، صدکانِ گہر میں چھوڑا ۔۔۔ تیرا بنوایا ہے، لے لے کے جو گوہر سہرا

پھرتی خوشبو سے ہے، اتراتی ہوئی بادِ بہار ۔۔۔ اللہ اللہ رے، پھولوں کا معطّر سہرا

سر پہ طرہ ہے مزیّن تو گلے میں بدّھی ۔۔۔ کنگنا، ہاتھ میں زیبا ہے تو سر پر سہرا

رونمائی میں، تجھے دے مہِ خورشید فلک ۔۔۔ کھول دے منہ کو، جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہیں تماشائیوں کے ۔۔۔ دمِ نظارہ ترے روئے بنکو پر سہرا

دُرِ خوشِ آبِ مضامیں سے، بنا کر لایا ۔۔۔ واسطے تیرے، ترا ذوقِ ثنا گر سہرا

جس کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دے اس کو
دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

قطعہ در مدحِ میرزا شاہ رخ بہادر

میرزا شاہ رخ بہادر نے ۔۔۔ قصدِ صید افگنی کیا جس دم

خونِ نخچیر سے، ہوا سارا ۔۔۔ دامنِ دشت، لالہ زارِ ارم

نہ بچا اُس شکار افگن سے ۔۔۔ صید کوئی سوائے صیدِ حرم

مُرغ و سیمرغ اور غزال و پلنگ ۔۔۔ ہوئے، نسکن پذیرِ دشتِ عدم

ہے جگر گوشۂ بہادر شاہ ۔۔۔ ہو بہادر نہ کیوں وہ نیک شیم

سمجھے شیر آپ کو ہزار غنیم ۔۔۔ اس کے پڑ سامنے ہے مثلِ غنم

شیر گردوں بھی اُس کے لشکر میں ۔۔۔ پائے، ہرگز نہ قدرِ شیرِ علم

رہے مانند شیرِ قالیں کے ۔۔۔ اوجِ ہمّت سے اُس کے زیرِ قدم

ہاتھ میں جب تفنگ لی اُس نے
ہم سرِ اژدہا ہے آتش دم

کئی شیر ژیاں شکار کیے
اُس غضنفر شکار نے پیہم

ہے بجا گر دلاورانِ جہاں
کھائیں اُس کی دلاوری کی قسم

جب کہ اس جرأت و شجاعت کو
چاہا اس طرح دل نے کیجے رقم

تا رہے یادگار عالم میں
وصفِ عالیٔ صاحبِ عالم

لکھی اے ذوقؔ میں نے یہ توصیف
مع تاریخ ثانیٔ رستم

۱۲۶۱ھ

رباعیاتِ مدح

شاہا تجھے با دولت و بخت فیروز
فرخ ہو سدا جہاں میں جشنِ نوروز

ہو وے شرف اندوز ترے طالع سے
ہر سال حمل میں مہرِ عالم افروز

خورشید سے یک روز جہاں میں نوروز
اور تجھ سے جہاں روز مسرت اندوز

ہے تجھ کو زمانے میں شرف دوازدہ ماہ
ہے مہرِ جہاں تاب کو یک ماہ یک روز

کہتی ہے یہ فیروزی رنگِ نوروز
تو ہو صفِ اعدا پہ مظفر فیروز

ہو دشمنِ سرکش کے لیے "ہم الموت"
اے شاہ عدو کُش ترا تیرِ دل دوز

قطعہ

دعا ہے ذوقؔ کی ہو خلعت بولی عہدی
مبارک آپ کو، با آفتابی و کرسی

یہ آفتابی و کرسی خدا کرے فرخ
بحقِ سورۂ والشمس، و آیۃ الکرسی

مطلع

فصلِ گل آج ہے وہ سلطنت آرائے طرب
کہ ملا باغ میں بلبل کو ہزاری منصب

قطعہ

ہے اگر لیلیٰ سیاہی تو ورق عذرا عذار
خط ترا شیریں ہے شاہا! اور قلم شاخِ نبات
ہو گیا خورشید مالا مال، وہ بھی نور سے
دی جو تو نے دولتِ انوارِ دانش کی زکوٰت
ہاتھ میں بندوق لے جس وقت تو بہرِ شکار
شیرِ گردوں کو ہو مشکل ہاتھ سے تیرے نجات

اشعارِ قصیدہ

آگے تیری طبعِ موزوں کے ہے اک فعلِ عبث
یہ جو کرتے ہیں عروضی، فاعلاتن فاعلات
فیض سے تیرے، نہ کیوں کر اک جہاں سرسبز ہو
ذات ہے تیری شہا! سرچشمۂ آبِ حیات

عہد میں تیرے، نکالے دانت گر سینِ ستم
کام لے زنبور کا، خامے سے، دستِ معدلت
گر پڑے پاؤں پہ تیرے، مہر آ کر سایہ وار
آفتابی لے کے جو تو کہہ دے کہ اس کو روک مت

اشعارِ قصیدۂ ناتمام

خسروا نیّرِ اقبال کی تیرے خورشید
کھائے ہے وقتِ شرفِ عزّ و شرف کی سوگند

تاب کیا انجمِ سعادت سے ہو تیرے ہمسر
منزلِ اوج پہ چمکے مہِ تاباں ہر چند

دمِ تحویل یہ کہتے ہیں عناصر چاروں
چار چند آپ کا ہو مرتبہ بلکہ صد چند

پرورشِ امن کے سایے میں کیا کرتا ہے
شیرِ نر بچۂ آہو کو بجائے فرزند

قصرِ دولت پہ ترے مرغِ نظر ریختہ بال
بامِ حشمت پہ ترے کاہکشاں نصفِ کمند

ابیاتِ قصیدہ

کوہ اور آندھی میں ہوں گر آتش و آب و خاک و باد
آج نہ چل سکیں گے پر آتش و آب و خاک و باد

تاکہ یہ گبر اور ہنود طاق پرست پون باز
چھوڑ دیں شرک پوجنا آتش و آب و خاک و باد

کرے ہے مہرِ علی دل کو صاف، مہرِ انوار
طلوعِ شمس پہ موقوف ہے وجودِ نہار

علی ہے کیوں کہ نہ ہو زیرِ لشکرِ کفّار
علی ہے شکلِ علی اور علی ہے حرفِ جار

پر نہیں، پر ترا توسن وہ پری سالِ پرّاں — سیرگہ جس کے لیے قاف سے لے کر تا قاف
جو قوی دست ترے زور سے اسلام اگر — کھینچے شمشیر، سرِ کفر پہ پھر مرکزِ کاف
پاتا گرداب سے ہے گردۂ نانِ آبی — تیری بخشش سے جو دریا کا معیّن ہو لفاف
دستِ ہمّت نے ترے کھوئی روپے کی یہ قدر
چنگیوں میں ہیں اُڑاتے اسے کیا کیا صرّاف

کروں اگر رقمِ تہنیت کا آج آہنگ — تو نکلے میرے قلم سے صدائے بربط و چنگ
ترا وہ زندہ حرکت ہے، پاؤں کو اپنے — کرے ہے شیر کی چربی سے مالشِ آہوئے لنگ
شہا ترے رخِ روشن کو کس سے دوں تشبیہ
کہ مہر و مہ کو گہن لازم، آئینے کو زنگ

ہیں وہ نعلیں خسروا! تیرے سراورنگِ گل
جس پہ کھاتا ہے چمن میں تختۂ اورنگِ گل

دیتا ہے تیری فوج میں نقارہ جب فلک
آتا ہے صاف، چوب کی صورت نظر ہلال

قصیدۂ ناتمام در منقبت

لکھوں جو میں کوئی مضمونِ ظلمِ چرخِ بریں — تو کربلا کی زمیں ہو مری غزل کی زمیں
یہ حال ہے مرا ضعفِ دماغ سے کہ مجھے — صدائے صورِ قیامت بنے ہے مگس کی طنیں
زمانہ عربدہ پرداز و بختِ بد ناساز — ستارہ برسرِ پرخاش و چرخ بر سرِ کیں
عجب نہیں ہے کہ راہبِ خطِ چلیپا سے
بنا دے تیرے طویلے کے واسطے تخرزیں

اشعارِ قصیدۂ ہفت دہ زبان

جب کہ سرطان و اسد مہر کا ٹھہرا مسکن
آب و ایلولہ ہوئے نشو و نما ئے گلشن
جوشِ روئیدگیِ سبزہ پہ یاد آئی ہے
آیتِ "انبتہ اللہ نباتاً حسناً"
جس طرح شعلے کا عالم ہو بہ فانوسِ خیال
خوف سے یوں ترے لرزاں ہے عدو زیرِ کفن

نام کو اللہ اکبر کیا ترے تاثیر ہے
ہر اذاں میں شامل اور داخل ہر تکبیر ہے
(فرد)

حصّہ دوم

ابیات، غزلیات و قصائد بہ روایتِ آزاد

ردیف الف

۱

رہے نام محمدؐ لب پہ یارب اول و آخر
اُلٹ جائے بوقتِ نزع جب سینے میں دم میرا

محبت اہل بیتِ مصطفےٰ کی نورِ برحق ہے
کہ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا

دکھائی مجھ کو راہِ شرع اصحابِ پیمبر نے
چراغ راہ ہے اکرام اصحاب کرم میرا

کبھی شاہِ نجف کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے دُرِّ نجف ہو کر چمکتا دُرِّ یتیم میرا

رہے گا دانہ افشاں مزرعِ امید بخشش میں
غمِ آلِ نبی سے دانۂ ہر اشک نم میرا

شہِ بغداد کا خطِ غلامی ذوق رکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خطِ بغداد سے ہو جامِ جم میرا

۲

مری خوباری کے رتبے کا کمالِ اوج تو دیکھو
کہ ہے چرخِ زحل بھی سایۂ بختِ دژم میرا

وہ ہوں میں آتشیں نخلِ تازہ نخلِ شمعِ الفت کا
نہیں ہے کوئی گُل چیں غیرِ مقراضِ ستم میرا

لہ - ن: الف الحمد رب العالمین کا ہے قلم میرا
یہ مصرع اس غزل کے مطلع میں مصرعِ ثانی کے نسخے کے طور پر ملتا ہے۔

رواں ریگِ رواں ہے، جائے آبِ اشکِ مژگاں سے
کدورت بار ہے، دیکھو سحابِ رنج و غم میرا

وہ ہوں میں آہوے وحشی رمیدہ دامِ ہستی سے[1]
کہ ہے اک کوچۂ رم جادۂ دشتِ عدم میرا

جھپکتی آنکھ شب، جوں حلقۂ زنجیر، کیا میری
طلسمِ خواب بندی تھا سرِ زلفِ الم میرا

کہوں میں، سود بنا ہے حرفِ قطعِ آرزوے دل
لبِ ہر زخم پر ہے جوں لبِ شمشیر دم میرا

مری افسردہ حالی گر ہو جنس آراے دل سردی
عجب کیا شیرِ بر نہیں ہو، اگر شیرِ علم میرا

پھپھولا کام افعی میں ہے، واں اب تک جہاں ٹپکا
قضا کے جام سے یک قطرۂ زہرابِ غم میرا

ہوا روشن چراغِ کعبہ زاہد جس کے شعلے سے
اسی آتش کا رکھتا ہے شرر سنگِ صنم میرا

مری صورت کے معنی ہیں "نَفَختُ فیہِ مِن رُوحِی"
حدوثِ بے ثبات، اثبات کرتا ہے قدم میرا

تخیّل نے مرے باندھا طلسمِ تازہ کیفیت
نہ کیوں ہو کاسہ سر ذوقِ رنگِ جامِ جم میرا

ابیات

کیا ہم نے سلام اے عشق تجھ کو
سر اپنا حوصلہ اتنا نہ پایا

سرو عاشق ہو گیا اُس غیرتِ شمشاد کا[2] غل مچایا قمریوں نے بھی مبارکباد کا

---

[1] ن: رمیدہ سایۂ ہستی سے ہوں وہ آہوے وحشت۔ [2] یہ مطلع دراصل ناؔغ کا ہے۔

سلسلے میں لفظ و معنی کے، نہ آیا دل کبھی
ابجدِ عالم میں گویا تھا الف آزاد کا

عالم ہے زندگی میں زمانہ شباب کا
گلشن میں برگ برگ ہے پھول آفتاب کا
اے گل رخو، نہ چھوڑنا دامن سحاب کا
دیکھو چھلک رہا ہے کٹورا گلاب کا

آنا ہے گر تو آؤ کہ جینے سے جل کے اب
آنکھوں میں آکے ٹھہرا ہے دم انتظار کا

۲

کہتا وحشت سے، یہ ہے جامۂ پیری میرا
دیکھ کپڑا ہوں پرانا، ابھی چل جاؤں گا

عقل سے کہہ دو کہ لائے نہ یہاں اپنی کتاب
میں ہوں دیوانہ ابھی گھر سے نکل جاؤں گا

اے صنم در پہ نہیں دیر میں جا بیٹھوں گا
کچھ میں بچہ تو نہیں ہوں کہ مچل جاؤں گا

کہتا پیراہنِ گل ہے، یہ نزاکت سے نسیم
ہاتھ مجھ کو نہ لگانا کہ نکل جاؤں گا

جان کے دل میں سدا جینے کا ارماں ہی رہا
دل کو بھی دیکھا کیے، یہ بھی پریشاں ہی رہا

۴

اُن سے کچھ وصل کا ذکر اب نہیں لانا اچھا
وہ جو کچھ کہویں تو تم بھی کہے جانا اچھا

تم نے دشمن ہے جو اپنا ہمیں جانا اچھا
یارِ ناداں سے تو ہے دشمنِ دانا اچھا

پھول گُل مہندی کے لالا کے نہ ہاتھوں میں ملو
خونِ عاشق نہیں مرقد پہ بہانا اچھا

طائرِ جاں کے سوا کوچۂ جاناں کی طرف
نامہ بر کون ہے جو کیجیے روانا اچھا

طاقِ ابرو کے تصوّر میں، دلا کھینچ نہ آہ
سمتِ کعبہ کو نہیں تیر لگانا اچھا

بدگماں دیکھو کچھ اس میں بھی نہ ڈالیں رخنہ
روزنِ در سے نہیں آنکھ لڑانا اچھا

آتشِ عشق ہے سینے میں دبی دیکھ اے چشم
اب نہیں دامنِ مژگاں کا ہلانا اچھا

بیٹھ رہ کر کے قناعت کہ بہ شکلِ مہِ نو
چھوڑ آدھی کو نہیں ساری کو جانا اچھا

مرغِ دل نے نگہِ یار سے پوچھا اُڑ کر
پھر بھی کہنا کہ لگاتے ہیں نشانا اچھا

یاں تو دم میں نہیں دم اور وہ لیے تیغ دو دم
کہتے ہیں دیکھو نہیں دم کا چرانا اچھا

طرّۂ شمشاد دکھاتا ہے تری زلفوں کو
لاؤ آرا کریں اس کو ہے شانا اچھا

ساقیا! ابر ہے آیا تو بڑھا خم پر ہاتھ
کر گھٹا میں نہیں ہمّت کا گھٹانا اچھا

جل کے گر قطرۂ خوں دل کا ہوا اشک آلود
تو نہیں نیچۂ مژگاں سے گرانا اچھا

گردشِ عمر میں، تسبیحِ سلیمانی کا
آج اک ہاتھ لگا ہے مرے، دانا اچھا

سامنے یار کے اے ذوق بہانا آنسو
ہے تو چاہت کے جتانے کو بہانا اچھا

٥

جل اُٹھا شمع نمط تارِ رگِ جاں میرا
آہ روشن نہ ہوا کلبۂ احزاں میرا

لطف دیکھا جو لبِ زخم تو بولا قاتل
آج تیرا ہے دہن اور نمک داں میرا

کر کے بسمل مجھے کس ناز سے کہتا ہے وہ شوخ
دیکھ تر کیجیو نہ خوں سے کہیں داماں میرا

اے جنوں دن کو سوا رات کو روشن کر دے
مہرِ گردوں ہو جو داغِ دلِ سوزاں میرا

خارِ وحشت سے کبھو چھوڑ دے دامن دل کا
ہے خطِ جادہ ترا چاکِ گریباں میرا

دھیان میں آئینۂ رخ کے گئی جاں نکل
رہ گیا ہائے کھلا دیدۂ حیراں میرا

اے جنوں تو بھی ہو دنیا میں یونہی خانہ خراب
خاک در خاک کیا خانۂ ویراں میرا

نظمِ معنی کا بکھر جائے ابھی حرف بہ حرف
باندھیں گر اہلِ سخن حالِ پریشاں میرا

خندۂ جام کو مینا کے لبوں پر رکھ دو
دیکھو پھر ہنستا ہے کیا کیا لبِ خنداں میرا

اپنا رونا مجھے ہنسنے سے مبارک ہو ذوق
دیکھے خنداں ہو جو وہ دیدۂ گریاں میرا

٦

رکھتے تھے جو کشورِ کسریٰ و قیصر زیرِ پا
ہے اُنہی کا آج سر بالائے تاج و افسر زیرِ پا

تم چلو رکھ کر جو میرا دیدۂ تر زیرِ پا
بلبلے ہوں بحرِ اشک پر مژگاں سراسر زیرِ پا

خاکساری کو ہماری مل گئی اکسیرِ عشق
اب تو پارس ہوگا جو آئے گا پتھر زیرِ پا

ہے نمازِ کشتۂ قامت بجائے جانماز
اے قیامت! لا بچھا دامانِ محشر زیرِ پا

زیر دستی پر بھی ہے موذی کا لازم احتراز
جب دبے گا سانپ: کاٹے گا نہ رکھ زیرِ پا

ہیں ترے مجنوں کے مژگاں وادیِ وحشت کے خار
راہ آنکھوں کے بَل آئے ہیں چبھ کر زیرِ پا

فاتحہ عاشق کا دیتا ہے تو واجب ہے ادب
اپنے کفشِ پا کو رکھ دے یاں سے باہر زیرِ پا

میں ہوں وہ کشتی شکستہ بحرِ الفت میں صبا
ایک تختہ رہ گیا ہے جس کا بچ کر زیرِ پا

قصرِ تن کو ذوق سب غارت کرے گا ایک دن
چیونٹیوں کا پھر رہا ہے یہ جو لشکر زیرِ پا

ے

دشمنِ جاں ایک بیک سارا زمانہ ہو گیا
ہائے تاثیرِ محبت یہ ستم کیا ہو گیا

تم میں تھا یا مجھ میں تھا پھر کیا کہوں کیسا ہو گیا
دل کے جانے کا تو عالم کو اچنبھا ہو گیا

جس کو اے ظالم تری مژگاں کا کھٹکا ہو گیا
سوکھ کر ایسا ہوا دبلا کہ کانٹا ہو گیا

ہم نے اُن سے دوستی کی اور وہ ہیں کرتے دشمنی
دیکھو کیا سوچا تھا ہم نے اور وہاں کیا ہو گیا

بادۂ گلگوں نے رنگِ رُخ کو روشن کر دیا
پہلے تھا گل رنگ کھڑا پھر بھبوکا ہو گیا

جب اُٹھا تابوت تیرے کشتۂ حسرت کا آہ
شورِ ماتم تھا کہ اک عالم میں برپا ہو گیا

تم نے کل عزمِ سفر کا ہم کو بھیجا تھا پیام
لو سفر یاں آج دنیا سے ہمارا ہو گیا

پھر چلو اے حضرتِ دل ہو چکا ملنا بس اب
آج گھر میں غیر کے پھر اُن کا رہنا ہو گیا

مرنا جینا اک جہاں کا ہے نگاہوں پر تری
جس طرف کو آنکھ بھر کر تو نے دیکھا ہو گیا

خط لکھا مجھ کو تو اس میں نام بھی پورا نہ تھا
کیا کہوں قسمت کا لکھا آج پورا ہو گیا

وہ تو خود شعلہ تھا جب میں نے کہا ہو شعلہ خو
اس لطیفے سے بھڑک کر آگ دونا ہو گیا

غیر کے گھر ہم سے تو اُڑ کر اگر پہنچا تو کیا
تیرے جانے کا تو اک عالم میں چرچا ہو گیا

گرم ہو کر آتا ہے مُنہ پر مرے طفلِ سرشک
دیکھ کیا اے چشمِ تر ابتر یہ لڑکا ہو گیا

کر دیا تیغِ نگہ نے ایک عالم کا ہے خوں
نام بدنام اے صنم! ناحق قضا کا ہو گیا

یادِ زلفِ عنبریں میں رات یہ آہیں بھریں
گنبدِ گردوں سیہ سارے کا سارا ہو گیا

ذوق نے جو زلف کو چھیڑا تو بولے مجھ سے قسم
تو نے خود چھیڑا اسے اور برہم اتنا ہو گیا

۸

کوہ کے چشموں سے اشکوں کو نکلتے دیکھا
اے صنم! پر ترا پتھر نہ پگھلتے دیکھا

ضعف سے سینے میں آتا ہے مرا دم جس طرح
رنگ کو شیشۂ ساعت میں نہ چلتے دیکھا

تھا میں اس باغ میں نخلِ گلِ آتش بازی
پھولتے دیکھا مگر آہ نہ پھلتے دیکھا

اس رخ و زلف کے آگے نہ ہوا مہ کو فروغ
آگے کالے کے دیا کس نے ہے جلتے دیکھا

اے صبا! جنبشِ سبزہ کے سوا کس کو بھلا
مورچھل گورِ غریباں پہ ہے جھلتے دیکھا

جو چڑھا اوجِ فنا پر وہ گرا سایہ نمط
پاؤں اس کوٹھے سے ہے سب کا پھسلتے دیکھا

کوئے جاناں میں بجز دل جیسا لیا قابو ہے
ہم نے بچے کو بھی ایسا نہ مچلتے دیکھا

زلف کہتی ہے زرِ گوش کو دکھلا دے کوئی
گز سرِ میخ سے ناگن کو ہو ٹلتے دیکھا

کج ادائی گئی کب ہم سے ترے ابرو کی
شاخِ آہو سے ہے خم کس نے نکلتے دیکھا

اشک کو لیتا نہ دامن میں تو کیا کرتا میں
گاہوارے میں یہ لڑکا نہ سنبھلتے دیکھا

جا چھپا شرم سے ظلمات میں آبِ حیات
تجھ کو دانتوں پہ مسی ہے کبھی ملتے دیکھا

کوئے جاناں سے ہم اور خلد سے آدم نکلے
اُن کو دیکھا نہیں پر ہم کو نکلتے دیکھا

خانۂ دل کے سوا آتشِ غم سے اے ذوق
سامنے آنکھوں کے گھر کس نے ہے جلتے دیکھا

۹

برنگِ گل صبا سے کب کھلا دل گیر دل میرا
کرے ہے باغِ جہاں میں غنچۂ تصویر دل میرا

خط و عارض کا تیرے رات دن جو دھیان رکھتا ہے
تلاوت کرتا ہے قرآن با تفسیر دل میرا

ورق پر سینے کے کھینچا ہے تارِ اشک سے مسطر
کرے گا شرحِ دردِ عشق کچھ تحریر دل میرا

سنبھالے رکھ خدا را اے آسماں دیکھ اپنے دامن کو
زمیں پر کھینچتا ہے نالۂ شب گیر دل میرا

مجنوں کی سرد مہری نے کھلا دی زعفراں لیکن
کرے کیا گرم جوشی، ہو گیا کشمیر دل میرا

تری چشمِ فسوں گر نے کہاں سیکھا تھا یہ جادو
کیا ہے اک نگہ میں لے پری تسخیر دل میرا

تصور میں کسی تیغِ نگہ کے کشورِ الفت
ہوا تسخیر کر کے صاحبِ شمشیر دل میرا

بجو گر حسن کی دولت سے تم ہو بن گئے پارس
ہوا ہے کیمیائے عشق سے اکسیر دل میرا

کبھی منت کی زنجیر اُن کو پہنے اس نے دیکھا تھا
ہے اب تک پہنے تارِ اشک کی زنجیر دل میرا

نشاں تو رہنے دے قاتل ذرا سا خوں لگا دوں میں
قیامت میں ترا تا ہووے دامن گیر دل میرا

مجنوں کا عشق ہے گر ذوق تو ساری خدائی میں
کرے گا شہر شہر اک دن مجھے تشہیر دل میرا

۱۰

چاہے عالم میں فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا
دیکھ چمکے ہے شرر ہوتے ہی پتھر سے جدا

کیجو مشاطہ نہ سبزۂ گوشِ دلبر سے جدا
بد نما ہے اگر رکھیں مینا کو ساغر سے جدا

دل مرا یارب نہ ہو زلفِ معنبر سے جدا
سر جدا ہو تن سے یہ سودا نہ ہو سر سے جدا

لکھے شرحِ سوزشِ ہجراں جو تیرا بے قرار
ہو تڑپ کر جوں شرر ہر نکتہ دفتر سے جدا

نقشِ پائے نگاریں کا ہوں میں سودا زدہ
قطرۂ خوں بھی نہ ہوگا نوکِ نشتر سے جدا

شیشۂ دل میں ہے کیا چھپا خمارِ عشقِ یار
شیشہ گر رکھ تو بھی شیشے کو نہ اخگر سے جدا

خطِ شرحِ ناتوانی ہو گیا اڑتے ہی آہ
جوں پرِ کمزور بازوئے کبوتر سے جدا

حضرتِ آدم کو شیطاں نے نکالا خلد سے
غیب نے ہم کو کیا ہے کوئے دلبر سے جدا

۱۱

لختِ دل اور اشکِ تر دونوں بہم دونوں جُدا
ہیں رواں وہ ہم سفر دونوں بہم دونوں جُدا

میں نہ چُکا ہوں نہ وہ چکوی پھر آخر کس لیے
رہتے ہیں شب تا سحر دونوں بہم دونوں جُدا

وصل کی شب نکہتِ گُل کی طرح ہم اور وہ
رہتے ہیں باہم دگر دونوں بہم دونوں جُدا

شکلِ عکس و آئینہ تیرا خیال اور میرا دل
آئینے ہیں سیم بر دونوں بہم دونوں جُدا

ذوق ہیں سینے میں اوراقِ جلا جُل کی طرح
دل جگر باشور و شر دونوں بہم دونوں جُدا

۱۲

لعل لب و دندانِ صنم کا دل نے جب سے خیال کیا
صمٌ بکمٌ کہہ کے بے گویا ہم نے زباں کو لال کیا

لے گا دلا اُس عشق سے کیا تو جس نے ہے کوہ و صحرا میں
مجنوں کا یہ حال کیا، فرہاد کا ہے وہ حال کیا

پھرتا ہے تو اے چاند لیے ٹکڑے بسکہ شب و روز آنکھوں میں
دل نے روشن ہو کے شبِ فرقت کو ہے روزِ وصال کیا

آتشِ گل ہوئی روشن واں، یاں چمکا ہمارے دل کا جنوں
موسمِ گُل نے کیا ہنگامہ گرم ہے اب کے سال کیا

سادہ رخوں سے لگی تو بخت تیری ہی تھی یہ سادہ دلی
منہ چڑھ کر اس شوخ کے اپنا کالا منہ اے خال کیا

موئے قلم ایسا لاؤں کہاں سے جو یہ کرے تحریر انھیں
حال تو دیکھو تم نے مجھے ہر موئے تن سے وبال کیا

نامۂ یار کو رکھ دیکھو تو ہم دم میرے زیرِ کفن
نامۂ جواب نامہ ہے اپنا واں جو کسی نے سوال کیا
شمع نمط یاں خارِ جنوں کی انگلی پگھلی جاتی ہے
آبلوں میں تیزاب تھا گر تو ناحق کیوں پامال کیا

۱۳

ہجر میں کیا کیا مرض ہو سنگ دل پیدا ہوا
ہولِ دل پیدا ہوا. آزارِ دل پیدا ہوا

تیشۂ بختی بھی اسی دن اپنی روشن ہو گئی
روئے تاباں پہ تمھارے جب تل پیدا ہوا

یا الٰہی کیا کروں تیری عنایت کے سوا
میں نے کیا ایسا کیا جو ایسا دل پیدا ہوا

غنچے کے چھلکے سے واں تو نے جو گل کھائے تو یاں
داغِ تازہ، داغِ دل کے متصل پیدا ہوا

اس لبِ لعلیں پہ ہے یہ جلوۂ رنگِ مسی
یا کہ نافرمان و لالہ مشتعل پیدا ہوا

کرکے وعدہ رات کو جو راہ سے تو پھر گیا
وہم کیا دل میں نئے لے پیماں گسل پیدا ہوا

خاک ساری نے اسی دن روشنی پائی تھی نقش
آدم خاکی کا جس دن آب و گل پیدا ہوا

۱۴

رکھ دل جلوں کی خاک پہ تو با فراغ پا
سوزِ دروں دبا ہے پہ مجنوں کے نہ داغ پا

تو باغ میں رکھے اگر اے رشکِ باغ پا
پھر آئے واں خزاں تو وہیں ہو وے داغ پا

وہ اور میرے گھر میں رقیبوں کو لے کے آئے
بلبل کے آشیاں میں رکھے حیف زاغ پا

گر کوئے یار میں نہیں ملتا پتا تو پھر
تو کوئے زلفِ یار میں دل کا سراغ پا

روئے گی پھوٹ پھوٹ کے ہر چشمِ آبلہ
جوشِ جنوں میں رکھ نہ سوئے کوہ و راغ پا

ہم دل جلوں کی خاک پہ رکھیو نہ تو قدم
اس سے تو ڈال دیکھو میاں لجاغ پا

اس گل سے گر اجازتِ پابوس ہو نصیب
ہو جائے جھوم جھوم کے دل باغ باغ پا

اُچھلے ہے شیخ وجد میں اس طرح بار بار
جس طرح بدلگام ہو گھوڑا چراغ پا

ساقی کا وعدۂ چشم ہو گر بر کنارِ آب
پائے حبابِ آبِ رواں سے ایاغ پا

ہے جی میں اب جو نمط نے سروِ خوش خرام   دھو دھو پیا کریں ترے لب پہ دماغ پا

اے ذوق کیوں چمن میں نہ وہ گل جائے جس جگہ ہوں
رنگِ حنائے غیرت صد پائیں باغ پا

جو بار آسماں و زمیں سے نہ اٹھ سکا
تو نے غضب کیا دلِ شیدا اٹھا لیا

ہو گیا نامۂ شوق ان کو سب از بر میرا
کھا گئے ذبح جو وہ کر کے کبوتر میرا

کچھ رازِ نہاں دل کا عیاں ہو نہیں سکتا
گو نگے کا سا ہے خواب بیاں ہو نہیں سکتا

سبزہ خط سے خضرِ طریقت رکھتا رسمِ خط پہ جدا
خط بتاں ہے خطِ الٰہی لکھے موسیٰ پڑھے خدا

کرتا ہے جب نالہ اپنا عالمِ بالا کی سیر
ہے فلک پر کہکشاں کو خطِ جادہ جانتا
آفتابِ حسن کو کیا خاکسار وں کا ہجوم
پا فتادہ کا ہے ذرہ از پا فتادہ جانتا

رکھ دل جلوں کی خاک پہ تو با فراغ، پا — سوزِ دروں وہی تجھے پہ ہوں گے نہ داغ، پا
تو باغ میں رکھے اگر اے رشکِ باغ، پا — پھر آئے واں خزاں تو وہیں ہو دیں داغ، پا
وہ اور میرے گھر میں رقیبوں کو لے کے آئے — بلبل کے آشیاں میں رکھے حیف زاغ، پا
گر کوئے یار میں نہیں ملتا پتا تو پھر — تو کوئے زلفِ یار میں دل کا سراغ، پا
روئے گی پھوٹ پھوٹ کے ہر چشمِ آبلہ — جوشِ جنوں میں رکھ نہ سوئے کوہ و راغ، پا
ہم دل جلوں کی خاک پہ رکھیو نہ تو قدم — اس سے تو ڈال دیکھ میسان اُجاغ، پا
اس گل سے گر اجازتِ پابوس ہو نصیب — ہو جائے چوم چوم کے دل، باغ باغ، پا
اچھلے ہے شیخ وجد میں اس طرح بار بار — جس طرح بدلگام ہو گھوڑا چراغ، پا
ساقی کا دورِ چشم ہو گر بر کنارِ آب — پائے حباب آبِ رواں سا ایاغ، پا
ہے جی میں آپ جو نکلے اے سروِ خوش خرام — دھو دھو پیا کریں ترے سب بے داغ، پا

اے ذوق کیوں چمن میں وہ گل جائے جس کے ہوں
رنگِ حنا سے غیرتِ صد پائیں باغ، پا

(غزل نمبر ۱۴ کے مسودے کا عکس)

اگر رقصاں نہ سر اپنا سنانِ یار پر دیکھا
تو سر بازی کا اپنی کیا تماشا اپنا سر دیکھا
جہاں باریک بین و ناتواں میں اس قدر دیکھا
ہلال انتیسویں کا سب کو منظورِ نظر دیکھا

رہے گا تشنہ لب، سیراب یہ بسمل نہ ہووے گا
میسر جب تلک آبِ خنجرِ قاتل نہ ہووے گا
کوئی اے لالہ رو اس حسن کا قائل نہ ہووے گا
اگر مُہرِ گواہی میرا داغِ دل نہ ہووے گا

آدمی گر ہو مکدّر کیا قصور ادراک کا
خاک کا پتلا ہے یہ، کچھ تو اثر ہو خاک کا

دل کی طپش سے زخمِ جگر کا رات جو ٹانکا ٹوٹ گیا
طائرِ جاں جو رشتہ بپا تھا فرصت پا کر چھوٹ گیا

آج غصے سے اِدھر کو دستِ قاتل اُٹھ گیا
بس بھروسا زندگی کا ہم کو اے دل اُٹھ گیا

ردیف ج

ضعفِ جانی سے ہوں لاچار و گرنہ مجھ سے
نہ تو خنجر کو ہے آزار، نہ تلوار کو رنج
سن کے فریاد قفس میں مری خوش ہوں بے درد
یہ نہ پوچھیں کہ ہے کیا مُرغِ گرفتار کو رنج

ابرو پہ اُس کے خال ہے کیا زاغِ شوخ چشم
سمجھا ہے اپنی شاخِ نشیمن، ہرن کی شاخ
دکھلائی اُس کے سرمۂ دنبالہ دار نے
آنکھوں سے ہم کو نرگسِ ہاروت فن کی شاخ
صیاد میں چمن سے ہوں مانوس، چاہیے
چوبِ قفس بھی ہو تو نہالِ چمن کی شاخ
سوفار کا دہن جو ہوا خونِ دل سے سُرخ
تیر اُس کا بن گیا ہے گُلِ خندہ زن کی شاخ
سہرے تصدق آئے رگِ گُل کو دے صبا
کرنے لگے نثار، گہر یاسمن کی شاخ
گر تیرا حفظ ہووے، چمن نہ روزگار
آب خرے سبز ہو سروِ چمن کی شاخ
آخر یہ دست گیریِ تیشہ نے پھل دیا
کی قطع نخلِ آرزوئے کوہ کن کی شاخ

دم گھٹتا ہے سینے میں دمِ شدتِ گریہ
باراں کی علامت ہے جو ہو جائے ہوا بند

مطبوعہ میں نادرس ہے جو سہو کتابت ہے

ردیف ر

۱۵

دل سینے میں کہاں ہے، نہ تو دیکھ بھال کر
لے آہ! کہہ دے تیر کا نامہ نکال کر

ٹھنڈا سرد ہو چکا، نہ دوبارہ حلال کر
میں اور دم چراؤں گا، یہ تو خیال کر

عاشق کے خوں سے اپنے پرِ تیر لال کر
دکھلا دے شاخِ خشک میں کونپل نکال کر

تیرے مریض نے کئی نقلِ مکاں کیے
آخر کو روح تن سے گئی انتقال کر

شہ رگ پہ اپنی زندگی و موت میں ہے لاگ
آ تیغِ یار! قصہ یہ تو انفصال کر

اترے گا ایک جام بھی پورا نہ چاک سے
خاکِ دلِ شکستہ نہ صرف اے کلال کر

لے کر بتوں نے جان عجب ایماں پہ ڈالا ہاتھ
دل کیا کنارے ہو گیا سب کچھ سنبھال کر

سینہ ہمارا وادیٔ وحشت ہے اے جنوں
ہر داغ پر تصورِ چشمِ غزال کر

گر چاہتا ہے مثلِ مہِ چاردہ فروغ
آ پھر بے شبہہ شہر میں کسبِ کمال کر

پوچھو چلے ہیں کون سے کیجے کو اہلِ درد
ملکِ فنا ہے ۔ جائیں ذرا دل سنبھال کر

تصویر اُن کی حضرتِ دل کھینچ لائے گر
رکھ دیں گے ہم بھی پاؤں پہ آنکھیں نکال کر

قائل ہے کس مزے سے نمک پاشِ زخمِ دل
بسمل ذرا تڑپ کے، نمک تو حلال کر

دل کو رفیقِ عشق میں اپنا سمجھ نہ ذوق
ٹل جائے گا یہ اپنی بلا تجھ پہ ٹال کر

۱۶

خدنگِ دنبالہ کھایا لیکن نہ لایا شکوہ کبھی زباں پر
کہ بوسہ اس چشمِ سرمہ سا کا ہے مُہر گویا مری زباں پر

لگا کے باتوں میں ان کو لائیں جو حرفِ مطلب کا کچھ زباں پر
تو ایسی کہہ دیں ٹھکانا جس کا لگے زمیں پر نہ آسماں پر

تپِ محبت میں سخت جانی کا یہ اثر ہے دلِ طپاں پر
کہ شکلِ سوہان پڑ گئے ہیں ہزاروں کانٹے مری زباں پر

خلش یہی خار خار غم کا رہا تو مرقد پہ میرے سبزہ اگا
یقیں ہے مانند برگ خرما اگے گا نشتر لیے زباں پر

کہا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مست ترک چشم کو کر
سو آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہا ہے مژگاں کی ہر سناں پر

وہ چشم و ابرو تمہارے زیبا کہ قاب توسین جن سے اولیٰ
یہ خال پیشانی کیوں تمہارا نہ فرق لے جائے فرقداں پر

کہے ہے داغ جنوں کہ چمکوں جو تیرے سر پہ بہ دشت ہوں
چراغ وحشت سرائے مجنوں کروں میں روشن چراغ داں پر

بنا بگولے کو برج آسا قریب ناقہ کے قیس پہنچا
پر اترے محمل سے کیوں کہ لیلیٰ کہ پردہ کھلتا ہے سارباں پر

کہاں رہی مجھ میں جاں جو باقی کہ ہے دھواں ہو کے لب پہ آئی
جو ذوق[1] آنسو کی بوند ٹپکی ہمارے داغ دل طپاں پر

ابیات

جو ترے دوست پہ تجھ بن ہے گزرتی ظالم
وہ مصیبت نہ ہو دنیا میں کسی دشمن پر

دل شوریدہ سر نے خاک اڑا کر
بیاباں رکھ لیا سر پر اٹھا کر

خفا تو ہو نہ وقت ذبح میرے تلملانے پر
کہوں کیا لوٹتا ہوں میں ترے بانداز دبانے پر

[1] ذوق، سہو کتابت ہے۔ اوق ہونا چاہیے۔

ردیف س

ہے جو قسمت میں تو دریا بھی کبھی ہو جائے گا
آگیا ہے اپنا قطرہ بھی کنارِ یم کے پاس
دیکھو فیاضِ ازل نے کیا دیا آنکھوں کو فیض
کاسہ در لف ہو کے یم آتے ہیں ان کی نم کے پاس

ردیف گ

ہیں دو عارض و ابرو سے ہیں شاخ و گل و برگ
یوں عیاں اس چمن رو سے ہیں شاخ و گل و برگ
ہیں اور وہ دہنِ خندہ زن اور نازک لب
لکھے گویا قلم موئے نے ہیں شاخ و گل و برگ

آئینۂ فلک میں ہے عکسِ چراغِ دل
خورشید جو نمود ہوا اب ہے داغِ دل؎

ردیف م

سرد مہری کا تری ہو جو نہنگ دل کشتہ
جوشِ گل گشت سے کیا آئے گل داغِ دل گرم
تابشِ نارِ جہنم سے سوا اس کو لگے
جھونکا بادِ سحر بوئے گلِ شبنم گرم

؎ یہ مطلع استاد کا ہے۔

ردیف ن

١٧

سلام کرتے ہیں اُن کو جدھر کو دیکھتے ہیں / اور اُن کو دیکھیو ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہیں
یہ لوگ کیوں مرے عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں / انھیں تو دیکھیں ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہیں
نہ خیر و شر کو نہ عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں / جدھر کو آپ نہ ہوں ہم اُدھر کو دیکھتے ہیں
میں چپکا دیکھ رہا ہوں جگر کے داغوں کو / کہ چارہ گر انھیں، وہ چارہ گر کو دیکھتے ہیں
ان آبروؤں سے کہو دیکھیں تیری آنکھوں کو / جو آبِ جُو میں گلِ نیلوفر کو دیکھتے ہیں
ہے اُن کی چشم کی گردش پہ گردشِ عالم / جدھر ہو اُن کی نظر سب اُدھر کو دیکھتے ہیں
ہماری وصل کی شب ہے نویا شبِ محشر / کہ اُٹھ کے صبحِ قیامت سحر کو دیکھتے ہیں
ہوا کے گھوڑے پہ کس برق وش کو دیکھا تھا / کہ طمطراق پہ ہم کرّ و فر کو دیکھتے ہیں
پڑے گا سایۂ زلف اس پہ بھی ضرور کبھی / کہ پیچ و تاب تمہاری کمر کو دیکھتے ہیں
ہم ان کے کوٹھے پہ چڑھ کر ہیں ڈھونڈتے وہ عید / کدھر کو چاند ہے اور ہم کدھر کو دیکھتے ہیں
خدا کا بندہ ہو زاہد خدا کو دیکھ ذرا / کہ لوگ بندے زمانے میں زر کو دیکھتے ہیں
اِدھر شفق میں ہے شام اور اِدھر ہیں دیکھو / ابھی سے دم بدم اُٹھ کر سحر کو دیکھتے ہیں
نہ پوچھو شغلِ اسیری میں ہم غریبوں کا / کبھی قفس کو کبھی بال و پر کو دیکھتے ہیں
یہ کس کو دیکھ فلک سے گرا ہے غش کھا کر / پڑا زمیں پہ جو نورِ قمر کو دیکھتے ہیں
سوالِ جوہرِ آئینہ ہے جو چشمِ پُر آب / کہ منہ پہ خاک ملے کیوں ہنر کو دیکھتے ہیں
بہار کو ہیں دکھاتے ستارۂ سحری / تمہارے کان میں جب ہم گہر کو دیکھتے ہیں
فنا کی راہ میں پتھر جو بن کے بیٹھے ہیں / اُنہی کو دیکھ کے نبتے شرر کو دیکھتے ہیں
وہ خاک اڑائیں گے بازارِ عشق میں آکر / کہ پہلے اُن کے سود و ضرر کو دیکھتے ہیں
بنا کے چشم کے دنبالہ پر وہ خالِ سیاہ / سنانِ ترکِ نظر پہ سپر کو دیکھتے ہیں
عرق کے قطرے نہیں دیکھتے ہیں اس رخ پر / ستارے دھوپ میں ہم دوپہر کو دیکھتے ہیں
الٰہی آگ یہ سینے میں ہے کہ آفت ہے / عرق کی جا پہ نکلتے شرر کو دیکھتے ہیں
زیادہ سر ہو جو دشمن تو ہم سمجھتے ہیں / تڑپتا خاک پہ مارِ دوسر کو دیکھتے ہیں

نگیں کو دیکھ لیں، چاہیں جو نام عالم میں
کہ سینہ کاوی میں یاں نام ور کو دیکھتے ہیں

خراشِ ناخنِ وحشت سے چارہ گر میرے
شکستہ بخیۂ زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

اٹھائی آنسوؤں نے کس پہ آج بزمِ تسبیح
سفر کہ جاں کا جو فالِ سفر کو دیکھتے ہیں

کسی کی کاوشِ مژگاں سے بر سرِ مژگاں
ٹپکتا قطرۂ خونِ جگر کو دیکھتے ہیں

دکھا دو تم لبِ میگوں پہ خندۂ نمکیں
کہ یاں تو ساغرِ مے میں شکر کو دیکھتے ہیں

عیارِ نقدِ محبت کا، دیکھ سختی پر
لگا کے ذوق، کسوٹی پہ زر کو دیکھتے ہیں

ذوق تو اس بحر میں، ایسے گلِ مضمون بہا
جا بجا لگ جائے اک پھولوں کا خرمن آب میں

۱۸

اشعارِ غزل و قصیدہ

ہووے تو لے مہروش جب پرتو افگن آب میں
ہو سراپا عکسِ ماہی ماہِ روشن آب میں

عکسِ زلفِ یار اور آئینۂ رخسارِ یار
کھینچتے ہیں شام و سحر تصویرِ سوسن آب میں

تو جو دریا میں لگا منہ دھونے، تو نیساں شرم کر
پانی پانی ہو گیا، اے شوخِ پرفن آب میں

مردمِ دیدہ ہیں اپنے زندہ آبِ اشک سے
مردمِ آبی ہیں، ان کا ہے نشیمن آب میں

بھول مت علمِ کتابی پر کہ آخر کب تلک
ناؤ کاغذ کی بہے، اے طفلِ کودن آب میں

تو لبِ دریا نہیں آکر جو اے رشکِ بہار
ڈالے بھر بھر کر صبا پھولوں کے دامن آب میں

لے تو اپنے روئے سیمیں پر ذرا آبی نقاب
نیلوفر دکھلا رہا ہے اپنا جوبن آب میں

کیا ہوا، کیا سبزہ ہے، کیا گل ہے، کیا ابرِ بہار
لطف ہے گر ہووے فیضِ ابنِ حسن آب میں

مدح کر اس شاہِ دریادل کی اے ذوق جس کا فیض
لعل و گوہر ہے بہا تا وقتِ گفتن آب میں

شاہِ اکبر خسروِ غازی کہ آبِ تیغ سے
رکھتے حاسد کو ہمیشہ تا بہ گردن آب میں

پڑھ کے "بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا" دلا
جوں شناور پھر رہا ہے مست پیراہن آب میں

مطلعِ روشن لکھا جس سے کہ عجبہ نظم میں   صورتِ اختر دُرِ معنی ہیں روشن آب میں

ڈالے جوں رُوح القدس تو جب کے توسن آب میں   نورِ حق ہو اہلِ برہاں پر تو بسرسن آب میں

اے شہِ الیاس رُتبت اے شہِ خضر احترام   خشک و تر کو ہے سہارا تیرا دامن آب میں

نام حق لے کر جو مارے تیغ راہِ حق میں تو   غرق جوں فرعونیاں ہو فوجِ دشمن آب میں

تو شہِ دریا نوال اور دل ترا موجِ کرم   ہے سخاوت سے تری دستِ قلمزن آب میں

تیرا فیضانِ عطا جس دم گہر باری کرے   گوہرِ تر سے بھر دیا موجوں کے دامن آب میں

حکم تیرا جستجو چاہے تو گم ہونے نہ پائے   مثلِ ابراہیم ادھم ایک سوزن آب میں

تیرے حکمِ شرع سے جب کفر دریا بُرد ہو   غرق ہووے تا بہ آشائے برہمن آب میں

ہو ترے سینے میں اگر عجبہ معانی موج زن   قطرے سے روشن ہو صد معنیِ روشن آب میں

ہو ترا فیضِ سخن گر معنیِ نطقِ فصیح   بلبلے مانندِ بلبل ہوں نوا زن آب میں

تیرے آگے گر کریں اعدا سرِ عصیاں بلند   مثلِ قومِ نوح ہووے سب کا مدفن آب میں

تو صفا ہو جو دریا میں تو اک آگ کرم آب   ہو عدو کے قتل کو سو سو تہمتن آب میں

روے دریا پر بناتے ہیں بہم موج و حباب   بہرِ سربازانِ لشکر خود و جوشن آب میں

نور و ظلمت ہم دگر دشمن ہیں پر حیراں ہوں میں
تیرے خنجر میں ہے کیوں آتش بہ آہن آب میں

ق

بارہا تیرا ہے یوں آتش قدم بر روے خاک   ہووے جوں برقِ درخشاں سایہ افگن آب میں

عکس بھی دریا میں پڑا اور تن سے اُڑ جاتا ہے یوں   روح گویا اُڑ گئی اور رہ گیا تن آب میں

تیرا فیلِ کوہ پیکر بس کہ دریا سیر ہے   ڈالے وہ کوہِ رواں جب اپنا دامن آب میں

مثلِ ابر آئے و لیکن سرعتِ رفتار سے   اوپر اوپر جائے مثلِ ابرِ بہمن آب میں

نسرِ طائر نسرِ واقع چرخ پر تا ہوں شہا   اور زمیں پر ہوے تا ماہی کا مسکن آب میں

ہو ہماے شوق میں سر پر ہما اقبال کا   ماہیِ دولت کا ہو تیری نشیمن آب میں

ہیں آمدِ بہار سے بھر لاتے مُنہ میں خوں
یہ زخمِ دل تبسمِ غنچہ سے کم نہیں

١٩

ہم سے ظاہر و پنہاں جو اس غارت گر کے جھگڑے ہیں
دل سے دل کے جھگڑے ہیں نظروں سے نظر کے جھگڑے ہیں

جیتے ہی جی تک یا ملکِ فنا میں ساتھ بشر کے جھگڑے ہیں
مر کے اُدھر سے جب کہ چھٹے تو جا کے اُدھر کے جھگڑے ہیں

کیسا مومن، کیسا کافر، کون ہے صوفی، کیسا رند
سارے بشر ہیں بندے حق کے سارے شر کے جھگڑے ہیں

ایک اک جور و ستم پر اُس کے سو سو داغِ دل ہیں گواہ
ہم جو اس سے جھگڑے ہیں حق ثابت کر کے جھگڑے ہیں

غم کہتا ہے دل میں رہوں میں، جلوۂ جاناں کہتا ہے میں
کس کو نکالوں کس کو رکھوں، یہ تو گھر کے جھگڑے ہیں

بحر میں موتی پانی پانی، لعل کا دل خوں پتھر میں
دیکھو اب دنداں سے تمہارے لعل و گہر کے جھگڑے ہیں

دوست کے گھر میں دشمن ہو جب سنگ ہمارے سینے پر
دل کا ذکر رہا کیا باقی، پھر تو سر کے جھگڑے ہیں

حضرتِ دل کا دیکھنا عالم ہاتھ اُٹھائے دنیا سے
پاؤں پسارے بیٹھے ہیں اور سر پہ سفر کے جھگڑے ہیں

ذوقؔ مرتب کیوں کر ہو دیواں شکوۂ فرصت کس سے کریں
باندھے گلے میں ہم نے اپنے آپ ظفر کے جھگڑے ہیں

آفتِ جاں دل کو ہیں تن کے قفس کی تیلیاں
ورنہ ہیں یاں بال و پرِ تارِ نفس کی تیلیاں

طائرانِ رنگِ گل کا فکر کیا اے باغباں
ہیں یہی رگ ہائے گل ان کے قفس کی تیلیاں

طائرِ رنگِ حنا کا شوق اگر ہو اے پری
تیرے ہاتھوں کی لکیریں ہوں قفس کی تیلیاں

چشمِ گریاں نے اگر کی اس برس برسات خوب
سبز ہو جائیں گی سب میرے قفس کی تیلیاں

شیخ کی داڑھی تو حاضر ہے، لگا دے ساقیا
گر خسِ شیشہ کو ہیں درکار خس کی تیلیاں

ہے یہ بہرِ مرغِ دل بلبل رگِ گل کا قفس
اس سے نازک اور کیا ہوں گی قفس کی تیلیاں

شیخ تل شکری جو لائے لعل لب کے سامنے
گل کا دونا تھا مگر شاخِ عدس کی تیلیاں

آگے ان نالوں کے ہیں یوں نالۂ خس ہوتے رقیب
جوں ہوں روکش اثر بر آتشِ نفس کی تیلیاں

کارواں حیرت کا تھا شب تنکا تنکا دشت میں
رہ گئیں بن بن کے آوازِ جرس کی تیلیاں

سلسلہ وابستہ تھا کچھ عالمِ معنی سے ذوقؔ
ورنہ تھیں یہ تیلیاں کب اپنے بس کی تیلیاں

٢٠

کہہ دے شبنم سے نہ بھر سیماب گل کے کان میں
بلبلیں احوالِ دل کچھ اے صبا کہنے کو ہیں

دیکھے آئینے بہت بن خاک ہیں ناصاف سب
ہیں کہاں اہلِ صفا اہلِ صفا کہنے کو ہیں

دم بدم رک رک کے ہے منہ سے نکل پڑتی زباں
وصف اس کا کہہ چکے فوارے یا کہنے کو ہیں

اب تو رات آخر ہوئی میری طرف دیکھو ذرا
مسجدوں میں لوگ اذاں اے مہ لقا کہنے کو ہیں

میرے دل کے آبلے دیکھے تو منہ فق ہو گئے
زردیوں ہی دانہ ہائے کہربا کہنے کو ہیں

دیکھ تو اے پہنچے کس عالم سے کس عالم میں ہیں
نالہ ہائے دل ہمارے نارسا کہنے کو ہیں

گاہ دامن گیر باد و گہ بیاباں گردِ خاک
اب تو تیرے عاشقوں کے دست و پا کہنے کو ہیں

ہے جہاں مانندِ مجمر اور ہم مثلِ سپند
اب چلے جائیں گے، آئے اک صبا کہنے کو ہیں

میرے سودا کا اطبا کر نہیں سکتے علاج
یوں ہی خبطی خبط و مالیخولیا کہنے کو ہیں

مٹ گئے جو ہر وفا کے اٹھ گئے سب اہلِ دل
اب وفا ہے نام کو اور باوفا کہنے کو ہیں

ہے صفائے دل وہی جس میں عیاں ہو شکلِ یار
یوں تو آئینوں کے دل بھی باصفا کہنے کو ہیں

ہم جو آئے دردِ دل اپنا ذرا کہنے کو ہیں
کیا تماشا ہے کہ اُن کے کان ہیں اُٹھا بڑ درد

بے سبب سوفار ان کے منہ نہیں کھولے ہیں ذوق
آئے پیکِ مرگ پیغام قضا کہنے کو ہیں

عجب عالم ہے اب اُس کا کہ اُن کے اک اشارے پہ
کھٹک جاتے ہمارے دل میں سو نشتر سے اوپر ہیں

خانقہ میں بھی وہی ہے جو خرابات میں ہے
فرق پر یہ ہے یہاں منہ پہ ہے اور واں دل میں

مرگیا ہوں بس کہ وصلِ سیم تن کی فکر میں
چادرِ مہتاب ہے میرے کفن کی فکر میں

کرتے اپنے سر کو جو نوکِ سناں پر تاج ہیں
عشق میں وہ کرتے حاصل رتبہ معراج ہیں

کٹا کر اپنا سر نوکِ سناں پر تاج کرتے ہیں
حصول اس طرح عاشق رتبہ معراج کرتے ہیں

یاد آتا ہے عیادت کو نہ تو آتا ہے
یاد میں تیری اجل سے بھی فراموش ہوں میں

ردیف و

شام ہی سے دلِ بے تاب کا ہے ذوق یہ حال
ہے ابھی رات پڑی چار پہر کاٹنے کو

مجھے کیا چاہیے نقشا سوزِ محبت میں
گرہ میری سپند آسا نہیں فریاد سے واہو

۲۱

پتھرا دیا جلوے نے ترے چشمِ صنم کو
چکرا دیا غمزے نے ترے طوفِ حرم کو

جب سے کہ لکھا ہے ترا وصفِ رُخِ زیبا
چومے ہے قلم لوح کو اور لوح قلم کو

رونق ہے بہارِ گلِ رخسار سے تیری
گلزارِ حرم و دشت و چمنستانِ قدم کو

جائے نہ کبھی طبعِ جفا پیشہ سے ہرگز
کس طرح نکالے کوئی شمشیر کے خم کو

کیا ڈھونڈھتا ہے تو عملِ لعبِ محبت
چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقشِ درم کو

ہیں رشکِ کباب اشک ترے سوختہ جاں کے
پُر کرتے دیا خوں شبنمِ گلزارِ ارم کو

دیوانہ ترا قید سے ہستی کی جو چھوٹا
چڑھ جائے گا اک زلزلہ صحرائے عدم کو

جس دن کہ زمیں پر پڑی تھی خاک جو اُڑتی
دیتے تجھے یہاں راہ نہ اس سبز قدم کو

خوبی سے نہیں رونقِ بازار کہ یوسف
اس شکل و شمائل پہ بکا چند درم کو

کیا دے گا دم آ کر کسی بے دم کو مسیحا
اللہ سلامت رکھے اُس تیغ کے دم کو

دے جام مجھے چشمِ عنایت سے جو ساقی
دکھلاؤں تماشا ابھی کیخسرو و جم کو

بد ہو کوئی یا نیک، رقم کام ہے اس کا
احوالِ بد و نیک سے کیا کام قلم کو

۲۲

ہاتھ سینے پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو
اک نظر دل سے ادھر دیکھو اگر دیکھتے ہو

ہے دمِ بازپسیں، دیکھ لو گر دیکھتے ہو
آئینہ منہ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو

ناتوانی کا مری مجھ سے نہ پوچھو احوال
ہو مجھے دیکھتے یا اپنی کمر دیکھتے ہو

پرِ پروانہ پڑے ہیں تہِ شمع کے گرد
برگ ریزیِ محبت کا ثمر دیکھتے ہو

جیبِ مجنوں کو عبث دیکھتے اے اہلِ نظر
کبھی مجنوں کو بھی آشفتہ بسر دیکھتے ہو

شوقِ دیدار دمِ نعش یہ آ کر بولا
کس کی ہو دیکھتے راہ اور کدھر دیکھتے ہو

لذتِ ناوکِ غم ذوق سے جو پوچھتے کیا
لب پڑے چاٹتے ہیں زخمِ جگر دیکھتے ہو

۲۲

لگا کے سُرمہ، تم آنسو نہیں بہاتے ہو
یہ ہم کو جلوۂ شق القمر دکھاتے ہو

چھپا کے پان یہ کس کے لیے بناتے ہو
ہمارے قتل کا بیڑا کہیں اُٹھاتے ہو

تم اپنے رخ پہ پِسے کاجل کا تل بناتے ہو
کہ میرا اخترِ بختِ سیہ دکھاتے ہو

اگر دباؤ کسی کا تمہارے دل پہ نہیں
تو ہم کو دیکھ کے تم کان کیوں دباتے ہو

طلاپ جائیں جبھی ہم کر دے کے تم بوسہ
کہو کہ آؤ زباں سے زباں نکالتے ہو

مریضِ عشق کو تم پوچھ کر طبیبوں سے
حرام شربتِ عناب کیا پلاتے ہو

ہوں خاک چاٹ کے کہتا ابھی شفا ہو جائے
جو شربتِ لبِ میگوں تو ذرا چکھاتے ہو

جگر کے آبلے جو پھوڑتے ہو حضرتِ عشق
ہماری چٹکیوں میں ہم کو تم اڑاتے ہو

گلو یہ کہہ گئی کیا کان میں تمہارے صبا
کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہیں سماتے ہو

جلن سے رشک کی ہیں ہڈیاں جلی جاتیں
کہ ہائے تم نے قلیاں کو منہ لگاتے ہو

جلا رہے ہیں سویدائے دل کو ہم اپنے
نظر گزر کو تم اسپند کیا جلاتے ہو

ہو کرتے سبزۂ خط کی جو سیر آئینے میں
نگہ کی تیغ کو کیوں زہر میں بجھاتے ہو

نمک چھڑکتی ہے شبنم گلوں کے زخموں پر
دکھا کے تم لبِ دنداں جو کھلکھلاتے ہو

ق

ہمیشہ صدقے اُس ابرو کے ہو کے حضرتِ دل
یہ لب پہ نالۂ جاں کاہ اپنے لاتے ہو

دیا طوافِ حرم میں ہے سامنے محراب
اور اس میں نعرۂ لبیک تم سناتے ہو

وہ آئے بام پہ ہیں ہمدمو نہ بیٹھو اب
اُٹھاؤ میرا جنازہ اگر اُٹھاتے ہو

یہ صید بستۂ فتراک کھل پڑے نہ کہیں
کمندِ ناز کو تیز اتنا کیوں اڑاتے ہو

———

ق

مرے لیے تو ہر اک طرح سے قباحت ہے / یہ تم جو دشمنوں کو دردِ سر بتاتے ہو
لگاؤں گھس کے جو صندل تو کہتے ہو کہ مجھے / لگاوٹ اتنی بھلا کس لیے دکھاتے ہو
جو پڑھ کے سورۂ اخلاص دم کروں تو کہو / کہ دے کے دم مجھے اخلاص کیا جتاتے ہو

یہ ایسا کون سا اندازِ گفتگو ہے ذوق
کہ جس پہ زورِ طبیعت تم آزماتے ہو

۴۴

جو کہوے قدِ یار کی تصویر دکھا دو / تم لکھو الف اور وہی تحریر دکھا دو
دیکھو سرِ مقتل نہ کہیں چھوڑ دے بسمل / پہلے مجھے تم یار کی شمشیر دکھا دو
حالت خلشِ دل کی مرے پوچھیں اگر وہ / تم اُن کو تڑپتا ہوا نخچیر دکھا دو
گر دیکھے زاہد تو پھر ایمان ہی لائے / تم مصحفِ رخ اس کو بہ تدبیر دکھا دو
گر چاہو ثریا ہو نہاں پردۂ شب میں / جھمکوں کو تہِ زلفِ گرہ گیر دکھا دو
اس چشم کو ہے ناز بڑا تیرِ نگہ پر / اے حضرتِ دل! آہ کی تاثیر دکھا دو
وہ برقِ نگہ اپنا ہے دکھلا رہی عالم / اس نالۂ جاں سوز کا اک تیر دکھا دو
گر وہ نہیں آ سکتے یہاں تک تو بلا سے / لا کر کوئی اُن کی مجھے تصویر دکھا دو
دیتے ہیں خبر غیب کی گر شیخ جی صاحب / کہہ دو کہ ہمیں تم خطِ تقدیر دکھا دو
اک جان ہے اک دل ہے سو ہیں یک نہ دو یک رنگ / تم چاہو تو ہر رنگ میں تاثیر دکھا دو

لطف و کرمِ یار کے تم پہ جو ہیں منکر
ذوق آج اُنھیں تم یار کی تحریر دکھا دو

۲۵

دمِ ذبح تیغِ جفا میں جب تری بہتا آبِ حیات ہو
تو شہیدِ ناز کو کیوں کہ پھر نہ حیات بعدِ ممات ہو

جو مذاق شعر کو لے پڑی میں چکھاؤں ایسی شکر لبی
قلم انگلیوں میں جو ہے مری ابھی رشکِ شاخِ نبات ہو

جو ہیں کرتے تیرے لیے دعا کہ ہو دامِ عشق سے دل رہا
تو ہے دل یہ کہتا کہ اے خدا انھیں اس جنوں سے نجات ہو

مجھے سب ہیں کہتے کہ صبر کر جو نہیں تو صبر سے درگذر
مگر حسن و عشق پری میں پڑ نہ وہ دات ہو نہ یہ بات ہو

سرِ راہ کشتۂ ناز کا وہ مزار ہے نظر آ رہا
پڑھو آج اس پہ بھی فاتحہ چلو داخلِ حسنات ہو

ترا حسن وہ بت مہ جبیں کہ تصدق جس پہ زماں زمیں
جو دکھائے رخ تو ہو دن وہیں جو چھپائے منہ ابھی رات ہو

جو ہیں مرتے حسنِ صفات پر وہ رہیں گے اپنی ہی بات میں
تو فنا ہو ذوق اسی ذات میں کہ جو ذات جملہ صفات ہو

تک دیکھیو اس لذّتِ پیکاں کے اثر کو
جنبش مرے اب تک ہے لبِ زخمِ جگر کو

دریا میں ترے حسن کے بالے ہیں بھنور دو
اور اس پہ غضب یہ کہ پڑے اس میں مگر دو

ردیف ی

دل کو ہر دم عالمِ معنی سے ذوق
بے خبر آتی نفس کے تارے

۲۶

خدا نے میکدہ دیا سینۂ لالہ زار مجھے
تو آ! نہ بن کے نظر آؤ تم بہار مجھے

وہ خط جو لکھتے نہیں بر خطِ غبار مجھے
سمجھتے بارے ہیں اپنا وہ خاکسار مجھے

نگہ نے اس کی مجھے سخت بے قرار کیا
بلا سے مار دے آ کر کوئی کشار مجھے

جمالِ یار نے مڑ کر بھی دیکھنے نہ دیا
پکارتے رہے دیر و حرم ہزار مجھے

تمہارے عشق میں ماہی سے تا بہ ماہِ فلک
دکھائی دیتے ہیں دل ہائے داغدار مجھے

نظر جو لطف کی ہے روزِ حشر پہ موقوف
تو کرنا کیا تھا نظر بندِ انتظار مجھے

عیاں ہے آئنۂ رُخ پہ سبب خطِ غبار
وہ خط ہیں لکھتے مگر در خطِ غبار مجھے

ہوائے وادیِ وحشت نہ مجھے موافق تھی
دکھا رہے ہیں چمن کی یہ کیا بہار مجھے

نہ دیتا عشق اگر چشمِ اشک بار سے ذوق
جلا چکی تھی مری آہِ شعلہ بار مجھے

۲۷

مرضِ عشق جسے ہو اسے کیا یاد رہے
نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے

تم جسے یاد کرو پھر اسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا، نہ خدا یاد رہے

لوٹتے سینکڑوں نخچیر ہیں کیا یاد رہے
چیر دو سینے میں دل کو کہ پتا یاد رہے

رات کا وعدہ ہے بندے سے اگر بندہ نواز
بند میں یاد سے لو گرہ تا کہ ذرا یاد رہے

قاصدِ عاشقِ سودا زدہ کیا لائے جواب
جب نہ معلوم ہو گھر اور نہ پتا یاد رہے

دیکھ بھی لینا ہمیں راہ میں اور کیوں صاحب
ہم سے منہ پھیر کے جانا یہ بھلا یاد رہے

تیرے مدہوش سے کیا ہوش و خرد کی ہو امید
رات کا بھی نہ جسے کھایا ہوا یاد رہے

کشتۂ ناز کی گردن پہ چھری پھیرو جب
کاش اس وقت تمہیں نام خدا یاد رہے

خاک برباد نہ کرنا مری اس کوچے میں
تجھ سے کہہ دیتا ہوں میں بادِ صبا یاد رہے

گو تنک آئے تو چھاتی پہ قدم بھی رکھ دو
کوئی بیدل ادھر آئے تو پتا یاد رہے

تیرا عاشق نہ ہو آسودہ بہ زیرِ طوبیٰ
خلد میں بھی ترے کوچے کی ہوا یاد رہے

باز آجائیں جفا سے جو کبھی آپ تو پھر
یاد عاشق کو نہ کیجے گا، بھلا! یاد رہے

داغِ دل پر مرے پھاہا نہیں، ہے انگارا
چارہ گر یہ ہو نہ چشمک سے اٹھا یاد رہے

زخمِ دل بولے رے دل کے نمک خواروں سے
لو بھلا کچھ تو محبت کا مزا یاد رہے

حضرتِ عشق کے مکتب میں ہے تعلیم کچھ اور
یاں لکھا یاد رہے اور نہ پڑھا یاد رہے

گر حقیقت میں ہے رہنا تو نہ رکھ خود بینی
بھولے بندہ جو خودی کو تو خدا یاد رہے

عالمِ حسن خدائی ہے بتوں کی اے ذوق
چل کے بت خانے میں بیٹھو کہ خدا یاد رہے

۲۸

چشمِ قاتل ہمیں کیوں کر نہ بھلا یاد رہے
موت انسان کو لازم ہے، سدا یاد رہے

میرا خوں ہے ترے کوچے میں بہا یاد رہے
یہ بہا وہ نہیں جس کا نہ بہا یاد رہے

کشتۂ زلف کے مرقد پہ تو اے لیلیٰ وش
بیدِ مجنوں ہی لگانا کہ پتا یاد رہے

خاکساری ہے عجب وصف کہ جوں جوں ہو سوا
ہو صفا اور دلِ اہلِ صفا یاد رہے

ہو یہ لبیکِ حرم یا یہ اذانِ مسجد
مے کشو! قلقلِ مینا کی صدا یاد رہے

یاد اس وعدہ فراموش نے غیروں سے بدی
یاد کچھ کم تو نہ تھی اور سوا یاد رہے

خط بھی لکھتے ہیں تو لیتے ہیں خطائی کاغذ
دیکھیے کب تک انھیں میری خطا یاد رہے

دو ورق ہیں کفِ حسرت کے دو عالم کا ہے علم
سبقِ عشق اگر تجھ کو دلا یاد رہے

قتلِ عاشق پہ کمر باندھی ہے، لے دل اس نے
پر خدا ہے کہ اسے نام مرا یاد رہے

طائرِ قبلہ نما بن کے کہا دل نے مجھے
کہ تڑپ کر یونہی مر جائے گا، جا یاد رہے

جب یہ دیدار ہیں دنیا کی نمازیں پڑھتے
کاش اس وقت انھیں نامِ خدا یاد رہے

ہم پہ سو بار جفا ہو تو رکھو ایک نہ یاد
بھول کر بھی کبھی ہووے تو وفا یاد رہے

محو اتنا بھی نہ ہو عشقِ بتاں میں اے ذوق
چاہیے بندے کو ہر وقت خدا یاد رہے

۲۹

تدبیر نہ کر، فائدہ تدبیر میں کیا ہے
کچھ یہ بھی خبر ہے، تری تقدیر میں کیا ہے

اے اہلِ نظر عالمِ تصویر کو دیکھو
تصویر کا کیا دیکھنا، تصویر میں کیا ہے

ہے شانہ کہ میرا دلِ دیوانہ ہے اُلجھا
معلوم نہیں زلفِ گرہ گیر میں کیا ہے

پارے کی جگہ کشتہ اگر ہو دلِ بے تاب
پھر آپ ہی اکسیر ہے، اکسیر میں کیا ہے

اے صید فگن کرتا ہے کیوں اتنی چھری تیز
اب باقی بھلا اس ترے نخچیر میں کیا ہے

کچھ سلسلہ جنبانِ جنوں ہے ترا مجنوں
غل دیکھ بپا خانۂ زنجیر میں کیا ہے

بیٹھا ہے درِ کعبہ پہ حیراں ترا شیدا
لبیک میں کیا ہوتا ہے، تکبیر میں کیا ہے

صیاد عبث گرد ہے تو اس کے شب و روز
تو دیکھ تو کچھ اس ترے نخچیر میں کیا ہے

ہے صیدِ نگہ کہتا تھا سے یہ تڑپ کر
اس تیر میں کیا لطف ہے، اس تیر میں کیا ہے

یہ غنچۂ تصویر کھلا ہے نہ کھلے گا
کیا جانے دلِ عاشقِ دلگیر میں کیا ہے

خنجر ہے ترے ہاتھ میں اور ہم ترے خنجر
تاخیر ہو کیوں، فائدہ تاخیر میں کیا ہے

اُترا تھا گلے سے کہ جگر ہو گیا ٹھنڈا
کیا جانیے اس آبِ دمِ شمشیر میں کیا ہے

زاہد کی طرف دیکھو نہ تم میرے دمِ ذبح
لو نام تم اللہ کا تکبیر میں کیا ہے

ذوقؔ اس لبِ شیریں کا جو تو وصف ہے کہتا
کیا کہیے حلاوت تری تقریر میں کیا ہے

۳۰

پری رو کیا ستمگر پیش تر ایسے نہ ہوتے تھے؟
ولیکن جیسے تم ہو فتنہ گر ایسے نہ ہوتے تھے

وہ جب واں بے تکلف رات بھر ایسے نہ ہوتے تھے
صبا کے جھونکے یاں وقتِ سحر ایسے نہ ہوتے تھے

کسی کی فندقیں یاد آ گئیں ہیں ورنہ مژگاں پر
نمایاں قطرۂ خونِ جگر ایسے نہ ہوتے تھے

جو دیں ہیں گالیاں اُس بدزباں نے آج کیا کہیے
کبھی نادم ہم اُس کو چھیڑ کر ایسے نہ ہوتے تھے

خدنگِ عشق کھا کر زخمِ دلِ فرہاد کے باہم
لگے کہنے کہ شیریں نیشکر ایسے نہ ہوتے تھے

کتابِ دل شرارِ عشق سے ہے جل اٹھی شاید
کہ مضموں سوزِ دل کے پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے آبلوں میں آب ہے یا آب داری ہے
کہ پہلے خارِ صحرا تیز تر ایسے نہ ہوتے تھے

ستم دنیا کے جو جو تھے ستم گر دل پہ گزرے ہیں
مگر صدمے ہماری جان پر ایسے نہ ہوتے تھے

زمانے میں ہیں فتنے شور مدت سے قیامت کا
پر اس قامت سے جو ہیں شور و شر ایسے نہ ہوتے تھے

ہمارے شعر سن کر ذوقؔ جیسے بزمِ عالم میں
ہوئے قائل ہیں اب اہلِ نظر ایسے نہ ہوتے تھے

۲۱

نہ کھینچو عاشقِ تشنہ جگر کے تیر پہلو سے
نکالے پر ہے مثلِ ماہیِ تصویر پہلو سے

نہ لے اے ناوک افگن دل کو میرے چیر پہلو سے
کہ وہ تو جا چکا ساتھ آہ کے جوں تیر پہلو سے

دلِ سیپارہ کو نے ٹانک تعویذوں میں ہیکل کو
نہ سرکا یہ حمائل اے بتِ بے پیر پہلو سے

وہ یوں بے دست و پا بسمل رسائی جیب تا جائی
کیا تاپا ہے قاتل ازرہِ شمشیر پہلو سے

اسیرِ زلف دیوانے ہیں دیکھ اے پاسبانِ شب
دبا کر بیٹھو ان کے پاؤں کی زنجیر پہلو سے

مصورِ لیلیٰ و مجنوں کی ناکامی پہ حیراں ہیں
کبھی بیٹھا نہ مل کر پہلوئے تصویر پہلو سے

یہ دل لب تشنۂ تیغِ یار کا ہے رات بھر کرتا
صدائے العطش جوں نالۂ شب گیر پہلو سے

عجب حسرت کا عالم تھا کہ مجنوں کہتا تھا پیہم
چھٹے پہلو مرے محمل کا یا تقدیر پہلو سے

نہ کہنا استخواں ان کو یہ عالم لاغری کا ہے
کہ ہے دکھلا رہا میرا دلِ دلگیر پہلو سے

خیالِ ابروئے جاناں نہیں اب بھولتا اک دم
سپاہی نے جدا کرتا نہیں شمشیر پہلو سے

تمام اہلِ سخن بزمِ سخن میں ذوقؔ حیراں ہیں
ملا جو قافیہ تو نے کیا تحریر پہلو سے

۳۲

برق میرا آشیاں کب کا جلا کر لے گئی — کچھ جو خاکستر بچا آندھی اڑا کر لے گئی (کذا)
اس کے قدموں تک نہ بیتابی بڑھا کر لے گئی — ہائے دو پلٹے دیے اور پھر ہٹا کر لے گئی
ناتوانی ہم کو ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لے گئی — چیونٹی سے چیونٹی دانہ چھڑا کر لے گئی
صبح رخ سے کون شام زلف میں بہکا تھا آہ — اے دل شامت زدہ شامت لگا کر لے گئی
خون سے فرہاد کے رنگیں ہوا دامانِ کوہ — کیوں نہ موجِ شیر یہ دھبا چھڑا کر لے گئی
تم نے تو چھوڑا ہی تھا اے ہمرہانِ قافلہ — لیکن آوازِ جرس ہم کو جگا کر لے گئی
نوکِ مژگاں جب ہوئی سینہ فگاروں نذرِ چاہ — پارہ ہائے دل سے گلدستہ بنا کر لے گئی
دیکھی کچھ دل کی کشش لیلیٰ کہ ناقے کو ترے — سوئے مجنوں آخرش رستہ بھلا کر لے گئی
واہ اے سوزِ دروں کوچے میں اس کے برق آہ — رات ہم کو ہر قدم مشعل دکھا کر لے گئی
وہ گئے گھر غیر کے اور یاں ہمیں دم بھر کے بعد — بدگمانی ان کے گھر سو گھر پھرا کر لے گئی
جو شہیدِ ناز کوچے میں تمہارے تھا پڑا — کیا کہوں تقدیر اسے کیوں کر اٹھا کر لے گئی
دشتِ وحشت میں بگولا تھا کہ دیوانہ ترا — روحِ مجنوں بہرِ استقبال آ کر لے گئی
آگ میں ہے کون گر پڑتا مگر پروانے کو — آتشِ سوزِ محبت ہی جلا کر لے گئی
اے پری پہلو سے میرے کیا کہوں تیری نگاہ — دل اڑا کر لے گئی یا پر لگا کر لے گئی

ذوقؔ مر جانے کا تو اپنے کوئی موقع نہ تھا
کوئے جاناں میں اجل ناحق لگا کر لے گئی

۳۳

حدِ رقم سے وصفِ جبیں ہے صنم پرے — برحق ہے شاخِ سدرہ کہ لوح و قلم پرے
رفتار وہ کہ فتنہ رہے سو قدم پرے — قامت کہے ہے شورِ قیامت کو تھم پرے
کہتا ہے کس کو ناز سے تو دم بدم پرے — تو دو قدم کھنچے میں رہوں سو قدم پرے
بسمل ترے تڑپ کے بھی پہنچے نہ پاؤں تک — یا دو قدم ورے رہے یا دو قدم پرے
کیوں گرم اضطرار ہے اس درجہ اے شرر — ہستی سے کتنی دور ہے ملکِ عدم پرے

پھر کر ہمارے کعبۂ دل میں غزالِ یار
کہتے ہیں دیکھ رہیو غزالِ حرم پرے

قاتل جو تیرے ہاتھ میں پٹی ہو زہر کی
مرہم کو زخمِ دل سے اُٹھا رکھیں ہم پرے

ہے موجِ ریگِ بادیہ کیا ایک گام میں
ہوں گے سوارِ کشتیِ نقشِ قدم پرے

یارب کدھر کو جائے یہ جاں بازِ دردِ غم
باندھے کھڑی ہے چار طرف فوجِ غم پرے

اتنا بھی دم نہیں ہے کہ تیرا مریضِ غم
سرکے نمط سے صورتِ نقشِ قدم پرے

شب گھر پہ اُن کے غیر تو آیا تھا پر
دیوارِ بام پر تھے چڑھے ہم کہ دھم پرے

ق

کچھ اپنی شرحِ سوزِ دلِ بے قرار آج
آیا تھا جی میں بیٹھ کے کیجے رقم پرے

اللہ رے اضطراب کہ جوں آتشیں قلم
ہاتھوں سے جا پڑے مرے چھٹ کر قلم پرے

یہ کیا شبِ وصال کہ دونوں بہم تو ہیں
پر ہم سے وہ ہیں بیٹھے پرے اُن کے ہم پرے

کعبہ نہیں یہ کعبۂ دل ہے مقامِ دوست
رہنا ذرا یہاں سے طوافِ حرم پرے

تم آؤ گھر تو آؤ، نہیں، مجھ کو تو بلا
گھر کے تمہارے گھر کے مرا کے قدم پرے

برگشتہ بخت وہ ہوں کہ پھر جائے ناز سے
مژگاں تک اُس کی آ کے نگاہِ کرم پرے

میں نے کہا جو اُن سے نکلتا ہے میرا دم
بولے خدا کے واسطے رکھیے یہ دم پرے

دیکھو نہ جاؤ حضرتِ دل زلفِ یار میں
رستہ نہیں ہے آپ کے سر کی قسم پرے

کرتا ہے کیا مسافتِ منزل کا فکر ذوق
ہے اب تو یاں سے ملکِ عدم دو قدم پرے

۳۴

ذکرِ مژگاں تیرا جس کے روبرو نکلا کرے
اُس کے بے نشتر رگِ جاں سے لہو نکلا کرے

گر فغاں اچھا نہیں تو چپ بھی رہنا ہے بُرا
کچھ تو سینے کا بخارا اے دل کبھو نکلا کرے

لائے گر بادِ صبا اُس زلفِ مشکیں کی شمیم
شمع کے گل سے بگلِ شبو کی بو نکلا کرے

دیکھیے دیکھے آنسوؤں کی آب داری کو اگر
آبِ دریا سے بجز آبِ رو نکلا کرے

چشمِ مستِ یار اگر دکھلائے تاثیرِ نظر — تا قیامت پھر دلِ آہو سے "ہو" نکلا کرے
اے صنم پیدا کرے جو دل میں تیری آرزو — پھر نہ اُس کے لب سے حرفِ آرزو نکلا کرے
خطِ مشکیں کا تمہارے وصف اگر کیجے رقم — خطِ مُشک افشاں قلم سے مو بمو نکلا کرے
حضرتِ دل ہم تو جب جانیں کرامت آپ کی — کھا کے دھکے روز اُس گھر سے عدو نکلا کرے
تیغ ترکِ چشم کو گر شوقِ خوں ریزی نہ ہو — باندھ کر تلوار کیوں اے جنگجو نکلا کرے

خدمتِ پیرِ مغاں سے لو وہ دارو چل کے ذوق
نشۂ مے جس سے بے جام و سبو نکلا کرے

۳۵

خمِ ابرو ترا جب یار نظر آتا ہے — کوئی کھینچے ہوئے تلوار نظر آتا ہے
جب ترا شعلۂ رخسار نظر آتا ہے — سردِ خورشید کا بازار نظر آتا ہے
گھر میں جو روزنِ دیوار نظر آتا ہے — چشمِ افعی مجھے بے یار نظر آتا ہے
مستِ چشم اُس کا جو میخوار نظر آتا ہے — ہے تو دیوانہ پہ ہشیار نظر آتا ہے
کیا تمہیں اے اولی الابصار نظر آتا ہے — یاں تو اغیار میں بھی یار نظر آتا ہے
ضعف سے تارِ تنِ زار نظر آتا ہے — سو مرے تن پہ گراں بار نظر آتا ہے
سبزۂ خط گلِ رخسار پہ اک عالم ہے — خطِ ریحاں خطِ گلزار نظر آتا ہے
معنیِ رنگِ خموشی سے جو دل ہوا آگاہ — برگِ گل میں لبِ اظہار نظر آتا ہے
جتنا بے ہوش ہوا اتنا ہی سوا ہو آرام — مست ہاتھی ہو تو بے بار نظر آتا ہے
زلف کے دام میں ہے مرغِ دل آتا ہیں یاد — جب کوئی مرغ گرفتار نظر آتا ہے
خوابِ غم میں بھی ہے آرام اگر آ جائے — ہے وہ بے چین جو ہشیار نظر آتا ہے
آنکھ اٹھا کر تو ذرا دیکھ کہ زیرِ افلاک — جو ہے سرکش وہ نگوں سار نظر آتا ہے
میرے رونے پہ جو ہے دیدۂ سوزن روتا — تار اک آنسوؤں کا تار نظر آتا ہے
صید ہے کس پہ ترے کون ہے کہتا تکبیر — یہ تو ہوتا یوں ہی مردار نظر آتا ہے
تیرے مجنوں کو ہے سامانِ جنوں آرائش — داغِ سودا گلِ دستار نظر آتا ہے
بے غضب نشے نے چمکایا تری آنکھوں کو — آج فتنہ ہمہ بیدار نظر آتا ہے

بارِ احساں ہے صبا کا بھی سرِ نکہتِ گل — کون گلشن میں سبک بار نظر آتا ہے

خنجرِ موجِ تبسم سے ترے گلشن میں — دیکھا ہر گل کو، دل افگار نظر آتا ہے

میری آنکھوں میں نظر آتا ہے عالمِ ویراں — دل کا ویرانہ جو بے یار نظر آتا ہے

عالمِ دل میں کبھی آ کے فلک کو دیکھو — کیا پسِ پردۂ زنگار نظر آتا ہے

ہائے اے دستِ جنوں تارِ نفس چھوڑ دیا — تن پہ تو مجھ کو نہیں تار نظر آتا ہے

بڑھ کے جو چکا زمانے میں دکھائی دیا کم — روز کب اخترِ دُم دار نظر آتا ہے

جو جواں مردِ علائق میں پھنسا ہے، وہ مجھے — شیر پنجرے میں گرفتار نظر آتا ہے

دیکھ کر اے بتِ مغرور یہ اندازِ ستم — شرم سے چرخ نگوں سار نظر آتا ہے

کاٹنے دوڑتا ہے گھر جو نہیں وہ گھر میں — حلقۂ در دہنِ مار نظر آتا ہے

مژدہ اے آبلہ پائی کہ پھر آنکھوں میں مری — دامنِ وادیٔ کہسار نظر آتا ہے

کم نمائی سے ہوا اے مہ لقا عید کا چاند — کہ برس میں کبھی اک بار نظر آتا ہے

دل نے ہے دیکھ لیا دفترِ تقدیر تمام — فلک اک نقطۂ بے کار نظر آتا ہے

چشمِ ساقی نے یہ میخانے میں پھیلایا کفر — گردنِ شیشہ میں زنار نظر آتا ہے

صحبتِ اہلِ صفا دیتی ہے سرکش کو الٹ — نخل پانی میں نگوں سار نظر آتا ہے

تنگ جو زیست سے ہیں تختۂ تابوت انھیں — مر کے اک تختۂ ہموار نظر آتا ہے

دُرِ مضموں ہیں ترے ذوق زبس بیش بہا
کم کوئی ان کا خریدار نظر آتا ہے

۳۶

دکھلا نہ خالِ نافِ تو اے گلبدن مجھے — ہر لالہ یاں ہے نافۂ مشکِ ختن مجھے

ہم دم وبالِ دوش نہ کر پیرہن مجھے — کانٹا سا ہے کھٹکتا مرا تن بدن مجھے

پھرتا لیے چمن میں ہے دیوانہ پن مجھے — زنجیرِ پا ہے موجِ نسیمِ چمن مجھے

تسبیحِ دورِ بزم میں دیکھو امام کو — بخشی ہے حق نے زیبِ سرِ انجمن مجھے

اے میکدہ یاسمن ترے دندانِ آبدار — گلشن میں ہیں رلاتے گلِ یاسمن مجھے

محرابِ کعبہ جب سے ہے تیرا خمِ کماں — صیدِ حرم سمجھتے ہیں ناوک فگن مجھے

ہے تن میں اُرشتہ ہائے نئے خشک استخواں — کیوں کھینچتا ہے کانٹوں میں اے ضعفِ تن مجھے
اے لب مسی کو پھینک کہ نیلم ہے کم بہا — یاقوت دے دیا کوئی لعلِ یمن مجھے
ہوں شمعِ یار کہ شعلہ خبر کچھ نہیں مگر — فانوس ہو رہا ہے مرا پیرہن مجھے
اک سرزمینِ لالہ، بہار و خزاں میں ہوں — یکساں ہے داغِ تازہ و داغِ کہن مجھے
خسرو سے تیشہ بولا جو جانوں نہ تیرا خوں — شیریں نہ ہووے جانِ سرِ کوہکن مجھے
رخ پر تمہارے دام جو ڈالا ہے سبزے نے — آتا نظر ہے دیدۂ عنقا دہن مجھے
یہ دل وہ ہے کہ کر دے زمین آسماں کو خاک — اک دم کو برق دے جو پہنا پیرہن مجھے
کوچے میں تیرے کون تھا لیتا بھلا خبر — شب چاندنی نے آ کے پہنایا کفن مجھے
دکھلاتا آسماں سے ہے روئے زمیں کی سیر — اے رشکِ ماہ تیری جبیں کا شکن مجھے
دیکھتا ہے چشمِ لطف پہ کس کس ادا کے ساتھ — دیتا ہے جامِ ساقیِ پیماں شکن مجھے
ہے جذبِ دل درست تو چاہِ ذقن سے — کھینچے گی تیری زلفِ شکن در شکن مجھے
دکھلاتا اک ادا میں ہے سو سو طرح بناؤ — اس سادہ پن کے ساتھ ترا بانکپن مجھے
جیسے کنوئیں میں ہو کوئی تارا چمک رہا — دل سوجھتا ہے یوں تہِ چاہِ ذقن مجھے
اگر اسے بھی دو، کبھی آنکھیں ذرا دکھا — آنکھیں دکھا رہا ہے غزالِ ختن مجھے
آ اے مرے چمن کہ ہوا ہیں تری ہوا — صحرائے دل ہوا ہے چمن در چمن مجھے
یارب یہ دل ہے یا کہ ہے آئینۂ نظر — دکھلا رہا ہے سیر و سفر در وطن مجھے

آیا ہوں نور لے کے میں بزمِ سخن میں ذوق
آنکھوں پہ سب بٹھائیں گے اہلِ سخن مجھے

۳۷

مار کر تیر جو وہ دلبرِ جانی مانگے — کہہ دو ہم سے نہ کوئی دے کے نشانی مانگے
اے صنم دیکھ کے ہر دم کی تری کم سخنی — موت گھبرا کے نہ کیوں بے خفقانی مانگے
خاک سے تشنۂ دیدار کے سبزہ جو اُگے — تو زباں اپنی نکالے ہوئے پانی مانگے
مارِ پیچاں تو بلا بیٹھا مگر تو لے زلف — بے وہ کافر کہ نہ کاٹا ترا پانی مانگے
دہنِ یار ہو اور مانگے کسی سے دل کو — وہ جو مانگے تو بہ اندازِ نہانی مانگے
دل مرا بوسہ بہ پیغام نہیں ہے ہمدم — یار لیتا ہے تو لے اپنی زبانی مانگے
جلوہ اس عالمِ معنی کا جو دیکھے اے ذوق — لطفِ الفاظ نہ ہے حسنِ معانی مانگے

ابیات

غلط فہمی ہماری تھی کہ اُن کو آشنا سمجھے
ہم اُن کو دیکھو کیا سمجھے تھے اور وہ ہم کو کیا سمجھے
جو کچھ دل پر گزرتی ہے سنائیں گے ہم اس بت کو
خدا جانے کہیں کیا ہم، وہ اپنے دل میں کیا سمجھے

اُس کی ٹھوکر کا ہوں دیوانہ کہ جس کے پاؤں میں
گردشِ رنگِ پری سے حلقۂ خلخال ہیں
آئے وہ شاید عیادت کو کہ با صد ضعفِ حال
آئی مژگاں تک نظر بھی بہر استقبال ہے
پوچھتے کیا ہو شکستِ دل کو صورت دیکھ لو
نامہ ہے چیں برجبیں، قاصد شکستہ حال ہے

ہے گل کا دل تو سنبلِ پیچاں کے دام میں
کیا تجھ سے اُڑ کے طائرِ نکہت بھلا چلے

تھا قدِ رعنا کبھی، پر اب ہوس کے بوجھ سے
جھلاتا سا ہے اک شعلۂ نفس کے بوجھ سے

رات بھاری تھی سرِ شمع پہ سو ہو گزری
کیا طباشیرِ سفیدیٔ سحر دیتی ہے

چمن بھی دیکھتے، گلزارِ آرزو کی بہار
تمہاری بادِ بہاری میں آرزو کرتے

نگاہِ ناز نے دیکھے تھے جوہر آج اپنے
دل اپنا ہم کو بھی یاد آیا امتحاں کے لیے

مدت سے موت و زیست پڑے ہیں گلے کا ہار
تیغِ نگہ تری کہیں قصہ چکا چکے

میں ہوں وہ گل کہ پہنچوں گل تن سی خاک پر
جنبش اگر نہ مجھ کو، نسیمِ بہار دے
ہو گری وفا سے، شگفتہ نہ گل کا دل
جاں اپنی اس پہ، بلبلِ شیدا نثار دے

خوں مرا داغ نہیں، دھوتا ہی کیا تو قاتل
یہ نہ چھوٹا ہے نہ چھوٹے گا ترے دامن سے

چشمِ مے گوں و صراحی بہ بغل، جام بہ کف
دیکھنا آج وہ گل آتا ہے کس جوبن سے

خرد نے رازِ عالم کچھ نہ پایا، ذوق اگر پایا
کہ بے آغاز آیا اور بے انجام جلتا ہے

پھولا نہیں سماتا جو گل پیرہن میں ہے
آتا یہ کس بھروسے پہ ہنستا چمن میں ہے

ہوش وحشت کو دیکھ لیا دردِ سر میں ذوقؔ
آرام کو بھی دیکھ کے دیوانہ پن میں ہے

بھڑکے گا بارِ محبت کی کیا فلک حامی
یہ حوصلہ کوئی رکھے بجز بشر تو کہے

سامنے چشم گہربار کے کہہ دو دریا
چڑھ کے گر آئے تو نظروں سے اُتر جائیں گے
لائے جو مست ہیں تربت پہ گلابی آنکھیں
اور اگر کچھ نہیں، دو پھول تو دھر جائیں گے
رُخِ روشن سے نقاب اپنے اُلٹ دیکھو تم
مہر و مہ نظروں سے یاروں کی اُتر جائیں گے

میں وہ مجنوں ہوں عشق کے بیٹھا ہوا لبریز
پروں یہی کہتا ہے کہ ہرگز نہ کہوں "ہے"
بیتابیٔ دل کا کوئی مضموں جو ہُوا نظم
ہر حرف پہ میرے حرکت جائے سکوں ہے
آلودۂ اظہار نہ ہو رازِ محبت
دم ہونٹوں پہ آجائے مگر میں نہ کہوں "ہے"

سفرِ عمر ہے یارب کہ ہے طوفانِ بلا
ہر قدم سیلِ حوادث کا ہے گرداب مجھے
گردشِ چرخ ہے اے ذوقؔ تہبندس کے لیے
آسماں اُس کو نظر آتا ہے، دولاب مجھے

دنیا نے کس کا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یوں ہی جب تک چلی چلے

جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے بادِ صبا اب کبھی چلے

نہ کیجو خوانِ دوں ہمت پہ ہاتھ اے ذوقِ آلودہ
کہ یہ کھانا مرے آگے ہے بد تر زہر کھانے سے

چارہ گر سوزنِ تقدیر میں کچھ اور ہیں تار
جیب کے تار جو ہو ہو کے رفو ٹوٹ گئے

دخترِ رز نے وہ انداز دکھائے سرِ بزم
رات یاروں کے وہاں غسل و وضو ٹوٹ گئے

چشمِ مخمور کے اک جام سے سب یاروں کے
رات سر رشتۂ اعمالِ نکو ٹوٹ گئے

تیر کھینچے بھی اگر چارہ گروں نے دل سے
تو کبھی چھوٹ گئے اور کبھو ٹوٹ گئے

یاد آیا جو اسیرانِ قفس کو گلزار
مضطرب ہو کے یہ تڑپے کہ قفس ٹوٹ گئے

جس بات پر تمہاری سب غش ہیں ہم سے پوچھو
ہم کہو ہیں آنکھوں دیکھی وہ سب سنی سنائی

سحر کے روز دکھاتا نئی چمک خورشید
دکھاتا ہے مرا داغِ کہن نہیں دیتے

ہوا اُن کی زلف سے کیا زخمِ دل کو چشمِ اُمید
لگا بھلے کو وہ مشکِ ختن نہیں دیتے

سنبھال ناخنِ وحشت کو اپنے دستِ جنوں
کہ سینے یہ مرا چاک کفن نہیں دیتے

اشعارِ غزل

جن دلوں نے نہ ہے کیا چُور مرا شیشۂ دل
اے بتو! دل تو نہ تھے وہ بہ خدا پتھر تھے

عمر بھر کھاتا رہا سرو قدوں کے دشنام
اُس شجر سے مری قسمت کے سدا پتھر تھے

کون ہم دم شبِ فرقت میں تھا بجز بالیں کا ترے
یا تو سناٹا تھا، یا دیتے صدا پتھر تھے

تھے دلِ سنگ میں جب تک تو رہے قطرۂ خوں
تاجِ شاہی میں لگے لعل تو کیا پتھر تھے

خاک اُس زیست پہ جب سنگِ درِ اس کو نہ چُھو
مر کے ہم خاک میں جینے تھے تو کیا پتھر تھے

مرے نالوں نے تو پتھر سے بہائے چشمے
اے بتو! تم ہی پسیجے نہ ذرا، پتھر تھے

تاجِ شاہی میں جگہ پائی تو کیا ہاتھ آیا
اور دھرے گر ترے در پر تھے تو کیا پتھر تھے

کعبۂ عشق کا اے ذوقؔ کیا ہم نے طواف
آئینہ خاک تھی اور سنگِ صفا پتھر تھے

ابیات

تم اُس کو دو داغ مثلِ لالہ دیا کرو، بیٹھ کر اُجالا
بگاڑو تم اس کو یا بناؤ، ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

بتوں کے دزدِ زلف سے ہے دل مرا نالاں
یہ چور وہ ہے کہ جو خانۂ خدا میں پڑے

وحشت اگر پتنگ کو ہووے گی داغ سے
زنجیر گھڑ کے ڈالیں گے دودِ چراغ سے

پہلے، بتوں کے عشق میں، ایمان پر بنی
پھر ایسی آ بنی کہ مری جان پر بنی

یار آتا ہے، عیادت کو، نہ تو آتی ہے
تیری خاطر سے، اجل تجھ سے فراموش ہوئے

اگر ہوتے ہو تم برہم ابھی سے
تو پھر ہوتے ہیں رخصت ہم ابھی سے

خوں کے دریا بہہ گئے، عالم تہ و بالا ہوئے
اے سکندر کس لیے، دو گز زمیں کے واسطے

نسخہ

نالۂ دل مرے، سو بار شرربار ہوئے
پر جو سرگرم شرارت تھے، نہ فی النار ہوئے
ٹکڑے اڑ جائیں قفس کے تو اڑیں گے نہ کبھی
ہم ہیں صیاد کی الفت میں گرفتار ہوئے
چمن دل سے ہوئے کم، نہ گل لخت جگر
دو اگر خشک ہوئے اور ہرے چار ہوئے
چھپا کے پھولوں نے منہ صبا سے جو مسکرائے سحر کلی ہے (کتا،
تبسم اس گل کا یاد کر کے عجب بلا کی دل کو بے کلی ہے
تپش دکھائی جو میں نے دل کی تو لوٹا پروانہ داغ کھا کر
دکھایا تم نے جو روئے روشن، تو شمع محفل میں کیا جلی ہے
بناؤ للہ چوب صندل سے میرا تابوت اے عزیزو!
کہ قتل مجھ کو کیا کسی نے دکھا کے رنگ اپنا صندلی ہے

رہے خاطر نہ بے شغل محبت کیوں کہ بند اپنی
کلید قفل دل فریاد ہے مثل سپند اپنی
زمیں کیا ہے فلک پاؤں کے نیچے سے نکل جائے
ہماری خاک پر دکھلاؤ رفتار سمند اپنی

جو دل سے اپنے دم آتشیں نکل جائے
فلک کے پاؤں تلے سے زمیں نکل جائے
ستم نے سیم تنوں کے کیا ہے ناک میں دم
الٰہی! تن سے مرا دم کہیں نکل جائے

راز درون خم سے جسے اس پہ میں آگاہی ہے
یوں تو ہر اک زعم میں اپنے افلاطون الٰہی ہے

وہ لعل شیریں کسی کے دل کی الٰہی کیا ہو گیا دوا ہے
کہ میٹھا میٹھا سا درد کل سے مرے کلیجے میں ہو رہا ہے

قطعات

نذر دیں نفس کش کو دنیا دار
واہ کیا تیری کارسازی ہے
سچ کہا ہے کسی نے پیارے ذوق
مال موذی نصیب غازی ہے

دل سے میں اپنے رسول عربی کا ہوں غلام
دل کہو جان کہو جانیں ہیں اس بات کو سب
میں حضوری میں رہوں اس کی نہ کس طرح مدام
ہے یہ مشہور مثل مال عرب پیش عرب

ناصحا! مجھ کو ملامت تو نہ کر
کس طرح میں عشق سے بیزار ہوں
بس کر مجھ کو عشق بازی کا ہے ذوق
کیا کروں میں ذوق ناچار ہوں

رُباعی

اے زاہدو تم سے کیا جھگڑا کر لوں میں
غصّے سے کروں کس لیے دل کو خوں میں
میخوار و صنم پرست کہتے ہو مجھے
تم ہو تم ہو جو کچھ کہ ہوں بس ہوں میں

جن دانتوں سے ہنستے تھے ہمیشہ کھل کھل
اب درد سے ہیں وہی رلاتے ہل ہل
پیری میں کہاں اب وہ جوانی کے مزے
اے ذوق بڑھاپے سے ہے دانتا کل کل

قصائد

قصیدہ ۱

سحر جو گھر میں بہ شکل آئینہ تھا میں بیٹھا نزار و حیراں
تو اک پری چہرہ حور طلعت بہ شکلِ بلقیس و ماہِ کنعاں
پری کی صورت چمن کی رنگت، گر اس کا شیوہ تو اس کا جلوہ
زبان شیریں، بیان رنگیں، کلام رنداں، خرام مستاں
انیس خلوت جلیسِ جلوت، حریفِ حکمت، ظریفِ صحبت
بہ بزمِ یاراں، بہ دل بہاراں، بہ اہلِ عزت گلے بداماں
حسیں بہ شکلِ منور عرق کے قطرے ہیں اس پہ یا اختر
ہلال ابرو، نگاہ جادو، خدنگ مژگاں و چشم فتاں
بروئے رنگیں نگار بستاں شگوفہ خنداں گہر بہ خنداں
بموئے پیچاں ہے عشق پیچاں جو ہیں پریشاں تو دل پریشاں
وہ گوش پر زیب کج کلاہی جو دیکھو بیٹھی تو یا الٰہی
دہن میں غنچہ لبوں میں گلبرگ روئے روشن پہ مہرِ تاباں
نگاہ ساغر کشِ تماشا بیاضِ گردن صراحی آسا
وہ گول بازو وہ گوری ساعد وہ پنجہ رنگیں بخونِ مرجاں
کمر نزاکت کے لچکی جائے کہ ہو نزاکت کا بار اٹھائے
اور اس پہ سو نو لچکھائے پھر اس پہ ہیں دو قمر فروزاں
وہ ران روشن وہ ساق سیمیں وہ پائے نازک حنا بہ رنگیں
وہ قد قیامت وہ فتنہ قامت دلوں پہ شامت جو ہو خراماں
جو نام پوچھا کہا خوشی ہوں جو وصف پوچھا تو دلبری ہوں
سبب جو پوچھا تو ہنس کے بولا کہ ذوق تو بھی عجب ہے ناداں

وہ شاہ جو ہے محمد اکبر جہاں میں رشکِ جم و سکندر
جلوسِ جشن اس کا ہو فلک پر اسی کے پرتو میں سب ساماں
یہ سنتے ہی میں نے بالبداہت[1] لکھا وہ مطلعِ شفق شباہت
کہ جس کو احسن کہے سخن ور پڑھے یہ تحسین ہر اک سخن داں

مطلع

شہنشا تیرے سر پہ دوراں ہو چتر بن بن کے ہوتا قرباں
کہ ہفت اخترِ بہ ہفت کشور ہیں آج یکسر مطیعِ فرماں
وہ ہے ترا اخترِ ہمایوں کہ ہو کے روشن چراغِ گردوں
مدام کانپے ہے شعلہ آسا بزیرِ فانوسِ چرخِ گرداں
سحابِ ہمت جو دُرفشانی کرے بہ ہنگامِ حکم رانی
تو ہو خجالت سے پانی پانی ہوا پہ یک دست ابرِ نیساں
تری عدالت میں ہے یہ قدغن کتاں کو دیکھے نہ ماہِ روشن
وگرنہ ہالہ ہو طوقِ گردن کہ تا ہو دل میں بہت پشیماں
جو تیغِ براں کو اپنی شاہا کرے علم تو بروزِ ہیجا
تو زیرِ دامانِ ابر اپنا دکھائے جلوہ نہ برقِ رخشاں
یہ تیرا خنجر ہے یا کہ شہپر کہ جس کے لگتے ہی دم میں اڑ کر
قفس سے ہوتا ہے تن کے پراں ترے مخالف کا طائرِ جاں
ہے عیدِ قرباں میں تیری میموں رکھا بزرگوں نے شیرِ گردوں
کہ کھا کے گاؤ زمیں نہ ہیبت کہیں بزیرِ زمیں ہو لرزاں
رکھے گا فغفورِ[2] چین خانہ تو حکم دے لے شہِ زمانہ (کذا)
بنا صفاہاں پہ آستانہ کہ بیٹھے دارا بجائے درباں
تری سخاوت کا سن کے عالم اُمنڈ پڑا ہے تمام عالم
غرض سے آیا ہے چل کے حاتم لبِ سوال و بدستِ اماں

---

[1] مطبوعہ میں "بالبہایت" لکھا ہے جو سہوِ کتابت ہے۔
[2] مطبوعہ میں "فغفورِ چینی" ہے جو سہوِ کتابت ہے۔

جو آئیں جنبش میں لعلِ شیریں پہ چمک جوان کی کلامِ رنگیں
تُخم دیوے تو ہوویں آئیں تو ہنس کے بوئے تو گُل ہو خنداں

وہ تیرا ہے فیلِ کوہ پیکر کہ جس پہ کہتے ہیں سب نظر کر
فلک پہ دُم دار ہیں دو اختر، یا نمایاں ہیں اُس کے دنداں

ترا جو وصفِ خجستہ شاہا! لکھے قلم کو کہاں ہے یارا
ثنا دُعا پر ہے ختم کرتا جو ذوق تیرا ہے تہنیت خواں

کہ روز تجھ کو خوشی ہو افزوں خُسود ہوں سرنگوں و محزوں
یہ جشن ہو فرخ و ہمایوں سدا بصد فر و شوکت و شاں

قصیدہ ۲

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں ہے۔ افسوس کہ نظرِ ثانی سے نور نہ پایا ورنہ عجب جلوہ دکھاتا۔ اکثر شعر اس کے زبانی سنا کرتے تھے۔ دل روشن ہو جاتے تھے۔ کئی شعر مسودہ موجودہ میں نہ تھے، بندہ آزاد کو اُن کی زبانی سنے ہوئے یاد تھے، وہ بھی درج کیے ہیں۔

صبحِ سعادت نورِ ارادت تن بن ریاضت دل پہ تمنا
جلوۂ قدرت عالمِ وحدت چشمِ بصیرت محوِ تماشا

قصرِ رفیع و صحنِ وسیع و طرزِ مُسجّع، سطحِ مُربع
باغِ ارم یا روضۂ رضواں خُلدِ بریں یا جنتِ ماوی

مُرغِ خوش الحاں بر سرِ بُستاں ہر گُلِ بُستاں خُرّم و خنداں
گوشِ شقائق محوِ سرود و دیدۂ نرگس مستِ تمنا

لحنِ قُماری شکلِ مُسجّع صوتِ عنادل وردِ بلبل
سرو بقامت نخلِ دُعا و نکہتِ گُل یا دمِ مسیحا

فصلِ ربیع و موسمِ اردی مُعتدل اک جا گرمی و سردی
میلِ عناصر سوئے طبائع رابطۂ قوی با عالمِ اشیا

چہرۂ گلشن آتش رخشاں سُرخیِ گُل میں لعلِ بدخشاں
سنبلہ شبنم رشکِ جواہر لالہ پہ ژالہ لولوئے لالا

قلب کو فرحت، روح کو راحت، عقل کو قوت، جی کو جودت
جلوۂ ساقی، نغمۂ مطرب، نالہ بہ چنگ و نشہ بہ صہبا
خندۂ گل پر نشۂ مُل پر سروِ چمن پر لطفِ سخن پر
نعرۂ بلبل، نالۂ صلصل، قہقہہ قلقل بر لبِ مینا
غلغلہ اندر محفلِ مستاں، وجد میں خیلِ بادہ پرستاں
نغمہ طرازاں بادیہ آسا، چنگ نوازاں شکلِ بگینا
جامِ بلوریں بامئے لعلیں، صبحِ بہار و گلشنِ رنگیں
پنبۂ مینا بر سرِ مینا اخترِ صبح و گنبدِ خضرا
ساقیِ مہوش مستِ شبانہ، مطربِ دلکش صرفِ ترانہ
مژدۂ عیدِ اقبال مجسم وقتِ سعیدِ انوار سراپا
اک بتِ ترسا، بادلِ سنگیں، لعبتِ کافر، باہمہ تمکیں
صورتِ لات و شکلِ منات و رشکِ یعوق و غیرتِ عزیٰ
کانِ ملاحت، بحرِ صباحت، جوئے فصاحت، گلشنِ راحت
شور میں لیلیٰ، نور میں سلمیٰ، لہجے میں شیریں، جلوے میں عذرا
وہ لبِ میگوں، عارضِ گلگوں، وہ قدِ موزوں، چشمِ پر افسوں
برگِ گلِ تر، لالۂ احمر، سرو و صنوبر، نرگسِ شہلا
خالِ لب ہے نقطۂ مشکیں، یا کہ بلال و چشمۂ شیریں
مردمِ دیدہ محو بدیدہ، لالہ بہ داغ و دل بہ سویدا
فوجِ نظارہ جوں رمِ آہو، آہوئے کعبہ نرگسِ جادو
چیں بہ جبیں محراب بہ کعبہ، طاقِ دو ابرو مسجدِ اقصیٰ
چاہِ زنخداں آبِ زلال اور اس پہ تکلم چشمۂ شیریں
ناصیہ روشن جوں کہ غزنوی، زلفِ شکن در خطِ چلیپا
پان کی سرخی لب پہ گلگونہ، دستِ حنا گریباں قوسِ قزح کر
دام برائے گردنِ عنقا، چشم و چراغِ دیدۂ حورا
بیتِ زلالی لب پہ تکلم فرد خیالی تنگِ تبسم

موئے میاں جوں معنیٔ نازک تنگ دہاں سربستہ معمّا
عارض گلگوں چشم پُر افسوں سبزۂ تر سے طرزِ نظر سے
مایۂ ناز و غمزہ طراز و گلشن راز و راز بہ دل ہا
فتنہ سراپا قہر سراسر سُست وفا میں چُست جفا میں
شرم سے ڈوبا بحرِ حیا میں ناصیۂ رو بر عالم بالا
رمز سے ہو کر صرفِ تکلّم ناز سے ہو کر لب پہ تبسّم
مجھ سے کہا ہو زمزمہ پیرا تو بھی تو بول اے بلبلِ شیدا
میں نے پڑھا اک مطلعِ روشن مدح میں تیری جس کی ہو گلشن
روحِ مُعرّی اے شہ عالم بخش ہو جریر اور شاد ہو اعشیٰ

اے شہِ عالم درہمہ عالم عالیٔ اعلیٰ والیٔ والا
لب پہ ستائش دل پہ نیائش جلوہ طرازِ عرشِ معلّیٰ
نفسِ خلافت از رہ رتبت تختِ خلافت عرشِ عظمت
تو ہے بہ حکم وجہ جو صورت وہ ہے بہ نفس رتبہ ہیولیٰ
روحِ مجسّم عقلِ مکرّم نفسِ مقدّس جسمِ مطہّر
باتن صافیٔ جاں موافق پردہ بہ دنیا جلوہ بہ عقبیٰ
علم حقیقی علم مجازی تیرے حلول (و) ساری وطاری
اصلِ مبانیٔ نقلِ معانی عقل کو تیری خیش مُنبا
سارے پڑھے اسمائے الٰہی سب ہیں مؤثر اے شہ اکبر
اسم جو اعظم ہے تو وہی ہے جس سے ہے تیرا اسم مسمّیٰ
فہم میں لے کر صافیٔ طینت رکھ کے نظر میں اوجِ قرینت
غرقِ حیا ہیں زمزم و کوثر سر بہ زمیں ہیں سدرہ وطوبیٰ
خلقِ کریم و نفسِ نفیس و ابرِ مُفیض و فائزِ رحمت
آبِ بقا و خاکِ شفا و نارِ خلیل و بادِ مسیحا
تو سرِ دنیا ظلِ الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی
تحت ترا ہے تا بہ ثریٰ اور فوق ترا ہے تا ثریا

حکم پہ حاضر فردِ[1] پہ ناظر تیرے جلوسِ جشن کی خاطر
فوجِ سکندر لشکرِ دارا، تختِ فریدوں مسندِ کسریٰ
تجھ سے ہی قایم شام و سحر ہی تجھ ہی سے دایم تازہ و تر ہے
بارِ مراد و برگِ نشاط و شاخِ امید و نخلِ تمنا
تو بہ ریاست تو بہ فراست تو بہ مقالت تو بہ سیاست
فطرتِ لحیان فکرِ جماعت حسنِ بیاض و غصۂ حمرا
رو بہ رضا و لب بہ دعا و دست بہ ہمت پا بہ اقامت
لب بہ ہدایت دل بہ درایت صرف بہ زہد و محو بہ تقویٰ
تو بہ حقیقت تو بہ طریقت تو بہ شریعت تو بہ ودیعت
پاک سرشت و نیک نوشت و جسم مطہر قلب مصفیٰ
رو بہ تجمل خو بہ تحمل کف بہ تکلف لب بہ تکلم
رو کشِ یوسف ہم سرِ صالح ہمرہِ موسیٰ ہمدمِ عیسیٰ
تیری محافظ آیۂ کرسی، تیری معاون آیتِ قدسی
زیبِ تمایم سورۂ یٰسیں حسنِ عزایم سورۂ طٰہٰ
جانبِ اعدا تو سرِ میداں کھینچ لے جس دم صارمِ براں
نعرہ ہو اس کا اُقتُل اُقتُل نغمہ ہو اس کا "نحن قتلنا"
جلوے سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیوں کر
نہ ہو ودائے دیدۂ شپر پہ ضیائے حیرتِ حربا
تو دمِ فرحت تو دمِ عشرت تو دمِ صولت بر سرِ دولت
ماہ بہ سرطاں زہرہ بہ میزاں تیر بہ قوس و شمس بہ جوزا
فہم ترا وہ عقلِ ارسطو بالغہ جس سے جوہرِ ثانی
علم ترا وہ درسِ فلاطوں فلسفہ جس کی ابجدِ اولیٰ
حالِ دو عالم تجھ میں سراسر پیدا اور ہے تجھ پہ نورِ کشف ہویدا
غیرِ قیافہ غیبہ سر وہ غیبہ تفاؤل غیبہ بدیہا

۱ مطبوعہ میں "فرد" کی جگہ "نظر" لکھا ہے جو سہو کتابت ہے

تیری شمیم خُلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری
اور بہاریں مُشکِ تتاری عُودِ قماری عنبرِ سارا
فکرِ فرنگ و دانشِ یوناں آگے ترے ہے طفلِ دبستاں
تُو ہے وہ ماہر تو ہے وہ ماہر تو ہے وہ بینا تو ہے وہ دانا
تیغ سے تیری پیکرِ دشمن حلقہ بہ حلقہ جب ہو بہ جوشن
پیشِ حکیماں آپ رہی ثابت عقل سے جزو لا یتجزیٰ
زینتِ لوحِ شوکت و شاں تو زیبِ سرِ توقیعِ جہاں تو
اس پہ مُزیّن جوں گلِ طُغریٰ اس پہ مُسجّل جوں خطِ امضا
حاتمِ دوراں نُستہِ نعماں رُستمِ دستاں شیرِ نیستاں
تُو بہ سخاوت تو بہ عنایت تُو دمِ جرأت تو سرِ ہیجا
حسنِ ادا میں نکتہ موزوں طرزِ سخا میں گوہرِ مکنوں
شغل و عمل میں نظم مسجّع حرفِ سخن میں نثرِ مُقفّیٰ
تیرا ہے توسن سایۂ ذوالمنن برسرِ خُتّن دردمِ زفتن
برقِ جہاں و آبِ رواں و شعلۂ آتش موجۂ دریا
بادبہ وقتِ تیز روانی ابر بہ وقتِ قطرہ فشانی
جب تو اٹھا دے کوہ و جبل پر جب تو رواں ہو جانبِ صحرا
(یہاں سے دو شعر رہ گئے)
فیل ہے تیرا ابرِ بہاراں پرُ بہ خیالِ بادہ گساراں
ہووے درخشاں برق بہ باراں دے جو بلا زنجیرِ مُطلّا
بحر بہ وسعت کوہ بہ رفعت پردۂ کوہ نور بہ ظلمت
اس پہ طلوعِ جلوۂ خلعت طور پہ گویا نورِ تجلّی
پشت پہ اُس کی ہودجِ زریں قوسِ قزح در رنگ نگیں
تیرا طلوع اے خسرو خاور صبح شفق میں کر دے ہویدا
تھا جو سخن آغازِ ثنا سے ختمِ سخن ہو حسنِ ادا سے
ذوقِ سخن والا تیری دعا سے طرزِ سخن موزوں ہو سراپا

دل ہے سراپا نور کا عالم بلکہ فروغِ ظہور کا عالم
پیشِ نظر ہو دور کا عالم سن تو ہی افلاک پہ ہے کیا
وردِ ملائک نام خدا ہے دیکھ زباں پر کس کی ثنا ہے
دل کہ سراپا دستِ دعا ہے دستِ دعا و دامنِ شہا
تا کہ زباں منضم بہ زمیں ہو دور میں چترِ چرخِ بریں ہو
شاہ کا عالم زیرِ نگیں ہو سطحِ زمیں ہو عالمِ بالا۔

قصیدہ ۳۵

اکبر شاہ مرحوم کی تعریف میں ہے۔ افسوس کہ نظرِ ثانی سے محروم رہا۔ آغازِ جوانی کا کلام ہے۔

خضرِ نصیب کی گر دنیا میں رہبری ہو — اور شاہ راہِ دل پر چشمِ خبروری ہو
منظورِ ہر نظر میں تب شکلِ آئینہ ہوں — روشن قلم سے میرے تاجِ سکندری ہو
تارے کی طرح چمکے ذرہ مرے سخن کا — اور نام میرا روشن جوں مہر و مشتری ہو
میں مرتسم معانی اور سیستاں سخن ہے — دریا جو زورِ قسمت دل کو شناوری ہو
برگشتہ بخت اپنا گر آئے راستی پر — گردوں بھی سرنگوں پھر دیکھ اپنی سروری ہو
یہ کہہ رہا تھا میں جو یک بار عقل بولی — وہ بات کہہ کہ جس میں تیری بھی دلبری ہو
تجھ کو خبر نہیں کیا، ہے دورِ شاہِ اکبر — رفعت سے پست جس کی شانِ سکندری ہو
بے فکر کیا عجب ایسا فیاض ہو جہاں میں — اور دل کا اُس کے مقصد خود بندہ پروری ہو
شکلِ سحاب جا کر بلند ہے ہوا فلک پر — جس پر کہ اُس کی چشمِ الطاف سرسری ہو
دربار میں تو اُس کے ہو بہرہ یاب جا کر — بہروزی ہووے تیری اور تیری بہتری ہو
لیکن رہِ رسائی اُس وقت ہو گی روشن — جب خضرِ راہ تیری طبعِ سخن وری ہو
تو بھی تو سوچ دل میں یا تیرے دُرِ سخن کا — اُس کے سوا جہاں میں کون آج جوہری ہو
اُس کی نظر چڑھیں گر یہ تاب دار گوہر — پھر نام تیرا روشن مانندِ انوری ہو
تب بحرِ فکر میں دل غواص ہو کے اترا — معلوم تا کہ سب کو زورِ شناوری ہو

مطلع یہ ہاتھ آیا شہوار بن کے موتی
شرمندہ جس کے آگے صدکانِ جوہری ہو

شاہا نظر کرم کی جس ذرّے پر ذری ہو
وہ آسماں پہ جاکر خورشیدِ خاوری ہو
دیکھی ہے چینِ ابروآئینۂ جبیں میں
کیوں کر نہ تن میں اس کے ہیبت سے تھرتھری ہو
کیا تاب ہے فلک کی جنبش کرے جگہ سے
گر مہر پائے بندی ایماے سرسری ہو
یہ آستانِ دولت ہے سجدہ گاہِ عالم
دل کو تری عقیدت اور ننگِ سروری ہو
دارا کو تیرے در تک ہو کس طرح رسائی
درباں جو تیرے در کا کرتا سکندری ہو
سورج مکھی کا تیرے اک پھول مہر انور
قربانِ چترِ دولت نہ چرخِ چنبری ہو
باغِ جہاں میں نرگس لے کیوں نہ جامِ زرّیں
جب ہر گدا کو دیتا اک ساغرِ زری ہو
دکھلائے آبداری جب تیغ شعلہ دم کی
شیروں کے دل میں ٹھنڈا خونِ دلاوری ہو
کشتِ امل کو سرسبز آب گہر کردے
ابرِ کرم کی تیرے جب فیض گستری ہو
بیٹھے میں معدلت کے وہ شیر ہے تو شاہا
نوشیرواں کو جس سے ہرگز نہ ہمسری ہو
شیوہ ہو سوں کا کھویہ کرم میں تیرے
تیری گداگری ہو کیوں کیمیا گری ہو
گر آفتاب تیرا اوڑھالے کرن کو اپنی
تاجِ گدا کا جلوہ جوں تاجِ قیصری ہو

تیری ثنا میں شاہا لکھتا ہوں اب وہ مطلع
جس کی چمک سے کاغذ جوں کاغذِ زری ہو

پابوس نقشِ پاسے تیرے جو کنکری ہو
جاکر فلک پہ اس کو تاروں کی برتری ہو
ابرِ کرم سے تیرے کیا دور ہے کہ شاہا
کشتِ فلک میں پیدا سرسبزی و تری ہو
سورج کی جو کرن ہے گردوں کی لے زمیں تک
مانندِ عشق پیچاں پھر سر بہ سر ہری ہو
مریخ کو فلک پر جس تیغ سے ہو ہیبت
دشمن کو بھاگ کر کیا پھر اس سے جاں بری ہو
نعرے سے تیرے ٹوٹے ہیبت کا چاک سینہ
دل پر دلاوری کے وہ تیغِ حیدری ہو
تیرے سوا جہاں میں کون آج ہے توانا
جو دل کے ناتواں کو دیتا تونگری ہو
جاروب کش ہے جو تیرے مشکوئے خسروی کا
زیبا ہے ماہ کو گر فرمانِ مشتری ہو
خورشید نذر لائے جب افسرِ شعاعے
منشور افسری پر توقیعِ خاوری ہو

پروے تاج بخشی جس دم کرے اشارت — کشتی میں لے کے حاضر وہ افسری ہو
لائیں پے سواری توسن کو جب سجا کر — صورت میں ہووے تتلی پرواز میں پری ہو
چلتا ہوا ہے افسوں اڑتا ہوا چھلاوہ — پھر اس سے آگے بڑھ کر کیا سحر سامری ہو
کیا برش قلم واں دکھلائے شہسواری — جب توسن تصور کھاتا سکندری ہو
خاک قدم ہو اس کی اہل نظر کو سونا — جو نقش سم ہے اس کا وہ مہر اکبری ہو
تو اس پہ بر سر زیں جوں رحل پر ادب سے — ام الکتاب لے کر جبریل نے دھری ہو
کس وصف کی ہو سیڑھی ہاتھی پہ تیرے موزوں — کرتا نہ فیل گردوں جس کی برابری ہو
اس طرح جلوہ گر ہے تو بر سر عماری — برج حمل میں جیسے خورشید خاوری ہو
چار آئینہ بدن پر دشمن کے گر سجا ہو — اور سر پہ اس کے ٹوپی فولاد کی دھری ہو
پر جیسے آئینے سے تیر نگاہ گزرے — یوں غرق اس میں تیری ہر تیر کی سری ہو
کیا سعد و نحس کا یاں رہوے حساب باقی — جب چھائی آسماں پر فرخندہ اختری ہو
ختم ثنا ہے کرتا اب ذوق اس دعا پر — تو مدعا پہ اس کے گر ملتفت ذری ہو
جو ہو ترا دعا گو گل رنگ ہو وہ کھل کر — بدخواہ اگر ہو خنداں صد برگ جعفری ہو

ہو سیر بخت تیری گر اوج میمنت پر
رفتار بخت اعدا بر رجعت قہقری ہو

قصیدہ ۴

یہ قصیدہ ایام طالب علمی کا ہے۔ مطالب اس کے عہد مذکور پر شاہد حال ہیں۔ افسوس کہ نظر ثانی سے نور نہ پایا۔ اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں ہے:

تا زباں زد دہر میں ہو فلسفی کا یہ کلام — ہے پے افلاک لازم نفی خرق و التیام
تا خط محور پہ ہووے گرم گردش آفتاب — تا نہ قطبین فلک تک پہنچے دور صبح و شام
سبعہ سیارہ ہوں سائر تا سر ہفت آسماں — ہو ثوابت کا سپہر ہشتمیں پر ازدحام
منجمد ہو کر میان طبقہ ہائے زمہریر — قطرہ افشاں تا بخار ابر ہوں بن کر غمام
آب باراں سے گزر کر منتشر تا ہو شعاع — انعکاس رنگ سے قوس قزح پائے نظام
تا حقیقت کے لیے لطف سخن ہووے مجاز — صنعتیں ہوں اس سے پیدا با مرام و بے مرام

تا کریں روشن معانی و بیان بحرِ بدیع — جن سے ایرادِ معانی ہو بہ تحسین الکلام

تا نفی و نہی کے تئیں دیں فعلِ مستقبل کو نصب — جازمِ فعلِ مضارع اِن و لَم لمّا و لام

تا کہ عمرِ تنو ہو داخل بہ اوزانِ بحور — تا افاعیل و تفاعیل اس کے پائیں انضمام

اور زحافوں کا عمل نے کر ردیف و قافیہ — گر غلط ہوتا ہے عمر میں ان کو دیوے موزوں مقام

تا اطبائے زماں کو ہووے علمِ طب کے ساتھ — غورِ نبض و فکرِ بحران فکرِ الوانِ قوام

تا خس و خشخاش لازم ہووے دافعِ قبضِ ثقیل — جب تلک امراضِ نزلہ کا اطبا میں ہے نام

(یہاں سے چند شعر پڑھے نہیں گئے:)

کلیاتِ خمسہ ہوں منطق میں ایسا خوب بیاں — یعنی جنس و فصل و نوع و خاصہ اور عرضِ عام

مادی و فاعل علت کو تا صورت کے ساتھ — علتِ غائی پہ دیویں اہلِ دانش انصرام

تا ریاضی و طبیعی سے بزورِ فلسفہ — فیلسوفانِ جہاں علم و عمل میں لیویں کام

تا کہ بیتِ سعدِ اکبر ہوں فلک پر قوس و حوت — تا کہ جوزا اور حمل میں شمس کو ہو احتشام

سنبلہ کو تا منجم کہووے ہے شاید عقیم — تا کہ ہو دست و بغل جوزا فلک پر شاد کام

حکم ہو برجیس و کیواں کا رواں بر چین و ہند — تا کہ تیسرا ماہ روم و بلخ پر رکھیں مقام

تا خراساں مہر کو، بہرام کو ہو ملکِ ترک — ماوراء النہر ناہید کو تا ہو قیام

تا کرے معلوم اصطرلاب سے اختر شناس — ارتفاعِ ہر ستارہ روز و شب ہر صبح و شام

تا زحل کے ساتھ شکلِ عقلہ و انکیس کو — زائچہ میں دیتے ہوں صاحب رصد نسبت مدام

ہووے دائر غصہ برزخ میں تا بحثِ حکیم — ہوں مہذب جبر اور تفویض پہ اہلِ کلام

رد کریں تا دعویٰ رویت کو اہلِ اعتزال — اور ملاحدہ وسوسوں سے دیں نبی کو اتہام

محو ہو جب تک کہ جوگی شغلِ استدراج میں — سینہ و سر میں رکھے دمِ نفس کو پنجہ تمام

تا کہ سالک مسلکِ تقویٰ میں کرتا ہو سلوک — تا رہے مجذوب مستِ بادۂ غفلت مدام

تا وجودِ پاک سے ابدال اور اوتاد کے — انتظامِ اہلِ عالم ہووے عالم میں تمام

تا خراسان و عراق و زابل و تبریز سے — نغمہ ریزِ فارس آ باز ان کرے اپنا مقام

مدھم و پنچم کھرج گندھار دھیوت اور نکھاد — نغمۂ ہندی کا ہووے سات سُر کا انتظام

تا کہ فروردی، ابار، و آب، ایلول اور نیل — ماہِ شمسی ہو مطابق ہر ولایت میں مدام

یارب اس کا رتبۂ عالی ہمیشہ ہو فزوں — دولت اس کی ہو کنیز اقبال ہو ادنیٰ غلام

کون وہ؟ یعنی محمد شاہ اکبر دیں پناہ
نیک صورت، نیک سیرت، نیک طالع، نیک نام

زورِ دیں داری سے جس کی ہے دکھاتی خود بخود
زیغ و بنیانِ ضلال و کفر شکلِ انہدام

کیا تعجب ہے اگر اُس کی بہار فیض سے
گلشنِ گیتی ہو رشکِ روضۂ دارالسلام

مرغزارِ عالم اُس کے فیض سے ہے بسکہ سبز
پائے ہے رنگِ زمرد پارۂ سنگِ رخام

کہکشاں سے لے عصائے نقرئی پیرِ فلک
کرتا ہے وقتِ سواری شکلِ چاؤش اہتمام

ہے شمیمِ خُلق اگر اُس سے تو ہو جائے ابھی
طبلۂ عطار کی صورت معطر ہر مشام

گلشنِ مدح و ثنا سے اُس کی لے گُل چینِ فکر
لا گُلِ مضمونِ تازہ جلد بہرِ اشتمام

مختصر یوں ذاتِ عالی ہے تو جمہورِ انام
حلقۂ تسبیح میں جوں سر بر آوردہ امام

مائدہ اور منّ و سلویٰ کی کسے ہے احتیاج
مطبخِ عالی سے تیرے سب کو پہنچے ہے طعام

بہرہ وَر خورشید سے کوہِ بدخشاں ہے فقط
نیّرِ اجلال کی تیرے نظر عالم پہ عام

غنچۂ تصویر کو بھی مثلِ گُل ہائے چمن
ہے نسیمِ لطف سے تیری ہوائے ابتسام

ق

ہے ملا دستِ سخا کے ساتھ تجھ کو زورِ حکم
دستِ قسامِ ازل سے جس کہ وقتِ انقسام

فیض تیرا ہے کہ پائے خرقۂ ماہی درم
حکم تو دیوے تو رہوے زیرِ دریا تشنہ کام

دشمنِ بد بیں کو آبِ خضر بھی زہر آب ہے
اور دمِ عیسیٰ گلے میں ہے برشِ آبِ حسام

پر ہوا خواہوں کو تیری مرحمت سے خیرا!
فیضِ انفاسِ الٰہی ہیں نفوسِ انتسام

دستِ صحت سے رگِ ہر سنگ کوہ و دشت میں
نبضِ سالم کی طرح جنبش کھائے گی دوام

دیں مریضوں کو دمِ عیسیٰ تو یوں نکلیں رکذا،
قطرۂ ریزش گریں جس طرح سے وقتِ زکام

مستفیدِ نور کب ہے شمس سے جرمِ قمر
نیّرِ اجلال سے تیرے جلا لیتا ہے دام

روبرو دستِ کرم کے ہوتی گرد و باد ہے
آبروئے ابرِ گوہر بار لے ذوالاحترام

تو جھروکے میں جو بیٹھے آ کے بہرِ عدل و داد
شیر و آہو گھاٹ پر جمنا کے ہوں آپس میں رام

تا نہ آئے زخمِ عاشق کے دلِ ناکام پر
تیغِ ابروئے بتاں رکھتے ہیں وسمے سو نیام

لے فریدوں تو جو کر دے راہِ خوں ریزی کو بند
اور لبوں سے جام کے چھلکے رحیقِ لالفام

شانۂ ضحاک کی مانند ایک ایک اس کی موج
مار پیچاں بن کے ہووے متحد با خطِ جام

بجز انصاف کے تیکھے سرِ دشت و جبل
ہر غزالہ ناقۂ صالح ہے گویا بے زمام

قصدِ صید اس کا کرے کوئی معاذ اللہ اگر
ہو خدا کا قہر نازل اس پہ بہرِ انتقام

آیا جب تیرے مقابل لے نہنگِ بحرِ رزم
شکلِ خرچنگ الٹے پاؤں ہٹ گیا دستانِ سام

گنجِ استقلال پر ہے قفل اگر تیری سپر
وقت پر شمشیر ہے مفتاحِ ابوابِ مہام

جوں عصائے حضرت موسیٰ سرِ دریائے نیل
نیزہ تیرا لشکرِ اعدا میں کر جاتا ہے کام

ہے خدنگِ تیر تیرا یا ہوا پر ہے عقاب
دم بدم دے ہے قضا کا آکے اعدا کو پیام

گر عدو دستۂ سکندر کو کرے چار آئنہ
آگے تیری تیغ کے وصلی ہر پر کاغذ ہے خام

تیرے وصفِ ناوک اندازی پہ تیر اندازِ فکر
مطلعِ برجستہ کو ہے لکھ کے دیتا انتظام

بر سرِ پرواز ہوں جب تیرے شہبازِ سہام
جوشنِ جسمِ عدو میں ہو وے دم محبوسِ دام

دستِ دہقاں میں فلاخن شعلۂ جوالہ ہو
لیں تری برقِ غضب کا کشتِ اعدا پر جو نام

گر سحابِ قہر تیرا ہو تگرگ افشاں تو ہو
حالِ اہلِ قاف وہ اے خسروِ عالی مقام

وادیِ بطحا میں جیسے بر سرِ اصحابِ فیل
معجزِ طیراً ابابیل آیا وقتِ انہزام

جنبشِ خامہ سے میری سر ہو برقِ جہاں
گر کروں شاہا رقم وصفِ سمندِ تیز گام

ترک تازی میں پڑی تھی اس کی شوخی پر نظر
الٹی چشمِ بتاں کی ہو گئی ترکی تمام

صفحۂ غبرا پہ کھائے نقطۂ رمّال رشک
دیکھئے نقشِ سمِ جو اس کا جلوہ گر وقتِ خرام

سرعتِ طیِ منازل کا لکھوں گر اس کے وصف
حال و مستقبل کا لازم فعلِ ماضی میں ہو نام

عرصۂ چوگاں میں جب اس کو پہ وقتِ معرکہ
لائے جولانی میں دے کر جنبشِ دستِ لگام

گاہ دوسرپٹ اگر اڑان اور گاہ بیٹھا پویہ
گاہ دلکی اپیہ اور گاہ جائے شاہ گام

اور اشارہ ہو اگر اس قاف سے اُس قاف پر
اس طرح اڑ جائے جوں مرغِ نظر بالائے بام

نیل کو تیکھے شبِ یلدا تو کہتا ہے جہاں
پر جو ہے نقشِ قدم اس کا وہ ہے ماہِ تمام

یا سیہ خیمہ ہے لیلیٰ کا دیا ہے تھم گئی
جانِ قیسِ تفتہ دل بن کر دھواں شکلِ غمام

حلقۂ زلفِ بتاں کب کھائے ہر یوں پیچ و تاب
جب اٹھا خرطوم کو اپنے کرے ہے وہ سلام

منزلِ توصیف کو کیوں کر تری طے کر سکے
دم کہاں پیکِ خرد میں یہ خیال اس کا ہے خام

تہنیت کو ہے دعا پر ذوق کرتا مختصر
ہو مبارک تجھ کو با عیش و طرب عیدِ صیام

جو کہ ہوں بدخواہ وہ ناشاد اور غمگیں رہیں
اور ہوا خواہوں کے دل ہو ویں ہمیشہ شاد کام

قصیدہ ۵

افسوس کہ نظرِ ثانی سے محروم رہا:

صبح دم فکر جو تھا سیرِ فلک کا مشتاق
عرش پر اُڑ گیا اک آن میں مانندِ بُراق

چمک اُس برقِ جہاں کی ہو بیاں کیا کہ اگر
اُفقِ طبع پہ دِکھلائے فروغِ اشراق

شُعلۂ رنگِ حِنا کر کے اُڑا دیوے ابھی
قفسِ دل میں جو ہیں بند طیورِ اشواق

رات مجھ کو یہ فلک گرد وہاں لے کے گیا
کہ عقولِ عُقلا کی تھی جہاں طاقت طاق

فلسفیِ دہر کے سب جو تھے ہوئے مشّائیں
نُورِ اشراق سے تھے ہو گئے سب ابنِ بُراق

تھے سعادت سے جو سب بُرجِ فلک مالا مال
بخت و دولت سے یہ لبریز تھا ہر قصر و رواق

تھی تعجب کی نہ جا بارِ جلالت سے ہو گر
حرکتِ چرخِ گرانبار کی قُطبین پہ شاق

انجمِ ثابت و سیّار سعادت سے بہم
یوں نظر آئے کہ جوں دست و بغل اہلِ وفاق

نجمِ ناہید لقب جس کا ہے رقّاصِ فلک
تھا چپ و راست پہ آہنگِ رُبابِ عُشّاق

بدر تھا پل میں قمر، پل میں نظر آتا ہلال
خدمتِ دائرہ داری میں تھا ہر رنگ کے طاق

اُس کا طنبور جو دیتا تھا سُروں کو بہتات
جرمِ خورشید سے ہوتی تھیں شعاعیں اشراق

پیرِ گردوں کا خوشی سے تھا جو دل لہراتا
دے کے ترتیب ثریّا کو بہ اقسامِ ایاق

جلترنگ ایسی بجاتا تھا کہ سب وجد میں تھے
لُعبتانِ فلکی صورتِ اہلِ اذواق

نظر آجاتا تھا گر اخترِ دُم دار کوئی
دیتا مریخ دمِ تیغ سے اس کو الحاق

ہاتھ پھر مار کے چورنگ کا اک پھرتی سے
دم میں تھا اپنے طپنچے پہ چڑھاتا چقماق

جو چلا پارۂ تن اُس کا سوئے عالمِ خاک
یہ اُڑا اس پہ تڑاقا وہ اُڑا اس پہ تڑاق

سعدِ اکبر کہ جسے کہتے ہیں قاضیِ فلک
حُسن کو عشق سے دیتا تھا بہم ربطِ وفاق

ہوتا زاہد بھی تھا آمادہ پئے دامادی
زالِ دُنیا کو جو تھا بیٹھ رہا دے کے طلاق

چرخِ ہفتم پہ فلک ہے تو "بطئ الحرکت"
عالمِ خاک میں یہ ہے، تگ و دو کا مشتاق

نفخِ تفریح سے پُر باد ہے گردوں کا شکم
لیکن اس وقت میں تنقیہ بہت اس کو ہے شاق

ہے جو ہر کوچے میں آرائشِ نوبت خانہ
خالی آوازِ دمامہ سے نہیں کوئی زقاق

یوں جو آراستہ افلاک پہ ہو بزمِ طرب
گلشنِ عیش و طرب کیوں نہ ہو بزمِ آفاق

آج وہ روزِ ہمایوں ہے جسے کہتے ہیں عید
بلبلہ سنجی میں ہیں شگفتہ ہے، دلِ اہلِ مذاق

بزمِ خسرو میں چل اے بلبلِ بزمِ سخن
سب یہ کہتے ہیں کہ تو نکتہ سرائی میں ہے طاق

تیرا قانون ترے پاس خطِ مسطر ہے
چھیڑ دے زابل و تبریز و خراسان و عراق

تیرے نغمے ترے مضموں ہیں بہ شہنائے قلم
دلکشی پر ہے سرِ دست کمر بستہ و چاق

زمزمے مدح کے لکھ اس کی جسے کہتے ہیں سب
نائبِ ختمِ رُسل ظلِ خدائے خلاق

کون وہ ؟ یعنی شہنشاہ محمد اکبر
دستِ بخشش سے خجل جس کے ہے بحرِ آفاق

طبعِ وقاد کی گر اس کی رقم ہو توصیف
مُہرہ اختر کا ہو اور ماہ سے آئے براق

نیرِ جاہ سے خورشید ہلال آسا ہے
کاہشِ رشک سے رکھتا ہوسِ استدقاق

عطر کے شیشۂ افلاک ہو دم میں لبریز
ہووے گر قطرہ سا اس کی نسیمِ اخلاق

خسروا! رات کو تھا منزلِ دل میں میرے
کارواں شہرِ سمرقند کا رکھتا اتراق

اُن کے خرجینوں سے چن چن کو میں لایا ہوں متاع
مدحِ حاضر کے لیے تیرے بہ صد استغراق

تو ہے وہ نسلِ خواقیں، بہ تتارِ آفاق
جس نے توراں سے کیا ہند میں آ کر قشلاق

گر ترا مہرِ طبیعت ہو بہ جوزائے غضب
زہرہ ریزہ از پے آرامِ جہاں ہو ییلاق

گر نہ دے حکم تو پھر ابر کے سینے میں کبھی
رحمتِ عام نہ ہو نائبہ ماہ و مہراق

تر زباں وصف میں سب ہیں ترے طفلانِ نبات
دایۂ غیب سے پلواتا ہے شیرِ اشفاق

تیرے شیلانِ کرم پر ہے زمانہ مہماں
مہر و انجم سے فلک پر ہیں مہیا اطباق

گر سبق لیں نہ ترے فلسفۂ حکمت سے
اہلِ یوناں پہ نہ ہووے حکما کا اطلاق

ہوں نقطے کبھی باہر نہ غوامض کے ظہور
تیرے شہبازِ فراست کا ہے یہ استحقاق

درکِ امراض کریں جب کہ انامل تیرے
نبض آسا متحرک ہو رگِ سنگِ سماق

دیکھ کر انجمِ سعادت کا ترے حسنِ طلوع
مادرِ شب پسرِ مہ کو کرے شرم سے عاق

تو جو محرابِ عبادت میں رکھے سرِ بسجود
طاقِ مسجد میں جھکے آ کے سرِ سقفِ طاق

پاسِ دیں تیرا جو زنار کی چاہے تبدیل
دوشِ گردوں پہ خطِ منطقہ ہو خطِ نطاق

ہو گیا تیغِ سیہ تاب سے ہے سرمہ گلو
دم نہ مارے گا ترے آگے حسودِ بقباق

رعبِ شمشیر ترا یوں ہے سپر سے وہ چند
جیسے نقطے سے کریں ایک کو دس اہلِ سیاق

ہو ترے فیضِ تکلّم سے شفا! عام تو ہو
زہر کی جا دہنِ مار میں پیدا تریاق

عدل نے تیرے شہا! دفع یہ کی خوں ریزی
فصد کی منع، اطبّا نے پئے دفعِ خناق

اللہ اللہ رے لشکر کا ترے خیل و حشم
ہم عدد جس کا نہ ازبک ہو نہ ہمسر قلماق

تیرے دربارِ جلالت کے جو ہیں میرِ غضب
کہکشاں کو ہیں سرِ دوش پئے شکلِ چماق

اور ایک مطلعِ دل کش نے طبیعت سے مری
ہے ترے عدل کی تعریف میں پایا الصاق

اٹھ گیا مدرسۂ دہر سے یہ شور و شقاق
زید سے عمرو کے دل میں نہیں باقی بہ نفاق

چرخ کے گنبدِ بے در میں رہیں گے محبوس
دم نہ ماریں گے مگر گونج کے شور و طُلتاق

گر لکھوں وصف ترے اسپِ جہاں گرد میں
دے فلک از پئے پامالِ قلم ہفت اوراق

تن میں اس طرح سے ہو اس کے پھڑکتی شوخی
قفسِ تن میں ہو جوں طائرِ جانِ عشّاق

ماہیِ زیرِ زمیں لوٹ کے ہو جائے کباب
جھاڑے گر سنگ پہ وہ نعل سے اپنے چقماق

وقت کو باندھ کے فتراک میں راکب اس کا
چرخ پر دائرے کھینچا کرے مانندِ نطاق

اس فلک سیر کو گلگشت میں گر تو شاہا
جودتِ طبع کی جنبش کا چھوا دے مطراق

یوں اڑے سوئے فلک جیسے بہ تفریحِ شام
بوئے گل جائے تنفّس میں بہ دمِ استنشاق

کیا لکھوں وصف ترے فیلِ فلک پیکر کا
کہ گراں باری ہے اس کی تنِ البرز پہ شاق

عمر بھر مطبخِ عالی میں رہا نعمت خواں
صفتِ اطعمہ پر خام رہا جوں نسبق

ہیں ستاروں کی بھی آنکھیں انہی ہاتھوں کو لگی
نورِ رحمت کا زمانے میں جو ہے عام انفاق

برسرِ دشمنِ بد کیش بہ ہنگامِ وغا
گر قشوں ہووے جلوریز بہ دشتِ قبچاق

تو عجب کیا ہے کہ اس کشورِ برفانی میں
شعلۂ تیغِ شرربار ہو برقِ خراق

دل مرا ہو گیا اس وقت سے وہ عالمِ نور
جس کی مشرق سے کریں نورِ معانی اشراق

کر دعا صدقِ ارادت سے کہ ہے وقتِ دعا
کیوں خموشی پہ کیا ذوقِ زباں کو مشتاق

روشِ گردوں پہ ہو تا فرغلِ سنجابِ غمام
سبزۂ تا خاک پہ ہو پیرہنِ استبراق

دخترِ رز کو بہ سرِ محفلِ اہلِ تقویٰ
جب تلک سینۂ مینا میں رہے دردِ فراق

تجھ کو آفاق میں ہووے رمضاں بھی عید
ہو ترے رویتِ دیدار پہ عیدِ آفاق

اور ترے نیّرِ اقبال کے آگے دشمن
یوں رہے جیسے کہ ہو ماہ بہ ایامِ محاق

صفحۂ دہر سے پھر گردشِ افلاک اسے
حرفِ باطل کی طرح دیوے جہاں سے ازہاق

قصیدہ ۶

اس قصیدے پر بھی نظرِ ثانی نہیں ہوئی۔ اکبر شاہ مرحوم کی تعریف میں ہے:

قلم جو صفحۂ کاغذ پہ ہووے نکتہ نگار — تو اپنے نقش مٹادیں جہاں کے جادو کار
سخن وروں نے جو باندھے سخن کے ہیں نیرنگ — زباں سے اُس کی ہیں وابستہ اُن کے سب اسرار
سوارِ توسنِ دست رواں پہ ہووے یہ جب — کرے قلم روِ معنی کو دم میں باج گزار
جو شاخِ سدرہ پہ بیٹھا ہو طائرِ مضموں — تو اُڑ کے صورتِ شاہیں کرے یہ اس کو شکار
زباں نے تیغِ نگہ سے لیا فسوں شاید — کہ اس پہ اُڑ کے مضامیں ہیں کرتے جی کو نثار
ہیں دست بستہ کھڑے جا بجا ہوں باندھ لوں جس کو — کہ لفظ و معنی و مضموں ہیں بے شمار و قطار
ہے کرتی کام جہاں جاکے اس کی نوکِ زباں — قلم دبیرِ فلک کا ہے واں پڑا بے کار
سخن زباں پہ ہے اور ہے نگاہ دل دل پر — کہ سوہیں دل تو ہر اک کی ہے اپنی بہار
سخن شناس اُنھیں دیکھ کر یہ کہتے ہیں — کہ جو گہر ہے وہی اس میں ہے دُرِ شہوار
کروں میں اس کو مگر کیا کہ مشتری نہ رہے — متاعِ بخت کو بیچوں جو میں تو کس بازار
شرابِ دردسے دل ہو گیا ہے مست ایسا — کہ تا بہ روزِ جزا تک نہ جس کا اترے خمار
بنائے ناوکِ تقدیر خاک تودہ جسے — بچا سکے اُسے کیا خاک ملبے کا حصار

ہزار درد اُسے بے دردیِ زمانہ دکھائے
زباں پہ لایا، نہ لائے گا شکوہ یہ زنہار

ق

میں لایا سینے میں تھا دل کی جا پہ آئینہ — کہ اہلِ دل اسے سمجھیں گے مطلع الانوار
سو اس کو توڑا ہے لوگوں نے سنگ باراں سے — میں کہتا تھا کہ گہر بار ہوں گے یاگل بار
صفا کا اُس کی، اک ادنیٰ سا وصف یہ دیکھو — غبارِ غیر کی خاطر میں ہو تو اس پہ ہے بار
میں آبگینے پہ اپنے ہوں آپ شرمندہ — کہ ایک بات سے پڑتے ہیں بال اس میں ہزار
مگر تردّدِ ایام کیوں کروں لے چرخ — نہیں رہا تری گردش سے کچھ مجھے سروکار

ہے آیا حُسنِ مقدر اُس آستاں پہ مجھے
کہ سجدہ کرتے ہیں جھک جھک کے جس پہ لیل و نہار

سحابِ جود سے اُس کے زمانہ ہے گلشن
نہال ابرِ کرم اس کے ہیں صغار و کبار

یہ سُن کے مجھ سے کہا طبع نے کہ اے ناداں
کچھ اس کے نام کی تصریح بھی تو ہے درکار

ہے اُس کے نام کا لینا بھی یوں تو بے ادبی
کہ چشمہ پاس، نہ دریا، نہ ابر دریا بار

سو میں زباں کو گیا لے کے دل کے دریا میں
مذاقِ آبِ گہر میں بلا لیا کئی بار

اور اُس کے بعد میں یوں کہتا کہ نام پاک ہو وہ
جسے نمازوں میں لیتے ہیں سب پکار پکار

خدا کا سایہ ہے اور نائبِ رسولِ خداؐ
محمد اکبرِ عالم نواز و عرش وقار

ملک صفات و فرشتہ سیر ولی خصلت
بدیں پناہ و بدل دولت و بہ رُخ انوار

خدا شناس و طریقت نما حقیقت بیں
بدست جود ہے دریا بہ تمکنت کہسار

نہ حقِ وصف ہو اُس کا کبھی ادا لب سے
زبان بہر سرِ مُو آ کے گر کرے گفتار

ہوا ہوں لے کے میں حاضر بہ تہنیت کہ پھول
کہ اور پاس نہ رکھتا تھا کچھ برائے نثار

شہا! ہے آج اُسی شاہزادے کی شادی
جہاں میں جو ہے جہاں گیر شاہ نیک اطوار

وہ شاہزادہ ہے پر ہے ابھی سو شاہ نشاں
وہ شاہزادہ جواں ہے ولے کہن کردار

پڑھوں حضور میں اک مطلعِ دعائیہ
قبول جس سے دعائیں ہوں برسرِ دربار

شہا خدا سے یہی ہے مری دعا ہر بار
کہ شادیاں ہوں شبستاں میں تیرے لیل و نہار

شکوہِ شادی شہزادہ کس زباں سے کہوں
کہ جوں شگافِ قلم بند ہیں لبِ اظہار

(یہاں سے چند شعر پڑھے نہیں گئے)

جو لکھنے بیٹھا میں سانچق کا وصفِ آرائش
تو نکلا خانے سے جو حرف تھا خطِ گلزار

یکایک اُتریں پرستاں سے آن کر پریاں
ہوئیں جو تختِ ہوائی پہ ناچنے کو سوار

ہجومِ عیش و طرب اس قدر زمیں پہ ہوا
دبیرِ چرخ سے بھی ہو سکا نہ اُس کا شمار

یہ لعبتانِ فلک پر ہوا خوشی کا جوش
سہاگ گانے لگی زہرہ بن کے موسیقار

(یہاں سے کئی سطریں پڑھی نہ گئیں، آگے چند شعر متفرق آتش بازی کے ہیں)

شبِ برات کی وہ روشنی کہ صلِّ علیٰ — ہو روزِ عید اگر آئے سامنے شبِ تار
جو تیتوں پہ ہوئی روشنی تو شور اٹھا — فلک نے کھینچی زمیں پر ستاروں کی دیوار
دیا ہے لایا ارسطو طلسم یوناں سے — کھلایا سدِّ سکندر میں چین کا گلزار
لگے ستاروں کو جب آگ دینے آتش باز — تو بولے اہلِ نظر دیکھنا ہے طرفہ بہار
یہ دیں گے آگ کا دانہ جب اپنے موروں کو — تو آکے ہوویں گے طاؤسِ خلد ان پہ نثار
جب اک طرف کو لگی جگمگانے چادرِ گنج — زمیں پہ سب کو نظر آ لی آسماں کی بہار
ہمارے کانوں کے پردے تو اڑ گئے اس دم — پٹاخے کرنے لگے چھٹکے جب بہم تکرار
پکارے سب کہ قواعد ہے فوج میں شاید — کہ فیر اڑ رہے ہر صف میں بین قطار قطار
عجب تماشا ہوا چلیوں میں جب دی آگ — کہ ناچنے لگے مل کر ثوابت و سیار
ہوائی کہتی تھی جا کر شہابِ ثاقب سے — کہ تو زیادہ ہے یا میں فزوں ہوں آتش بار
ہیں ابرِ طور سے برسے زمیں پہ نور کے پھول — زمیں تو تودۂ گل بن گئی آسماں گل بار

(کئی شعر اور پڑھے نہ گئے)

اب اس دعا پہ قصیدے کو ختم کرتا ہے ذوقؔ — کہ دوست تیرے سرافراز اور عدو ہوں خوار
پر اس ہوس کی ابھی چھٹ رہی ہے مہتابی — قلم میں سالِ عروسی کا پھول دیوے بہار
اسی خیال میں تھا دیکھتا خدا کی طرف — کیے خموشیِ فکرت نے والبِ گفتار
کھو سرِ لب بستہ سے شادیِ فرزند — مبارک آپ کو ہو لے شہِ سپہر وقار

جو ہوویں اس کے ہوا خواہ وہ رہیں سرسبز
ہوں اس کے دشمنِ بدکیش خالدنا فی النار

قصیدہ ؎

اکبر شاہ مرحوم کی مدح ہے۔ عالم شباب کا کلام ہے اور نظر ثانی سے محروم ہے:

اُفقِ دل پہ مرے عیش وطرب دونوں بہم — آج یوں آئے سحر جیسے دو پیکر توام
ایک کا ایک سے وہ ربطِ سخن تھا گویا — دو لبِ یار ہیں یا حضرتِ عیسیٰ ہم دم
روشِ ناز پہ ہم دوش تھے یوں جیسے کبھی — لام الف لکھتا تھا اسلام کا یاقوت رقم
یا تھے دو مصرعِ مربوط بہم دست و بغل — یا کہ پیوند تھے دو نخلِ گلستانِ ارم
مل گئے دو تارِ نظر ایک ہوئے تھے دونوں — یا وہ اک بینی کے دو پردے تھے باہم ہمدم
دونوں پیچیدہ بہم ایسے سیہ مستی میں — کوئی مشاطہ بھی یوں گوندھے نہ جعدِ پُرخم
ایک معنی کے وہ لفظِ مترادف تھے دو — ایک مضموں کے دو فقرے تھے مگر مستحکم
تھے جڑے دو دُرِ شہوار کہ ہرگز نہ ہلیں — ابر نیساں سے گریں لاکھ اگر قطرۂ یم
ایسے تھے دونوں وہ یک دل کہ دو قالب یک جاں — یک زباں دونوں وہ اس طرح کہ جوں چاک قلم
آئے لپٹے ہوئے یوں عالمِ سرشاری میں — نالۂ زیر کے ہمراہ ہو جوں نالۂ بم
میں نے پوچھا جو سبب اُن کے بہم ہونے کا — تو یہ ہاتف نے کہا غیب سے ہو کر ملہم
کیوں معموں کے دلِ تنگ میں معنی ہوں تنگ — جب ہے معلوم تو پھر بات رہی کیوں مبہم
آج اُس شاہ کے فرزند کی ہے شادی طوبیٰ — کہ شجاعت میں وہ رستم ہے، سخا میں حاتم
کون وہ ظلِ خدا شاہِ محمد اکبر — جس کی نسبت سے ہوں دریوزہ گر ارباب ہمم
شاہ کا پوچھو جو فرزند تو شہزادہ سلیم — ہو سلامت روی اس کی بہ سلامت منضم
اس لیے عیش وطرب مثلِ قرانِ السعدین — متفق ہو کے پئے تہنیت آئے اس دم
یمن اس عقد نے بخشا ہے جہاں کو ایسا — جو گرہ آج لگائیں سو ہے لگتی محکم
آج وہ دن ہے مبارک کہ ابھی لائے ثمر — دو درختوں کو جو پیوند لگائیں باہم
دیتا شکلوں میں ہے پیوند بدیہ الانتاج — یہ قلم کھینچے نہ تہذیب نہ جانے کہ مسلّم
بزمِ عشرت کی طرف کرتا ہے جو نظارہ — پڑھتا یہ مطلعِ رنگیں ہے وہ ہو کر خرم
ہے اُٹھا عیش کا طوفاں لبِ ساحلِ یم — زمزمہ موج کا بربط سے ہوا ہے توام
گنگری کا سا ہے لچکا بہ گلوئے مینا — ہچکیاں قلقلِ مینا جو ہے لیتی پیہم

لے گئے جس سازِ خدا ساز کو آغوش میں آج
تار چھیڑو گے کھرج کا تو سنو گے پنچم

اثرِ نغمۂ شیریں سے جہاں بھول گیا
کہ سوا راگ کی سم کے ہے کوئی اور بھی سم

جن مزامیر کو ہم سنتے تھے واعظ نے حرام
وجد میں آئیں، سنیں آج گر آہوے حرم

تارِ طنبور بنی آج رگِ سنگِ صفا
بے زباں زمزمہ سازی کرے موجِ زمزم

نہیں کچھ دور کہ تبدیل ہو کعبہ کا لباس
تا کہ دکھلائی نہ دے صورتِ اہلِ ماتم

دھوم اس شادی کی یہ ہے کہ منڈھے کی صورت
چھا گیا گلشنِ آفاق پہ ہے ابرِ کرم

رقعہ شادی کا ہے اس رنگ سے تحریر ہوا
کہ جوانانِ چمن آئیں جو مل کر باہم

شاخِ گل پہنے کلائی میں کلی کا کنگنا
زرد جوڑے پہ بسنت اپنا دکھائے عالم

عطرداں میں گلِ نرگس وہ بھرے عطرِ سہاگ
سارے گل بھرنے لگیں بلبلِ بے تاب کا دم

بل بے تیاری پوشاک کہ چرخِ اطلس
لایا اطلس جو ٹنکائے تو یہاں نکلی کم

یہ خیاطی کی ہے جلدی کہ کھلا جاتا ہے
تکمہ کرمِ بریشم ہی میں تارِ ریشم

یہ چڑھاوے کی ہے کثرت کہ جڑے ہے ہر صبح
دگدگی پر گلِ داؤدی کے ہیرے شبنم

اللہ اللہ رے نوشہ ترا عالی رتبہ
جس کی انگلی میں نہ آئے گا سلیماں خاتم

ہوئی نوبت کی یہ نوبت کہ سحر اس کی نمود
گوشِ افلاک سے بھرتی ہے سوا گوشِ اصم

نے قلیاں کو بھی گر منہ سے لگاتا ہے کوئی
تو وہ بھرتی ہے ہم آوازیِ شہنائی کا دم

پہنچا یہ طنطنۂ کوس کا گردوں پہ دماغ
کہ نہیں رکھتا سرِ روئے زمیں اپنا قدم

آئی اس طرح سے پیہم ہے جلاجل کی صدا
کہ پری زاد ہے آتی کوئی کرتی چھم چھم

کہتا ہر دم ہے یہ نقارچیِ سپہرِ فلک
کہ تھامت سے دمامے کا مرے پھولا شکم

سارے ارمان نکالوں گا وہ اس شادی میں
اس کے سینے سے جو نکلیں گے بہ آوازۂ بم

جگمگڑے روپے کے اور سونے کی تھلیاں ان میں
صف بہ صف دیکھ کے ان کو یہ پکارا عالم

ہے یہ حلقۂ دُرِ شہوار پہ گوشش بہت
یا کہ ہنستی ہے خوشی دانت نکالے باہم

ہر بھوچے پہ یہ جوبن ہے کہ جیسے کوئی شوخ
اپنے ابھرے ہوئے پستاں پہ چڑھائے محرم

دیکھ نقلوں کو سبو جوں میں یہ حیران ہے خلق
کہ بھرے موتیوں سے کیوں کہ حبابِ لبِ یم

ایسے شیریں کہ اگر رکھے زباں پر ان کو
وصفِ شیریں سخنی پائے زبانِ انجم

کروں تحریر جو رنگت کو حنا بندی کی
شاخِ گل مہندی نہ پھولوں سی ابھی میرا قلم

ہوئے روشن جو کنول شکلِ رخِ آتش ناک
تو لٹیں ان پہ دھوئیں کی ہوئیں زلفیں پُرخم

کاغذِ زرد کے پھولوں میں یہ گل کترے تھے
آگیا تھا گلِ صد برگ کا نکھر کر موسم

نخلِ آرائش اگر دیکھو تو ایسے دل کش
نوجوانانِ چمن جیسے بہ صد ناز و نعم

بیاہ کی شب وہ تجمل تھا کہ اللہ اللہ
کہتا تھا دیدۂ انجم سے یہ گردوں ہر دم

سچ کہو کرتے ہو نظارہ جہاں کا جب سے
کبھی یہ جلوہ ہے دیکھا تمھیں آنکھوں کی قسم

دیکھیے دولھا کے نہیں دستِ حنا بستہ ابھی
ورنہ مٹھی کا ابھی غنچے کی کھل جاتا بھرم

منہ پہ نوشاہ کے یوں سہرۂ زرتار کی زیب
روئے خورشید پہ جوں خطِ شعاعی کی جھلم

ہوا شبدیز فلک سیر پہ دولھا جو سوار
روز نے صدقہ کیا اشہبِ شب نے ادھم

وصف میں اس کے پڑھوں کیوں کہ نہ اک مطلع میں
توسنِ طبع نے اب تیز نکالا ہے قدم

یارِ ہم دم نہیں لیکن ہے وہ نسلِ آدم
ہے وہ اس نسل میں جس اصل میں ہیں تخمِ کرم

رمز اک یہ ہے کہ آگاہ وہ صرصر رفتار
گزرے گر دل میں توقف تو وہیں جائے ہو تھم

ہے تو وہ حور شمائل نہیں پر زادۂ حور
خوئے آدم ہے ولیکن نہیں نسلِ آدم

چادریں بچھتیں مہتاب کی ہے بسکہ فلک
چاہیے اس کو زمیں پر نہ گلیم و نہ گلم

نور کے قطعے فلک سے ہیں زمیں پر برسے
چھوٹتے تخم ستاروں کے کہاں ہیں باہم

سر اٹھایا یہ ہوائی نے کہ آخر کو ہوا
شعلہ اس کا علمِ کاہکشاں کا پرچم

ٹہنیاں جھوٹی ہیں اس رنگ سے نافرماں کی
جیسے رکھے ہوں تراشے ہوئے جامِ نیلم

ہاتھی لڑتے نہ سمجھنا یہ لیا عشرت نے بزور
سر کو دو کوہ کے ٹکرایا ہے مانندِ غنم

نخل پھولا ہوا دم بھر میں نکل آتا ہے
ہے اناروں میں اچنبھے کا تماشا عالم

چھوٹنے گھمن چکر اس انداز سے کھا کر چکر
چرخ میں آیا جسے دیکھ کے گردونِ دژم

پھولیں کیوں کر نہ چمک کر گلِ آتش بازی
شاخ تھی گل کی قلم بن گئی شورے کی قلم

جھاڑ ابرک کے نہیں چادرِ مہتاب میں ہیں
جڑ تلک لپٹے ہوئے نخلِ گلستانِ ارم

شجرِ طور کا جوں وادیِ ایمن میں ہو نور
شمعِ ابرک کے کنول میں ہو دکھاتی عالم

لہ مطبوعہ میں قلم ہے۔ جو سہو کتابت ہے

ہیں جو سرگرمیِ شادی سے فتیلے روشن
"تاب کیا خانۂ گیتی میں رہے سایۂ غم

باندھے سو شعلۂ فندق بسرِ ہر انگشت
پنج شاخوں کو کبھوں میں نہ کبھی دستِ صنم

کھولا مصحف تو ز بے یمن کہ سرِ لوحِ ورق
اسمِ اعظم تھا عیاں خطِ شعاعی سے رقم

رونمائی پہ لگی رشک سے زہرہ گانے
"تحیتہ از چشم کہ روئے تو دیدن نہ دہم"

ایسی شادی کے تجمل کو لکھے کیا کوئی
دھوم ہے جس کی گئی تا سرِ ہفتم طارم

گو میں ہے توسنِ خامہ کی عناں پھیرتے میں
مدحِ اکبرِ ثانی کروں پھر زیبِ رقم

جس کے باعث سے منور ہے چراغِ خورشید
جس کی دولت سے ہے آراستہ بزمِ عالم

اس کی دیں داری نے نقارہ کی اللہ رے صدا
از عجم تا بہ عرب اور ز عرب تا بہ عجم

جس سے پوچھو کہ تو آگہ ہے کہے گا کہ "بلے"
"انت تعرف" کہو جس سے وہ کہے گا کہ "نعم"

مدح میں اس کی رقم کرتا ہوں اک تازہ غزل
کہ غزل خواں بنے ہر اک آج بجانِ خرم

تو ہے وہ ابرِ سخا، تو ہے وہ دریائے کرم
جس میں ہوں فلس کی جا کیسۂ ماہی پہ درم

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب
مشک سودہ کرے ہر زخم پہ کارِ مرہم

پہنچی ہے روحِ عدو ہم کے ناوک سے ترے
مثلِ آہوئے رمیدہ بسرِ صحرائے عدم

تیرا خنجر ہے نہنگ ایسا کہ غرقِ زہراب
تیری شمشیر وہ اژدر ہے کہ ہے آتش دم

حق میں اعدا کے ترا تیر ہے پیغامِ قضا
اور ترا جوہرِ شمشیر قضائے مبرم

ٹوٹے دل شیشے کا ہرگز نہ ترے عہد میں سنگ
رحم کھاوے کہ کیا اس نے مرے گھر میں جنم

تیرے انصاف کا پرتو ہے جو عالم پہ محیط
تو نہ پایا ہے نہ پائیں گے فروغِ اہلِ ستم

روبرو بچۂ آہو کے نہ روشن ہو چراغ
ڈالے روغن کی جگہ اس میں جو بہ بیضیغم

ق

گلشنِ مدح میں دے تیرے ترا ذوق لگا
خرمنِ گل کی جگہ تازہ مضامیں کا اہم

پر یہ سمجھا کہ ہے عجز کرتا دلالت گل پر
کہہ کے اک شعر ترے وصف کا اے نیک شیم

یہ دعا کرتا ہے دل سے کہ مبارک ہو تجھے
شادیِ وصلتِ فرزند بصد جاہ و حشم

ہو شبستاں میں ترے دستِ وبغل عیش و طرب
گھر میں حاسد کے دل آشوب رہیں محنت و غم

قصیدہ ۸

یہ قصیدہ مبارک بادی مرزا سلیم شاہزادہ کی شادی میں لکھا تھا۔

بندۂ آزاد ان دنوں طفلِ مکتب بھی نہ تھا۔ جب حاضرِ خدمت ہونے لگا تو حضرت مرحوم اکثر اس کے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ ڈھونڈھنے کی فرصت نہ تھی۔ ایک برس وفات سے پہلے فرمایا کہ اگر ہوتا تو اسے درست کرتے۔ طبیعت نے عالمِ جوانی میں بلند مضامین پیدا کیے تھے۔ غرض اکثر اشعار اور مطالب خیال میں ہیں۔ ایک قطعہ لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ ۲۲ شعر کا قطعہ لکھا اور عیدِ قرباں کی تہنیت میں ابوظفر بہادر شاہ کو سنایا۔ بعد انتقال کے یہ قصیدہ بھی نکلا۔ الحمد للہ کہ یہاں تک پہنچا۔ اوّل قصیدہ لکھتا ہوں، پھر قطعہ[1]:

دل کہ اس دہر میں ہے گرسنۂ نازِ بتاں / خمِ تیغ[2] اس کو غنیمت ہے کہ دیکھا لبِ ناں
ہوں وہ لب تشنہ کہ میں دامنِ دریا سمجھوں / برقِ پُرسوز کا ہاتھ آئے جو طرفِ داماں
وہ خنک دل ہوں کہ جس کے نفسِ سرد آہ / دم میں یخ بستہ ہو سرچشمۂ مہرِ رخشاں
میں ہوں وہ شعلۂ جوالہ بزیرِ گردوں / کہ اگر دل کو قرار آئے تو جگر میں ہو جاں
میں وہ مجنونِ جگر تفتہ ہوں جس کے دمِ فصد / ہر بنِ مو سے عوضِ خوں کے نکلتا ہے دھواں
چشمِ سوزن سے نہ ہو سلسلۂ زنجیر کا تم / دلِ وحشت زدہ ہے لاغریٔ تابِ تواں
ہوں وہ افتادہ کہ ہمت کبھی یاور ہو تو ہو / دست گیر آ کے عصائے فزہ مورچگاں
ہوں وہ تصویرِ سرِ صفحۂ عالم جس پہ / موقلم دو تو کرے کارِ سناں و پیکاں
دل گرفتہ ہوں وہ میں دہر میں مانندِ انار / اک گرہ وا ہو تو ہو صد گرہ اندر داماں
ہوں وہ فرسودۂ غم جس کے بچشمِ بینش / کرتا سرو چمنِ دہر ہے کارِ سوہاں
قطرۂ شبنم کا ہو گل پر تو مری نظروں میں / سنگِ حسرت ہو کہ رکھتا ہوں بزیرِ دنداں

[1] یہ عبارت اس سے پہلے قصیدے سے متعلق ہونی چاہیے۔ قطعہ حصۂ الف میں شامل ہے۔

[2] مطبوعہ میں 'خمِ تیغ' ہے۔ جو سہوِ کتابت ہے۔

میں ہوں وہ کشتۂ بیگانہ ہو سبزہ جس سے
اور اگر ہے تو ہے آغشتۂ زہرابِ سناں

فلکِ سبز کے نیچے ہوں میں تلوار کا کھیت
آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مری جاں

ہوں وہ خود رفتہ کہ جوں عمرِ تلف کردہ مجھے
حشر تک ڈھونڈیں تو ممکن نہیں ہاتھ آئے نشاں

ماہِ نخشب کی طرح ہوتا عیاں ہوں سرِ کوہ
اور ابھی پل میں جو دیکھو تو عیاں ہوں نہ نہاں

ہوں وہ سرگشتہ کہ گر ساقی و ساغر جا ہوں
حلقۂ دورِ فلاخن ہو بدستِ دہقاں

اس گلستاں کی روش پر گلِ بازی ہوں میں
نہ ادھر ہوں نہ اُدھر ہوں نہ وہاں ہوں نہ یہاں

دل نے لیمو سے کیا رنگِ طلا کا روشن
ترش روئی سے رخِ زرد ہے میرا تاباں

میں وہ گردش زدۂ دہر ہوں جس کا پسِ مرگ
سنگِ تعویذ بھی چکر میں ہو مانندِ فساں

میں وہ ہوں بسملِ دل خوں شدہ جس کے خوں میں
تیغِ قاتل روشِ کشتیِ دریا ہو رواں

اشکِ خونیں ہو مرا آتشِ یاقوتِ یمن
گرچہ ہوں آب میں لیکن ہوں ہمیشہ سوزاں

دل اڑا جاتا ہے جل جل کے جو بن آگ مرا
طائرِ رنگِ حنا بن کے ہوا ہوں پراں

طفلِ معصوم کا ہے خواب مری موت و حیات
کہ کبھی لب مرا خنداں ہے کبھی ہے گریاں

وہ سیہ بخت ہوں میں خاک نے جس کی یکسر
ہے سیہ کر دیا آئینۂ چرخِ گرداں

میں وہ بیمار ہوں مایوسِ شفا جس کے لیے
دمِ عیسیٰ نے کیا کارِ نقوبِ ثعباں

اٹھ سکا سر نہ مرا مزرعِ گیتی میں ذرا
دل رہا دانۂ روئیدۂ تہِ سنگِ گراں

شرحِ جاں سوز سے میری نے فتیلیاں کی طرح
کیا عجب نامے قلم سے جو نکل آئے دھواں

دلِ مایوس یہ تھا کہہ رہا مجھ سے کہ خمش
یوں لگی کہنے کہ بے فائدہ یوں آہ و فغاں

پھر تو کر غور کہ مداح ہے کس شاہ کا تو
دیکھ وہ ابرِ کرم قلزمِ جود و احساں

وہ شہنشاہ کہ جشن اس کا ہے افلاک کی سیر
جنبشِ مہوش ہیں تو کرتے ہیں ستارے افشاں

ماہ گردوں پہ ہے اور آکے زمیں پر مہتاب
کثرتِ عیش سے دنیا میں ہے شب کو رقصاں

سن کے یہ مژدۂ جاں بخش ہر اک کو یہاں تک
شوقِ نظارہ ہوا عام بہ گلزارِ جہاں

دیکھتا ہوں کہ سرِ شاخِ ثمر کاسۂ چشم
رخِ نظارگیاں پر ہے بنا نرگس داں

آج عالم کا ہے دل شاد کہ جوں عامِ نور
جلوہ گر ہے سرِ اورنگ بصد شوکت و شاں

ماہِ فرخندہ لقب، شاہ محمد اکبر
تاجِ شاہانِ زماں فخرِ سلاطینِ جہاں

دیکھا ہے دولت و صولت کا جو اس کے اقبال
دہرِ سرکش کا بھی قد ہو گیا خم مثلِ کماں

مدح حاضر کے لیے حاضرِ دربار ہو ذوق
تو ہے خاقانیِ ہند اور وہ ہے خاقانِ جہاں

پوچھ لو آج فلک سے کہ ہے خورشید کہاں
گر ہے کچھ وزن تو آ جائے یہ سوئے میزاں

تیرے جلوے کی تجلی نے جو روشن کیا دل
ہو گیا شمع مرے سینے میں ہر تارِ رگِ جاں

آستیں اپنی ہلا دے جو ترا دستِ کرم
ہر شکن سے ہو عیاں لجۂ بحرِ عماں

کیوں نہ ارباب ہمم ہوں تری ہمت کے غلام
حق یہی ہے کہ "الانسان عبید الاحسان"

آگے دریا ترے خود کھولے ہے لب بہرِ سوال
کہوے کس منہ سے کہ تجھ بھی ہے رکھتا مرجاں

سرخ روئی ترے حاسد کو جگر خواری ہے
شیر کے بال سے ہے تیر ترا اس کو رگِ پاں

کانپتے ہیں پڑے ہیبت سے پلنگ اور نہنگ
بحر و بر پر ہے تری تیغ کی بُرّش یکساں

ہے زرہ رکھتی اسی واسطے ماہی تہِ آب
پہنے جوشن ہے نیستاں میں ہر اک شیرِ ژیاں

تیغِ ہندی تو کمر میں ہے پر ایک اک جوہر
رکھتا در زیرِ نگیں ہے صفحاتِ صفہاں

کوہ پہ دیکھ کے یوں بیٹھے بہ پشتِ ماہی
جیسے ابروئے بتاں ہو تہِ آئینہ عیاں

ترے خنجر کو ملا شہپرِ قدرت سے ہے زور
مرغِ دل سینوں سے جوں زاغ و زغن ہیں پرّاں

تیرِ ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا
طائرِ قبلہ نما خاک کرے گا طیراں

آتشِ قہر کی ہیبت سے تری نارِ سعید
رکھتی شعلے سے ہے انگشت بہ زیرِ دنداں

گنبدِ چرخ ہوا گلبنِ پُر دود اسے
روح کو سینۂ حاسد میں ہے جا ہے خفقاں

تیرا فرماں تھا کہ فرماں بر دولت کے سوا
ہووے اک برگ نہ پیدا یہ گلستانِ جہاں

ہوئے یہ منکرِ اقبال ترے ناپیدا
کہ چمن میں نہیں آگتا ہے گُلِ نافرماں

تیرے مہتابِ کرم نے جو سرِ قلزمِ قہر
پردۂ نور میں آبلا ہے تنورِ طوفاں

عدل نے تیرے دکھائے ہیں بہم آتش و آب
آب و آئینہ میں روشن ہے رخِ برق فشاں

دلِ افگار کا ہے مومیِ الماس علاج
سنگ ہے سنگِ جراحت پہ سرِ زخمِ نہاں

تیری تاثیرِ محبت نے دیا ہے تریاک
ورنہ تھا زہر دلوں کو خطِ سبزِ خوباں

افقِ صبح سے کافور کا لے کر مرہم
رکھتا مہتاب ہے ہر سینۂ صد چاکِ کتاں

سرزنشِ عہد نے کی تیری یہاں تک معدوم
کہ نظر آتا نہیں دشت میں کانٹوں کا نشاں

ہے علف ناقۂ لیلیٰ ہے مگر قیس غریب
نہیں دیتا یہ ضیافت سرِ خارِ مژگاں

خسروا! تیری توانائیِ اقبال سے آج
ناتوانوں کو ہوئی دہر میں یہ تاب و تواں

مور کا سلسلۂ نقشِ قدم گر ہو کہیں
اپنے حلقے میں جکڑ لیتا ہے صد پیلِ دماں

آگے جلوے کے ترے پرتوِ خورشید ہے گرد
آگے رتبے کے ترے خاک ہے جرمِ کیواں

اس تصوّر میں جو ہے پیشِ نظر عالمِ نور
اس کو اک مطلعِ موزوں میں یوں کرتا ہوں بیاں

گر تری ذات نہ ہو کعبۂ اقبالِ جہاں
آسماں ہووے نہ پھر پھر کے زمیں کے قرباں

ہو بہ ناصیہ سائی تری خورشید کو رفعت
موکشاں لاتی ہے در پہ ترے ہو سرگرداں

بے گماں ہمتِ عالی کا جو بادل لائے
ایسے نیساں سے وہ آفاق پہ ہو قطرہ فشاں

جن کی شادابیِ گوہر کو اگر دیکھئے تو دور
طرفۃ العین میں ہو کاہ رُبا کا یرقاں

آتشِ قہر و غضب تیری عیاذاً باللہ
مشتعل ہووے اگر سوئے گلستانِ جہاں

ہے یقیں صورتِ نخلِ گلِ آتش بازی
نخلِ فوارہ بھی پانی میں رہے شعلہ فشاں

ماجرا ظاہر نے شیریں سخنی کا تیری
صورتِ موج میں دریا کے دیا تھا زباں تک

سخن واہلِ سخن سب سرِ ساحل تھے کھڑے
و قول لب اس کے حلاوت کو بہم تھی چسپاں

وصفِ شوخی ترے توسن کا ہو کس طرح رقم
کہ قلم صفحۂ کاغذ پہ ہے جوں برقِ طپاں

باندھوں کس طرح سے مضمونِ سواری اس کا
تڑپ اٹھتا ہے کرے جنبش اگر طبعِ رواں

قلم و حرف نہیں پیشِ نظر یہاں اس دم
سرِ حاسد سے نہ ہے دل کھیلتا گوئے و چوگاں

کہوں شائستگی اس کی بادیہ پیمائی میں کیا
تازیانہ ہے بجا اس کو نہ در کار عناں

نہیں انساں مگر کام ہیں انساں سے فزوں
ہو نہیں یہ وہ پری سے ہے زیادہ پرّاں

خسروا! سرعتِ رفتار ہو گر مدِّ نظر
پہلے ہو قاف سے تا قاف سراسر میداں

جلوہ گر خانۂ زیں پر ہو پھر اس شان سے تو
بر سرِ دوشِ صبا جیسے شمیمِ ریحاں

تازیانہ جو لگائے تو کفل پر اس کے
لمعۂ چمک کے کبھی اڑ جائے وہ بجلی تہِ راں

اس کی گھوڑے کی صدا کوہ سے پھر کر نہ چلے
یہ کئی بار پھرے واں سے یہاں یاں کر دواں

کیا دکھاؤں ترے ہاتھی کی بلندی شاہا!
آئے گردوں سے نظر جب تو عیاں راجہ عیاں

جھومتا جھامتا آتا ہے درِ دولت پہ
کہتے ہیں ساقیِ طناز سے یوں بادہ کشاں

بسمتِ قبلہ پہ ہے ابر آیا سرِ دوش ہوا
خم پہ خم آج چلے جام نہ آئے پہ میاں

اس کی مستک پہ سپر اور وہ چنگلِ خرطوم
کرے آنکھوں پہ رقم قوسِ قزح کا عنواں

اور اگر یہ ہیں مضموں تو کسی عدو وحش کی
زلف پر گل ہے، دیا کاکلِ عنبر افشاں

اس کے دنداں پہ نہیں غور سے دیکھا میں نے
کشورِ زنگ میں آئے ہیں فرنگی بچگاں

کیا لکھوں آگے ترے وصف کہ منہ میں ہیں مگر
پاسِ آداب سے جوں شعلہ زباں ہے لرزاں

ختم کرتا ہے ثنا تیری دعا پر اب نقیؔ
کہ زباں کو بس اب آگے نہیں یارائے بیاں

تجھ کو یہ جشن مبارک ہو بصد جاہ و جلال
عقل ہو پیر تری، بخت رہیں تیرے جواں

جو دعاگو ہیں ترے اُن کی دعائیں ہوں قبول
صبحِ جشنِ طرب افزا میں ہوں دائم خنداں

اور برنگِ شبِ دیجور ہے سب بد خواہ
رو سیہ محفلِ عالم میں ہوں جوں ماتمیاں

قصیدہ ۹

اس قصیدے پر بھی نظرِ ثانی نہیں ہوئی۔ اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں ہے:

گردش میں چشمِ مست کی ہو دل مرا گرہ
اور کھولے ہائے دانہ کی یوں آسیا گرہ

سینے میں دل اگر نہ گرہ تھا تو کس لیے
ہر اشک میری آنکھ سے ہو کر گرا گرہ

اپنا دلِ گرفتہ چمن میں نہ وا ہوا
غنچہ ہزار جا پہ کھلا اور ہوا گرہ

چلتا نہیں ہے پنجۂ مژگاں کا کچھ عمل
ہے ایسی چشمِ تر سے بہم آشنا گرہ

قمری ہے لائی چاک گریباں چمن میں آہ
اے سرو، گل سے دے سرِ بندِ قبا گرہ

ہوں وہ گرفتہ دل کہ مژہ پر ہجومِ اشک
ہوتا ہے شکلِ خوشۂ انگور آ گرہ

میں مجمرِ فنا میں ہوا کیا دانۂ سپند
کھولے ہے کار بستگی میرے صدا گرہ

تصویرِ غنچہ ہوں چمنِ روزگار میں
وا کر سکے گی میری بھلا کیا صبا گرہ

مرقد پہ میرے طرۂ شمشاد کی طرح
چھوٹے گی نخلِ شمع میں بھی جا بجا گرہ

آیا ہوں میں سرشت میں لے کر گرفتگی
ہوویں گے استخواں پہ گلوئے ہما گرہ

رہوے گا شکلِ دستِ حنا بستہ حشر تک
قاتل کے دست و دل میں مرا خوں بہا گرہ

گر میں شگفتہ دل[۱] ہوں تو جوں دانۂ انار
محفل میں ہوگا خندۂ دنداں نما گرہ

میں عکس اپنا دوں تو ہو جوہرِ آئینہ
جوں دامِ موج و شکلِ خطِ بوریا گرہ

عکسِ دلِ فسردہ سے مینائے بزم سے
رہ جائے شکلِ دانۂ انگور کھا گرہ

۱۔ مطبوعہ میں "گرفتہ دل" ہے جو سہوِ کتابت ہے۔

یہ زہرِ غم چڑھا ہے کہ سبزہ بزیرِ زُلف
سوجھے ہے یوں کہ زہر کی تھا یہ بلا گرہ

میں دل گرفتہ آہ اگر کارواں میں ہوں
جیسے رہے اینٹھ کر، ہو زبانِ درا گرہ

رویا میں شکلِ شیشہ، کبھی کھول کر نہ دل
میرے گلو میں گریہ ہمیشہ رہا گرہ

دل بستگی کا اپنی قسم بند کر کے حال
بازو پہ مرغِ دل کے اگر دوں لگا گرہ

کھائیں کبوتران گرہ باز کی طرح
سینے سے آن کر سرِ دوش ہوا گرہ

وہ دل گرفتہ ہوں کہ اگر نکلے پاس کو
جوں غنچہ ہو رہوں، پہ جبینِ صبا گرہ

پھیلاؤں گر شمیم صفا میں کو ہند میں
ہووے ختن میں نافۂ مشکِ خطا گرہ

رجعت سے نجمِ بد کی مری، ماہیِ سپہر
خرچنگ بن کے بیٹھ رہے ایک جا گرہ

پیدا ہوں سو گرہ اگر اک دل سے کھولیے
جوں کو کنارِ لالہ و تخمِ حنا گرہ

گِنتا نہ مہر و مہ کا ہے کہتا کہ دیکھیو
قینچی کی طرح کترے ہے چرخِ دوتا گرہ

ق

آہیں تو کھینچیں سینۂ صد چاک سے بہت
کھلتی تھی میرے دل کی مگر کیا بھلا گرہ

سوزن کا رشتہ جن کے کبھی جنتری میں آہ
ہے زیرِ پائے رشتہ بپا دوسرا گرہ

قطروں سے خونِ دل کے ہوں سو سو گرہ عیاں
اک آبلے سے دل کے جو کھولوں ذرا گرہ

یہ عقدہ مثلِ ابروئے خوبانِ کینہ جو
ہے ڈالتا بہ ناخنِ عقدہ کشا گرہ

رہ آں قہر ڈالے جو اس عقدے پر تو ہو
انگلی سے پوری پوری میں اس کی جدا گرہ

ہر قطرۂ سرشک مرے روئے زرد پر
خاطر گرفتگی سے ہے جوں کہربا گرہ

یارب وہ شانہ پاؤں کہاں میں جو دل کی آہ
دے کھول شکلِ عقدۂ زُلفِ دوتا گرہ

وابستۂ تارِ موئے میاں سے ہوں شکلِ ناف
چشمِ کشادہ کار رکھے مجھ سے کیا گرہ

نقطے کی طرح مرکزِ گردش رہا صدا
میں تھا مگر بہ دائرۂ دیر پا گرہ

دل تھا گرہ خیال میں جو آ کے عشق نے
یوں کھول دی، پہ ناخنِ فکرِ رسا گرہ

اُس آفتاب پر تو نظر کر کہ جوں تگرگ
پل بھر میں اک زمانے کی ہے کھولتا گرہ

وہ کون یعنی اکبر ثانی کہ جس نے وا
تیرے بھی کام دل سے ہے کی بارہا گرہ

گل کی گرہ بہار کرے گر صبا سے وا
وہ کھول دے دلوں کی بہ فضلِ خدا گرہ

لایا ہوں بہرِ نذر میں وہ دُرِ آب دار
ہو جس کو دیکھ آپ دُرِ بے بہا گرہ

جوں برق لکھ کے مطلعِ برجستہ خامہ نے
مطلع سے آفتاب کے دی ہے لگا گرہ

اے طلعتوں میں حسن سے کی تو نے وا گرہ
کیوں میرے دل میں خالِ سویدا رہا گرہ

کھل جائے نام پاک سے اک آن میں ابھی
گر ہووے کوہِ مروہ و کوہِ صفا گرہ

ہیبت سے تیرے نطق کی تبخالہ بن کے ہے
دعوی کے لب پہ آ، سخنِ مدعا گرہ

چاہے جو اُس کو آبِ فصاحت کرے رواں
لکنت وہیں زبان پہ دیوے لگا گرہ

تیرے سحابِ جود سے گلشن میں صبح دم
لے مشتِ زر ہے غنچۂ گل باندھتا گرہ

گر دل خنک کی جان فرو بستہ پیچ کے ہو
مابین کوہ قاف و میانِ سشتا گرہ

تو ناخنِ نگاہ سے مانندِ آفتاب
دے کھول دم میں دیکھ کے یہ ماجرا گرہ

کھولے ہیں کار بستۂ عالم سے دانہ وار
تیری ہوائے لطف و سحابِ عطا گرہ

دست گرہ کشا نے ہے باقی کہاں رکھی
جز نکہ ہائے پیرہنِ اغنیا گرہ

البتہ دل میں غنچۂ پیکاں کے ہے ترے
جانب سے حاسدوں کے صباح و مسا گرہ

یا جو تری کمانِ نگاریں میں ہے نمود
وہ ابروئے نگار پہ ہے خوش نما گرہ

اک دم میں تیرے ناخنِ شمشیر سے ہوا
ہیں سر جو حاسدوں کے بروزِ وغا گرہ

تیرے فروغِ تیرِ حشمت سے کیا عجب
گر مہر ہو سمٹ کے بہ شکلِ سہا گرہ

اللہ رے تیری قوتِ بازو کہ مثلِ گوئے
چوگاں کے آگے کوہ کو ہے جانتا گرہ

تو چاہے گر تو دامنِ ساحل میں بحر کو
دونوں طرف سے کھینچ کے دیوے لگا گرہ

پہنچے ہے تیرے عہد کے گردوں پہ ہر سحر
کھل جاتی ہے ستاروں کی لا انتہا گرہ

منقارِ ماکیاں کی طرح ناخنِ ہلال
ہے بیضۂ فلک کی سدا کھولتا گرہ

لائے جو شعلہ حرفِ شرارت زبان پر
تاثیرِ عدل سے ہو تری لب پہ آ گرہ

اللہ رے بیمِ عدل کہ خوانِ زمانہ میں
دشنہ بھی رکھے کر کے جبیں پر ابا گرہ

ق

زلفوں کے دام جیسے حسینانِ ناز میں
ہیں ڈال دیتے دے کے بہ سوئے قفا گرہ

مارِ سیہ کے سر میں اسی طرح زہر مار
ہووے گا مثلِ مُہرۂ مار ایک جا گرہ

انجم سے تیری سال گرہ کے لیے فلک
ہر سال کہکشاں میں ہے دیتا لگا گرہ

فرسِ تراز میں پہ جو کاوے کا ڈالے نقش
سمجھیں کہ بیٹھا مار کے ہے اژدہا گرہ

جولاں پہ اپنے آئے تو جوں جنبشِ صبا
غنچوں کی کھولے باغ میں وہ بادپا گرہ

طالع یا برتر پہ وہ پاتا ہے برق نام
اُس کا شرارِ نعل جو دے ہے اڑا گرہ

۱۲۶۱ھ

ق

گر اس کی گردِ سم سے بہ میدانِ کارزار
ہو گرد باد دامنِ صحرا میں کھا گرہ

لائے اڑا کے تو اسے از شرق تا بہ غرب
کھلنے نہ پائے یاں بہ جبینِ ہوا گرہ

رفعت پہ تیرے فیل کی طبعِ رسا نے رات
پھینکا کمندِ وہم کو جو کر کے وا گرہ

آیا نظر کہ صفحۂ چشمِ زمانہ میں
اک نقطۂ مشکِ ناب کا ہے جوں بنا گرہ

بے بس کر رکھتا عقدہ کشائی کا دل میں شوق
دیکھا جو نیشکر میں کہ ہیں جا بجا گرہ

کرتا ہے آشنا اُسے دنداں سے وہ فقط
اس واسطے کہ اس کے بھی دل کی ہو وا گرہ

سلکِ دُرِ سخن میں ولا صبح تا بہ شام
جوں سبحہ دے کا بیٹھا ہوا تا بجا گرہ

واکر لبِ سوال بہ درگاہِ ذوالجلال
تا رہ نہ جائے سینے میں دل کی دعا گرہ

ظلِ الٰہ یہ زیرِ گنبدِ گردوں ہوا کرے
بن بن کے تا زمانہ کی صبح و مسا گرہ

تا چمن وارِ گلوں پہ سرِ شاخِ گلستاں
ہو خوشہ وار عقدِ ثریا سدا گرہ

میداں ہو تا سپہر کا اور گوئے ماہ و مہر
اور دورِ مہ سے ہو ذنب و راس تا گرہ

تا دل گرفتگی سے زمانے کی بزم میں
ہر دم گلوئے شیشہ میں ہو قہقہا گرہ

حبِّ نبات کو ہے دردِ مریضِ عشق
تا دیں نجالِ لبِ بنتِ شیریں ادا گرہ

جب تک شمیم کاکلِ پیچاں کے رشک سے
نافے میں ہووے مشکِ ختن بے خطا گرہ

ہر سال تجھ کو جشن مبارک ہو خسروا!
اور مشکلاتِ خلق کی ہوں اس سے وا گرہ

پر تیرے مدعی کی نہ وا ہووے جوں حباب
ہرگز محیطِ دہر میں غیر از فنا گرہ

قطعات وابیات

شاہا بعمر و دولت و اقبال و عزّ و جاہ
فرخ یہ تجھ کو سالِ گرہ ہو ہزار سال
بلکہ خدا کرے تری عمر اس قدر دراز
ہوں جس میں بے شمار گرہ بے شمار سال

آج کچھ ایسی ہوائے عیش کی تاثیر ہے
ہر ورق کاغذ کا رشکِ گلشنِ کشمیر ہے
گر نہالِ دشت کو شوقِ حنابندی نہیں
ہاتھ کیوں مہندی سے رنگیں برگِ بیدِ انجیر ہے
مدحِ حاضر میں سنا دے مطلعِ روشن کہ ذوق
منتظر مشرق میں بیٹھا مہر پُرتنویر ہے

قطعہ تاریخ تعمیر چاہ معمرہ محمد شاہ سہارنپوری

سیّدِ باصفا محمد شاہ
کرد تعمیر طرفہ مسجد و چاہ
ذوق تاریخ سالِ ہر دو بہم
زد رقم ساخت کعبہ و زم زم

۱۲۳۹

حواشی حصّہ اوّل

ردیف الف

غزل ۱: ب، دیوان۔

شعر ۱ء ۵ شیفتہ، مناقبہ، فرز، سفینہ، گلستان، نگارستان۔

(۲) دمِ شمشیر قاتل پر لہو جاتا ہے۔ نگارستان۔

غ ۲۔ بیاض (۲، ۳ متفرق)۔

ش ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳۔ نازنیناں۔ عرض۔

۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۹، دیوان۔

۱، ۳، ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۹۔ نگارستان،

۱، ۲، ۳ منتخب۔ ۱۰، بے خار

۱۔ شیفتہ، فرز، سفینہ۔ ہمیشہ بہار

(۱) جینا نظر اپنا مجھے۔ منتخب۔

جینا نہیں اصلا نظر۔ بیاض، دیوان:

جینا نہیں اپنا نظر اصلا۔ نازنیناں، نگارستان۔

(۳) یک تا دلِ مضطر کے لیے کچھ تو نشانی۔ ابتدائی۔

دکھلاتا ہے کچھ تو دلِ مضطر کو نشانی۔ اصلاح اول۔

(۴) جب تک نہیں آتا ہے غصہ نہیں آتا۔ دیوان۔

(۶) کس دم نہیں ہوتا قلق ہجر سے مجھ کو۔ نازنیناں، دیوان۔

کس دن ..... نگارستان۔

(۱۰) اول تو مانگنا مفت اور پھر اس پر یہ تقاضا تھا۔ نازنیناں، نگارستان۔

(۵) بیاض میں یہ شعر قلم زد کر دیا گیا۔

(۶) ساتھ ان کے ہیں۔ دیوان، نگارستان۔

(۷) رہ کوچۂ قاتل میں گیا، مصرع ثانی کے ضمن میں حاشیہ میں یہ فقرہ بھی ملتا ہے۔

غ ۳ (۱) بیاض، دیوان۔

(۲) ...... پہ زندگی ہاں کب تک۔ ابتدائی } (قلمزد)
تو ہے میری جان۔ ابتدائی۔

(۳) ہر زبانِ مو سے نکلے ہے فغانِ دردناک۔ ابتدائی } (قلمزد)
ہے دلِ پُر آئندہ۔ دیوان
ایک عشق چلے ہے۔ ابتدائی

(۴) گر تکلیف اے اجل تو کیا کرے گی آن کر۔ اصلاح، دیوان

(۵) ہووے جو فرصت زندگی کچھ نفس بے مقصد کو۔ ابتدائی۔

(۶) بندھ گیا۔ بیاض۔

(۷) دیکھنا ہے ذوق ہوں گے آج پھر لاکھوں کے خون۔ دیوان۔
(۸) جاتا ہے لبِ تعلیں پہ لاکھا پان کا۔ ابتدائی

غ ۴ (۱) بیاض، دیوان۔

خ (۱) شیفتہ، ہمیشہ بہار، صنادید، فرخ، سفینہ، نگارستان، بے خزاں، متفرقات۔

(۱) ۲، ۳۔ باجر۔

(۱) اس خط میں، میں لکھتا۔ صنادید، فرخ۔
خط میں اسے لکھیے۔ باجر۔
لکھوں اسے خط میں۔ بیاض
پر ضعف سے چشکی میں۔ بے خزاں

(۲) پر حیف کہ مجنوں کا قدم۔ شیفتہ، صنادید، فرخ۔

(۵) ساقی درِ میخانہ سے با دیدۂ تر میں۔ ابتدائی۔
مرے دامن تر سے۔ دیوان۔

(۶) پردہ دو کعبہ سے اٹھا لینا ہے۔ ابتدائی

(۸) پھر کیوں ہے گراں بار کہ جب زحمتِ سفر بھی ۔ (دوسری صورت)

غ ۵ ۔ ۱۰ ۔ بیاض ۔

ش ۱ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۷ ، ۹ ۔ ویران

۱ ۔ منتخب ۔

(۱) دیا اس نے قول ۔ منتخب ۔

غ ۶ ۔ ۷ ، بیاض ، ویران

غ ۷ ۔ ۱۲ ، بیاض ، ویران ۱۱ (۳ ویران ، نہیں بیاض قلم زد)

ش ۱ ۔ بے خار ، فخر ، نگارستان ۔

(۲) کیا گرم طپش پاؤں پہ ہوتا ترے قاتل ۔ ابتدائی ۔

(۳) اب جاں پہ ہے آفت جو پھر آیا وہ دوبارا ۔ ابتدائی

..... پھر آئے جو دوبارا ۔ ویران ۔

(۴) کیا جل کے جگر خاک ۔

(۵) برہم اسے کیوں تو نے کیا چھیڑ کے پھر زلف ۔ ویران ۔

غ ۹ ۔ ۷ ، بیاض ، ویران ۔

(۱) ضد ہے خون سے دل پائمال کے ۔ ویران ۔

(۳) اگرچہ جوگی نہیں چشمِ شوخ بندہ نواز ۔ ابتدائی (قلم زد)

(۶) شبِ فراق میں اس مہ کے چرخ پر انجم ۔ ابتدائی ۔

مجھے ہے دیکھتا آنکھیں نکال کے کیسا ۔ ابتدائی ۔

(۷) قلم زد ۔

غ ۹ ۔ ۱۳ ، بیاض ، ویران ، نگارستان

ش ۱ ۔ منتخب ، نازنیناں ، عوض ، گلستاں ۔

(۱) آئی ایمان گیا ہی تھا ۔ نازنیناں ، عوض ، گلستاں

(۲) ہے وہ پائمال ..... ابتدائی ۔ (قلم زد)

بار سے ما صلاح

(۳) گر ہے ناز و تنف مہ ، ابتدائی (قلم زد)

(۶) ناتواں میں نے نہ دیکھا تن لاغر میرا۔ بیاض۔

(۸) شربت مرگ سے ناکام نہ رہتا کبھو خضر۔ بیاض۔

اس سے محروم اسے۔ ابتدائی۔

بک محروم اسے۔ دیوان

(۱۳) بے نشاں پہلے فنا سے ہو جو ہو فکر بقا رکنا، نگارستان۔

غ ۱۰- ۹ بیاض۔ دیوان

(۲) جاتا ہے بند کیے آنکھیں کدھر تو کہ تجھے۔ ابتدائی۔

(۸) اس چمن میں نہیں گوش شنوا اے غافل۔ ابتدائی۔

غ ۱۱- ۳، بیاض، دیوان ۱۲ (۳ دیوان نہیں، بیاض قلم زد)

ش ۱- ۵، ۶ منتخبہ

(۱) ۶ شیفتہ، نازنیناں، عوض، صادص، نگارستان۔

ا- فخر گلستان۔

۹- حنیفہ، بے خزاں

(۱) عبث جان منتظر ہونٹوں پہ ہے۔ بیاض، دیوان

(۲) نہ آنے سے ترے کیا کیا نہ کل میں جاں بلب آیا۔ ابتدائی۔

تری وعدہ خلافی سے مجھے کل چین کب آیا۔ اصلاح اول

(۳) قلم زد

(۹) تامل کیجیے۔ بیاض

(۷) ترے ڈر سے نہ پھٹکا پاس کوئی۔ بیاض

(۹) نگاہ زلف کو شانے نے جو آنکل۔ ابتدائی، دیوان۔

(۱۰) ہوا صد پارہ دل گریک تبسم۔ اصلاح

پھر اسے قلم زد کر کے اور اصل پر ص بنا کر اس کو قابل ترجیح قرار دیا گیا۔ دیوان میں بھی اصل کو ترجیح دی گئی ہے۔

(۱۲) کوئی گر مجھ سے رنجیدہ ہوا ہے مجھ کو کیا رنجش۔ ابتدائی۔

روا آئیں ایا نہ آئیں میں نہیں رنجیدہ دل ان سے۔ اصلاح اول، دیوان

(۱۳) بلانے سے نہ آیا کوئی اور یہ بے طلب گیا۔ ابتدائی۔

ف ۔ ۱۳-۱۵

ش ۔ ۱۱-۱۳-۱۴، ۱۵-۱۶-۱۷-۱۴۔ منتخبہ، خیار۔

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵ - بیاض۔

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵ - دیوان۔

ش ۔ ۱۔ شیفتہ، مشایدہ ناز نیناں، عرض، تحفہ بے خزاں، سفینہ، گلستان، نگارستان۔

(۱) کام جنت میں نہیں ۔ بے خزاں۔

(۲) محتسب گر چھوڑ دل گنار ہے۔ دیوان۔

ایک ساغر میں بھی یار ہے پر یا دل کا ۔ ابتدائی۔

(۴) جل بے اے آتش دل سینہ میں ۔ مجتبیٰ۔

(۵) جنت تیر یا تجھ سے جگر داروں کا عید

(۶) پہنچے گر دل ہوں نہ کیوں جان بچا کر بیٹھی ۔ ابتدائی۔

(۷) نہیں نکلا دل ترے تیر فرخ ۔ دیوان۔

(۸) دیں گے جان بوسہ لعل نمکین پر ہم بھی ۔ دیوان۔

جان نثار کے ہے اگر شیوہ ۔ دیوان ۔

غ ۔ ۱۳-۱۳، بیاض، دیوان ۔ نگارستان ۔ ۱-۲-۳-۴-۱۰، ۱۱، ۱۲ ۔ نگارستان میں)۔

(۱) درد دل ذوق عجب لطف سے حاصل ہوتا ۔ نگارستان۔

(۲) نہ چھوڑا ہاتھ سے اپنے نہ کبھی بسمل شوق ۔ ابتدائی۔

.... ہرگز نہ ترا دامن شوق ۔ نگارستان

(۶) رکھ کے خنجر پہ گلا آپ ہی بسمل ہوتا ۔ دیوان

(۷) تیرہ بختی ہی لکھی تھی مری قسمت میں تو میں ۔ نگارستان

(۸) آتا کیوں مصر میں زنداں سے نکل کر ۔ نگارستان

(۱۰) ہوتی گر صرف چمن خاک مرے مٹنے پر ۔ ابتدائی

(۱۲) ہوتی گر عقدہ کشائی نہ ید اللہ کے ہاتھ ۔ دیوان

ذوق حل کیونکر مرا عقدہ مشکل ہوتا ۔ دیوان۔

تھی مری عقدہ کشائی تو۔ نگارستان۔

غ ۱۳-۸، بیاض۔ دیوان ۷، (۳ دیوان نہیں، بیاض قلم زد)

(۲) سینہ شق بجا ہوس کے بھی تھا آبلہ گر۔ دیوان۔

(۳) بیاض میں قلم زد کر دیا گیا۔

(۵) جب خاک اڑائی ہم نے تو وہ گرد ہو گیا۔ دیوان

(۷) ..... گل نسد ہو گیا۔ دیوان۔

غ ۱۵: ۱۳، بیاض، دیوان ۱۱ - (۹، ۱۲ دیوان نہیں)۔

(۲) جستا رہے چراغ بھی میرے مزار کا۔ ابتدائی۔

(۵) مری آنکھ سوئے صد۔ دیوان

(۶) جو پاک دامنوں کے لیے کون سہ ساہ سا ابتدائی۔

(۹) یہ شعر نمبر ۳ ہی کی دوسری شکل معلوم ہوتی ہے۔

(۱۱) کرتی وہ چشم آڑ میں مژگاں کی دل ہے صید۔ ابتدائی

کرتی ہے قصد کی ادھر شکار کا۔ اصلاح۔

(۱۲) اے خدنگ گر ہیں ہوش۔ دیوان۔

غ ۱۶: ۱۳، بیاض ۱۳۰ - دیوان ۱۲ (۱۳ سا قطں ۹۰، ۱۱ دیوان نہیں)۔

ش ۱ د نگارستان۔

(۱) ..... بد اطوار کو جب آن چڑھا۔ نگارستان۔

(۵) دیکھو قسمت کا لکھا ..... دیوان۔

(۶) دیکھیے ملت ودیں کتنے کرے گا برباد۔ دیوان

(۱۱) کشتۂ دست حنائی ہوں میں ان ہاتھوں سے ابتدائی۔

کہیں وہ پھول تو لاکر تو مری جان چڑھا۔ ابتدائی۔

غ ۱۷: ۱۱، بیاض۔ دیوان ۷، (۳، ۵، ۸، ۱۰ دیوان نہیں)۔

ش ۱: منتخبہ۔ شیفتہ۔ مشاویہ۔ تازہ نیناں۔ عوض۔ بے خزاں۔ سفینہ۔ نگارستان

(۴) جو میکدہ میں شیں۔ دیوان۔

(۷) فلک کا رنگ جواب تک سیاہ ہے۔ دیوان۔

(۵) برنگِ آئینہ چشم پُر آب ہے۔ ویران۔

(۱۱) ہمیشہ ہوں میں اس داؤ گھات میں۔ ویران۔

غ ۱۹۔ ۹۔ بیاض

ش ۲۰۱۔ ویران

(۲) کانٹا کھٹکے یہ کایا گل کنیر کا۔ ویران۔

(۳)..... ترے مستوں کے ڈھیر کا۔ ابتدائی

(۴) ادا ہیں تو اس کے ملنے کی ہیں۔ ابتدائی

(۵) دم آچکا ہے آنکھوں میں تیرا ہے انتظار۔ ابتدائی

(۹) زیبا ہے ذوقِ بزنخہ۔ زکذا) ابتدائی

غ ۹۔ ۱۶۔ نازنیناں، عوض، ویران، ۔باجر۔ نگارستان ۵: ۔(۹۔ ۔ نگارستان نہیں)

ش ۱۱۰، (۱۲) طبقات۔

(۲) یہ نہ جتاں کس نے انشائے محبت کا بیاں۔ ویران۔

(۴) کہ بعد از مرگ مرے منہ کو۔ باجر۔

(۵)..... جب کہ پاؤں میں..... ویران۔

(۶) کیا مجنوں مجھے آشفتگی نے زلف کی کس کی۔ ویران

(۷)..... برنگ تہجد بینا۔ ویران۔

(۸) اسر فتراک سے کیوں تو نے۔ ویران۔

(۹) نہ جھانا غیر کو تو نے۔ ویران

(۱۱) اڑا دیں گے دھوئیں اک آن میں۔ ویران

غ ۲۰۔ ۷، نازنیناں، عوض، ویران، نگارستان

ش ۱۔ منتخبہ۔

ش ۲۰۲۔ ۷، بے نظیر، فخر

(۵)..... کب تن بے سر سے مرے۔ ویران۔

(۹) عشق یہ معجزہ کیسا ہے۔ ویران، نگارستان

غ ۲۱۔ ۷، بیاض، نازنیناں، عوض، ویران، نگارستان، بے نظیر

طبقات ۶، ۷، طبقات نہیں)

ش (۱) بے خار

۱۔ بے خزاں

۲۔ متفرقات

(۱) پر میرا جگر دیکھیے۔ بیاض

میرا ہی یہ جگر ہے (کذا) بے خزاں

(۲) پر میرا جگر دیکھیے۔ بیاض

میرا ہی یہ جگر ہے (کذا) بے خزاں

(۲) ...... وقفہ ہے ابھی آنے میں ان کے۔ ویران۔

(۳) ...... دل میں تیرے قاصد۔ ویران۔

...... قاتل۔ بے نظیر۔

یا داس لیے ہیں۔ ویران۔

(۴) پڑھتا نہیں خط غیر مرا یار کے آگے۔ متفرقات۔

(۵) جب تک وہ جبارت میں تصوف نہیں کرتا۔ ویران۔

(۶) تا صاف کرے دل نہ مئے صاف سے صوفی۔ ویران۔

(۷) آرام سے وہ ہے۔ ویران

غ ۲۲۔ ۱۵۔ نازنیناں، عرض، ویران، ماجرہ، نگارستان ۱۲ (۲، ۹ نگارستان نہیں)

ش ۱، ۲، ۴، ۶، ۱۱ مسودہ۔

۱، ۲، ۳، ۴، ۶، ۷، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۴۔ معدن۔

۱، ۲، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ (بے خار، قمر)

۱، ۷، ۱۴۔ بے خزاں

۸، ۱۲ بلاغت

۸، ۱۱، ۱۲ گلستان۔

۱، ۲ محتشم۔

(۱) ناک جو کر بھی مجھے:

معرفت ادبی کے قصے میں یہ فقرہ بھی ملتا ہے۔

(۲) پاؤں جو رکھا رکاب حلقۂ زنجیر میں۔ مسودہ، ماجرہ۔

(۸) علم ہے کچھ اور شے اور آدمیت اور ہے۔ بلاغت۔

(۹) ..... اگر تیرا نہیں حیرت فزا۔ ویران

..... کیا دیکھا کہ حیراں ہی رہا۔ ویران۔

(۱۲) مجھ سے دیکھا سب کو اور تجھ کو نہ دیکھا جوں نگاہ۔ بلاغت۔

تو رہا آنکھوں میں..... بلاغت۔

(۱۳) آگے آنکھیں دل میں بستی تھیں اور اب زلفیں تری۔ فخر۔

(۱۴) مجھ میں اس میں ربط ہے اے ذوق مثل بو و گل۔ معدن۔

غ ۲۳۔ ۱۱۔ بیاض ۱۱۔ ویران ۱۰۔ (۴ ویران نہیں)۔

(۵) ..... یہی مجھ کو نہ دکھائی دیتا۔ ویران۔

(۶) منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے۔ ویران۔

(۷) پنجۂ مہر کو خون شفقی میں ہر روز۔ ویران۔

(۸) کون گھر آئینہ کے جاتا۔ ویران

غ ۲۴۔ ۵۔ بیاض۔

ش ۱۔ ویران

غ ۲۵۔ ۹۔ بیاض

ش ۳۔ ویران

(۹) پنجاب میں بھی وہ نہیں آب و تاب حسن
اے ذوق پانی اب تو وہ ملتان: گیا

(ابتدائی صورت جو ایک اور صفحے پر ملتی ہے)

غ ۲۶۔ ۷۔ بیاض، ویران۔

ش ۱۔ نگارستان

(۵) اگر دوں بھی تیرے۔ ابتدائی

(۶) کیا جانے زخم عشق کی۔ ویران

غ ۲۷۔ ۱۳۔ بیاض۔

ش ۱۔ ۱۰۔ ویران۔ (تتمہ) ۱۔ نگارستان۔

(۲) عاشق ناشاد کو شادی کا دن ہے ۔ روز مرگ ۔ ابتدائی ۔

(۷) گر سبق آموز شوخی ہو پری کو چشم شوخ ۔ ابتدائی ۔

غ ۲۸ ۔ ۱۴ ۔ بیاض ۔ دیوان ۱۲ ۔ (۲ ، ۱۰ دیوان میں نہیں)۔

ن ۱ ۔ ۹ ۔ نگارستان ۔

(۳) پاس آداب سے اس در پہ نہ رکھوں گا قدم

مثل خورشید وہاں سر کے بل جاؤں گا ۔ ابتدائی

(۴) دل کہے ہے کہ مجھے ساتھ نہ لے جا اپنے

جا کے میں واں ترے قابو سے نکل جاؤں گا ۔ ابتدائی ۔

(۷) ہوگا اس وقت تماشا کہ ترے ہاتھ سے میں ۔ ابتدائی

(۱۱) مثل اشک آنکھ سے جب اس نے گرایا مجھ کو ۔ ابتدائی ۔

غ ۲۹ ۔ ۲۱ ۔ بیاض ۲۰ ۔ دیوان ۱۹ ۔ اجرہ ۱ ۔ نگارستان ۱۱ (۱۱ ۔ بیاض ۹ ۔ ۱۵ ۔ دیوان ۹ ،

۹ ، ۱۹ ۔ اجرہ ۲ ، ۳ ، ۵ ، ۶ ، ۷ ، ۹ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۵ ، ۱۹ ۔ نگارستان نہیں)۔

(۱) مجھے ہم نے بہت ۔ نگارستان ، اجرہ ۔

(۲) فرشتہ کو بھی ہم پایہ نہ پایا ۔ نگارستان ۔

(۵) کبھی کج طبع کو ۔ اجرہ ۔

(۱۰) کہیں اس کا سراغ پا نہ پایا ۔ اجرہ

(۱۲) کہا کیا بائے زخم دل نے میرے ۔ اجرہ ۔

(۱۴) وہ بولے دیکھ کر یوسف کی تصویر ۔ نگارستان

(۱۸) سوا تیرے ۔ دیوان ۔ نگارستان ، اجرہ ۔

(۲۱) نظیر اس کا کوئی عالم میں اے ذوق ۔

نہ پایا ہے نہ پائے گا نہ پایا ۔ اجرہ

وہ یکتا حسن و خوبی میں ہے اے ذوق ۔

نظیر اس کا نہ پائے گا نہ پایا ۔ نگارستان ۔

غ ۳۰ ۔ ۷ ۔ بیاض ۶ ۔ دیوان ۷ (۷ بیاض میں نہیں)۔

(۳) چشم نرگس سے نیم نگہ میرے واسطے (کذا) بیاض ۔

غ ۲۱۔ ۱۵۔ نازنینان۔ ویران۔ نگارستان، باجر۔ عوض۔ بے نظیر۔

ش ۲ ۔ بے خزاں۔

۲۔۳۔۶۔۷۔۸۔۹ منتخبہ۔

۹ شیفتہ۔ صنادید۔ فخر۔

(۳) کہ شہ ہووے آب خنجر کی ابھی آبرو۔ ویران (صحت نامہ)۔

آب خنجر کی تو ہے ہوگی زیادہ۔ نگارستان۔

ہو جو زیادہ آبرو۔ باجر۔

(۶) سن کے مجنوں نے مرے سوز جنوں وکنا! نازنیناں۔ نگارستان، باجر۔

(۷) جب بندھا اس گو کر کا ہم سے مضمون کر۔ منتخبہ۔

ہوگئی مضمون میں زینت۔ ویران۔

(۸) یہ ادھر صدقہ دیا تو نے۔ نازنیناں۔ عوض۔

(۹) ہاتھ تو اوچھا۔ شیفتہ۔ فخر۔

(۱۲) نامہ بر جاتا ہے جلدی تو بھی چل جان حزیں۔ بے نظیر۔

(۱۵) ذوق کے مرنے کی سن کر پہلے وہ کچھ۔ نازنیناں، عوض، نگارستان۔

غ ۲۲۔ ۱۱۔ نازنیناں۔ عوض۔ ویران۔ نگارستان۔ باجر۔

ش ۹ ۔ طبقات۔

(۱) بھڑکنا کیا کہوں سینے میں اپنے۔ ویران۔

(۲) اگر ہو عید کا اک دن۔ ویران۔

اگر ہے عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا۔ نگارستان۔ باجر۔

(۳) کمند گردن دل ہے جو حلقہ ہے جہنم کا (کذا) نازنیناں۔ عوض۔ نگارستان۔ باجر۔

(نازنیناں کے صحت نامے میں اسے درست کر دیا گیا ہے)۔

(۷) پس مردن لحد میں بھی ہے عالم چاہ رستم کا۔ ویران۔

(۹) عبث ہو ناک سا رہوں پر۔ ویران۔

(۱۱) گویا ہے وہ۔ ویران۔

ش ۱۲ - ۲۲ ۔ بیاضیں۔ ویران ۱۱۔ ۵۔ ۱۰ ویران نہیں۔

ش ۱، ۲، ۸، ۱۱، ۱۲۔ نگارستان۔

۱، ۲، ۸، ۱۲ بے خزاں

(۱) زنجہ جب مرے قاتل نے۔ بے خزاں، ویران۔ نگارستان۔

(۱۲) اس نے جب مال بہت۔ ویران

مال اس نے جو بہت۔ نگارستان

۴: کھینچ کر عشق جفا پیشہ نے۔ ویران۔

(۱۱۲) یہ زمیں سخت ہے اور اس میں ہوں ایسے اشعار۔

تو نے اے ذوق بڑا نعرہ غزل میں مارا۔ ابتدائی۔

مرگئے پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب۔ بے خزاں

زور یاروں نے بہت ذوق غزل میں مارا۔ بے خزاں

غ ۲۲۔ ۱۲، بیاض۔ ویران ۱۱۔ (۶، ۱۲، ۱۳ ویران نہیں)

(۵) مری منزل میں ہے ماہ سریت الیسرو مہوش۔ ویران

(۷) خواص اس کا ہے گھر میں دشمنوں کے۔ ویران

طریقہ جان کے جانے میں بھی ہے استخارے کا۔ بیاض۔

(۱۳) سمجھنے والا لیکن چاہیے۔ ابتدائی۔

غ ۲۵۔ ۲۵، ویران۔ نازنیاں، عرشی، نگارستان۔ باجر ۲۳۔

ش (۲۴ نازنیاں، نگارستان و باجر نہیں)

۱، ۵، ۶، ۷، ۹، ۱۱، ۱۲۔ بے خار۔ ۱۵، ۱۹، ۱۸، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۵۔ بے خار، قرز۔

بے نظیر۔

۱، ۲۔ بیاض، محتشم

۱۳ گلستان۔ ۱۳۔ قرز، بلا نمت

(۳)۔۔۔ کیا پوچھتا ہے حال اس رنجور کا۔ ویران

(۴) اس کے کوچہ میں۔ باجر۔

(۹) باندھ دوں مضمون گر اپنے۔ نگارستان

(۱۰) تیرے قامت سے جو ہو برپا قیامت باغ میں۔ باجر۔

جو ہے برپا قیامت۔ نازنیاں، عوض۔

(۱۲) دل کا یہ عالم ہے فرقت میں تری

خوشۂ کوئی انگور کا۔ نگارستان۔

(۱۳) تر ترے فریادیوں کے نالۂ پیچیدہ کو۔ بلاغت۔

منہ پہ رکھ کر پھیر لیجے۔ نازنیاں، نگارستان۔

(۱۹) دفن ہے کشتہ تمہاری سرد مہری کا جہاں۔ باجرہ۔

(۲۱) لکھ دیا تھا کوہ کن بھی۔ باجرہ۔

(۲۳) پشمِ افعی بن گیا روزن۔ نازنیاں، باجرہ۔

(۲۵) خشک ہے اے ذوق وہ کوچہ کہ جس نے خاک میں۔ باجرہ۔

غ ۳۶۔ ۱۲، مسودہ

(۵) دیکھ کر شعلۂ رخسار پہ خط حیراں ہوں

یعنی یہ سبزہ ہوا آگ پہ کیوں کر پیدا۔ ابتدائی۔ قلم زد۔

(۱۲، ۱۱) دونوں شعروں کے آخری مصرعے مولانا نے اپنے قلم سے لکھے ہیں، روشنائی اودی ہے۔

غ ۳۷۔ ۱۳، بیاض۔ ویران۔ ۱۱۔ (۹، ۱۰، ویران نہیں)۔

(۳) ذکر دنیا نفس مردہ کو ہوا ما والیات۔ ویران۔

(۴) خوں رہا اپنا نہ پنہاں۔ ویران۔

غ ۳۸۔ ۱۵، بیاض۔ ویران ۱۳ (۱۲ ویران نہیں)

(۲) واہ کیا مرہم۔ ویران۔

(۳) نہ بجھے اشک کے دریا سے مری سوزشِ دل۔ ویران۔

گرچہ دے شعلۂ جوالہ کو گرداب بنا۔ ویران۔

(۵) پوچھیں گر مجھ سے مئے عیش ہوئی کب سے تلخ۔ ویران۔

کبھوں جس دن سے فلک کاسۂ زہراب بنا۔

غ ۳۹۔ ۱۲، بیاض۔ ویران ۹ (۳، ۱۰، ۱۱ ویران نہیں)۔

(۷) کہ جو صدمہ تبسم سے بھی ہو جو تار گندا۔ بیاض۔

غ ۴۰۔ ۱۲، بیاض، ویران۔

ش ۳۱، ۱۰۔ نگارستان

کسی مرتے کو لے بیداد گر۔ نگارستان۔

غ ۴۱۔ ۱۵ بیاض، ویران، باجر۔ نگارستان ۹۔ (۵، ۶، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۳ نگارستان میں)

لیکن یہ سنبھالے سے۔ نگارستان

(۵) نہ پر زلف سیہ فام۔ باجر

اژدرِ اگر انساں کو۔ نگارستان۔

(۸) یہ گرنے سے پہلے جو۔ نگارستان۔

(۹) اے چشم نہ کہ۔ نگارستان

(۱۰) حاصل جو محبت کا ثمر کچھ تو مجھے بھی۔ باجر۔

(۱۱) وہ صبح کو جائے۔ باجر، نگارستان۔

اور پھر کہوں دن تھوڑا سا۔ باجر

پھر یہ کہوں۔ نگارستان۔

(۱۲) .... پھر یوں ہی کہوں۔ باجر۔

(۱۳) القصہ نہیں جاتا دل۔ باجر، نگارستان۔

(۱۴) جوں شمع جو تو۔ باجر، نگارستان۔

غ ۴۳۔ ۱۱، بیاض۔ ویران

غ ۴۳۔ ۱۱، نازنیناں، ویران، نگارستان، باجر۔ عرش ۱۰، (۲ عرش نہیں)

ش ۲۰، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۱۔ فخر۔

۲۰، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۱۔ بے خار۔

۵، ۱۰۔ منتخبہ۔

۵۔ شیفتہ، طبقات، جنادیہ

(۱) نپٹ جب مول وہ بانکا جواں۔ عرش، ویران۔

نپٹ مول اور وہ بانکا جواں۔ نازنیناں، باجر۔

موت کے دل میں مزے۔ متتجہ۔ نگارستان۔

(۴) نام میرا لے کے مجنوں کو۔ بیاض۔

" نام میرا لے کے۔ عوض میں یہ مصرع اتنا ہی لکھا ہے۔

نام میرا لے کے غنچہ کو جمہائی آگئی۔ نگارستان، اجر۔

(۸)...... عشاق پر تیر نگاہ۔ نازنیناں، نگارستان، اجر۔

...... اپنی نگاہ (کذا، عوضِ)۔

...... کارسناں لیتے نگاہ۔ نازنیناں، نگارستان، اجر۔

(۹) شمع کی گل گر جب منہ میں زباں۔ اجر۔

غ ۴۴۔ ۶۔ ویران ۵ (۵ ویران نہیں)۔

ش ۱، ۲، ۳، ۵۔ بیاض

۱۔ نگارستان۔

(۱) قتل کرتی ہے نگہ شہرہ ہے چشم یار کا
وہ شل ہے ہاتھ کاٹے نام ہو تلوار کا ابتدائی۔

غ ۴۵۔ :۔ آزاد

یہ غزل مسودہ آزاد میں بغیر کسی اصلاح اور اضافہ کے درج ہے۔
ویران نے مولانا آزاد کے نام اپنے ایک خط میں اس غزل کو دیکھنے کی خواہش کی ہے
اور ذوق سے اس کے تعلق کو صحیح سمجھا ہے۔

غ ۴۶۔ ۷، بیاض۔

غ ۴۷۔ ۱۰۔ نگارستان۔

غ ۴۸۔ ۷۔ نگارستان

غ ۴۹۔ ۹۔ نگارستان

غ ۵۰۔ ۹۔ بیاض

ش ۱، ۲، ۳، ۴۔ ویران۔

غ ۵۱۔ ۴۔ بیاض

غ ۵۲۔ ۸۔ نگارستان

غ ۴۔۵۲، نگارستان۔

غ ۹۔۵۴، نگارستان۔

غ ۹۔۵۵، نگارستان۔

غ ۸۔۵۶، نگارستان

غ ۹۔۵۷، بیاض

ش ۱، منتخبہ۔

(۸) گھسے ناخن ہزاروں (لکھ کر قلم زد کر دیا گیا)۔

غ ۸۔۵۸، بیاض

ش ۱، ویران

غ ۶۔۵۹، نگارستان

غ ۹۔۶۰، بیاض۔ ویران۔ نگارستان ۸ (۴ نگارستان نہیں)

غ ۶۱، ۴، مسودہ

غ ۷۔۶۲، نگارستان

غ ۴۔۶۳، ابن طوفان

غ ۲۔۶۴ شعر ایک مصرع بیاض

ش ۲، ویران

غ ۲۔۶۵، بیاض۔

ش ۱، ویران

غ ۹۔۶۶، بیاض۔

اشعار و ابیات

۱۔ ویران ۔ ۲ ۔ ویران ۔ ۳ ۔ ویران ۔ (ش ۲ نازنیناں ۔ عرض (ا بے خزاں ۔

۳۔ ب ۔ ۲ مسودہ (۱) مست راہ عشق راہ کشادہ ۔ دوسری صورت

(۲) حیاریوں کا اُس کی دلا شکوہ کس لیے ۔ دوسری صورت۔

۴۔ منتخبہ، عیار، شیفتہ، طبقات، نغز، ویران، نگارستان۔

۵۔ دیوان۔ ۶۔ بیاض۔ ۷۔ نازنیاب۔ عوض۔ دیوان۔ ۸۔ منتخب۔
دیوان۔ ۹۔ دیوان۔ ۱۰۔ نگارستان۔ ۱۱۔ منتخب۔ ۱۲۔ دیوان۔ ۱۳۔ منتخب۔ ۱۴۔ دیوان۔ ۱۵۔
دیوان۔ ۱۶۔ دیوان، نگارستان۔ ۱۷۔ دیوان۔ ۱۸۔ بیاض۔ ۱۹۔ دیوان۔ ۲۰۔ دیوان۔ ۲۱۔
دیوان۔ ۲۲۔ منتخب۔ ۲۳۔ ہاجرہ۔ ۲۴۔ بیاض۔ ۲۵۔ بیاض۔ ۲۶۔ دیوان۔
۲۷۔ دیوان۔

غ ۶۷: ۲۔ نازنیاں۔ ۲۱۔ بے نظیر۔ ۲۱۔ دیوان۔ ۲۱ عوض۔ ۲۔ نگارستان۔
۱،۲۔ نازنیاں، بے نظیر۔ ۲۔ دیوان۔ ۵، ۲۱ عوض۔ ۷، ۸، ۱۲، ۱۶، ۲۱ نگارستان نہیں۔

ش ۵۷: بے خار، فخر۔

(۱۱) فرشتے کے ہو سوگرے۔ نگارستان۔
تمام میرا تو کوئی لکھ دے۔ نگارستان۔

(۱۵) آنکھ اس بزم میں ہے حریم چرانی ساقی
رات بھر کرتا ہے دست عکس جام شراب۔ نگارستان۔

(۱۶) ورنہ اب تک نہ سنا تھا۔ دیوان۔

(۱۷) سمجھے میخانہ کی مستی تو۔ نازنیاں، عوض، نگارستان، بے نظیر۔

(۱۸) پہلے پہنچے تو پیش رس۔ دیوان
پہلے دیوے ..... نگارستان۔

(۲۰) نکیں نقش دیے چند۔ نگارستان

غ ۶۸: ۳۔ دیوان۔

ش: بیاض۔

۲۰: بے خار، فخر، نگارستان۔

غ ۶۹: ۱۱، بیاض، دیوان۔

(۱) جو ہر سوئے بھیجے۔ دیوان۔

(۲) جوں تیری ناک کو۔ دیوان۔

ش ۷۰: ۱۱، بیاض، دیوان۔

۵: جو فلک سے پاتا ہے۔ مژگاں کا مزا۔ بیاض میں یہ نسخہ بھی ملتا ہے۔)

ت

مطلع ویران

غ ۱، ۔ ۱۲ ، بیاض ۔ ویران ۱۱ ۔ (۸ ویران نہیں)

(۵) کاسہ میں فلک کے نہ بے نام کو زہراب ۔ ویران ۔

(۹) دل جس سے فدا نہ تم محبت اے ما ! ۔ ویران ۔

غ ۲، ۔ ۹ ، بیاض ، ویران ۔

(۴) .... پشت پہ ہے کرنشر کی طرح ۔ ویران ۔

..... کبھی نہ بہار پشت ۔ بیاض ۔

ج

غ ۳، ۔ ۷ ، بیاض ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۷ ، ویران ۔

مطلع (۱) بے خار ، فخر ، ویران ، نگارستان ۔

(۲) بیاض ، فخر ، بیاض میں اسے قلمزد کر دیا گیا ۔

چ

غ ۴، ۔ ۴ ، بیاض ۔

ش ۱ ۔ ویران ۔

۲ ۔ مسودہ ۔

مصرع ۔ بلاغت

(اس زمین میں ظفر کی مکمل غزل ملتی ہے)

خ

غ ۵، ۔ ۹ ، بیاض

ش ۱، ۲، ۳، ۴ ۔ بے خار ۔ فخر ۔ ویران ۔ نگارستان ۔

غ ۶، ۔ ۱۲ ۔ بیاض ۔ ویران ۱۳ ۔ (۴ ویران نہیں)

ش ۱ ۔ شیفتہ ۔ خیابان ، فخر ، خمستانہ ، نگارستان ۔

(۱) .... تیری ہے کیا صلاح ۔ ویران ۔

خ

غ ۶۶ ۔ دیوان ۱۲ ۔

مطلع دیوان ، بیت دیوان ، باجر ۔
دیکھا نہ کبھی ہم نے دراصل صفا چاند زکندا ، باجر ۔

د

غ ۶۷ ۔ ۵ ، بیاض ۔

غ ۶۸ ۔ ۱۲ ، دیوان ۔

ش ۱۲ ، ۷ ، ۱۰ ۔ نگارستان ۔

(۲) پیش جو گو ہیں ۔ نگارستان ۔

(۷) مہر خط پہ جو دو کرتے ہیں ۔ نگارستان ۔

(۱۰) یوں قفس تنگ کوں گل برگ ۔ نگارستان ۔

غ ۷۰ ۔ ۹ مسودہ

یہ غزل ذوق نے معروف کے نام سے لکھی ہے ۔
دیوان معروف میں شامل نہیں ہے ۔

(۴) اے مست ناز جل کے ترے شوق زلف میں ۔ ابتدائی (قلم زد)

(۵) پوچھو دہان زخم سے وہ لذت خدنگ
کھاجے اے نرگیوں کہ ہے جوں نیشکر لذیذ ۔ ابتدائی ۔
اسی شعر کے ضمن میں " اے ناوک فگن " کا لفظ بھی لکھا ہوا ملتا ہے ۔

(۶) جو ہے ترے لب عرق آلودہ میں مزا ۔ دوسری صورت (قلم زد)
اس کے علاوہ اس مصرع اول کے ضمن میں یہ لفظ بھی ملتے ہیں " لذت نہیں کباب " ۔
اور لذت نہیں نمک " ۔

غ ۷۱ ۔ ۹ ، دیوان ، نگارستان ۔

نکل کے رستے سے چشم فتاں کے دل میں سا بیٹھا خدنگ ہوکر ۔ ابتدائی ۔
(۱) نکل کے آنکھوں سے اُدھیا جگر میں بیٹھا خدنگ ہوکر ۔ نگارستان

(۶) ہوئے جو یک رنگ اُن کو زیبا نہیں تھا سے رعونت اصلا۔ نگارستان۔

سر پا یا گل نے تو نام رعنا ہے اس چمن میں دو رنگ ہو کر۔ نگارستان

غ ۸۲۔ ۹۔ بیاض۔ دیوان ۸۔ (۳ دیوان میں نہیں)۔

(۵) دیکھ کر غیروں میں بیتابی پہ اس بیہوش کو رات۔ دیوان۔

(۷) لگیں اُن کو لگانی۔ دیوان۔

غ ۸۳۔ ۱۰۔ بیاض، دیوان۔

ش ۱۔ ۳۔ نگارستان۔

(۳) نہ آؤ جوش میں بس ...... چڑھ کر۔ نگارستان۔

غ ۸۴۔ ۱۱۔ بیاض۔ دیوان، نگارستان ۹ (۳ ۸، دیوان، نگارستان نہیں)۔

ش ۲۔ گلستان۔

(۶) جب وہ آیا نہ طمانچہ کو کہیں میرا پتا۔ بیاض،

(۷) پوچھتا کیا ہے دم ذبح ہمارے تکبیر۔ نگارستان۔

..... تو چھری پھیر بھی دے۔ نگارستان۔

غ ۸۵۔ ۱۵۔ نازنیناں، عوض، دیوان۔ نگارستان ۱۳۔ (۱، ۵ نگارستان نہیں)۔

ش ۱۔ ۴ معدن۔

(۱) اُٹھ گیا وہ آج سب ہستی کا ساماں۔ نازنیناں۔

(۲) پھر نہ اُٹھا کوچہ پاک گریباں۔ نگارستان۔

(۴) جس کو جولانت اُٹھائی۔ نازنیناں۔ عوض۔ نگارستان۔

(۵) ... جب کر وہ کھلائے ہے تو۔ دیوان۔

(۷) دیکھیے کیا ہو کر اب کے۔ دیوان۔

(۱۱) ... گرد بار دود آہ۔ دیوان۔

غ ۸۶۔ ۱۲۔ نازنیناں۔ عوض۔ دیوان۔ (۵ نگارستان نہیں)۔

ش ۱۔ معدن۔ ۸ بے نظیر۔ ۹ شیفتہ۔ صنادید۔ سفینہ۔

(۲) جب دفتر میں آیا میرا نام۔ نگارستان۔

رہ گیا منشی قدرت بس۔ نگارستان۔

رہ گیا چپ نقش کی قدرت۔ عوض

غ ۸۹۔ ۷۔ بیاض، دیران۔

ش ۱ بے خزاں۔ نگارستان۔

اشعار ۲ عوض

ش ۲ بلاغت

ابیات ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ویران، برعکس۔ ۱ ویران، کشکول۔ ۲

منتخب، ویران ۳۔ دیران۔

۴ ۔ ۸۵۔ منتخب۔ ۵ نغز، ذکا، عیار۔

د۴: کان پر رکھ دے جو تو گلشن سے گل کو توڑ کر۔ دوسری صورت۔

س

غ ۸۸۔ ۱۱۔ بیاض۔

غ ۸۹۔ ۱۰۔ بیاض۔

مطلع ۱ منتخب، شیفتہ، ہمیشہ بہار۔ نازنیناں، عوض۔ گلستان۔ ویران۔ نگارستان۔

۲ بے خار۔ فخر، ویران، نگارستان۔

ہیچے فنائے نان تفس۔ نگارستان۔

غ ۹۰۔ ۷۔ بیاض، ویران۔

د۷: اس کے بزم میں عزت۔ ویران۔

غ ۹۱۔ ۸۔ بیاض۔ ویران ۷۔ (۲ ویران نہیں) بیاض میں عم رد۔

ح ۱۔ ۲ نگارستان۔ ۱۔ ۲۔ ۳ بے خار۔ فخر۔ ۱۔ منتخب۔

د۲: بحر و بر میں ہے ہر اک کو۔ بے خار۔

د۴: منہ میں ان کے یہ زباں ہے۔ ویران۔

د۶: مغفر خون مرا سا ساکرتے۔ ویران۔

غ ۹۲۔ ۹۔ مسودہ۔

د۳: ہمیشہ خیال سویدائے دل جلاتا ہوں۔ قلزم۔

د۴: فکر چارۂ غم دل۔ دوسری صورت۔

۵) اس موقع پر گہر صدف میں بے قیمت ہے گہر صدف کے لفظ بھی ذوق کے ذہن میں آ گئے۔

۶) در سخن مرا اس کے سبب رہا محفوظ۔ دوسری صورت۔

۷) نسیم صبح ہے اے عندلیب بادی چور۔

چمن میں مشت زر غنچہ رہ چکا محفوظ۔ دوسری صورت۔

مطلع، ویران۔

غ ۹۳۔ ۷، نگارستان۔

غ ۹۴۔ ۷، نگارستان

غ ۹۵۔ ۶، نگارستان

مطلع، منتخب۔

غ ۹۶۔ ۶، شعر ایک مصرع، نگارستان۔

غ ۹۷۔ ۹، نگارستان۔

غ ۹۸۔ ۷، نگارستان۔

مطلع بے خار، قز، ویران، نگارستان۔

غ ۹۹۔ ۹، بیاض، ویران

مطلع (۱) قز، ویران۔

مطلع (۲) بیاض

غ ۱۰۰۔ ۱۶۔ بیاض ۱۵، ویران ۱۳۔ (۵ بیاض ۳۔ ۴، ۱۱ ویران نہیں)

ش ۱ بچھتے نہ حلقۂ گیسوے تابدار۔ ویران۔

(۲) اڑے گا خشل شرر ٹکڑے ہو کے۔ ویران۔

(۳) بغل میں جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے۔ ویران۔

نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی۔ ویران۔

(۵) نکل نہ جائے دم اضطراب سینے سے۔ ویران۔

برنگ شعلہ کہیں آہ شعلہ بار میں دل۔

(۶) برنگ غنچہ و پیکان و غنچۂ تصویر۔ ویران۔

غ ۱۰۱۔ ۱۲، نازنیناں، عوض، ویران، بے نظیر، نگارستان۔

(۴) جہاں ہو خانۂ عشرت۔ نازنیناں، عوض، نگارستان۔

(۶) ..... میں خورشید۔ ویران۔

(۹) ہوے ہوا میں یہ صورت۔ نازنیناں، عوض، نگارستان۔

غ ۱۰۲۔ ۵ بیاض، ویران۔

غ ۱۰۳۔ ۱۹۔ نازنیناں، عوض، باجر۔ نگارستان ۱۸، ویران ۱۷۔

(۸ نگارستان۔ ۶، ۸ ویران نہیں)۔

(۲) ہوتی نہ یاد زلف تو خطِ شکستہ میں۔ ویران۔

لکھتے الف خطوں کی نہ پیشانیوں میں ہم۔ ویران۔

(۵) وہ رخ بھی جائے نار از بس لبِ سرمہ سے بھوں۔ نازنیناں، عوض، باجر، نگارستان۔

(۱۸) ذوق اس سیاہ نار کی۔ نازنیناں، عوض، باجر، نگارستان۔

(۱۹) ..... کوچہ میں یار کے۔ نازنیناں، عوض، باجر، نگارستان۔

غ ۱۰۴۔ ۱۴۔ مسودہ ۱۳ (اس زمین سخن میں ذوق نے دو غزل لکھا ہے۔

نازنیناں، باجر، ویران، نگارستان میں ایک ہی غزل ہے)۔ (۱۳ مسودہ نہیں)

ش ۱، ۳، ۵، ۷، ۸، ۱۳ نازنیناں، بے نظیر، ویران، نگارستان، باجر۔

(باجر میں ش ۴ کا پہلا مصرع غزل (۱) کے مطلع کا پہلا مصرع ہے:۔

۱، ۵، ۱۳۔ بے نظام، فخر۔

۱، ۳، ۵، ۷، ۱۳۔ عوض۔

(۱) برسوں یاں آنکھ سے ٹپکا ہے۔ نازنیناں، ویران، نگارستان، باجر۔

دلِ عاشق کے جلانے کو ہے۔ نازنیناں۔

(۵) جیتی شعلہ ہے تری رنگ بھبوکا۔ نازنیناں۔

غ ۱۰۵۔ ۱۳۔ مسودہ ۱۲ (۱۲ مسودہ نہیں)۔

ش ۱، ۲، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۲، ۱۳۔ نازنیناں۔ عوض، نگارستان۔

ویران، باجر (باجر میں مطلع کا مصرع اول غزل ۱۰۴ کے شعر ۲ کا مصرع اولیٰ بنایا گیا ہے)

ش ۴، ۹، ۱۳۔ بے خطا، فخر۔

(۷) از خم سرکو مرے جھکا کے۔ مسودہ۔

غ ۱۰۶ - ۷ ، بیاض -

غ ۱۰۷ - ۶ ، بیاض - دیوان ۵ (۶ دیوان نہیں) -

ش ۱ ، ۲ ، ۳ - بے نظار ، نگارستان ، نخرہ -

۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ - باجر -

۵ عیار -

(۵) تھا سا ہوں میں تپہ پہ کنوئیں کی برنگِ آب - بیاض ، باجر -

تارا سا تپہ پہ ہوں میں کنوئیں کی برنگِ آب - دیوان -

غ ۱۰۸ - ۱۲ ، بیاض

(۱) ۲ دیوان ، (۱۲) - مولنا آزاد نے اسے مقطع کی صورت میں پیش کیا ہے - کیا گھوڑے کی طرح خاک کا پتلا لے ذوق - (یہ غزل بیاض میں بہت باریک قلم سے ایک گوشے میں لکھی ہوئی ملتی ہے) -

غ ۱۰۹ - ۱۱ ، بیاض ، دیوان -

(۲) لے چلا کے اس گھر مجھے دیکھو - ابتدائی -

(۸) تجھ کو رسوا کریں گی - دیوان -

غ ۱۱۰ - ۱۴ ، بیاض - دیوان - نگارستان ۱۰ - (۲ ، ۳ ، ۹ ، ۱۱ نگارستان نہیں) ؛

ش ۱ - منتخبہ -

(۱) اپنا ہے وہ طریق - نگارستان -

(۱۳) ہر چند ہیں ضعیف - نگارستان -

غ ۱۱۱ - ۱۵ ، بیاض - دیوان ۱۲ (۴ ، ۷ ، ۹ دیوان نہیں) -

(۲) جس کا کچھ علم و عمل جز عشق و جز وحشت نہیں - ابتدائی -

(۳) آہ کرتا شور واویلا - ابتدائی -

(۵) نزع میں پانی چوائے تو جو اپنے ہاتھ سے - ابتدائی -

منہ میں گر پانی چوائے یار اپنے - دیوان -

(۸) ہم کو کیا گردش فلک کو ہے - ابتدائی -

جانتے ہیں ہم یہ عالم - ابتدائی -

غ ۱۱۲۔ ۱۰، بیاض۔ دیوان ۹۔ (۲ دیوان نہیں)

(۱) ہم اپنے ہاتھوں کا: اتنا فقرہ لکھ کر قلم زد کر دیا گیا اور پھر مصرع یوں پورا ہوا۔ ہم اپنی آنکھوں کا مژگاں سے۔ ابتدائی۔

(۴) فقط قرہی نہ داغی عسلام ہے ان کا۔ دیوان۔

(۹) ترے قتیل بتاتے نہیں۔ دیوان

غ ۱۱۳۔ ۱۴، بیاض۔ دیوان ۹ (۶، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۳۔ دیوان نہیں)

ش ۷، نگارستان۔

(۲) نہیں خضاب سے مطلب ہمیں یہ موئے سفید۔ دیوان۔

(۳) بقا کا کام ہی کیا۔ بیاض۔

(۵) وفور اشک اگر سر بہ داغ ہو اپنا۔ دیوان، نگارستان۔

(۸) ...... تو وہ ہے کہ لب۔ بیاض۔

(۹) مبصروں سے کہو دیکھیں چین ابروئے یار۔ دیوان۔

(۱۰) ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ بقا میں فنا۔ دیوان۔

غ ۱۱۴، ۱۱، بیاض (۶ بیاض ۵ مسودہ)۔

۱، ۳، ۹، ۱۱۔ دیوان۔

ش ۱، ۳، ۹۔ نازنیناں، عوض، نگارستان۔

۱۔ بے خزاں۔

۳ گلستان۔

(۱) بشر کے دیکھنے والے۔ دیوان، نگارستان۔

(۳) ہم اپنے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہیں۔ دیوان۔

وہ پہلے بزم میں دیکھیں کدھر کو دیکھتے ہیں۔ دیوان، گلستان۔

(۴) ہم اپنے دل کو اور اپنے جگر کو۔ بیاض۔

غ ۱۱۵۔ ۱۰ بیاض۔ دیوان ۸ (۸، ۹ دیوان نہیں)۔

(۱) ...... برسوں رہا ہے زمانے میں۔ بیاض۔

(۲) ...... ہو جائے شراب۔ بیاض۔

(۹) مستی و ناآشنائی و وحشت و بیگانگی ۔ دیران ۔

غ ۱۱۶ ۔ ۹ ۔ بیاض ۔ دیران ۶ (۵ ۔ ۶ ۔ ۷ ۔ ۹ دیران نہیں)

۲ ۱ ۔ ۲ ، ۴ ، ۷ ، ۸ ۔ ز دہلی اُردو اخبار مورخہ ۳۱ اگست ۱۸۵۱ء مطابق ۳ ذی قعدہ

۱۲۶۷ھ جلد ۱۳ ۔

غ ۱۱۷ ۔ ۱۲ ۔ بیاض ۱۰ ۔ دیران ۱۰ (۱۱ ، ۱۲ بیاض ۔ ۲ ، ۷ دیران نہیں) ۔

ش ۵ ، نگارستان ۔

(۱) گر میں غرور دانش و جوہر کو توڑ دوں ۔ بیاض ۔

سارے خیال وہم کمہ کو ۔ بیاض ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قلم زد ۔

(۲) گر چاک پر چڑھے ۔ بیاض ، قلم زد ۔

(۹) راہ جنوں میں جلد اُٹھاؤں جو میں قدم ۔ دیران ۔

غ ۱۱۸ ۔ دیران ۵ ۔ باجر ۶ (۳ / ۵ دیران ۔ ۶ باجر نہیں)

۱ ۔ بے خزاں ۔

ش ۱ ۲۰ ۔ بیاض ، منتخبہ ۔

۷ شیفتہ ، صنادید ، سفینہ ، نگارستان ۔

(۱) لب جو ہیں غنچوں کے وا ۔ منتخبہ ، بے خزاں ۔

دیکھ کر اس کو مگر ۔ منتخبہ ۔

غ ۱۱۹ ۔ ۱۱ ، بیاض ، دیران ، نگارستان ۔

ش ۱ ، شیفتہ ، ہیشہ بہار ، نازنینان ، عوض ۔

(۳) گل پریشاں ہو نفس نفس کے چمن میں آخر ۔ بیاض ۔

(۴) اک مجھی سے یہ فقط کم سخنی خوب نہیں ۔ بیاض

(۵) ۔ ۔ ۔ آہ کے ساتھ ۔ دیران ، نگارستان ۔

(۶) ۔ ۔ ۔ ۔ تری جنبش مژگاں کو کر دیکھ ۔ نگارستان ۔

(۷) تھی جو بگڑی ہوئی قسمت ۔ دیران ۔

(۸) کوئی کھا جائے نہ ۔ نگارستان ۔

غ ۱۲۰ ۔ ۱۲ ، بیاض ۔ نازنینان ۱۲ ۔ عوض ۱۲ ۔ دیران ۱۲ ۔ نگارستان ۱۲ ۔ باجر ۱۲ ۔ (۲ نازنینان

عوض، ویران، نگارستان۔ ۱۰ باجر نہیں)۔

ش ۱، ۹، ۱۰، ۱۲ منتخبہ۔

۹۔ شیفتہ، مسّاریہ

۱، ۲، ۹۔ فرز۔

۱، ۲۔ بے خار۔

(۸) ساقی لے ہزاروں فلاطوں ہیں۔ نازنیناں، نگارستان۔

جو غم بنے ہے .... نازنیناں، نگارستان۔

غ ۱۲۱۔ ۹ بیاض۔

(اس غزل کا پہلا مصرع بیاض قلمی میں ایک دو جگہوں پر لکھا ہوا ملتا ہے۔ آخر ایک صفحہ پر پوری غزل سامنے آتی ہے)۔

غ ۱۲۲۔ ۱۴۔ نازنیناں ۱۳۔ عوض ۱۳۔ فرز ۱۳۔ ویران ۱۳۔ نگارستان ۱۳۔ باجر ۱۳۔ بے خار ۱۲

(۱۴) نازنیناں، فرز، عوض۔ ویران، نگارستان، باجر۔ ۲، ۱۲ بے خار نہیں)۔

۱، ۲، ۴، ۱۱ معدن۔

۵ گلستان۔

(۲) ہوں بجائے آب سیماء ویران۔

(۴).... کوئی شیریں کا منہ۔ نازنیناں، عوض، نگارستان، باجر۔

(۵).... جانی دلوں سے ہوں۔ (کذا) نازنیناں، عوض، گلستان، باجر۔

(۹).... مجھے فرصت نہیں فوارہ وار۔ نازنیناں، عوض، ویران۔

(۱۲) ڈالتا ہوں ہر گزری۔ نگرستان۔

غ ۱۲۳۔ ۵ بیاض۔

غ ۱۲۴۔ ۲۷ مسودہ

ش ۱، ۲، ۷، ۸، ۹، ۱۰ ویران ۸، ۹ بے خار۔

(۵) یہ شعر مولانا آزاد نے اپنے قلم سے کاٹ دیا ہے۔

(۷) بے لوث حب زر سے یہ دامن ہمارا پاک۔ ویران

(۱۳) عشق کاوکاو.... خط کشیدہ حصہ مولانا نے اپنے قلم سے کاٹ دیا۔

(۱۹) "خدا کی قسم نہیں" مولینا نے اپنے قلم سے اصلاح دی ہے۔

(۲۲)
| یہ دونوں شعر بھی مولینا نے قلم زد کر دیے ہیں۔
(۲۶)

غ ۱۲۵۔ ۵، بیاض، ویران۔

ش ۲۰۱، ۳ نگارستان۔ ۲۰۲، ۳ بے خار، فخر۔

(۱) رکھتا زبسکہ جیفہ دنیا سے تنگ ہوں۔ ابتدائی، ویران، نگارستان۔

(۲) میں وہ شکستہ دل۔ نگارستان۔

ہوں وہ شگفتہ دل۔ ویران۔

غ ۱۲۶۔ ۲، بیاض، ویران۔

ش ۲۰۱ نگارستان۔

۲۔ شیفتہ، صنادید، متفرقات۔

۱۔ گلستان۔

خط پڑھ کے اور بھی وہ ہوئے۔ ویران، متفرقات

(۴) کیا جانے لکھ دیا اسے کیا اضطراب میں۔ ویران۔

غ ۱۲۷۔ ۳ بیاض (مقطع کا مصرع اولیٰ مولینا کے اپنے قلم سے لکھا ہوا ہے) ویران ۲۔

(۱ ویران نہیں)۔

ش ۲۔ بے خار۔

غ ۱۲۸۔ ۵ ویران۔

غ ۱۲۹۔ ۴ ویران (نا تمام)

غ ۱۳۰۔ ۵ ویران۔

غ ۱۳۱۔ ۴ بیاض۔

(۱) یہ چار شعر جو ذوق کے قلم کے مرہون منت ہیں، بیاض میں ظفر کے نام سے لکھے گئے ہیں۔

ان پر ۱۵۲ عدد بھی ملتا ہے جو بیاض قلمی میں بہت سی غزلوں کا تمغۂ عنوان ہے۔

غ ۱۳۲۔ ۸ مسودہ (۲ مسودہ نہیں)۔

ش ۲۰۳۔ ویران۔

(۲) توسین میں دیا گیا حصۂ عبارت مسودے میں موجود نہیں)۔

میں وہ ہوں جگر سوختہ۔ ویران۔

اشعار

(۱) بیاض ۲ ۔ ویران ۲ ۔ (۲ بیاض نہیں)۔

(۲) مسودہ ۲ ۔

بیاض ۲

(۳) تے دیوار گلشن کے پڑے ہیں ناتوانی سے۔ دوسری صورت ۔

(۱) صدرالدین ۔ضمائمہ ۔

(۴) بیاض ۔ ۲ ویران ، نگارستان ۔

(۵) ویران ۲ ۔

(۶) بیاض ، ویران ۲ ۔

(۷) بیاض ، ویران ۲

(بقیہ غ ۱۳۲)۔

قطعہ

ویران ۔

ابیات

(۱) بیاض ۔

(۲) نفز، ذکا ،عیار ۔ ہر سمت جلوہ گر ہے عیار ۔

(۳) بیاض ، بلاغت ۔

(۴) بیاض ۔

مطلع

(۱) صدرالدین ، منتخبہ ، شیفتہ ، نازنیناں ، عوض ، ویران ،

نگارستان ۔

(۲) بیاض ، ویران ۔

(۳) نازنیناں، عوض، ویران۔

(۴) ویران۔

(۵) شیفتہ، فخر، نازنیناں، گلستان، ویران، نگارستان۔

(۶) بیاض۔

(۷) بیاض۔

(۸) نازنیناں، عوض، ویران۔

(۹) ویران۔

(۱۰) منتخبہ، ویران

(۱۱) ویران۔

(۱۲) ویران۔

(۱۳) ویران۔

(۱۴) ویران

(۱۵) منتخبہ۔

(۱۶) بیاض۔

غ ۱۳۳۔ ۲۵ نازنیناں، عوض۔ باجر، ۳۴۔ ویران ۳۴ (۱۷ تا ۲۶ ویران نہیں)

ش ۱، ۲، ۳، ۴، ۱۰، ۱۴، ۲۴، ۲۵، ۳۰۔ بے خار۔

۲، ۴، ۹، ۷، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۲۸۔ بے تغیر۔

۴، ۹، ۱۱، ۱۸۔ طبقات۔

۱۵، ۲۱، ۲۳، ۲۹، ۳۱۔ گلستان۔

۱، ۲، ۴، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۲۴، ۲۹ فخر۔ ۵۔ متفرقات۔

۱۹۔ بے خزاں۔

(نگارستان میں یہ غزل ۲۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ زائد شعر غزل دوم سے لیے گئے ہیں)۔

(۹) رکھو مکدر بس اب اے چرخ نہ اتنا۔ نازنیناں۔

رکھو مکدر نہ اب اے چرخ بس اتنا۔ نگارستان۔

(۷) ہوئے گا..... نازنیناں۔ عوض۔

(۸) بستگی دل کو ہے اُس زلف گرہ گیر کے ساتھ۔ نگارستان۔

(۱۱) جا بہ جا نام تو جیوں نقش قدم۔ نگارستان۔

(۱۸) تن سے کیا جان کے دل اپنا۔ نازنیناں، طبقات، باجر۔

(۱۹) آچکی ہے سر گرداب فنا۔ نازنیناں، نگارستان۔ باجر۔

(۲۲) اے جنوں تو نے تو کانٹوں پہ۔ نگارستان، باجر۔

(۲۴) ..... تو کہے گا ہم کو۔ نازنیناں، عوض، نگارستان، باجر۔

(۲۸) ..... گل کی دو رنگی نے (ہے) لما ہم کو۔ باجر۔

(۳۱) ارہ ساں دیوے ہے دنداں ..... نگارستان۔ باجر۔

(۳۲) ..... سوہانِ ندا انار۔ نگارستان، باجر (باجر میں پہلے حباب لکھا گیا، پھر اسے کاٹ کر "انار بنایا گیا)۔

(۳۳) ..... بھولا ہم کو نگارستان۔

(۳۴) ..... کر چھپالیوے ہے۔ نازنیناں، عوض ..... چھپا سکتی ہے۔ نگارستان۔
زیرِ دامن نگہ آہوے صحرا ہم کو باجر۔

(۳۵) ہم تو کہتے تھے۔ نگارستان۔

غ ۱۲۴، ۳۲ ویران۔ نازنیناں ۳۲، عوض ۳۲، باجر ۳۲، (۲۲ نازنیناں، عوض، باجر نہیں)

ش ۶، ۱۵، ۲۵، ۲۹ طبقات۔

۲۵ شیفتہ، صنادید۔

۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۹، ۲۴ گلستان۔ ۱۲ بلاغت۔ ۱۵، ۳۲ بے خار۔ ۱۵، ۲۵، ۳۲ نغز۔

۳۴ سفینہ۔

اس غزل کے اشعار ۲ سے ۱۸ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے ۱ سے ۱۹ تک نگارستان میں بھی ملتے ہیں

(۱) تھا گرِ خاک میں اس ڈھب سے۔ نگارستان۔

(۲) چھوڑ ہونے دے ابھی خاک پہ تمنت شا۔ نگارستان۔

(۴) اپنے اس عشق پہ بھی رشک کی جا۔ نازنیناں، عوض۔

(۶) ..... جو تھی تمنا ہم کو۔ نازنیناں، طبقات، عوض، نگارستان، باجر۔

(۹) نہ کہا مژگاں سے جگر ہو کے لہو۔ نازنیناں، عوض

(۱۱) یہ تو یوں مضطرب اور سینہ پہ۔ نازنیناں، عوض۔

(۱۲) خط طغرا سے لکھو۔ باجر۔

(۱۴) جس کی آواز سے ہیں رونگٹے۔ نازنیناں، عوض، گلستان، باجر۔

(۱۵) کر دیا زہر بھی جو اُس نے۔ نازنیناں، طبقات۔

(۲۰) سنگ دل گور میں بھی تین دن۔ گلستاں، نگارستان، باجر۔

ہے سیوم میں جو ترے آنے کا۔ نازنیناں، عوض۔

ہے جو سیوم میں ترے آنے کا۔ باجر۔

(۲۴) کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے۔ سعید۔

(۲۵) ہم تبرک ہیں فقط۔ نازنیناں، عوض۔

(۳۰) ..... اب ہے کھٹکا۔ نازنیناں، عوض۔

(۳۲) ..... کچھ دھیان سا۔ نگارستان۔

غ ۱۲۵۔ ۱۰ بیاض۔ ویران (۲، ویران نہیں)۔

(۴) مرجائے گا جو تیرا گرفتار دام زلف۔ ویران۔

غ ۱۲۶۔ ۱۰ بیاض (۵ کا دوسرا مصرع)

ویران ۸ (۲، ۸ ویران نہیں)۔

ش ۱، ۹ نازنیناں، عوض، تحیشم، باجر۔ ۱۰ بلاغت۔

(۴) آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ۔ ویران۔

(۱۰) میکدہ میں ایک گھڑی کل ہوئی تھی۔ بلاغت۔

غ ۱۲۷۔ ۹ بیاض۔ ویران ۸ (۳ ویران نہیں)۔

(۴) ..... تو رکھتے ہی بس درمیان سے وہ شق ہو۔ ویران

(۵) اگر آبلہ سے میں چھالا اُٹھاؤں۔ بیاض۔

..... تو خورشید محشر کو تپ سی چڑھاؤں۔ ویران۔

(۸) ..... کچھ جو سدِ رمق ہو۔ ویران۔

(۹) کرے کون بحر تقارب مضاعف تری طرح اے ذوق بحر غزل میں۔ ابتدائی قلم زد)

غ ۱۲۸۔ ۱۴ بیاض۔ ویران ۱۳ (۸، ویران نہیں)۔

ش ۱ ۔ بے نظیر، فخر۔

(یہ غزل زمانۂ ابتدائے سخن گوئی لکھی ہے" حاشیہ دیوان۔

تو روشن حلقۂ جیب سے اپنی کیوں نہ تنور آتش ہو۔ ابتدائی۔

دیکھ تنور۔ دیوان۔

(۵)...... یا آتش سے یا نہ نالے نے۔ ابتدائی۔

دل کھینچنے میں ہاں کوئی ہو۔ دیوان۔

(۷)...... تو سرمۂ دود دل سے مرے سو دیوان

طاؤس فلک کا سینہ مثل سینۂ باز منقش ہے۔ ابتدائی

(۱۰) اب ابرو جنبش ابرو سے۔ دیوان

(۱۲) کیا رجز کو کر مقطع غزل تم نے غزل لکھی ہے۔

ذوق اس کے فن کو سن کر شادان۔ ابتدائی

غ ۱۲۹ ۔ ۷ ۔ بیاض۔

غ ۱۳۰ ۔ ۳ ۔ ۴ ۔ بیاض

ش ۲، ۳، ۹، ۱۱، ۱۲ ۔ دیوان

(۲) اثر ہے وہ مری وحشت کا۔ دیوان

(۳) ترا مجنوں تفتہ وحشت میں۔ دیوان

(۹) ڈبوئیں گر سبکدوش آشنا کو...... دیوان

(۱۱) بجائے حق تعالیٰ اور نیدی نہ مشرب سے۔ دیوان۔

غ ۱۳۱ ۔ ۹ ۔ بیاض ۸۔

(مقطع بیاض میں موجود نہیں، آزاد میں شامل ہے)۔

ش ۱ ۔ دیوان۔

غ ۱۳۲ ۔ ۴ ۔ نگارستان ۳ (۲ نگارستان نہیں)۔

ش ۱ ۔ شیفتہ، ہمیشہ بہار، نازنیاں، عوض، فخر، صنادید، سفینہ، بے نظیر، گلستان، دیوان۔ ۲ ۔ منتخبہ۔

غ ۱۳۳ ۔ ۳ ۔ دیوان۔

غ ۱۴۴ - ۱۳ بیاض۔

ش ۱، ۲ ویران۔

(۱) تو اس کتے کی تربت سے بھی۔ بیاض۔

غ ۱۴۵ - ۶ بیاض۔

ش ۱، ۲، ۴ - ویران۔

(۱) جب سے وہ گھر میں نہیں، بیاض۔

(۴) اس شعر کو آزاد میں مقطع بنا کر پیش کیا گیا ہے:

شام ہی سے دلِ بیتاب کا ہے ذوق یہ حال
ہے ابھی رات پڑی چار پہر کاٹنے کو

غ ۱۴۶ - ۸ بیاض۔

ش ۱ منتخبہ، ویران۔

غ ۱۴۷ - ۱۴ بیاض

ش ۲، ۵، ۶، ۷ ویران۔

(۴) گلی کو یار کی تم خانۂ شفا سمجھو۔ ابتدائی۔

(۹) وہ دیکھ دیکھ کے ہنستے ہیں جسم بے جاں کو
نہ سمجھو جسم یہ دیوار قہقہا سمجھو۔ ابتدائی۔

غ ۱۴۸ - ۳ بیاض، نازنیناں، عوض۔

ش ۱، ۲ ۔ بے خار، فخر، ویران، نگارستان۔

غ ۱۴۹ - ۳ - ویران۔

اشعار - ۲ بیاض (یہ دونوں شعر آزاد میں ردیف "سے" کے ساتھ آئے ہیں)

مطلع (۱) شیفتہ، نازنیناں، عوض، فخر، صنادید، ویران۔

(۲) بیاض، ویران۔

(۳) منتخبہ، بے خار، فخر، بیاض، ویران۔

پوشاک آئی آپ کی گردوں پسند ہو۔ فخر۔

(۴) بیاض، ویران۔

(۵) ویران

(۶) ویران

(۷) بیاض، ویران

(۸) ویران

(۹) ویران

(۱۰) بیاض

غ ـ ۵۸ ـ ۳۹ نازنیاں، ویران، ماجر، بیاض ـ عرض، ۳۷ ـ نگارستان ۳۶ ـ

(عرض میں ۶ کا مصرع اولی اور ۷ کا مصرع ثانی ملا کر ایک شعر بنایا گیا ہے۔ ۱۱ شامل نہیں ہے)۔

(۶،۷ / ۲۶، نگارستان نہیں)

ش ۱، ۸، ۱۶ / بے خار، فخر۔

(۱) کرتا ہے سیہ نہ شفق چرخ تو۔ نازنیاں۔

کرتے ہیں سیہ۔ نگارستان، ماجر۔

(۳) کیا ہوئے گا۔ نازنیاں، نگارستان۔

(۴) کرتوں تیغ۔ نازنیاں، نگارستان۔

بے غم ہے تو اک اس میں ہے غم۔ نازنیاں، نگارستان، ماجر۔

(۶) پیمادم لعل سے ہو بہم۔ نازنیاں

(۷) ...... ہو جن کو بس از مرگ بھی۔ نازنیاں، ماجر۔

تنگ اُن کو کرے کنج عدم .... نازنیاں، ماجر۔

(۲۰) .... کچھ پھونکا ہے انیا۔ ماجر۔

ابھرے ہے حباب لب یم۔ ماجر، نازنیاں، ویران۔

آیا ہے مرا ناک میں دم۔ نگارستان۔

(۲۶) رکے تو ابھر جائے۔ ماجر۔

(۳۲) لے تیغ ستم گار نازنیاں۔ عرض، ماجر۔

لے خنجر سفاک۔ نگارستان۔

(۳۵) تو اُس کا بھرے عشق میں دم۔ نازنیاں، عرض، نگارستان، ماجر

غ ۱۵۱۔ ۹ بیاض۔ دیوان، نگارستان ۲، ۳، نہیں۔

ش (۱) تو رکھا سر پہ ہاتھ۔ نگارستان۔

(۲) کھاتا ہے اس مزے سے۔ دیوان، نگارستان۔

(۴) خطرہ وے کے دل میں تھا۔ دیوان، نگارستان۔

پر اس نے رکھ دیا وہیں نامہ بر پہ ہاتھ۔ دیوان۔

(۶) قائم کبھی نہ تو نے اٹھائے برادیف۔ دیوان

(۷) اے شمع ایک چرسے بادِ نسیم صبح۔ دیوان۔ باوی۔ نگارستان۔

(۹) جو دیکھے اوس کو تمام کے دل بیٹھ جائے ذوق

جب ناز سے کھڑا ہو۔ دیوان۔

غ ۱۵۲۔ ۷ بیاض، دیوان۔

ش ۱، ۲ نگارستان۔

(۲) ملا جو غیر کے عطر اس کو واں۔ دیوان، نگارستان۔

(۳) مریض سوزِ محبت کی دیکھتا گر نبض۔

تو پھر طبیب کے بھی آبلوں سے چھلتے ہاتھ۔ دیوان۔

(۴) فقیر وجد میں اگر ہاتھ اٹھائے۔ دیوان۔

(۶) جو چھیڑے برق کے شعلے کو تیرا سوختہ جان۔

تو وہ دیکھ کر لگا تو نہ جلتے جلتے ہاتھ۔ دیوان۔

غ ۱۵۳۔ ۲۱۔ بیاض۔ ۲۰۔ فخر ۲۔ دیوان ۱۵۔ نگارستان ۱۵ (۱۰، بیاض۔ ۱۹، عرض، فخر۔ ۵، ۱۰، ۱۲، ۱۳

۱۸، ۱۹، دیوان، نگارستان نہیں۔

(۱) روز آفتیں نئی ہیں۔ دیوان، نگارستان۔

جب دیکھو زخم تازہ ہے۔ دیوان۔

(۲) ہے اس کی سادگی بھی تو کس کس پھبن کے ساتھ۔ نگارستان۔

میٹھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ۔ دیوان۔

(۳) اب جو ہے اپنا کام۔ بیاض۔

(۴) یہاں آ گیا اترا قدِ رعنا جو باغ میں۔ دیوان، نگارستان۔

(۹) ہے ان کا آنا رکیہ بھی۔ ابتدائی۔

(۱۰) پایا فنا اثر نہ کہیں۔ عروض

(۱۱) تعویذ ہے جو زلف کے سودا زدوں کو سود۔
لکھیں اگر سیاہی..... ابتدائی۔

(۱۲) ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
کنگرے اڑا دے جسم کے تو۔ ایران۔

(۱۳) گل کیا کرے کہ جاتی ہے چمن سے بھی بوئے گل۔ ابتدائی۔

(۱۴) وحشت تو دیکھو۔ بیاض

(۱۵) عشق اژدر بلا کو بھی لیتا ہے دل میں کھینچ۔
مارے ہے گر کنہ۔ ابتدائی۔
ترے بلاکش اژدرِ دوزخ کو کھینچ لیں۔
اک آتشیں کنہ۔ ویران۔

(۱۸) کام اس چراغ مردہ کو کیا ہے۔ ابتدائی

(۱۹) تجھ بن یہ تنگ ہو کے کوئی خانہ خراب۔
ٹکرا رہا ہے سر۔ ابتدائی۔

(۲۱) ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے۔ ویران۔

؎ ۳ ص ۵ ظفر کی ایک غزل پر قلم زدہ:

جائے اے قاصد اگر واں تو قدم برداشتہ
ایک خط کیا لکھیں ہم سو خط قلم برداشتہ
آدمی ہمت کر انساں کی یہ پتلا خاک کا
کس قدر ہے سر پہ اپنے بارِ غم برداشتہ
کفر اور اسلام سے کیا کام عاشق کو ترے
ہے یہ دیوانہ تو از دیر و حرم برداشتہ
جب دعا جوئی ہے عاشق کی تہہ غنچۂ تنگ

نازِ دل ساتھ چلتا ہے علم بردا شتہ
ہاتھ میں ہے جن کے زروہ پنجۂ خورشیدوار
دیتے ہیں دنیا ہم، وہ دست کرم برداشتہ (کذا)

مطلع ۱ ۔ بیاض ۔ ۲ ۔ بیاض، ویران ۔ ۳ ۔ ویران ۔ ۴ ۔ منتخبہ، ویران ۔ ۵ ۔ منتخبۂ شیفتہ
فرخ، گلستان، ویران، نگارستان ۔ ۶ ۔ نازنیناں، عوض ۔

غ ۱۵۵ ۔ ۳۱ ۔ نازنیناں، ویران، نگارستان، عوض ۳۰
ماجر ۳۰ ۔ (عوض ۱۱، پہلا مصرع ۔ ۱۲، دوسرا مصرع مل کر ایک شعر بنتا ہے ۔ ۱۲ ماجر نہیں) ۔

ش ۲۰۱ بے نیاز، فرخ ۔ ۶ ، ۷ ۔ ۱۵ ۔ گلستان ۔
(۳) کھائے داغ آتشِ رخسار سے ۔ نازنیناں، عوض، ویران ۔ نگارستان، ماجر ۔
(۱۹) یہ بھی اس نازک بدن کو ہو گراں ۔ نازنیناں، نگارستان، ماجر ۔
(۱۶) ...... نظر کے تار سے ۔ نازنیناں، عوض، نگارستان، ماجر ۔
(۲۲) ...... دیوار سے (سہو کاتب) نازنیناں ۔
(۲۹) اس دہن کا مصرع موزوں عجب ۔ نازنیناں عوض، نگارستان، ماجر ۔
(۳۰) ناکسوں سے کیوں رکیں ۔ نگارستان ۔
(۳۱) ...... کو ہو نقصان لطف عام ۔ نازنیناں، عوض ۔

غ ۱۵۶ ۔ ۱۸ ۔ بیاض ،
ش ۲۰۱ ۔ دیوان
(۵) پر کرے کیا جو طلب کوئی تجارت نہ کرے ۔ دوسری صورت ۔
(۸) مولانا آزاد کے یہاں یہ شعر منقطع کی صورت میں درج ہے ۔
پھر چلا تقسیم عشاق کو تاثیر لے ذوق ۔

غ ۱۵۷ ۔ ۹ بیاض ۔
ش ۱ ۔ دیوان ۔
غ ۱۵۸ ۔ ۲۲ ۔ بیاض ۲۱ شعر (شعرہ کا دوسرا مصرع اور پہلے مصرع کا "تم شکل نقش پا" ہی
بیاض میں ملتا ہے ۔ اس طرح شعر ۲۲ کا بھی صرف دوسرا مصرع ہی موجود ہے، مصرع
ہائے اولیٰ جن کو قوسین میں دیا گیا ہے، آثار میں ملتے ہیں ۔

ش ۱، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۲۲ ۔ نازنیناں، عوض، ویران، نگارستان
۔ بے خار ۔ ۹ ۔ ۱۵ گلستان ۔ ۲، ۶ فخر ۔
(۲) مجھ کو ملا چلیے ...... بیاض ۔
(۸) ..... رکھے نہ پاؤں، نازنیناں، عوض ۔
(۱۱) کیا دیکھتا ہے حال مرا ۔ عوض
(۱۳) آلودہ سر سے نہ ہوئی ۔ نازنیناں، عوض، ویران ۔
غ ۱۵۹ ۔ ۴ ۔ معدن، بیاض، ویران ۔
ش ۱، ۴ صدرالدین، شیفتہ، ضمائمہ، نگارستان ۔ سفینہ ۔ ۴ فخر ۔
(۱) موت پڑتی ہے اجل کو ۔ صدرالدین، شیفتہ، نگارستان ۔
(۲) وہ نہ جاگے رات ہم کو نیند سے ۔ ویران ۔
غ ۱۶۰ ۔ ۲۲ ۔ بیاض ۳۰ ۔ فخر ۳۰ ۔ ویران ۲۸ ۔ (۲۰، ۲۱ بیاض ۔ ۱۵، ۱۸ فخر ۔ ۱۴، ۲۲، ۲۵،
۲۱ ویران نہیں) ۔
ش ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۸ طبقات ۔
۲، ۳ بے خار ۔ ۳، ۴، ۱۳، ۲۴، ۲۶ ۔ نگارستان ۔
(۷) اُلجھ سکتا ہے کوئی برق کے بھی خار دامن سے ۔ بے خار، ویران
(۸) بہتر ہو ۔ ویران ۔
(۹) اگر بندھ جائے میرے دامن کہسار دامن سے ۔ بیاض، ویران ۔
(۱۰) ..... گھر اکثر ۔ فخر ۔
(۱۴) ..... دامن گلزار دامن سے ۔ بیاض
(۱۹) مری بھی نہیں دیتے ہیں خوں ریزی کو آمائش ۔ فخر ۔
(۱۵) ہوا بے پردہ بھی ہم سے تو اُس نے یوں کیا پردہ ۔ ویران ۔
(۲۴) کہ جس کو آستیں سے ننگ ہے اور عار دامن سے ۔ ویران ۔
غ ۱۶۱ ۔ ۲۸ بیاض ۔ ویران ۲۶ (۲۰، ۲۶ ویران نہیں) ۔
ش ۸ گلستان ۔
(۳) بیاض میں "سو ہم نے دل میں مزے" اتنا ہی مصرع لکھا ہوا ہے ۔ یہ بھی اس امر کا ایک

ہے کہ یہ غزل ذوق کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

(۱۵) تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہرباں کے۔ ویران۔

(۱۹) کہ اُٹھ رکھتے ہیں کانوں پہ۔ ویران۔

(۲۵) اگرچہ چشم سخن گو۔ ابتدائی۔

(۲۸) بنایا ذوق اگرچہ ضعیف انسان کو

پر اس خفیف سے یہ کام دو جہاں کے لیے۔ ابتدائی۔

غ ۱۶۲۔ ۸ بیاض اخبار۔ بے خار ۶۔ دیوان ۷۔ نگارستان ۶ (شعر ۲، ۸ بے خار۔ ۷ ویران۔

۳، ۵ نگارستان نہیں)۔

(۴) تو گل کبھی ...... ویران۔

جو ہم مقابلہ میں تجھ کو ...... دہلی اردو اخبار۔

مقابلہ میں جو ہم تم سے روبرو۔ نگارستان۔

ڈھونڈے ہے ..... ویران۔

غ ۱۶۳۔ ۷ بیاض۔ دیوان ۶۔ (۴ دیوان نہیں)

ش ۱، ۲، ۶ نگارستان۔ انگلستان۔

(۳) نہیں پروین کہ یہ ہیں حلقۂ پروین میں ملک

لائے اس عارضِ روشن سے پسینا بھر کے۔ ویران۔

(۴) زنگ سے دیکھ نہ بھر اس میں تو کینا بھر کے۔ ویران۔

غ ۱۶۴۔ ۱۱ بیاض۔ نازنیناں ۷۔ عوض ۷۔ ویران ۷۔ نگارستان ۷۔ ماجرا ۷۔

(۳، ۵، ۷، ۹ نازنیناں، عوض، نگارستان، ماجرا۔ ۳، ۷، ۸، ۹ ویران نہیں)۔

ش ۲، ۶، ۸ بے خار، فخر۔

(۱) جوں کباب وہ نبتا ہے۔ نازنیناں، عوض، ماجرا، نگارستان۔

(۲) بوجھ کم ہے اس کا۔ نازنیناں۔ عوض، ماجرا۔

بوجھ اس کا کم ہے اے لیلی۔ ویران۔

(۸) ..... اٹھا کر بار عشق اکتا۔ بیاض۔

(یہ غزل بیاض میں اس طرح لکھی ہوئی ہے کہ پہلے شعر کے بعد کے شعر کے آخر میں ردیف ــــ

نہیں آئی)۔

غ ۱۶۵۔ ۱۲۔ بیاض ۱۰۔ دیوان ۱۱۔ (شعر ۱۱، ۱۲ بیاض۔ ۵ دیوان نہیں۔)

ش ۱ نگارستان۔

(۵) بہا جاتا ہے دل خون ہو کے یہاں اب۔ ابتدائی۔

(۹) کبھی جو سر اُٹھایا بھی ..... دیوان۔

سراپا جا لگا جھک کر ..... ابتدائی۔

غ ۱۶۶۔ ۱۰ بیاض۔

(بار بنیسے حال پر ہم خستہ جانوں کے گئے)

پہلے یہ غزل اس زمین میں لکھی جانے والی تھی۔ پھر یہ مصرع کاٹ دیا گیا اور دوسرے قافیے کے ساتھ غزل لکھی گئی۔

غ ۱۶۷۔ ۲۰۔ بیاض ۱۸۔ نازنیناں ۱۲۔ عوض ۱۲۔ باجر ۱۲۔ دیوان ۱۳۔ نگارستان ۱۰۔

(۳، ۴، ۵، ۶، ۱۱، ۱۳، ۱۷، ۱۹ نازنیناں، عوض، باجر۔ ۴، ۵، ۹، ۱۱، ۱۳، ۱۷،

۱۹ دیوان۔ ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۷، ۱۹ نگارستان نہیں)

ش ۱، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۰ بے خار۔

۱، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۰ فخر۔

۱، ۴ منتخبہ۔

(۱) دے تو جام ڈبو کر۔ بے خار، نازنیناں، عوض، نگارستان۔

(۹) صبا گبولہ ہے اس اسیر زلف کی خاک۔ بے خار، فخر، دیوان۔

غ ۱۶۸۔ ۹ بیاض۔ دیوان ۹۔ نگارستان ۸۔

(۶، ۸، ۹ دیوان۔ ۹ نگارستان نہیں)

ش ۱ منتخبہ، نازنیناں، عوض۔

(۱) جو اک دن ..... دیوان

(۴) رواں ہوں اور بھی آنسو خیالِ خال مشکوں سے۔

نہیں یہ وہ رطوبت جس کو روکیں حب انیوں سے۔ نگارستان۔

(۳) ہوا ہوتا ہے دم اپنا (تو) تری چشم پرافسوں نے رکنا۔ ابتدائی۔

(۴) ہے گیتی وہ خمِ نانہ۔ ابتدائی۔

غ ۱۶۹۔ ۱۰ بیاض۔

ش ۱ منتخبہ، شیفتہ، ہمیشہ بہار، صنادید، ویران۔

(۸) بلا سے ٹوٹ کے بارے کنارے آن لگی۔ اصلاح۔

بیاض میں مقطع شعر ۹ کے بعد لکھا ہے۔

غ ۱۷۰۔ ۱۰ بیاض۔

غ ۱۷۱۔ ۱۰ بیاض۔ ویران ۹۔ نگارستان ۸ (۹ ویران۔ ۹، ۱۰ نگارستان نہیں)

(۵) مضمون نہاں لب پہ اگر جنبش دے خدا

اس سے عجب نہیں کہ وہ نکتہ نواز ہے۔ نگارستان۔

غ ۱۷۲۔ ۱۶ بیاض۔

ش ۱، ۵۔ ویران

غ ۱۷۳۔ ۱۲ بیاض۔

ش ۳ منتخبہ، شیفتہ، ہمیشہ بہار، صنادید، ویران، نگارستان۔

(۳) کہتے ہیں لوگ موت کو۔ شیفتہ، صنادید، ویران، نگارستان۔

غ ۱۷۴۔ ۹ بیاض

(۲) دے جنس کے نقد میں دکھا۔ ابتدائی۔

غ ۱۷۵۔ ۳ بیاض۔

غ ۱۷۶۔ ۱۳ بیاض۔ ویران ۱۱ (۷، ۱۰ ویران نہیں)

(۱) رغبت بشر کو ہے جو طریق خلاف سے۔

پہنچی غذا شکم میں اسے راہِ ناف سے۔ اصلاح۔

(۹) ہر روز سخت گذرے ہے روزِ مصاف سے۔ ابتدائی۔

مقطع درمیان غزل میں لکھا ہے۔

ص

غ ۱۷۷۔ ۱۱ بیاض، ویران، نگارستان۔

(۳) مرے تعلق نے اک جہاں سے کیا ہے ناساز مجھ کو۔ ابتدائی۔

(۴) جگر گدازی ہے دل خراشی ہے۔ نگارستان۔

(۹) جو ٹوٹتا ہے تو ٹوٹ کر مل ۔ ابتدائی، ویران، نگارستان ۔

غ ۱۷۸ ۔ ۱۹ ۔ بیاض ۱۷، ویران ۱۷، فخر ۱۷ ۔ (۵، ۱۸ نہیں) ۔

ش ۱۸ گلستان ۔ یہ شعر ظفر کے دیوان میں بھی ملتا ہے ۔

(۱، ۲، ۵، ۸، ۹، ۱۴، ۱۵، ۱۹ ۔ نگارستان ۔

(۴) نہ اٹھیں صبح قیامت کو بھی یہ متوالے ۔ ابتدائی ۔

(۱۰) نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش ۔ ویران، نگارستان ۔

غ ۱۷۹ ۔ ۰ ۔ ویران، نگارستان، بے نظیر، محتشم ۶ (۳ نہیں) ۔

ش ۱، ۲، ۳، ۴ معدن ۔ ۱، ۲، ۳، ۷، نازنیناں ۔ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ بے خزاں ۔ ۳، ۵ ۔

صدرالدین ۔ ۱ شیفتہ، ہمیشہ بہار، صنادید، سفینہ ۔ ۲ منتخبہ، عیار ۔

(۲) سر ہمارا اس کے وقت ذبح زیر پائے ہے ۔ منتخبہ، عیار ۔

(۳) کہ وہ پیماں آتے آتے تھم گئے ۔ صدرالدین

(۴) .... پھر گئے ۔ نگارستان ۔

اف ری بیتابی کہ دم پیماں دم بہ دم گھبرائے ہے ۔ صدرالدین ۔

اُف ری بیتابی پیماں تڑپ ہی نکلا جائے ہے ۔ نگارستان ۔

(۵) واہ رے .... معدن، بے خزاں ۔

(۶) کہ پھر چھاتی ابھی بھر آئے ہے ۔ بے خزاں ۔

(۷) نزع میں بھی ذوق کو ۔ ویران، محتشم، نگارستان ۔

غ ۱۸۰ ۔ ۱۹ بیاض ۔ فخر ۱۴ ۔ ویران ۱۳ ۔ نگارستان ۱۳ ۔ (۷، ۱۵ ۔ فخر، ۷، ۱۰، ۱۵ ویران، نگارستان، نہیں) ۔

ش ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶ ۔

بیاض اردو ۹ ۔ ۶۷ ۔

(۲) لینا ہے مول گر دل و جاں لے نہ پوچھ مول ۔ ابتدائی ۔

کیا مجھ سے قیمت دل و جاں پوچھتا ہے تو ۔ فخر، نگارستان ۔

(۳) یاد آیا پیماں کے آنے کا وعدہ تو کب انھیں ۔ ابتدائی ۔

(۴) کیا مدعا میں خط میں لکھوں اس کو نامہ بر ۔ ابتدائی ۔

پہلے ہی مدعی مرے ان کو پڑھا چکے۔ ابتدائی۔

(۵) آنا قیامت اس کا ہے ہم انتظار میں۔ ابتدائی۔

کب تک رہیں لہو کہیں اک روز آ چکے۔ ابتدائی۔

جو ہو سو ہو بلا ہے یہ اب سر کے ساتھ ہے۔ ابتدائی۔

ہم سر پہ اپنے ...... ابتدائی

(۸) اک بار ایسی کوئی لگا تیغ کارگر۔ ابتدائی۔

(۹) زہراب ہے کہ آب بقا سب ہے نوش جاں۔ ابتدائی۔

(۹) زہراب بھی ہے بادہ تو کرلیں گے نوش جاں۔ ویران، نگارستان۔

(۱۰) تم بھول کر بھی یاد نہیں کرتے ہو ہمیں۔ ابتدائی۔

(۱۲) قاتل وہ تیرے ہاتھ سے خوں میں نہا چکے۔ ویران۔

(اس غزل پر زعفرانی رنگ کی روشنائی سے اصلاح دی گئی ہے اور اشعار بڑھائے گئے ہیں)

غ ۱۸۱۔ ۱۰ بیاض۔

۱، ۲، ۵، ۱۰۔ ویران۔

(۱۰) چلا پہلو سے اٹھ کر جب کہ وہ آرام جان و دل۔ ابتدائی۔ ویران۔

غ ۱۸۲۔ ۱۴ بیاض

ش ۱، ۲، ۳، ۹ ویران۔

(۷) اک غمزہ ترا چشم فسوں کار فسوں ہے۔ ابتدائی۔

مقطع شعر ۹ کے بعد لکھا ہے۔

غ ۱۸۳۔ ۱۴ بیاض۔

غ ۱۸۴۔ ۶ بیاض

ش ۱، ۲، ۳، ۴۔ ویران، نگارستان۔

(۲) ہم سا بھی اس بساط پہ کم ہوگا بدقمار۔ نگارستان۔

(۵) سن کر صدائے تیس ..... ابتدائی۔

غ ۱۸۵۔ ۱۰ بیاض۔ ویران، (۴، ۹، ۹ ویران میں نہیں)

کچھ ہے واجب الرعایت دوست۔ ویران۔

(۹) گرنہ گریہ میں تو کی اے چشم - دیران -

(۸) پہلے یہ شعر قلم زد کر دیا گیا پھر تین صاد بنا دیے گئے۔

(۱۰) ذوق پہنچا دیا محبت نے

وہ ساری نہاتیوں سے مجھے

یہ مقطع درمیان غزل میں لکھ کر قلم زد کر دیا گیا۔

غ ۱۸۶- ۶ بیاض۔

ش ۱-۳-۴ - دیران۔

(۱) اگرچہ لے چکا ہے تو دل ودیں اک زمانے سے - دیران۔

نہیں اس پر بھی اے ظالم ترا - دیران۔

غ ۱۸۷- ۲۵ بیاض۔

ش ۱-۳-۴-۶-۸-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۸-۲۰-۲۵ دیران

(۱) یاں وہ نشے نہیں جنھیں ترشی اتار دے - دیران۔

(۲) چلا نہیں تو چھلے کا گل اے نگار دے - دیران۔

کچھ تو نشانی اپنی .... دیران۔

(۴) تو آنکھ میں نہ سرمۂ دنبالہ دار - دیران۔

(۹) کیا ناک تجھ پہ جان کوئی جاں نثار دے - دیران۔

(۱۱) جب قصد خوں کو آئے تو پہلے پکار دے - دیران۔

(۱۳) بے فیض گریے چشمۂ آب تبا تو کیا - دیران۔

(۱۹) اسے بلا سے اپنے دل و جاں کو عشق باز - ابتدائی۔

(اس غزل کے مطلعے جن کے ساتھ اولیٰ ثانی ثالث، رابع، خامس، سادس لکھا ہوا ہے،

درمیان غزل میں آئے ہیں جو اس مسودے کے اصل ہونے کا ثبوت ہیں)۔

غ ۱۸۸- ۱۹ بیاض - دیران ۱۸ (دیران نہیں)۔

(۱) کیا کہوں پوچھ نہ خوں نابۂ حسرت کے مزے - ابتدائی۔

خنجر ناز نے کیا چاٹ لگائی دل کو - دیران۔

غ ۱۸۹- ۵ بیاض۔

غ ۱۹۰ ؛ ۹ بیاض ، دیوان ۔

(۲) ..... کہا جائے جو ہم سے ۔ دیوان ۔

(۷) کیا کہتے ہو آنے کو سرِ خاکِ شہیداں ۔ دیوان ۔

غ ۱۹۱ ۔ ۱۲ بیاض ۔ دیوان ۸ ۔ نگارستان ۷ (۳ ، ۶ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ۔ دیوان ۔ ۴ ، ۶ ، ۷ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ۔ نگارستان نہیں) ۔

(۵) تپ دلِ شمع کی جب کم نہیں ہوتی ناچار ۔ دیوان ۔ نگارستان ۔

اس کو کافور ...... دیوان ، نگارستان ۔

(۹) کیا ہنسے غنچہ ترے آگے کر اس کے منہ پر

چٹخنا ایک ابھی بادِ سحر دیتی ہے ۔ ابتدائی ۔

(اس غزل کا مقطع درمیانِ غزل میں آیا ہے جو اس کے اصل ہونے کا ثبوت ہے)

غ ۱۹۲ ۔ ۴ بیاض ۔ دیوان ۳ ۔ (۴ دیوان نہیں) ۔

(۴) بت نہانہ میں نالہ جو بھروں (کذا) بیاض ۔

غ ۱۹۳ ۔ ۹ بیاض ۔

ش ۱ ، ۴ ، ۵ ، ۹ ۔ دیوان ۔

(۱) دل بچے کیوں کر نگاہِ چشمِ شوخ و شنگ سے ۔ دیوان ۔

غ ۱۹۴ ۔ ۱۳ بیاض ۔

ش ۱ ۔ دیوان ۔

غ ۱۹۵ ، ۷ بیاض ۔

غ ۱۹۶ ، ۹ بیاض

ش ۱ ، ۵ ، ۶ ، ۷ ، ۹ ۔ دیوان ۔

---

(۱) اب تو زیر (؟) کہتے ہیں جھنجھلا کے کہ مر جائیں گے ۔ ابتدائی ۔

اب تو جھنجھلا کے یہ کہتے ہیں ۔ اصلاحِ اوّل ۔

مر گئے پر نہ لگا جی تو کدھر جائیں گے ۔ بیاض ۔

(۹) ..... تمہیں کا دعویٰ تھا ۔ دیوان ۔

غ ۱۹۷۔ ۹ بیاض۔ دیوان ۸، (۵، ۶ دیوان نہیں)۔

(۳) کیوں ہم نے دیا دل تجھے او سنگ دل اپنا۔ دیوان۔

(۶) لیتے ہیں شبِ وصل میں ہم ان سے جو بوسے۔ دیوان، نگارستان۔

وہ لب پہ سحر رنگ مسّی کو نہیں پاتے۔ دیوان، نگارستان۔

غ ۱۹۸۔ ۱۳ بیاض۔ دیوان ۱۱ (۸، ۱۲ دیوان نہیں)۔

(۱) ہوئے وہ کب قائل قیامت۔ دیوان۔

ہوئے (وہ) قیامت کے کب وہ قائل۔ پہلے صرف اتنا ہی لکھا تھا۔

جو تیرا قامت نہ دیکھ لیں گے۔ ابتدائی۔

(۱۲) ابتدائی نسخے کی قرأت ممکن نہیں۔

غ ۱۹۹۔ ۱۷ بیاض۔

ش ۱ ۲۰۱، ۳، ۵، ۸، ۱۱، ۱۴، ۱۵، ۱۷ دیوان۔ ۱ منتخبہ۔

(۲) ... کب وہ مہ جبیں۔ بیاض۔

(۳) تصور اس لبِ شیریں کا آجاوے اگر دل میں۔ دیوان۔

(۸) ترے انداز سے سو سو طرح کے ناز پیدا ہوں۔

ترے ہر ناز پر سو سو کا دم لے ناز میں نکلے۔ دیوان۔

(۹) مرے دل میں جو حسرت ہے نکالوں میں کہاں اس کو۔ دیوان۔

غ ۲۰۰۔ ۷ بیاض۔

ش ۱ ۲۰۱، دیوان۔ ۱ منتخبہ۔

(۷) مانگا جو اس سے بوسہ۔ بیاض (آزاد میں یہ شعر مقطع کی صورت میں ہے)۔

غ ۲۰۱۔ ۱۲ بیاض۔ دیوان ۱۱۔ نگارستان ۱۱ (۱۰ دیوان، نگارستان نہیں)

(۲) کیا شاد کو ضعیف کرے ہے زبانِ خلق۔ دیوان، نگارستان۔

(۴) لبریز صد نشاط بہ رنگِ ہلالِ عید۔ دیوان۔

سینے میں میرے ناخنِ غم کی خراش ہے۔ دیوان۔

(۵) اُٹھے جہاں سے ہم جو بستر سے وہ اُٹھے۔ دیوان، نگارستان۔

(۶) ہوتے وہاں وہ خوش نہیں کشتگانِ عشق۔ دیوان۔

اُڑ جاتی ٹھوکروں ہی میں عاشق کی لاش ۔ ویران ۔
(بیاض میں اس شعر کی ابتدائی صورت کی تلاوت ممکن نہیں)۔
(۷) بزندہ ایک تیغ محرف سے بھی سوا ۔
اس کج ادا نے اور نکالی تراش ہے ۔ ویران ، نگارستان ۔
(۹) گویا کر دست چشم فسوں گر میں ماش ہے ۔ ویران ، نگارستان ۔
(۱۱) کرتے ہیں اشک و آہ یہ تکلیف کیوں ۔ نگارستان ۔
غ ۲۰۲ ۔ ۱۴ بیاض ۔ ویران (۱ تا ۲ ، ۱۰ ویران نہیں)
ش ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۸ ، ۹ ، ۱۱ ، ۱۳ ۔ نگارستان ۔
(۱) رکھے گی یہ نہ بال برابر ۔ ویران ۔
رکھے گی اب نہ بال برابر ۔ نگارستان ۔
(۳) نکلے ہے کب کسی سے کہ اس کی مژہ کی نوک ۔ ویران ۔
نکلے ہے کب کسو سے کہ اس کی پلک کی نوک ۔ نگارستان ۔
ہے پھانس سی کلیجہ کے اندر لگی ہوئی ۔ ویران ۔
اس شعر کی یہ صورت بھی بیاض میں ملتی ہے :
مژگاں سے تیر سے لاگ ہے دل پر لگی ہوئی
اک پھانس ہے کلیجے کے اندر لگی ہوئی
(۴) میت کو غسل دینا نہ اس خاکسار کی
ہے اس کو خاک کوچۂ دل بر لگی ہوئی ۔ نگارستان ۔
(۱۱) مانند خم بھرے ہوئے بیٹھے ہیں بزم میں ۔ نگارستان
(۱۳) اے ذوق دیکھ دخت رز کو نہ منہ لگا ۔ ویران ۔ نگارستان ۔
غ ۲۰۳ ۔ ۱۵ بیاض
ش ۱ ، ۲ ویران
(۲) بعد رنجش ملنے سے رکتا ہے جی یوں چاہیے ۔ ابتدائی ۔
کچھ اُدھر سے میں بڑھوں اور کچھ اِدھر سے تو بڑھے ۔ اصلاح ۔
(۴) دشت میں وحشت سے ملنے کو ۔ اصلاح ۔

(۵) وقت گریہ آہ کو دل میں ہے یوں بالیدگی
جیسے پانی سے نہال سرو آب جو ہے بڑھے۔ ابتدائی۔
(۶) مجھ کو بجز نکالنے شرارت سے ہیں کیا کیا غیر اب۔ ابتدائی۔
(۷) پشیمانی کو غم جاناں کی چشم و دل سے یاں۔ ابتدائی۔
مقطع درمیان غزل میں آیا ہے جو اس کے اصل ہونے کا ثبوت ہے۔
دس شعروں تک یہ غزل زعفرانی رنگ کی روشنائی سے لکھی ہوئی ملتی ہے، ۱۰
کے بعد شعر ۹ اصلاح شدہ صورت میں لکھا ملتا ہے۔ باقی شعر کالی روشنائی
لکھے ہیں اور اصلاح بھی کالی روشنائی ہی سے دی گئی ہے۔

غ ۲۰۴ - ۱۱ بیاض۔

ش ۱، ۲، ۳، ۴، ۷ دیوان۔

(۱) جو خانہ ہستی میں ہے انساں کے لیے ہے۔ دیوان۔
(۳) کیوں کر نہ نمن سے ہوں گرفتار قفس کر
ہاں قید قفس مرغ خوش الحاں کے لیے۔ دیوان
کیوں کر نہ نمن وہ ہو گرفتار قفس کر اصلاح بقلم آزاد زینۂ قفس ....)

غ ۲۰۵ - ۱۶ - بیاض ۱۴ - باجر ۱۳ - دیوان ۹ (۲، ۱۵ بیاض - ۱۰، ۱۱، ۱۳ باجر - ۲، ۳، ۴، ۹،
۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۴ دیوان نہیں)

ش ۱ منتخبہ۔

(۱) آیا نہ وہ مہ طلعت۔ منتخبہ
لائے کشش الفت۔ منتخبہ۔
(۳) مت پھونک کہیں دل کو۔ دیوان، باجر۔
(۷) لو اٹھو کہیں حضرت کیا دیر لگائی ہے۔ دیوان، باجر۔
(۹) اس کے دم خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ۔ باجر۔
تم نے لب خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ (کنا) بیاض
(۱۳) اگر قتل ہی کرنا ہے قاتل کہیں جلدی ہو۔ دیوان۔
... کہیں تو جلدی۔ باجر۔

(۱۶) اے ذوق تشبیہ اس کو کرتے ہیں کئی عاشق۔ ویران۔

کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے۔ ویران۔

کھینچے ہوئے تیغ کو آتا ہے وہ جان بازو۔ باجر

مقطع نویں شعر کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ غزل کے دوسرے اشعار سے جو بغیر ردیف کے لکھے گئے ہیں، یہی پتا چلتا ہے کہ مسودہ اصل ہے اور اس پر نظر ثانی نہیں ہوئی)

غ ۲۰۶۔ ۱۱ بیاض۔

ش ۱، ۷، ۸، ۹، ۱۱۔ ویران۔ ۸۔ گلستان۔

غ ۲۰۷۔ ۱۰ بیاض۔ ۸: شعر ۱ مصرع

ش ۱، ۹، ۱۰ ویران۔

(۲) جو کچھ بنا کے نہ کھوے یہ چشم تر تو کہے۔ ابتدائی۔

غ ۲۰۸۔ ۹ بیاض

ش ۱، ۹ ویران۔

(۷) اس شعر کا صرف دوسرا مصرع بیاض میں لکھا ہوا ہے، مصرع اولیٰ مرتبہ آزاد سے نقل کیا گیا ہے۔

(۸) مصرع اولیٰ جس کو قوسین میں دیا گیا ہے، مرتبہ آزاد سے نقل کیا گیا ہے۔

غ ۲۰۹۔ ۷، مسودہ۔

(۵) واہ کیا تری کارسازی ہے۔ ابتدائی۔

غ ۲۱۰۔ ۱۸ بیاض، طبقات

ش ۲، ۳، ۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۸ ویران،

باجر۔ ۲، ۳، ۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۸ بے نظیر

(۳) ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے۔

برق مضطر طلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے۔ ویران، باجر۔

(۹) ہم نے پہلے ہی کہا تھا۔ ویرانی۔

(۱۰) پہلے اس کا ناز اٹھانا۔ طبقات۔

(۱۰) تیر و پیکاں جتنے تھے دل میں دیے ہم نے نکال۔ ویران۔ باجر۔

تم کو نکال۔ (کذا) طبقات۔

(۳) خط میں لکھوا کر اسے۔ طبقات۔

(۴) جب کہا تربان ہوں۔ طبقات۔

(۴) واں سے احمد بیاں گردن پہ پھیری ہم نے تیغ۔ دیوان، با جر۔

بات کا ایما بھی پانا۔ دیوان۔

(۵) زخم کو تر دیتے ہیں سب سوزن الماس سے۔ طبقات۔

بیاض ۲۱۱ ب، مسودہ، ۶ شعر ایک مصرع۔

ظفر کے تخلص کے ساتھ یہ غزل ذوق نے لکھی ہے جس کا ثبوت وہ مسودۂ قلمی ہے جو سراسر ذوق کی خامہ فرسائی کا رہون منت ہے: "یا علی مدد" جو ذوق کی بہت سی غزلوں کا تحفۂ عنوان ہے، اس مسودے کے ساتھ بھی موجود ہے۔

غ ۲۱۲۔ ۲۵ بیاض، دیوان۔ نگارستان ۳۲ (۱۰ نگارستان نہیں)۔

قش ۱۲ گلستان۔

(۱) اے غنچۂ پریشاں نہ ہو تو ہو کے شگفتہ۔ ابتدائی

کیوں غنچۂ گل ہنس کے نہ ہو جائے پریشاں

غنچہ ہوا ہنستے ہی پریشاں روش گل

اے غنچہ نہ خنداں ہو کر تو ہو گا پریشاں

جوں غنچہ نہ خنداں ہو ۔۔۔۔۔۔

کیوں غنچہ پریشاں نہ ہو ہوتے ہی شگفتہ۔ دیوان، نگارستان۔

اس باغ میں ہونا ہی دلِ شاد غضب ہے۔ دیوان، نگارستان۔

(۹) ہم چاہتے ہیں تم کو گرے سب کی نظر سے۔ دیوان۔

۔۔۔۔۔۔ سب کی نگہ سے۔ نگارستان۔

(۱۴) ۔۔۔۔ مرے دیدۂ دل کی۔ بیاض۔

(۱۶) اخوان شیاطین ہیں یہ مست مئے پندار

کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہے۔ دیوان

(۲۰) وہ کون سا ہے غم ۔۔۔۔ نگارستان۔

غ ۲۱۳۔ ۱۲ بیاض، دیوان، نگارستان۔

(۲) شعلہ بھڑکے ہے یہ۔ ابتدائی۔

(۳) نظر اس بت سے جا کے لڑتی ہے۔ ابتدائی۔

(۴) کیا کسی پارسا سے لڑی ہے۔ بیاض

(۵) فوج مژگاں ہیں دو صفیں گویا۔ ابتدائی۔

(۶) نگہ ناز اُس کی میرے ساتھ۔ ابتدائی۔

(۱۰) جب کسی آشنا سے لڑتی ہے۔ نگارستان۔

غ ۲۱۴۔ ۱۵ بیاض۔ دیوان ۱۴ (۷ دیوان نہیں)

ش ا بے خمار، ہمیشہ بہار، فرخ، تمنادید، گلستان، صحیفہ

(۱) زخمی ہوں میں اُس ناوک دزدیدہ نظر سے۔ دیوان۔

زخمی میں ہوا ہوں تری دزدیدہ نظر سے۔ فرخ۔

(۱۳) کشتہ ہوں میں کس چشم سیہ مست کا یارب۔ دیوان۔

غ ۲۱۵۔ ۱۹ مسودہ۔

(۲) نقطے دیا ہوا حصہ مسودہ میں چھپا ہوا ہے۔

غ ۲۱۶۔ ۷ مسودہ۔ ۹ شعر ایک مصرع۔

(۲) وہ دن بھی.... اس ضمن میں لکھا ہوا ملتا ہے۔

غ ۲۱۷۔ ۶ مسودہ، ۳ شعر دو مصرعے۔

(۱) دوسرا مصرع مولانا آزاد کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔

(۷) آخری مصرع مولانا آزاد کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔

غ ۲۱۸۔ ۱۷ بیاض۔

ش ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۷، دیوان۔

۱۰۰۳۔ گلستاں

(۱۰) لیے پھرتی مجھ کو کہیں سے کہیں ہے۔ دیوان

(۱۷) نہ کی آہ و سوز غم دل پر اُٹھائے۔ دیوان (متن)

نہ اک آہ کی زخم سو سو اُٹھائے۔ دیوان (صحت نامہ)

غ ۲۱۹-۱۱ مسودہ۔

غ ۲۲۰-۱۱ بیاض، دیوان۔

ش ۲، ۴، ۷، ۱۰ نگارستان۔

غ ۲۲۱-۲۹- نازنیناں ۲۷، عرشی ۲۷، فرخ ۲۷، دیوان ۲۷، باجر ۲۷، نگارستان ۲۹۔

(۲۷، ۲۸ نازنیناں، عرشی ۲۸،۲۷ فرخ ۲۸،۲۷ دیوان، باجر ۵، ۲۸،۲۷ نگارستان

نہیں)۔

ش ۱، ۲، ۳، ۵، ۶، ۱۴، ۲۹- بے خار

۴- بہارستان۔

۸، ۱۳، ۱۴، ۱۵ طبقات۔

۲۱ گلشنم ۲۰- بے خزاں

(۶)..... چشم نقش زا کہیے۔ نازنیناں، عرشی۔

(۸) نہ کہیے اے سنگ دل آرام جان و دل ربا کہیے۔ باجر۔

(۱۱)..... کیا کہیے۔ دیوان۔

(۲۴) کشادِ کار ہم نے .... دیوان

خرد کے ناخنوں کو .... باجر۔

غ ۲۲۲-۲۵ مسودہ (دو اشعار جن کی قرأت ممکن ہو سکی)۔

۱، ۱۷ دیوان، نگارستان، نازنیناں، عرشی۔ (۲، ۵، ۶، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ دیوان،

نگارستان۔ ۲، ۵، ۶، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴ نازنیناں، عرشی نہیں)۔

ش ۱، ۳، ۴، ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۱ منتخبہ۔

۱، ۳، ۴، ۷ تا ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۵- بے خار۔

۱، ۷ شیفتہ۔

۱، ۲، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۵- فرخ۔

۱- جہادیہ، گلستاں، بے خزاں

۸- سفینہ۔

(۴) تیرا عاشق قبر میں ۔ مسودہ ۔

قبر میں بھی تیرا عاشق ۔ منتخبہ ۔

لوحِ بالیں پر جو کندہ ۔ منتخبہ ۔

(۶) ناتوانی سے ترے بیمار کا یہ حال ہے ۔

میری جانِ ناتواں کا ہجر میں یہ حال ہے ۔

لب تک آنا دم کو سینہ سے رہ صد سال ۔ دوسری صورتیں ۔

(۷) جوش گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا ۔ بے خار، ویران، نگارستان ۔

چشمِ گریاں کا مری ۔ عرض

(۸) ابر رویا ہی کیا پر میرے سوزِ عشق سے ۔ دوسری صورت، مسودہ

(۹) میرے دردِ دل کے گھٹنے سے عجب احوال ہے ۔ دوسری صورت، مسودہ

(۱۱) ۔۔۔۔ نوکِ مژگاں کا خیال ۔ ویران ۔

(۱۳) کھاؤں میں بیڑا جو اس بن کیوں کر دل شگفتہ نہ ہو ۔

ویران، نگارستان، بے خار، عرض ۔

(۱۶) قلعی سیماب بن آئینہ بے تمثال ہے ۔ نگارستان ۔

غ ۲۲۳ ۔ ۷ ۔ نازنیناں، عرض، ویران، ماجرہ

ش ۱، ۲، ۵، ۶، ۷ ۔ بے خار، فز، نگارستان ۔

۲، ۱ ۔ گلستاں ۔

(۴) جز زلف سوجھتا نہیں لے مردہ دل رکنا ۔ نازنیناں، عرض ۔

غ ۲۲۴ ۔ ۹ نازنیناں، عرض، ویران، نگارستان ۔ ۸ ۔ فز، بے خار

(۴ نہیں) ۔

(۷) نگاہ ہجومِ یاس ہے دل پر نگاہ ہجومِ حسرت ہے ۔ ویران ۔

غ ۲۲۵ ۔ ۱۰ نازنیناں، عرض، ویران، نگارستان ۔

ش ۹، شیفتہ، بے خزاں

(۱) میری خاکستر اڑی تھی جس سے گردوں سب بنے ۔

اس میں کچھ اخگر جو باقی تھے سو وہ کوکب بنے ۔ ویران ۔

(۴) دل کو رکھ دوں اس دم شمشیر پر گڑھب بنے

ل کو رکھ دیں ہم خم شمشیر پر گڑھب بنے ۔ نازنیناں، عوض

(۵) جو نہ بھول عقدے کبھی جوں غنچۂ تصویر وا ۔ ویران ۔

وائے قسمت وہ ہمارے ۔۔۔۔ ویران، نازنیناں، عوض ۔

(۹) ۔۔۔۔ کہ نالا دیں بلا ۔ ویران

۔۔۔۔ کہ محروم البصر عقرب بنے ۔ ویران

غ ۲۲۶ ۔ ۵ بیاض ۔ ویران ۴ (۳ ویران نہیں)۔

(۲) پھرتا سرگشتہ زمانے میں بھلا کیوں خورشید ۔ دوسری صورت ۔

گھر سے اپنے نہ نکلتا کبھی باہر خورشید ۔ ویران ۔

(۲) مصرع اولیٰ بیاض میں مولانا آزاد کے قلم کا رہون منت ہے ۔

غ ۲۲۷ ۔ ۱۰ ۔ بیاض ۹ (۱۰ بیاض نہیں)۔

ش ۱۰۰۱ ۔ ویران ۔

غ ۲۲۸ ۔ ۸ بیاض ۔ ویران ۵ (۵، ۷، ۸ ویران نہیں)۔

ش ۶ ۔ نفحہ

(۲) دم کو ہمارے سینے میں ہرگز نہیں قرار ۔ ویران ۔

(۳) پہلے ہی سے عقیق کا دل ۔۔۔۔ بیاض

(۴) اگلا جو برگ زرد ۔ ویران ۔

غ ۲۲۹ ۔ ۶ بیاض (۲، ۳ کا مصرع ثانی مولانا آزاد کے قلم سے ہے)۔

ش ۱، ۲، ۵ ۔ ویران ۔

غ ۲۳۰ ۔ ۷ ۔ ویران ۶ (۶ ویران نہیں)

ش ۱، ۲، ۳، ۷ ۔ بیاض ۔ ۴، ۵، ۷ ، نازنیناں، عوض ۔

۱، ۴، ۵ ۔ شیفتہ ۔ فخر ۔ ضنادید ۔

۱، ۴، ۵، ۷ ۔ نگارستان ۔

۱ ۔ بلاغت، گلستاں، ۴ سفینہ، ۲ منتخبہ ۔ جیشہ بہار

(۲) شرارے متصل نکلے یہاں تک ۔ ویران ۔

(۴) فلک کیا حیلہ سازی میں ۔ بیاض ۔

غ ۲۳۱ ۔ ۱۰ نازنیاں ، عرض ، بیاض ، دیوان ۹ ۔

(۲ بیاض ، نازنیاں سم دیوان نہیں) ۔

ش ۵ ، نگارستان ۔

(۳) ..... گل عنبر میں گھر کرے ۔ دیوان ۔

(۴) دل نے قرار سینۂ پرسوز میں کیا ۔ بیاض ۔

دل کو قرار سینۂ پرسوز ہو گیا ۔ نازنیاں ۔ عرض

(۹) ..... غضب گھر کر گئی ۔ نازنیاں ، عرض ۔

غ ۲۳۲ ۔ ۹ دیوان

غ ۲۳۳ ۔ ۷ بیاض

ش ۱ منتخبہ ۔

غ ۲۳۴ ۔ ۸ بیاض ۔

اس غزل میں اپنی یادداشت کی بنیاد پر مولانا نے ایک سے زیادہ مقامات پر اصل نسخے میں تبدیلیاں کی ہیں ۔ یہاں اصل متن کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ نقطے دیے ہوئے حصے کی عبارت کی قرأت ممکن نہیں ۔

غ ۲۳۵ ۔ ۱۰ دیوان ۔ نازنیاں ۹ ۔ عرض ۹ (۱۰ نازنیاں ، عرض نہیں) ۔

ش ۱ ۔ ۵ بے نظیر ، فخر ، نگارستان ۔

(۱) چاہیے بہر کفن چادر مہتاب مجھے ۔ نازنیاں ، عرض ۔

(۵) اتبد دیکھ سکھاتا ہے آداب مجھے ۔ دیوان

غ ۲۳۶ ۔ ۵ ۔

ش ۱ ، ۲ ، ۵ دیوان ۔ ۱ ، ۳ ، ۵ منتخبہ ۔

غ ۲۳۷ ۔ ۱۰ بیاض

ش ۱ ۔ ۱۰ دیوان ۔

(۱) مقابل اس رخِ تاباں کے ۔ منتخبہ ، عیار ۔

صبا یہ دھول لگائے کہ پھیر ۔ نازنیاں ، عرض ۔

(۲) وہ اپنے سینے میں ہے۔ منتخبہ، شیفتہ، صنادید، بے خزاں۔

۵ گرم ہے یہ مری آہ آتشیں۔ منتخبہ، عیار۔

ہمارے سینے میں وہ آہ آتشیں۔ نازنیناں، عوض۔

.... کہ جس سے برق بھی۔ منتخبہ، عیار۔

جو دیکھے برق تو۔ نازنیناں، عوض۔

اشعار غزل ۱ بیاض، ۲ بیاض ۳، منتخبہ، عیار، بیاض، نازنیناں، عوض، ویران، ش (۲ شیفتہ، فخر، بے خزاں، ۴ بیاض۔ (شعرا ویران)، ۵، ویران ۶، ویران، ۷ بیاض، ۸ بیاض، ۹ ویران، ۱۰ ویران ۱۱، ویران ۱۲، ویران۔

اشعار وابیات: ۱ بیاض، ۲ منتخبہ، ویران، ۳ بیاض، ۴ ویران، ۵ ویران ۶، ویران، ۷ ویران، ۸ ویران، ۹ ویران، ۱۰ ویران، ۱۱ شیفتہ، بے خزاں، فخر، ویران، ۱۲ ویران، ۱۳، ویران، ۱۴ ویران، ۱۵، بیاض، ۱۶ ویران، ۱۷ ویران، ۱۸ منتخبہ، شیفتہ، ویران، ۱۹ ویران، ۲۰ مسودہ، منتخبہ، ۲۱ ویران، ۲۲ ویران، ۲۳ ویران، ۲۴ ویران، ۲۵ ویران، ۲۶ بیاض، ۲۷ ویران، ۲۸ بیاض، ویران، ۲۹ ویران، ۳۰ ویران، ۳۱ ویران، ۳۲ ویران، ۳۳ صدرالدین، منتخبہ، شیفتہ، عوض، ویران، ۳۴ منتخبہ، ۳۵ بیاض، ۳۶ ویران، ۳۷، شیفتہ، فخر، ویران، ۳۸ منتخبہ، ویران، ۴۳ ویران، ۴۵ ویران، ۴۶ مسودہ، منتخبہ، ۴۷ ویران، ۴۸ ویران، ۴۹ بیاض، ۵۰ ویران، ۵۱ ویران، ۵۲ منتخبہ، ویران، ۵۳ نگارستان، ۵۴ نگارستان، ۵۵ نگارستان، ۵۶ بیاض، ۵۷ مسودہ، ۵۸ مسودہ، ۵۹ منتخبہ، ۶۰ گلستان، ۶۱ منتخبہ، ۶۲ منتخبہ، ۶۳ منتخبہ، ۶۴ منتخبہ، ۶۵ منتخبہ، ۶۶ منتخبہ، ۶۷ منتخبہ، ۶۸ منتخبہ، ۶۹ مسودہ، ۷۰ بلاغت، ۷۱ مسودہ، ۷۲ گلستان، ویران، اخبار۔

حواشی متعلقہ قطعات:

قطعات (الف)

۱۔ ۱۳ بیاض، ویران، ۲ ۲۰ ویران ۳۔ ۴ اخبار، بیاض۔

قطعات (ب)

۲ ویران، ۳ ویران، ۳ بیاض، ویران، ۴ ویران، ۵ بیاض، ویران، ۶ ویران

رباعیات

۱ دیوان۔ ۲۔ بیاض، دیوان۔

دل اپنا غم دہر سے تو کر۔ دیوان۔

جیسے ہو .... دن کاٹ (کٹا)۔ بیاض۔

اے ذوق فلک کے ہوئے .... بیاض

۳ بیاض، دیوان۔

تھا جب کہ جواں .... بیاض۔

پیر خرابات ہوا .... بیاض۔

۴ بیاض، دیوان۔

چشم اس کی .... دیوان

۵ بیاض، دیوان۔ ۶ بیاض، دیوان۔ ۷ دیوان۔ ۸ دیوان۔ ۹ دیوان۔ ۱۰ دیوان۔ ۱۱۔ بیاض، دیوان۔ ۱۲ بیاض، دیوان ۱۳ بیاض بلاغت۔ ۱۴ بیاض۔ ۱۵۔ بیاض

اشعارِ مثنوی

۳۰ بیاض، دیوان۔

حواشی

حصہ دوم

قصائد

قصیدہ ۱: ۵۵ شعر، دیوان

قصیدہ ۲: ۴۴ شعر، ہاجر۔

قصیدہ ۳: ۵۹ شعر، بیاض۔ ۱، ۲، ۴، ۹، ۱۴، ۲۱، ۳۸، ۴۹، دیوان۔

۱۴۔ دے گر چمن کو۔ دیوان۔

قصیدہ ۴: ۸ شعر، ہاجر۔

قصیدہ ۵: ۱۰۸ اشعار دیوان، نگارستان، ۱۶۹ قصیدہ (۱۰ نہیں)

ش ۱ غرورِ نخوت۔ قصیدہ۔

۲ ہر حال میں۔ نگارستان۔

۳ ہر علم میں۔ قصیدہ

۴ منطق میں۔ نگارستان

۵ یہ مرے ناطقہ پر۔ قصیدہ۔

۹ تحتِ حکمت ہو۔ دیوان۔

۱۰ تصریح و بیانِ معنی۔ نگارستان۔

۱۴ کبھی تھا عقل میں۔ قصیدہ

۱۶ مجھے اک وقت۔ قصیدہ

۱۹ کبھی کرتا تھا میں۔ نگارستان۔

۲۵ معلوم مجھے کیفیت۔ نگارستان۔

۲۷ باعث آزادیت۔ قصیدہ۔

۳۰ کبھی مشغول بضرب و قسمت۔ قصیدہ

۳۱ کبھی میں سا علمِ سرودی میں تھا۔ قصیدہ

۳۹ ...... عالی درجات۔ قصیدہ

۴۷ تھا ایسا ذی ہوش۔ نگارستان۔

۵۳ سب اہلِ فطرت۔ نگارستان۔

۵۷ جرِّ اثقال سے۔ نگارستان۔

۶۱ گر تجھ کو نہیں۔ نگارستان۔

۶۵ تو بو وے جو نخلِ نارنج۔ نگارستان۔

۷۰ اپنے وہ دکھا کر عالم۔ نگارستان۔

۱۱۰ لگی ہنسنے کبھی رام کلی۔ نگارستان، قصیدہ۔

۱۱۱ مسی کی ہوئی پھیکی رنگت۔ نگارستان۔

۱۲۷ مطلعِ صبح کو بھی۔ نگارستان۔

۱۴۲۔ اور تنہا کے مقبول۔ نگارستان۔

۱۴۳۔ قصد دعوت۔ نگارستان

۱۴۶۔ آب باراں کرم ہے وہ ترا۔ قصیدہ

۱۴۸۔ ذوق کرتا ہے سخن تری دعا پر۔ نگارستان۔

قصیدہ ۶: ۱۱ شعر، دیوان۔

قصیدہ ۷: ۵۰ شعر، مسودۂ ذوق۔

ش ۱، ۲، ۳، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۲، ۳۱، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷ بیاض۔

۲، ۳، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۹، ۴۵، ۵۲، ۵۶۔ دیوان

۲ و ۸۔ نگارستان (شعر ۲۸ کا ذوق سے تعلق مشتبہ ہے)۔

ش ۱۴۔ ہیں خشک طالعی سے ہوں بے برگ و بے ثمر۔ ابتدائی صورت۔

قصیدہ ۸: ۲۷ شعر، دیوان، نگارستان، باجر۔

ش ۱۱۔ دل خراش اور ہیں۔ نگارستان، باجر۔

۱۲۔ صدق پر کذب پر ہر نکتے کے ہے۔ نگارستان، باجر۔

۱۳۔ کور کیا جانے یہ جھوٹا ہے کہ سچا۔ نگارستان۔ باجر۔

۲۴۔ جشن سے اس کے ہے اک فیض کا۔ دیوان

۲۸۔ گل شگفتہ ہیں۔ نگارستان۔

۴۱۔ لطافت سے ہے ٹپکا گویا۔ نگارستان۔

۴۲۔ کوہ گر نذر کرے لعل۔ باجر۔

۵۲۔ نقرہ خنگ ایسا پری ترا رنگ شتاب۔ باجر۔

۵۳۔ روبرو جس کی صفائی کے ہے میلا۔ نگارستان، باجر۔

۵۸۔ تیر تیرا ہے وہ طائر کہ عوض دانے کے۔ باجر۔

۵۹۔ شل مریخ ہر اک سرخ ستارا۔ دیوان

۶۱۔ گوہری جس کو کہ بتلاتے ہیں۔ باجر۔

۶۳۔ جو ترے ہو ہم سر۔ باجر۔

۶۵۔ گر جو روشن گر۔ باجر۔

۷۶۔ ذوق کرتا ہے دعائیہ پہ یوں ختم سخن ۔ نگارستان ۔ باجر ۔

۷۷۔ تار ہے پنجۂ خورشید ۔ ویران ۔

قصیدہ ۹ : ۱۰۰ اشعر ، انجلا ، ویران ۔ نگارستان ۔

ش ۳ چمن میں موج تکلم ۔ انجلا ۔

۱۸۔ گل شہوار ۔ نگارستان ۔

۲۸ جو سیل کمل بصارت ہے ۔ نگارستان ۔

۲۸ زخط دائر ۔ یمن بھی ہے ۔ نگارستان ۔

۳۰۔ بے کشوں کو شکر و شیر ۔ ویران ۔

۳۹۔ پر جو کرا متوں کا پیر ۔ نگارستان ۔

۶۳۔ حیا ہے گر متعلق ۔ ویران ۔

۶۳۔ تو ہے صفا کی جانب تری صفا کی ضمیر ۔ نگارستان (سہو)

۷۲۔ جہاں ہے چشم سیہ مست ناز کا ۔ نگارستان ۔

۷۸۔ خط طغریٰ نگار میں وہ زور ۔ نگارستان ۔

۸۶۔ جو یہ نہ ہو تحریر ۔ نگارستان ۔

۸۸۔ ابو ظفر شہ والا نظر ۔ نگارستان ۔

قصیدہ ۱۰ : ۱۰۴ شعر ، انجلا ، ویران ، باجر ۔

ش ۲۔ رنگ رخسار جو کلفت سے ہو ۔ ویران ۔

۶۔ بھر کے اک جام مئے ناب جسے دے ساقی ۔ باجر ۔

۷۔ آج ہے پاس جو میرے ۔ ویران ۔

۷۔ کچھے جو پاس ہے میرے ۔ باجر ۔

۸۔ شب کچھے مست ۔ ویران ۔

۹ سلسبیل چمن خلد ہو گر آب سبیل ۔ باجر ۔
کبھی ہے نوش ۔ باجر ۔

۱۰ اور باقی ہے فقط وہم و خیال و سواس ۔ باجر ۔

۱۲ کوئی خورشید لقا ہے ۔ ویران ۔

۱۷۔ تو یہ کیسے ادا نہ ترغیب میں کر تو یکو اس ۔ باجر۔

۲۱ ے اگر آب بقا بھی ہو تو ہو وہ زہراب ۔ دیوان۔

۲۶ کہ سخن فہم وہ سخن ور کا ہے ۔ دیوان۔

۲۹ ۔ جو حمایت تری حق میں اس کے ۔ دیوان۔

۳۱ ۔ ترا ہاتھی وہ فلک کان ہے جس کے مہ و خور

کہکشاں اس کی ہے خرطوم ذنب دم سر راس ۔ باجر۔

قصیدہ ۱۱ : ۱۵ شعر، دیوان۔

قصیدہ ۱۲ : ۳۲ شعر، دیوان

قصیدہ ۱۳ : ۱۰ شعر، معدن۔

قصیدہ ۱۴ : ۲۰ شعر، دیوان۔

قصیدہ ۱۵ : ۵۸ شعر، دیوان، باجر۔

ش ۹ ۔ شوق آہنگ سے قمری ہے مثال قوال ۔ باجر۔

۱۱ ۔ رکھتی ہے طاقت پرواز ۔ باجر۔

۱۸ ۔۔۔ کہ اگر اس کی تیغ ۔ باجر۔

چمکے یک ذرہ تو پھر ۔ باجر۔

۲۱ ۔ چشمۂ علم و حیا ۔ باجر۔

۲۶ ۔ مہر اقبال ترا ۔ باجر۔

۳۰ ۔ گرمیِ قہر تری وہ تب محرق جس سے ۔ دو جر۔

کیا عجب گر لب دریا پہ ہو پیدا تب خال ۔ باجر۔

۳۲ ۔ خوش نما اس کے ہے مشک پہ ہمیشہ یوں ڈھال ۔ باجر۔

۴۷ ۔ اس پہ جو ہر نہیں صیاد اجل نے لاکر ۔ باجر۔

طائر روحِ عدو کے لیے پھیلائے ہیں جال ۔ باجر۔

قصیدہ ۱۶ : ۷۰ شعر، دیوان۔ ۶۹ اشعار (شعر ۳ شامل نہیں)۔

۶۲ ۔ نگارستان۔

ر ۹، ۳۵، ۴۶، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۶۷ ۔ نگارستان نہیں ک

ش ۱۸۔ گوہر مخزنِ معنی ہے۔ دیوان

۲۶۔۔۔۔ ترے مکتب میں نہیں۔ نگارستان۔

۳۳۔ جس کے نزدیک ہے۔ دیوان۔

۳۹۔ بعد شاہانِ سلف کے تجھے یوں ہے تفضیل۔ دیوان۔

۴۷۔ تشنۂ ذوقِ شہادت۔ نگارستان۔

۵۷۔ نہ ہو پروا اسے بے راہ میں۔ دیوان

۵۸۔۔۔۔ فلک رتبہ۔ دیوان۔

۶۲۔ تیرا نہ رہا۔ دیوان۔

۶۶۔ رہزنِ نطفہ بدخواہ۔ دیوان۔

قصیدہ ۱۷: ۲۷ شعر مسودہ ذوق۔ ۲۵۱۶۰۔ کشکول۔

ایک مصرع

ش ۱، ۲، ۳، ۴، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳۔ بیاض۔

۱۔ مانعِ نظارۂ گل۔ دوسری صورت۔ بیاض۔

۲۔ سوکھ کر اعضا بنے ہیں میرے۔ بیاض۔

(تن بے زور، لفظ بھی اس موقع پر لکھا ہوا ملتا ہے۔

۸۔ مارو پھولوں کی جگہ۔ بیاض۔

۱۱۔ بھیگی ہوئی۔ دوسری صورت۔

۱۴۔ تو جلا دیویں ابھی۔ بیاض۔

(۱۵) جو میں تعلیم نالہ۔ دوسری صورت۔

۱۹۔ نازک و باریک۔ بھی اس موقع پر لکھا ہوا ملتا ہے۔

دیکھیں اے صیاد جو۔ دوسری صورت۔

۲۱۔ جو ہے مرغ خوش دماغ۔ دوسری صورت۔

(مسودے میں یہ اشعار بغیر کسی خاص ترتیب کے درج ہیں)۔

قصیدہ ۱۸: ۲۸ شعر، دیوان۔

قصیدہ ۱۹: ۷۱ شعر، اخبار۔ دیوان ۶۰ (۱۴ دیوان میں نہیں)۔

تماشہ زمانے میں۔ اخبار۔

۲۹۔ یہ ہوتا ہے وہ بلند۔ دیوان۔

قصیدہ ۲۰۱: ۲۵ شعر، مسودۂ ذوق[1]

قصیدہ ۲۰۲: ۴۴ شعر، اخبار، بیاض۔

۱، ۲، ۳، ۱۲، ۱۴، ۱۹، ۲۰، ۲۹، ۳۰۔ دیوان

۱۴۔ کبھی شک فشانی۔ بیاض۔

۳۰۔ کیا ساغر نگین کو کیا۔ بیاض۔

ساقی نے تو دیوان۔

السدس دعائیہ: ۹ بند، خیر خواہ بند۔ دیوان، باجر۔

پہلا بند: (چھٹا مصرع)، الٰہی شاہ اکبر بادشاہ ہفت کشور ہو۔ باجر۔

دوسرا بند: (پہلا مصرع)، رہے کسریٰ کی شہرت تا کہ عدل و پاس بانی سے۔ باجر۔

(دوسرا) رہے ذکر فریدوں۔ باجر۔

(تیسرا) رہے نام سلیماں تا نگین حکمرانی سے۔ باجر۔

(چوتھا) شہا تو نام ور ہو کہ صاحب قرانی سے۔ باجر۔

(پانچواں) ترا اے خسرو صاحب قراں۔ باجر۔

(چھٹا) جہاں میں تو ہو نعم القرین ثانی سکندر ہو۔ باجر۔

تیسرا بند: (پہلا مصرع): ہمیشہ کوہ سے نکلا کرے تا آگ اور پانی۔ باجر۔

(دوسرا) کبھی ہو ژالہ باری ابر سے گاہے درفشانی۔ باجر۔

---

[1] اس قصیدے کی پیشانی پر یہ عبارت درج ہے:
"قصیدہ در مدح زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت سید عاشق نبال چشتی ادام فیضہ برکاتہم۔" اور خاتمے پر لکھا ہے: "نوشتہ بدست خویش مصنف عقیدت کیش صداقت اندیش امین سرتاپا شوق شیخ ابراہیم ذوق برائے نذر جناب فیض مآب گلشن فضل و کمال حضرت سید عاشق نبال چشتی بتاریخ چہاردہم جمادی الاول سنہ پنجشنبہ ۴۴ اکبر شاہی مطابق ۱۲۴۴ ہجری قدسی در قلعہ شاہ جہاں آباد۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔"

(تیسرا) کہیں معدن میں گوہر ہو کہیں ہو لعلِ رمانی۔ باجر۔

(چوتھا) دکھائیں جوہر اپنے جب تک جوہر کانی۔ باجر۔

(چھٹا) ... تو سب پر ظفر ہو۔ باجر۔

چوتھا بند (پہلا مصرع): رکھیں تا بزم میں مجمر جلے تا عود مجمر میں۔ باجر۔

(دوسرا) تری جیتا گل تر میں، خیر خواہ بند، دیوان۔

(تیسرا) رہے تا مشک ازفر نافہ میں۔ باجر۔

(چوتھا) رہے تا ہو آب گوہر میں۔ باجر۔

(چھٹا) نسیم خلق سے۔ دیوان، باجر۔

پانچواں بند: (پہلا مصرع) رہے الیاس کا جب تک محیط قہر میں دامن۔ باجر۔

چھٹا بند (دوسرا مصرع) ... اپنے زلف و گیسو کو۔ باجر۔

تیسرا) ثریا کہکشاں کے نور تن۔ باجر۔

ساتواں بند: (تیسرا مصرع) رہے انگور جب تک تاک میں انگور میں صہبا۔ باجر۔

(پانچواں) شراب مطلب دل سے لبالب تیرا ساغر ہو۔ باجر۔

شراب عیش سے خالی کبھی۔ دیوان۔

نواں بند: (دوسرا مصرع) قلم کا خط سے مشک افشاں ہو۔ باجر۔

(پانچواں) ترا طرح شل ذوق ہو وہ جو سخن ور ہو۔ باجر۔

مخمس (مدحیہ) ۲ بند۔ باجر۔

مخمس بطلع عید، ۷ بند۔ باجر۔

مخمس در مدح، ۴ بند۔ دیوان۔

قطعہ در مدح مرزا شاہ رخ بہادر، ۱۳ شعر۔ دیوان۔

قطعہ در تہنیت خلعت ولی عہدی۔ اخبار، بیاض، دیوان۔

رباعیات (۳۰)۔ دیوان۔

اشعار متفرقات قصائد و قطعات و مخمسات وغیرہ۔ دیوان۔

مصادر

ذیل میں اُن کتب و رسائل کی فہرست پیش کی جاتی ہے جن سے مقالے کی ترتیب کے دوران میں تحقیق مسائل اور تلاش مواد کے سلسلے میں مدد لی گئی ہے۔

مسودات ذوق : بقلم ذوق، مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد، لاہور۔
مسودۂ دیوان ذوق : مرتبہ آزاد، آزاد، مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد، لاہور۔
مسودۂ آب حیات : آزاد، مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد، لاہور۔
بیاض : جس میں بہت سی غزلوں کے مسودے بھی شامل ہیں۔ مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد، لاہور۔
خطوط : حافظ ویران، میجر سید حسن بلگرامی، دھرم نرائن، مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد، لاہور۔

قلمی تذکرے

مجمع الانتخاب، تذکرۂ شاہ کمال : مخزونہ انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ۔
عیار الشعرا : خوب چند ذکا، مخزونہ انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ
گلشن بیخار : مخزونہ پنجاب سنٹرل پبلک لائبریری لاہور۔
خوش معرکۂ زیبا : ناصر، مخزونہ شعبہ مخطوطات آزاد لائبریری علی گڑھ
بہار بے خزاں : احمد حسین سحر لکھنوی۔ مخزونہ شعبہ مخطوطات آزاد لائبریری علی گڑھ۔

دواوین قلمی

دیوان مصحفی : (چہار دیوان)، غلام ہمدانی مصحفی، مخزونہ عربک سیکشن پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور
دیوان احسان : حافظ عبد الرحمٰن خاں احسان، مملوکہ آغا حیدر حسن، حیدر آباد۔
دیوان احسان : حافظ عبد الرحمٰن خان احسان، مخزونہ رضا لائبریری رام پور۔
دیوان شاہ نصیر : شاہ نصیر، مخزونہ سنٹرل پبلک لائبریری پٹیالہ۔
دیوان شاہ نصیر : " بدست میر حسین تسکین، مخزونہ رضا لائبریری، رام پور۔
دیوان ممنون : بدست میر نظام الدین ممنون، مخزونہ آصفیہ اسٹیٹ لائبریری، حیدر آباد۔

دیوان ممنون : نظام الدین ممنون ، مخزونہ سنٹرل لائبریری بھوپال ۔
دیوان شیفتہ : (ترقیمہ ۱۲۷۴ ہجری) مصطفیٰ خاں شیفتہ ، رضا لائبریری رام پور
دیوان معروف : (ترقیمہ ۱۲۳۵ ہجری) نواب الٰہی بخش خاں معروف مخزونہ رضا لائبریری ۔ رام پور ۔
دیوان چندو لال : مہاراجہ چندو لال ، مخزونہ شعبۂ مخطوطات عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد ۔
بیاض : نسخۂ امجد ، منشی رگھو ناتھ سنگھ ، امجد دہلوی ، مخزونہ ہارڈنگ لائبریری دہلی ۔
بیاض : (بہ عہد شاہ ظفر) بدست ہادی حسن فخر ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور ۔
بیاض : (ترقیمہ ۱۲۹۷ ہجری : بدست میر عیوض علی) ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور ۔
غنیۂ جواہر : (ترقیمہ ۱۲۶۵ ہجری) بدست غلام حسین رام پوری ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور
معدن الاشعار : بدست شوبت رام مازداں ، مخزونہ عربک سیکشن پنجاب یونیورسٹی لاہور ۔
بیاض : بخط نواب کلب علی خاں ، مخزونہ رضا لائبریری رام پور
کشکول : (ترقیمہ ۱۲۹۱ ، ۱۲۹۲ ہجری) بدست شاہ بہار الدین ، مخزونہ انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ
بیاض اردو : (نمبر ۹/۹۲) مخزونہ شعبۂ مخطوطات آزاد لائبریری علی گڑھ ۔
مخمس متفرقات : (نمبر ۶) مخزونہ شعبۂ مخطوطات آزاد لائبریری علی گڑھ ۔
بیاض : نمبر ۲۲۹ ، مخزونہ عربک سیکشن پنجاب یونیورسٹی لاہور ۔
عمدۂ منتخبہ : (فوٹو اسٹیٹ) ، اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور ، مملوکہ ڈاکٹر مختار الدین احمد ، علی گڑھ ۔
عیار الشعرا : (فوٹو اسٹیٹ) ، خوب چند ذکا مملوکہ ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ ۔
تذکرۂ بے جگر : (فوٹو اسٹیٹ) ، نیراتی لال بے جگر ، مملوکہ ڈاکٹر مختار الدین احمد ، علی گڑھ ۔
تذکرۂ صدر الدین : (فوٹو اسٹیٹ) ، صدر الدین آزردہ ، مملوکہ ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ ۔

تذکرے (مطبوعہ)

نکات الشعرا : میر تقی میر ، مرتبہ عبد الحق ، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ۱۹۳۵ء
مخزن نکات : قائم چاند پوری ، مرتبہ عبد الحق ۔ ۔ ۔ ۱۹۲۹ء
تذکرۂ ریختہ گویاں : گردیزی ، مرتبہ عبد الحق ، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ۱۹۳۳ء
تذکرۂ شعرائے اردو : میر حسن ، بہ تصحیح و تنقید حبیب الرحمٰن خاں شیروانی ، انجمن ترقی اردو دہلی
۱۹۴۰ء

گلزار ابراہیم مع تذکرہ گلشن ہند: مرتبہ ڈاکٹر زور، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۳۴ء

ریاض الفصحا: (مصحفی) عبدالحق، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ۱۹۳۴ء

تذکرۂ ہندی: (مصحفی) مرتبہ عبدالحق، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد ۱۹۳۳ء

دستور الفصحا: احد علی یکتا، مرتبہ عرشی، ہندوستانی پریس رام پور ۱۹۴۰ء

مجموعۂ نغز: قدرت اللہ قاسم، مرتبہ شیرانی، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۳۳ء

گلشن بیخار (طبع دوم): نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، مطبوعہ مطبع دہلی۔

اردو اخبار ۱۲۵۹ھ۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور)

گلشن ہمیشہ بہار (طبع دوم): طبع دوم۔ نصر اللہ خویشگی، مرتبہ ڈاکٹر اسلم فرخی

۱۹۶۷ء، انجمن ترقی اردو کراچی پاکستان

عمدۂ منتخبہ: سرور، مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی ۱۹۶۰ء

طبقات شعرائے ہند: کریم الدین و فیلن۔ رفاہ عام پریس دہلی ۱۲۶۳ھ

(پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)

گلدستۂ نازنیناں، کریم الدین، رفاہ عام پریس دہلی ۱۲۶۱ھ (پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)

گلستان بے خزاں: قطب الدین باطن (۱۲۶۱ھ) مطبوعہ نولکشور پریس ۱۲۹۱ھ

(پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)

گلستان سخن: مرزا قادر بخش صابر، مطبوعہ مطبع قیصری دہلی (۱۲۷۱ھ)

مملوکہ مولانا امداد صابری دہلی۔

قطعۂ منتخب: عبدالغفور نساخ، مطبوعہ نولکشور (۱۲۶۱ھ)

سخن شعرا: عبدالغفور نساخ، مطبوعہ نولکشور (۱۲۹۱ھ)

سراپا سخن: محسن علی، مطبوعہ نولکشور۔

طور کلیم: نواب صدیق حسن خاں، مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ (۱۲۹۸ھ)

جلوۂ خضر: صفیر بلگرامی، مطبوعہ نور الانوار آرہ، محزونہ انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ

تذکرۂ شعرا: ابن امین اللہ طوفان، مرتبہ قاضی عبدالودود، آزاد پریس پٹنہ۔

آب حیات: محمد حسین آزاد، مطبوعہ وکٹوریہ پریس، دسمبر ۱۸۸۳ء

کاشف الحقائق: امداد امام اثر، مطبوعہ اسٹار آف انڈیا پریس، قصبہ آرہ، ۱۸۹۷ء

خم خانۂ جاوید : لالہ سری رام، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس (۱۹۱۷ء)

دو تذکرے : (پہلا حصہ) شورش و عشقی، مرتبہ کلیم الدین احمد، مطبوعہ لیتھو پریس پٹنہ ۹۳-۱۹۵۹ء۔

دیوان جہاں : بینی نرائن جہاں، مرتبہ کلیم الدین احمد، مطبوعہ لیبل لیتھو پریس پٹنہ (۱۹۵۹ء)

آثار الصنادید : (طبع اول) سید احمد خاں، مطبوعہ سید الاخبار پریس۔

(۱۲۶۳ھ) مخزونہ شعبۂ مخطوطات دہلی یونیورسٹی۔

سیر المتشم : نواب محتشم الدولہ آف جاورہ، مطبوعہ مطبع سرکار گلشن آباد۔ جاورہ (۱۲۶۶ھ)

سودا : شیخ چاند، مطبوعہ انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد،

دواوین

کلیاتِ ولی : مرتبہ احسن مارہروی، مطبوعہ انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد (۱۹۲۷ء)

کلیاتِ ولی : مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی۔ مطبوعہ انجمن ترقی اُردو ہند دہلی (۱۹۴۵ء)

کلیات میر : (طبع دوم) مطبوعہ نولکشور (۱۸۷۴ء)

کلیات سودا : مطبوعہ مطبع مصطفائی دہلی (۱۲۷۰ھ) مخزونہ دہلی یونیورسٹی لائبریری

کلیات ناسخ : مطبوعہ مطبع سلطانی (۱۲۵۴ھ) مملوکہ راقم الحروف۔

کلیات آتش : مطبوعہ نولکشور (۱۹۰۴ء)؛

کلیات ظفر : (بہ تصحیح ذوق) مطبوعہ دہلی اردو اخبار پریس (۱۲۶۸ھ)،

مخزونہ اسٹیٹ آصفیہ لائبریری حیدرآباد۔

دیوان ظفر : (طبع ثانی) مطبوعہ مطبع سلطانی (۱۲۶۲ھ) مخزونہ کتب خانہ سرسالار جنگ میوزیم حیدرآباد۔

دیوان ظفر : (طبع ثالث) مطبع سلطانی (۱۲۹۸ھ)۔ مخزونہ کتب خانہ سرسالار جنگ میوزیم

حیدرآباد

دیوان باجر : منشی رگھوناتھ باجر دہلوی، مطبوعہ

نشان محفل : مجموعۂ غزلیات باجر، مطبوعہ۔

دواوین ذوق

دیوان ذوق : مرتبہ ویران، مطبوعہ مطبع احمد شاہدرہ دہلی۔ مملوکہ راقم الحروف

دیوان ذوق: مطبوعہ مطبع محمدی دہلی (۱۸۵۹ء) مخزونہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد

دیوان ذوق: مطبوعہ مطبع مخزن العلوم غازی آباد (۱۲۸۳ھ) مملوکہ پروفیسر مسعود حسن رضوی۔

دیوان ذوق: مطبوعہ نول کشور کان پور (۱۸۷۱ء) مملوکہ راقم الحروف۔

دیوان ذوق: مرتبہ آزاد (طبع اوّل)، اسلامیہ پریس لاہور (سنہ ندارد)۔ مملوکہ راقم الحروف۔

دیوان ذوق: مطبوعہ میور پریس دہلی (۱۸۷۷ء) مملوکہ راقم الحروف۔

دیوان ذوق: مطبوعہ نول کشور (۱۸۷۴ء) مملوکہ راقم الحروف۔

نگارستانِ سخن: مرتبہ ظہیر دہلوی، مطبوعہ مطبع احمدی شاہدرہ دہلی، مملوکہ مالک رام (دہلی)

کلیاتِ ذوق۔ جلد اوّل و دوم مرتبہ ڈاکٹر تنویر احمد علوی۔ مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۷ء

چمنِ بے نظیر: ابراہیم بن شہاب الدین موسیٰ۔ مطبع حیدری بمبئی ۱۲۸۹ھ مملوکہ راقم الحروف۔

دیوانِ غالب: مرتبہ عرشی، انجمن ترقی اُردو علی گڑھ۔

حیاتِ ذوق: احمد حسین لاہوری، مطبوعہ مطبع خادم التعلیم لاہور (۱۸۹۵ء)؛

اخبارات

دہلی اُردو اخبار: فائل سنہ ۱۸۵۰-۵۱ء۔ مخزونہ نیشنل آرکائیز دہلی۔

دہلی اُردو اخبار: فائل سنہ ۱۸۵۲-۵۴ء۔ مخزونہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد۔

دہلی اُردو اخبار: اوراق مشمولہ بیاضِ قلمی، مملوکہ آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد۔ لاہور۔

تتمۂ دہلی اُردو اخبار: بابت ۱۸۔ ماہ نومبر سنہ ۱۸۵۴ء مطابق ۲۷-
صفر المظفر ۱۲۷۱ھ، مخزونہ ادارۂ ادبیات اُردو، حیدر آباد۔

جامع الاخبار: فائل ۱۸۵۲، ۵۳، ۵۴ء مخزونہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد

قران السعدین: فائل سنہ ۱۸۴۹، ۵۳، ۵۴ء مملوکہ قاسم علی سجن لال حیدر آباد

قران السعدین: فائل ۱۸۵۴-۵۲ء۔ ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد۔

فوائد الناظرین: فائل ۱۸۴۶-۴۷ء۔ ادارۂ ادبیات اُردو حیدر آباد۔

فوائد الناظرین: فائل ۱۸۴۷، ۴۸، ۵۰، ۵۱ء۔ آصفیہ اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد

منبع الاخبار: فائل ۱۸۵۴، ۵۵، ۵۶ء، مملوکہ قاسم علی سجن لال حیدر آباد۔

احسن الاخبار: فائل ۱۸۴۷، ۵۳، ۵۴، ۵۸ء، مملوکہ قاسم علی سجن لال حیدر آباد۔

اعظم الاخبار، فائل ۵۳ ۵۲۰۱۵۰۰ ۹۰۵ ۱۸۴۹ء ملوکہ قاسم علی یمن لال حیدرآباد۔

جام جہاں نما کلکتہ: فائل ۵۳ ۵۲۰۵ ۱۶۵۲ء اسٹیٹ آرکائیز پٹیالہ۔

رسالہ محب ہند: ذخیرہ خواہ ہند فائل ۴۹، ۱۸۴۷ء، آصفیہ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد

اسلامی کلچر: سنہ ۱۹۵۰ء۔ جلد ۲۴، نمبر ا ردہلی اردو اخبار ۳۸، ۱۸۴۷ء کے مندرجات پر بحث)۔

اسلامی کلچر: ۱۸۵۰ء۔ (غدر سے پیشتر دہلی کا ایک سال)۔

رسالہ ہندوستانی: بابت ماہ جنوری ۱۹۳۶ء

رسالہ ہندوستانی: بابت ماہ جنوری اور اپریل ۱۹۳۷ء

نوائے ادب: بابت ماہ اکتوبر ۱۸۶۷ (آزاد بہ حیثیت محقق) از قاضی عبدالودود۔

نوائے ادب: بابت ماہ اپریل ۱۸۵۶ء (دیوان ذوق میں آزاد کے اضافے) قاضی عبدالودود۔

نگار: بابت ماہ جنوری ۱۸۵۰ء۔ (داغ کا ایک خط)۔

نگار: بابت ماہ جنوری ۱۹۳۰ء ظفر نمبر۔

نگار: بابت ماہ جنوری و مارچ ۱۹۵۶ء (اصناف سخن نمبر)۔

اردوئے معلی: بابت ماہ جولائی ۱۹۱۰ء علی گڑھ۔

ہماری زبان: بابت ۲۲ ماہ مئی ۱۴۔ جون ۱۹۵۶ء علی گڑھ۔

مکتوبات آزاد: مرتبہ آغا محمد طاہر نبیرۂ آزاد مطبوعہ آزاد بک ڈپو۔

شہرہ آفاق عظیم شعراء کے کلیات

کلیات داغ
کلیات ذوق

کلیات اکبر
کلیات نظیر

کلیات حسرت
کلیات سودا

کلیات فانی
کلیات آتش

کلیات اصغر
کلیات ناسخ

کلیات جگر
کلیات میر

کلیات مومن

پنجاب بکڈپو
الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور